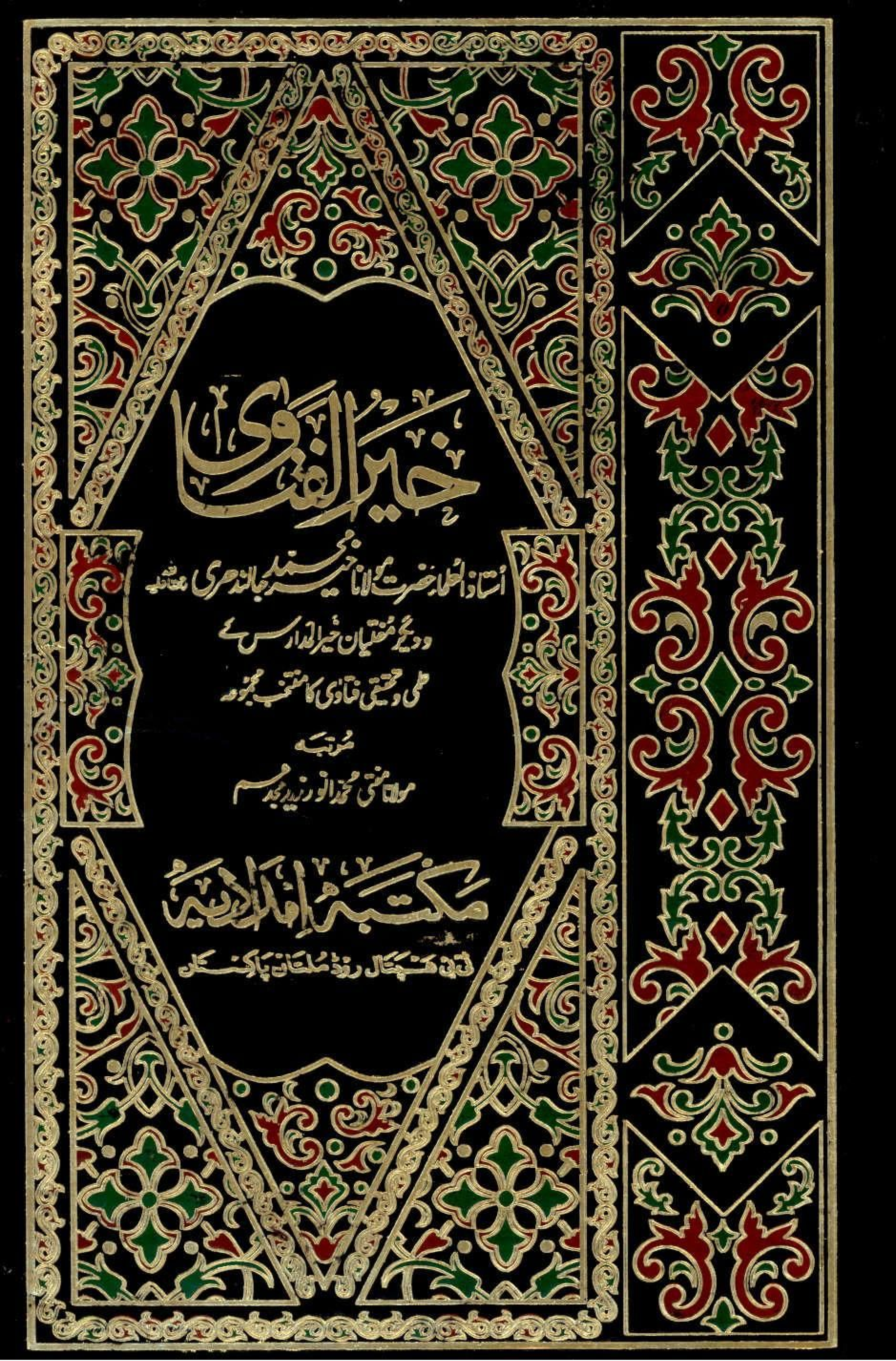
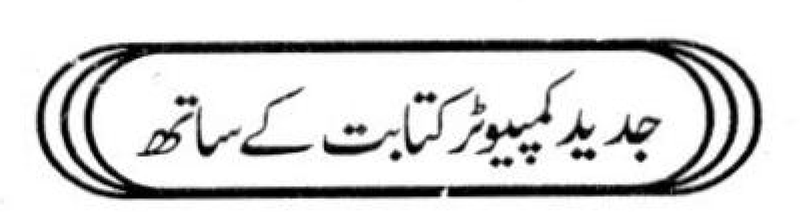

خیر الفتاویٰ
استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری
و دیگر مفتیان خیر المدارس کے
علمی و تحقیقی فتاویٰ کا منتخب مجموعہ
مرتبہ
مولانا مفتی محمد انور زید مجدہم
مکتبہ امدادیہ
ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان پاکستان

1A







حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ

و دیگر مفتیان خیر المدارس کے علمی و تحقیقی فتاوی کا منتخب مجموعہ

باہتمام

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ

مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ مدظلہ

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان

1B

نام کتاب : خیر الفتاوٰی (جلد ششم)

باہتمام : حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہٗ

مرتب : مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہٗ

کل صفحات : ۷۲۸ صفحات

ناشر : مکتبہ امدادیہ ملتان

(Phone No. 061-4544965)

لاہور میں ملنے کا پتہ

مکتبہ رحمانیہ .... غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

کراچی میں ملنے کا پتہ

قدیمی کتب خانہ .... آرام باغ کراچی

ضروری گزارش

اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔
اگر اس کے باوجود کہیں کتابتی اغلاط نظر آئیں تو
نشاندہی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اُن کی تصحیح کی جاسکے۔
فجزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین ...... (ادارہ)

اجمالی فہرست مضامینِ ''خیر الفتاویٰ'' (جلد۶)

فہرست مضامینِ ''خیر الفتاویٰ'' (جلد ۶)

باب الایلاء

باب الظہار

باب فسخ النکاح

مایتعلق بالتعنّت

مایتعلق بالجنون

﴿مایتعلق بالمفقود﴾

﴿مایتعلق بالعنین﴾

﴿باب الحضانة﴾

کتاب النفقة والسکنیٰ

مایتعلق بنفقة الزوجة

﴿مایتعلق بالسکنیٰ﴾

﴿مایتعلق بنفقۃ المعتدۃ﴾

﴿مایتعلق بنفقۃ الاولاد﴾

﴿مایتعلق بنفقة ذوی الارحام﴾

مسائل شتیٰ

باب النذور

باب الایمان

ماینعقد به الیمین وما لاینعقد به

﴿مایتعلق بالحنث﴾

﴿مایتعلق بالکفارة﴾

﴿کتابُ اللّقطة﴾

کتاب الوقف

﴿مایتعلق بتولیۃ الوقف﴾

احکام المساجد

مایتعلق ببناء المسجد وتعمیرہ وتوسیعہ

مایتعلق بصرف مال الکافر والمال الحرام فی المسجد

مایتعلق ببیع ارض المسجد واستبدالها واخراجها من المسجد

﴿مایتعلق بانتقال المسجد وامتعته﴾

﴿مایتعلق باموال المسجد﴾

مایتعلق بتزیین المساجد والکتابة علیها

مایتعلق بالتدریس فی المساجد واقامة المدرسة فیها

مایتعلق بآداب المساجد

﴿مسائل شتیٰ﴾

احکام مصلیٰ العید والجنازۃ

احکام المقابر

احکام المدارس

مایتعلق بتعمیر المدرسة وتوسیعها

﴿مایتعلق بوظائف المدرسین﴾

﴿مایتعلق باوقاف المدرسة﴾

مسائل شتّٰی

باب الایلاء

ایلاء کے انعقاد کیلئے قسم کا ہونا ضروری ہے:

ایک شخص کی اپنے برادر نسبتی کے ساتھ کاروبار میں شراکت تھی، چند وجوہ کی بناء پر شراکت کو ختم کرنا پڑا، لیکن اس شخص کی کچھ رقم برادر نسبتی کے پاس رہ گئی، بارہا مطالبہ کرنے پر بھی اس برادرِ نسبتی نے رقم واپس نہ کی، چنانچہ اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا "اپنے بھائی سے پیسے لے کر دو ورنہ میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا" اور اس بات کو ساڑھے پانچ ماہ ہو گئے اور ابھی تک رقم کی واپسی نہیں ہوئی اور اس دوران شوہر بیوی کے پاس نہیں گیا۔ کیا اس طرح ایلاء ہو جاتا ہے یا اس طرح طلاق ہو جاتی ہے؟

سائل ...... محمد احمد، دہلی گیٹ

الجواب

صورت مسئولہ میں نہ طلاق واقع ہوئی اور نہ ہی ایلاء ہوا ہے۔ اس لئے کہ شرعاً ایلاء بننے کیلئے قسم کا ہونا ضروری ہے۔

لما فی الھندیہ: الایلاء منع النفس عن قربان المنکوحۃ منعاً مؤکداً بالیمین باللّٰہ او غیرہ من طلاق او عتاق (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۴۷۶)............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

بغیر قسم کے دس سال بھی بیوی کے قریب نہ جائے تو بیوی حرام نہیں ہوتی:

خاوند اور بیوی کا باہم جھگڑا ہوا، جھگڑے کے بعد خاوند نے غصے کی وجہ سے بیوی سے چھ ماہ تک تعلقات ختم رکھے بیوی کے قریب نہیں گیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ غصے میں چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ جانے کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ اس کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد اعظم، ملتان

الجواب

دس سال تک بھی بیوی کے قریب نہ جائے تو نہ طلاق ہوگی اور نہ ایلاء۔ کیونکہ ایلاء بننے کیلئے قسم وغیرہ کے الفاظ ضروری ہیں۔

لما فی تنویر الابصار: هو الحلف علی ترک قربانها......وحکمه وقوع طلقة بائنة ان برّ والکفارة او الجزاء ان حنث (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۶۴۔۶۱)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۰/۴/۱۴۲۸ھ

قسم کی بجائے اگر خاوند ایلاء کا لفظ بولے تو اس سے ایلاء متحقق ہوگا یا نہیں؟

اگر خاوند قسم کے الفاظ تو نہیں بولتا البتہ یہ کہتا ہے کہ میں ایلاء کرتا ہوں۔ ان الفاظ سے ایلاء ہوگا یا نہیں؟

سائل ......محمد اویس، شاہ رکن عالم، ملتان

الجواب

ایلاء کا معنی چونکہ قسم کھانے کا ہے اس لئے ان الفاظ سے بھی ایلاء منعقد ہو جائیگا۔

علامہ ابن نجیمؒ (صاحب بحر الرائق) ایلاء حقیقی کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: هو ما اشتمل

على القسم كقوله اليت ان لااقربكِ ...... او مايؤل اليه كقوله انا منكِ مول قاصداً به الايجاب (الخ) (البحر الرائق، جلد ۴، صفحہ ۱۰۰)................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۴/۲۰ھ

قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا، لیکن زبان سے قسم کے الفاظ نہیں کہے تو ایلاء نہیں بنے گا:

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، ایک بیوی نے خاوند سے قرآن پر ہاتھ رکھوا کر یہ لفظ دوسری بیوی کے حق میں کہلوائے ''میں اس نو نہ رکھنا تے نہ ای نیڑے جانا'' (یعنی نہ اس کو رکھونگا اور نہ ہی اس کے قریب جاؤں گا)۔ آیا جس بیوی کے حق میں یہ لفظ کہے گئے ہیں، وہ ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہوگئی یا نہیں یا مؤقت طور پر ایلاء ہے یا کچھ اور شکل۔ اب خاوند کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی اور نہ ہی ایلاء کی۔

سائل ...... محمد رفیق، جامع مسجد میانی، سرگودھا

الجواب

اگر اتنے الفاظ زبان سے قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہے ہیں اور زبان سے قسم نہیں اٹھائی تو قسم نہیں بنی، نہ ہی ایلاء ہوا، اور نہ ہی طلاق واقع ہوئی ہے۔ اگر قسم کھاتا تو ایلاء بن جاتا۔ کذا فی کتاب الایمان من الدر المختار وشرحہ۔[1] لہٰذا دوسری بیوی کے قریب جا سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۷۵/۱۲/۳۰ھ

التخريج: (۱)......في الشامية: لو حلف بالمصحف أو وضع يده عليه وقال وحق هذا فهو يمين ولاسيما في هذا الزمان الذى كثرت فيه الايمان الفاجرة ورغبة العوام في الحلف بالمصحف (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۰۳، ط: رشیدیہ جدید)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

''اللہ کی قسم میں تمہارے بستر کے قریب نہیں آ ؤں گا'' کہنے کا حکم:

بندہ نے اپنی بیوی کو جھگڑا ہونے پر یہ الفاظ کہہ دیے ''اللہ کی قسم میں اب تمہارے بستر کے قریب نہیں آ ؤں گا'' بندہ اس وقت وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور بندہ کی بیوی بھی ایک دن بعد اپنے میکے چلی گئی۔ اب تین چار دن بعد غلطی کا احساس ہونے پر بندہ اپنی بیوی کو واپس لانا چاہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ الفاظ کہنے کی وجہ سے طلاق یا ایلاء واقع ہوا یا نہیں؟ اگر واقع ہو گیا تو بندہ پر کسی قسم کا کفارہ ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی راہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل ...... حامد محمود، پل براراں، ملتان

الجواب

اگر شوہر نے مذکورہ الفاظ سے ایلاء کی نیت کی تھی تو شرعاً ایلاء واقع ہو جائے گا۔

لما فی الهندية: واما الكناية فكل لفظٍ لايسبق الى الفهم معنى الوقاع منه ويحتمل غيره فمالم ينو لايكون ايلاءً ا كقولهٖ ...... لايقرب فراشها (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۴۷۷)

پس اگر شوہر چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ گیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اگر چار ماہ گزرنے سے پہلے بیوی کے پاس چلا گیا تو ایلاء ساقط ہو جائیگا، البتہ اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔

لما فی الهندية: فانْ قربها فی المدة حنث وتجب الكفارة فی الحلف باللّٰه سواء كان الحلف بذاتهٖ او بصفةٍ من صفاتهٖ يحلف بهاعرفاً، وفی غيره الجزاء، ويسقط الايلاء بعد القربان وان لم يقربها فی المدة بانت بواحدة (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۴۷۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۸/۱۰ھ

وقتی طور پر جماع سے رکنے کی قسم کھائی تو ایلاء نہیں بنے گا:

میں اس وقت ایک تربیت کیلئے سرگودھا میں مقیم ہوں جبکہ میری بیوی اپنے میکے بہاولپور میں ہے میں سرگودھا سے چند چھٹیوں پر اپنی بیوی کے پاس گیا، میرا اور میری بیوی دونوں کا مشترکہ خیال تھا کہ جماع نہ کیا جائے کیونکہ میری بیوی بچے کی پیدائش پر بیمار ہو جاتی ہے اور بچہ بھی مر جاتا ہے خیال تھا کہ پہلے علاج کرائیں پھر مباشرت کریں گے۔

ایک رات میں نے اپنی بیوی کو صرف پیار اور محبت کیلئے قریب بلایا، وہ قریب آ کر اس ڈر سے جلدی واپس جانا چاہتی تھی کہ شاید خاوند جماع کا ارادہ رکھتا ہو، میں نے اس کے ڈر کو دور کرنے کیلئے اس سے کہا ''قسم نال میں اوکم نہیں کراں گا'' (قسم سے میں وہ کام نہیں کروں گا) یہ الفاظ بالکل وہی ہیں جو میں نے منہ سے نکالے قسم کے ساتھ خدا یا کسی اور کا نام نہیں لیا اور مدت یا وقت منہ سے بول کر مقرر نہیں کیا، البتہ نیت صرف اسی وقت کی تھی جس وقت میں بلا رہا تھا۔ اس کے بعد ہم ایک بستر پر لیٹے رہے تمام رات، مگر جماع نہیں کیا، دو دن بعد میں جماع کئے بغیر سرگودھا چلا گیا۔ اب آٹھ ماہ بعد جانے کا ارادہ ہے، کیا یہ ایلاء ہوگا یا نہیں؟

سائل ...... احمد علی، شاہ پور سرگودھا

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ ایلاء منعقد نہیں ہوا بلکہ یہ قسم ''یمین فور'' کے قبیل سے ہے۔ جس سے زوج اسی وقت کیلئے عورت کو اطمینان دلانا چاہتا تھا، اس کا یہ مطلب لینا ہرگز درست نہیں کہ خاوند آئندہ کیلئے بھی اپنے آپ کو اس فعل سے روکنا چاہتا ہے اور وقتی طور پر خاوند کا اپنے آپ کو مجامعت سے روکنا ایلاء نہیں کہلاتا۔

كما يفهم من الشامية: في الشرع هو اليمين علىٰ ترك قربان الزوجة اربعة اشهر فصاعداً بالله تعالىٰ .... لان مجرد الحلف يتحقق في نحو ان

وطئتکِ فللّٰہ علیَّ ان اصلی .... لایکون بذالک مولیا لانہ لیس مما یشق فی نفسہٖ (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۶۱، ط: رشیدیہ جدید) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۳/۷/۱۳۷۴ھ

''اگر بیوی کے ساتھ لیٹا تو مجھے قرآن کی مار پڑے'' نہ یہ حلف ہے اور نہ ہی ایلاء ہے:

زید نے اپنی زوجہ کو کہا کہ ''اگر میں تمہارے ساتھ چارپائی میں لیٹا تو اللہ تعالیٰ کا قرآن مجھے مارے'' اس میں مندرجہ ذیل امور مطلوب ہیں!

(۱)...... مذکورہ بالا کلمات شرعاً یمین ہیں یا نہیں؟

(۲)...... بادی النظر میں مذکورہ کلمات فقدان اداۃ الیمین کی وجہ سے یمین نہیں ہو سکتے لیکن کیا یہ عرفاً یمین ہے؟

(۳)...... نیز اگر چار مہینے زوجہ کے ساتھ نہ لیٹا چارپائی پر تو پھر یہ ایلاء ہے یا نہیں؟

سائل ...... بندہ عبداللہ، ڈیرہ غازیخان

الجواب

فی الخانیۃ: ولو قال علیہ لعنۃ اللّٰہ ان فعل کذا او قال علیہ عذاب اللّٰہ او قال امانۃ اللّٰہ ان فعل کذا لایکون یمینا (الخ) (خانیہ علی ہامش الہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں شخص مذکور کے یہ کلمات نہ یمین ہیں اور نہ ہی ایلاء، بلکہ لغو ہیں۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۷/۲/۱۴۱۹ھ

﴿باب الظہار﴾

"انت امی" پر ایک تحقیقی فتویٰ جس میں احسن الفتاویٰ کی تحقیق پر محققانہ رد ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو دوران بحث ومباحثہ بدوں کسی نیت کہا کہ "تو میری ماں ہے" سوال یہ ہے کہ اگر وہ یوں کہتا کہ "تو میرے لئے میری ماں کی طرح ہے" پھر تو یہ ظہار تھا، لیکن کیا صورت مسئولہ میں ذکر کیے گئے جملہ سے بھی ظہار واقع ہو جائے گا؟

واضح رہے کہ مسئلہ کی تحقیق کیلئے اردو فتاویٰ کی طرف رجوع کیا گیا، لیکن دو متضاد رائے سامنے آئی ہیں مثلاً امداد الفتاویٰ میں ہے کہ "یہ لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا" جبکہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ "قائل کی اگرچہ کوئی نیت نہ ہو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی بلکہ اگر زوج کوئی دوسری نیت بتائے تو بھی طلاق کا حکم لگایا جائے گا" الغرض قرآن وسنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ صحیح رائے کون سی ہے؟ یہ ظہار ہے یا طلاق ہے یا لغو؟

سائل...... حبیب الرحمٰن

الجواب

ظہار سے متعلقہ الفاظ تین قسم پر ہیں۔ صریح، کنایات، لغو۔

صریح: وہ الفاظ ہیں جن میں ظہار کا لفظ استعمال کیا گیا ہو، یعنی بیوی یا اس کے کسی جزو شائع کو محرمات ابدیہ میں سے کسی کی ظہر یا ایسے جزو کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو جسکا دیکھنا حرام ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدم نیت لغو ہو گی اور ظہار واقع ہو جائیگا خواہ مشاجرت نہ ہو کما فی صریح الطلاق، جیسے **انت علیّ کظھر امی۔**

کنایات: وہ الفاظ ہیں جن میں حرف تشبیہ تو ہو لیکن ظہر، ظہار یا ایسا جزو مذکور نہ ہو جس کو دیکھنا حرام ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ نیت وقرینہ کا اعتبار ہوگا، جیسے انت علیّ کامی۔

لغو: وہ الفاظ ہیں جن میں نہ تو ظہر اور ظہار کا لفظ ہو اور نہ ہی حرف تشبیہ مذکور ہو، صرف محرمات ابدیہ کا ذکر ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ بلانیت ومع نیت ظہار نہیں ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو ''انت اختی'' یا ''انت امی'' کہا تو ظہار نہ ہوگا، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: عن ابی تمیمة الهجیمیّ ان رجلاً قال لامرأته یا اُخَیَّة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اختک هی فکره ذالک ونهی عنه (ابوداؤد، جلد۱، صفحہ۳۱۹، ط: رحمانیہ، لاہور)

علامہ شامیؒ مذکورہ بالا حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: افاد کونه لیس ظهاراً حیث لم یبین فیه حکماً سوی الکراهة والنهی، فعلم انه لابد فی کونه ظهاراً من التصریح باداة التشبیه شرعاً (شامیہ، جلد۵، صفحہ۱۳۳)

فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب درمختار میں ہے: وان لا ینو شیئاً او حذف الکاف لغا وتعین الادنی: ای البر، (جلد۵، صفحہ۱۳۲)

علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں: ففی انت امی لایکون مظاهراً وینبغی ان یکون مکروها ...... فعلم انه لابد فی کونه (الخ) (فتح القدیر، جلد۴، صفحہ۹۱)

علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں: وقید بالتشبیه لانه لو خلا عنه بان قال انت امی لایکون مظاهراً لکنه مکروه لقربه من التشبیه وقیاساً علی قوله یا اُخَیَّة ...... فعلم انه لابد فی کونه ظهاراً من التصریح باداة التشبیه شرعاً (البحر الرائق، جلد۴، صفحہ۱۶۵)

ہندیہ میں ہے: لو قال لها انت امی لایکون مظاهراً۔ (جلد۱، صفحہ۵۰۷)

حاشیہ طحطاوی میں ہے: لانه لو خلا عنه بان قال انت امی لایکون مظاهراً (الخ) (جلد۲، صفحہ۱۹۷) جوہرہ میں ہے: وان قال انت امی فهو کذب (الخ) (جلد۲، صفحہ۱۴۲)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ "یہ کہنا کہ "تو میری ماں ہے" محض لغو ہے، اس سے کچھ نہیں ہوتا" (امداد الفتاویٰ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۰) دوسری جگہ تحریر فرمایا: "اس روایت سے معلوم ہوا کہ تفصیل نیت کی اس صورت میں ہے کہ جب حرف تشبیہ بھی مصرحاً مذکور ہو، ورنہ لغو ہوگا اور مسئول عنہا میں تصریح حرف تشبیہ کی نہیں ہے اس لئے باوجود نیت کے لغو ہوگا" (امداد الفتاویٰ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۲)

مولانا ظفر احمد تھانویؒ صاحب فرماتے ہیں: قلت وقوله: "ان دخلت بيعك دخلت بيت امى" اهون من قوله "انت امى" فلما لغا هذا لعدم اداة التشبيه فالغاء ذالك اولىٰ والسرّ فيه ان بحذف اداة التشبيه لايفيد اللفظ معنى التحريم شرعاً وهو المدار لصحة الظهار و الطلاق (امداد الاحکام، جلد ۲، صفحہ ۸۱۹)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ غصہ کی حالت میں ماں کہنے کا جواب تحریر فرماتے ہیں: "اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی اور نہ ہی ظہار ہوا، مگر آئندہ ایسا نہ کہنا چاہیے کہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۱۰، صفحہ ۲۱۲) اسی طرح فتاویٰ دار العلوم جلد ۱۰، صفحہ ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶ اور ۲۰۹ پر بھی ہے۔

جبکہ احسن الفتاویٰ جلد ۵، صفحہ ۱۸۵ میں لکھا ہے: طلاق واقع ہو جائے گی...... بلکہ زوج کوئی دوسری نیت بتائے تو بھی طلاق ہی کا حکم دیا جائے گا (الخ)...... یہ درست نہیں ہے۔

ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ اب عرف ہو گیا ہے.......... جس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اول تو عرف عام طلاق کا تسلیم نہیں ہے، اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تب بھی عرف کا اعتبار الفاظ لغو میں نہیں بلکہ الفاظ کنایات میں ہوگا۔

اور احسن الفتاویٰ میں جو حدیث کا جواب دیا گیا ہے، وہ درست نہیں ہے، اس لئے کہ سب حضرات فقہاء نے اس کو اپنے اطلاق اور ظاہر پر رکھا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو نیت نہ ہونے پر محمول کرنا حضرات فقہاء کی مخالفت ہے اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ہمیں آج تک کسی فقیہ کا یہ قول

معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابیؓ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد یہ فرما رہے ہیں اور ہمیں کوئی ایسی حدیث بھی معلوم نہیں جس میں تصریح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نیت نہ ہونے کا علم تھا۔ جب حضرات فقہاء کو تیرہ صدیوں تک اس کا علم نہیں ہو سکا تو چودھویں صدی میں اچانک یہ بات کیسے منکشف ہوگئی؟

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بدستور اپنے اطلاق پر ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ ایسے الفاظ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

احسن الفتاویٰ کے شبہ کی بنیاد تنویر الابصار کی یہ عبارت ہے: "**وان نوی بانت علی مثل امی برا او ظهارا او طلاقا صحت نيته والا لغا**" اس سے حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سمجھے کہ علامہ شامیؒ کی بیان کردہ فتح القدیر کی عبارت میں لغا سے پہلے ذکر کردہ تمام الفاظ کے بارے میں ہے، حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ اس عبارت کا تعلق صرف کنایات ظہار کے ساتھ ہے، کیونکہ علامہ شامیؒ نے یہ عبارت فتح القدیر سے نقل فرمائی ہے اور انہوں نے اس کو کنایات میں ذکر کیا ہے۔ (جلد ۴، صفحہ ۹۱) نیز علامہ شامیؒ اور صاحب فتح القدیر نے حرف تشبیہ نہ ہونے کی وجہ سے "انت امی" کے ظہار نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۱۳۴) (فتح القدیر، جلد ۴، صفحہ ۹۱)

استدلال میں العرف الشذی اور عمدۃ القاری کی عبارت پیش کی گئی ہے ان کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں فتویٰ کی کتابیں نہیں ہیں، نیز العرف الشذی میں حضرت کشمیریؒ نے خود فرمایا ہے "قال العلماء" جس سے فقہاء حنفیہ مراد ہیں یعنی فقہاء حنفیہ کا مسلک بیان کرنے کے بعد اپنی ذاتی رائے نقل فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ جمہور فقہاء کے مقابلے میں حضرت کشمیریؒ کی ذاتی رائے کو مذہب حنفی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

دوسری طرف عمدۃ القاری کی پہلی عبارت میں علامہ عینیؒ نے اپنا مسلک بیان نہیں کیا بلکہ امام خطابی شافعیؒ کا قول نقل فرمایا ہے، نیز امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف الفاظ کنائی میں ہے،

اگر لغو کے بارہ میں اختلاف ہوتا تو فقہ حنفی کی کسی کتاب میں ضرور موجود ہوتا۔

اس کے علاوہ علامہ ابن کثیرؒ، علامہ ابن حجرؒ، علامہ باجیؒ اور علامہ ابن بطالؒ کی عبارات سے استدلال کیا گیا ہے۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی حنفی نہیں ہے، اور نہ ہی یہ فتویٰ کی کتابیں ہیں۔ لہٰذا ایسی کوئی ضرورت شدیدہ نہیں ہے کہ اپنا مذہب معلوم کرنے کیلئے فقہ حنفی کی معتبر کتب کی بجائے ان کی طرف مراجعت کی جائے۔

احسن الفتاویٰ کا مؤقف درست نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لغو ہونیکا مطلب ہی یہ ہے کہ اس میں قرینہ ونیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

جیسا کہ صاحب درمختار نے دوسری جگہ لکھا ہے: **وظهار ها منه لغو فلاحرمة عليها ولا كفارة**، اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: **بيان لكونه لغواً اى: فلاحرمة عليها اذا مكنته من نفسها ولا كفارة ظهار ولا يمين** (شامیہ، جلد۵، صفحہ۱۲۹، ۱۲۸)

یہاں ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ قرینہ ونیت ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۷/۱/۲۵ھ

''اگر تجھ سے جماع کروں تو اپنی ماں بہن سے جماع کروں'' کہنے کا حکم:

محمود کی شادی اس کے والد نے ایسی جگہ کی جہاں وہ راضی نہ تھا لڑکی محمود کو پسند نہیں تھی کچھ ہی عرصہ بعد میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تو شوہر نے بیوی سے کہا ''اگر میں تجھ سے جماع کروں تو اپنی ماں بہن کے ساتھ جماع کروں'' آیا ایسا کہنے سے ان کا نکاح تو ختم نہیں ہوا براہ مہربانی حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔

سائل ...... فقیر محمد جلالپوری

الجواب

صورت مسئولہ میں شوہر نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان سے نہ ہی نکاح پر کوئی اثر پڑا ہے اور نہ ہی ان الفاظ سے ظہار منعقد ہوا ہے۔ لما فی الھندیۃ: لو قال ان وطئتکِ وطئت امی فلا شیء علیہ کذا فی غایۃ السروجی (جلد۱، صفحہ۵۰۷)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۱۱/۱۰ھ

"تجھے اپنی بہن کے برابر سمجھوں گا" کہنے سے ظہار واقع نہ ہوگا:

ایک شخص (زبیر) کی شادی ہوئی پہلی رات جب اپنی بیوی (کلثوم) کے پاس گیا تو اس کو مانوس کرنے کیلئے اس سے محبت کی باتیں کرنے لگا اسی دوران اس نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ "میں تجھے اپنی بہن کے برابر سمجھوں گا" لیکن شوہر کہتا ہے کہ میری طلاق وظہار کسی کی نیت نہیں تھی۔ اس صورت کا شریعت اسلامی میں کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد احمد، گوجرانوالہ

الجواب

صورت مسئولہ میں زبیر کی زوجہ پر نہ طلاق واقع ہوئی ہے اور نہ ہی ظہار ہوا ہے لہٰذا کلثوم بدستور زبیر کے نکاح میں ہے اور اس کیلئے حلال ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ (جلد۵، صفحہ۱۳۳)............................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۷/۵/۱۰ھ

”خالدہ کو اپنے گھر رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں“ نہ طلاق ہے نہ ظہار:

خالدہ کا نکاح اللہ بخش کے ساتھ چار سال پہلے ہوا دونوں کی زندگی خوشی سے گزر رہی تھی پھر اس کے بعد کچھ امور کی وجہ سے دونوں میں نا چاقی ہوئی اور خالدہ اپنے والد کے گھر چلی گئی خاندان والوں نے صلح کرانے کی کوشش کی اسی دوران اللہ بخش نے کہا کہ ”اگر میں خالدہ کو اپنے گھر رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں“ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

سائل ...... شہزاد احمد، حافظ آباد

الجواب

اللہ بخش کا کہنا کہ ”اگر میں خالدہ کو اپنے گھر رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں“ حرف تشبیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے لغو ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: **وان لا ینو شیئاً او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ** (جلد ۵، صفحہ ۱۳۲)

حضرت اقدس تھانویؒ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ (ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۱)

.... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۵/۱۰ھ

”تو میری خالہ اور ماں کی طرح حرام ہے“ کہنے کا حکم:

ایک شخص (خالد) نے اپنی بیوی (زینب) سے جھگڑے کے دوران طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ”تو میری خالہ اور ماں کی طرح ہے“۔ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا ظہار ہوگا؟ اگر طلاق ہوگی تو کونسی طلاق واقع ہوگی؟

سائل ...... محمد اختر، وہاڑی

الجواب

صورت مسئولہ میں مسماۃ زینب پر شرعاً ایک طلاق بائنہ واقع ہو چکی ہے۔

چنانچہ درمختار میں ہے: وان نوی بانت علیّ مثل امّی او کامّی......... برًا او ظهارًا او طلاقًا صحت نیته ووقع مانواه لانه کنایة (جلد ۵، صفحہ ۱۳۲)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

"میری بیوی مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے" کہنے کا حکم:

ایک شخص سعید احمد کا اپنے سالے محمد نواز سے جھگڑا ہوا سعید احمد غصہ میں محمد نواز کو برا بھلا کہہ رہا تھا کہ غلطی سے اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے "میری بیوی مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے" آیا ان الفاظ سے بیوی پر طلاق ہو گی یا ظہار ہو گا؟

سائل ...... سعید احمد، ملتان

الجواب

الفاظ مذکورہ طلاق اور ظہار دونوں کا احتمال رکھتے ہیں۔ شوہر کی اگر طلاق کی نیت تھی تو طلاق بائنہ واقع ہو گئی اور اگر ظہار کی نیت کی تھی تو ظہار ہو گیا، اور اگر کوئی نیت بھی نہیں کی تھی جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے تو بھی ظہار متعین ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: وبانتِ علیّ حرام کامی صح مانواه من ظهار او طلاق وتمنع ارادة الکرامة لزیادة لفظ التحریم، وان لم ینو ثبت الادنی وهو الظهار فی الاصح (جلد ۵، صفحہ ۱۳۳)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱/۷/۱۴۲۹ھ

کفارۂ ظہار کی ادائیگی کئے بغیر بیوی سے وطی کرنا جائز نہیں، خواہ طلاق دینے کے بعد دوبارہ نکاح کرے:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر اس کو ایک طلاق بائنہ دیدی، اس عورت نے دوسری جگہ شادی کر لی لیکن دوسرے شوہر سے نبھا نہ ہو سکا، اس نے تین طلاقیں دیدیں۔ اب عدت کے بعد اسی عورت نے پہلے شوہر سے شادی کر لی، لیکن شوہر نے ابھی تک ظہار کا کفارہ ادا نہیں کیا۔ آیا اس کیلئے اس عورت سے بدوں ادائے کفارہ وطی کرنا جائز ہے؟

سائل ...... صوفی محمد مدثر قاسم، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں بھی بدوں ادائے کفارۂ ظہار پہلے خاوند کیلئے وطی کرنا شرعاً جائز نہیں۔

چنانچہ درمختار میں ہے: فیحرم وطؤها علیه ودواعیه ...... حتی یکفر وان عادت الیه بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظهار (جلد ۵، صفحہ ۱۳۰)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۶/۵ھ

کفارۂ ظہار ادا کرنے سے پہلے ہمبستری کر لی تو مزید کوئی کفارہ لازم نہیں:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا ابھی تک کفارہ ظہار ادا نہیں کیا تھا کہ شوہر نے بیوی سے ہمبستری کر لی۔ شرعاً اس کی کیا سزا ہے؟

سائل ...... محمد ساجد علی پوری

الجواب

صورت مسئولہ میں کفارۂ ظہار کے علاوہ شخص مذکور پر مزید کوئی کفارہ لازم نہیں، تاہم

اپنے فعلِ بد پر توبہ واستغفار کرے اور کفارۂ ظہار ادا کرے۔ لما فی الدر المختار: **فان وطئ قبله تاب و استغفر و کفر للظهار فقط** (جلد ٥، صفحہ ١٣٠)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

١٠/٥/١٤٢٨ھ

کفارۂ ظہار کی ادائیگی میں ترتیب قرآنی واجب ہے، تخییر ثابت نہیں:

ظہار کا کفارہ ادا کرنے کیلئے ترتیب قرآنی واجب ہے یا تخییر ہے یعنی روزوں کی طاقت کے ہوتے ہوئے اطعام ستین مسکینا کی اجازت ہے یا نہیں؟

سائل ...... حبیب الرحمٰن رحیمی

الجواب

کفارۂ ظہار اداء کرنے کیلئے ترتیب قرآنی واجب ہے اس میں تخییر نہیں ہے۔

لما فی البدائع الصنائع: اما تفسیر ها:فما ذکره الله عز وجل فی کتابه العزیز من احد الانواع الثلاثة لکن علیٰ الترتیب. الاعتاق ،ثم الصیام ،ثم الاطعام (جلد ٣، صفحہ ٢٣٥) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

١٠/٦/١٤٢٩ھ

﴿باب فسخ النکاح﴾

بدوں کسی شرعی وجہ کے عدالتی تنسیخ شرعاً معتبر نہیں:

مسلمان جج جو خلع کے تحت نکاح فسخ کر دیتے ہیں کہ زوج اپنی زوجہ کے فرائضِ زوجیت ادا نہیں کرتا، اس صورت کو مدنظر رکھتے ہوئے نکاح فسخ کرتے ہیں اور بعض عورتیں اپنے زوج کے گھر ہونے کے باوجود اور خاوند کے طلب کئے بغیر دعویٰ فسخ نکاح کر دیتی ہیں اور ان کو اور جگہ شادی کرنے کا اختیار مل جاتا ہے۔ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

زید نامی ایک شخص نے اپنی زوجہ کے مقابلے میں اپنی ہمشیرہ کا نکاح اپنی زوجہ کے حقیقی چچا سے کر کے تبدیل پارچہ جات کر دیئے۔ اور وہ اس وقت آباد ہے، اور پھر زید نے کئی دفعہ اپنی زوجہ کے پارچہ جات تبدیل کرنے کے واسطے زوجہ کے والدین کو کہا لیکن وہ ہر بار انکار کرتے رہے، پھر زید کی طلب کے باوجود پھر بھی تنسیخ نکاح کرا کر دوسری جگہ شادی کر لی ہے۔ کیا شرعی طور پر اسطرح نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا کہ نہیں؟ اور جس شخص نے اس تنسیخ شدہ نکاح والی عورت سے نکاح کیا ہے اس شخص سے برتاؤ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے ناکح اور گواہوں کی شرعاً کیا سزا ہے؟

سائل ...... غلام اکبر خان، میانوالی

الجواب

خاوند جب تک اپنی زوجہ کے حقوقِ زوجیت پوری طرح اداء کرنے پر قادر ہو اور نان و نفقہ کا بھی انتظام کرتا ہو اس وقت تک اس کی زوجہ کا نکاح شرعاً قابل فسخ نہیں ہوتا، اگر جج اپنے کسی قانون کے تحت فسخ بھی کر دے تو بھی شریعت میں وہ فسخ معتبر نہیں ہوتا بلکہ شریعت میں وہ قائم رہتا

ہے، اور شرعاً عورت کا دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر واقعی زید نامی شخص اپنی زوجہ کے ہر طرح کے حقوق ادا کرنے پر آمادہ تھا اور بغیر کسی وجہ شرعی اس کے سسرال نے اس کی عورت کا نکاح فسخ کرا کر دوسری جگہ نکاح کرا دیا ہے تو انہوں نے یہ بالکل غلط کیا ہے؛ کیونکہ اس صورت میں زید کی عورت کا نکاح فسخ نہیں ہوا اور نہ ہی دوسری جگہ اس کا نکاح درست ہوا ہے بلکہ یہ بدستور زید کے نکاح میں ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے وہ شریعت کے سخت مجرم ہیں ان کو توبہ کرنی چاہیے۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ اصغر علی غفر اللہ لہ
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۲۱/۴/۱۳۷۸ھ

اسباب فسخ میں سے کوئی سبب بھی نہ پایا جائے تو عدالتی تنسیخ شرعاً معتبر نہیں:

صوفی محمد رشید ہوشیار پوری کی بڑی لڑکی کا نکاح تین سال پہلے ان کے اعزہ میں ایک لڑکے سے ہوا جو راقم نے ہی پڑھایا، اب چند دن کے بعد رخصتی کی تیاری ہونے والی تھی، درمیان میں آپس میں تعلقات خراب ہو گئے، اور رخصتی کرنے سے انکار کر دیا۔ اب صوفی موصوف کچہری کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس نکاح کے فسخ و تنسیخ کی کیا صورت ہوگی، اور شرعاً لڑکی کے دعویٰ فسخ و تنسیخ کیلئے کیا مؤیدات اور قانونی سہارے مل سکتے ہیں مزید یہ کہ پاکستان میں چونکہ غیر اسلامی حکومت قائم ہے البتہ یہ ہر نوع کے مقدمات کے فیصلے کرتے ہیں، اگر کوئی مسلم جج (جو تا حال شرعی قاضی کی حیثیت نہیں رکھتا) اگر کسی کا نکاح فسخ کر دے تو کیا از روئے فقہ حنفی اسے حقیقۃً فسخ تسلیم کر لیا جائے گا یا نہیں؟

سائل ......سید ابو معاویہ ابوذر غفاری، ملتان

الجواب

اصل تو یہی ہے کہ فصل خصومات کیلئے قاضی شرعی کی ضرورت ہے لیکن بدقسمتی سے یہ انتظام اکثر ممالک میں عموماً اور ہندو پاک میں خصوصاً مفقود ہے، اندریں حالات بدرجۂ مجبوری علمائے محققین نے موجودہ مسلم ججوں کے فیصلوں کو بھی معتبر مانا ہے۔ چنانچہ حیلۂ ناجزہ میں ہے:

”اور گورنمنٹی علاقوں میں جہاں قاضی شرعی نہیں ان میں وہ حکام، جج، مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ لما فی الدر المختار: ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً، ذکرہ مسکین وغیرہ لیکن اگر فیصلہ کنندہ حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ غیر معتبر ہوگا“ (حیلہ ناجزہ، صفحہ ۳۳)

یہ غیر منقسم ہندوستان کے بارے میں ہے پاکستان کے حکام کی حیثیت اس سے کم قرار نہیں دی جاسکتی، الغرض موجودہ مسلم عدالتوں کا فسخ قابل عمل ہے لیکن جبکہ شرعی قاعدہ کے تحت فسخ کیا گیا ہو مثلاً فسخ کے جو اسباب شرعاً متعین ہیں انہی اسباب کی بناء پر دیگر ضروری شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے فسخ کیا گیا ہو ورنہ یہ فسخ معتبر نہ ہوگا، اسباب فسخ یہ ہیں! خیار بلوغ، خیار کفائت، جنونِ زوج، زوج کا عنین ہونا، یا مجبوب ہونا یا مفقود الخبر ہونا یا متعنت ہونا وغیرہ، پھر ہر سبب کیلئے خاص شرائط ہیں پس اصل سبب و شرائط دونوں میں شرعی قواعد کا لحاظ ضروری ہے، اگر بغیر سبب شرعی کے فسخ کر دیا گیا تو ایسا فسخ شرعاً کالعدم متصور ہوگا، اور اگر سبب شرعی تو موجود ہے لیکن دوران مقدمہ شرائط پر عمل نہیں ہوا تو بھی فسخ کالعدم (غیر معتبر) ہونا چاہیے۔

تفصیلِ بالا کے بعد صورت مسئولہ میں شرعی اسبابِ فسخ میں سے کوئی سبب فسخ موجود نہیں، لہٰذا عدالت کی طرف رجوع کرنے کی بجائے باہمی مصالحت ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو

طلاق لے لی جائے یا خلع کی صورت کی جائے۔...................... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۴/۱/۱۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

ضررِ قولی اور مطلق شقاق موجب فسخ نہیں:

ہم ایک ایسے مُلک میں رہائش پذیر ہیں جہاں ہم شریعت کے قوانین کو لاگو نہیں کر سکتے۔ اسی بنیاد پر صاف ظاہر ہے کہ ہمیں بہت سی مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی کرنے اور تشدد سے روکنے کیلئے فقہاء نے چند اُصول بنائے ہیں، جن کے مطابق وہ (شوہر) قابل تعزیر ہوتا ہے۔ جب ان اصولوں پر عمل نہ کیا جائے تو ہمیں بہت سے گھریلو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً بیوی اپنے شوہر کے قتل کا منصوبہ بنا رہی ہے، یا نعوذ باللہ کفریہ کلمات کہہ رہی ہے، یا زنا کی مرتکب ہو رہی ہے یا خودکشی کر رہی ہے۔ انہی وجوہات کے پیش نظر مشہور کتاب "الحیلة الناجزة" ترتیب دی گئی ہے۔

ہم نے جمعیت میں کام کرتے ہوئے کئی ایسے کیسوں کا سامنا کیا ہے جہاں بیوی ناموزوں حالات، آپس میں عدم مطابقت، پیار و محبت نہ ہونے کی وجہ سے شادی کو علی الاعلان ختم کرنا چاہتی ہے، کیا صلح کا پہلو ختم ہو جاتا ہے جبکہ شوہر طلاق نہ دینے پر بضد ہے اور نہ ہی وہ خلع کے بارے فیصلہ کرتا ہے۔ ایسے صورت حال سے نمٹنے کیلئے درج ذیل امور قابل دریافت ہیں!

(۱)...... کیا عدالتی کمیٹی "ضررِ قولی یا شقاق" کی بنیاد پر شادی کے غیر مؤثر ہونے کا اعلان کر سکتی ہے؟

(۲)...... کیا ہم ایسی شادی کے مسئلہ کے حل کیلئے دوسرے مذاہب کا سہارا لے سکتے ہیں؟

(۳)...... اگر دوسرے مذاہب میں ضررِ قولی یا شقاق جیسی کوئی چیز ہو تو کیا ہم اسے استعمال کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو تفصیل سے اس کی وضاحت کریں۔

(۴)......"الفقه الاسلامی وأدلّته"اور "الاحوال الشخصية" کی درج ذیل عبارات کس حدتک درست ہیں؟

(الف)......عبارة الاحوال الشخصية، تحت قوله "التفريق للضرر"

وخلاصة ماجاء بذٰلک القانون خاصاً بالتفريق للاذى بالقول او الفعل بما لايليق بامثالهما، انها اذا ادعت الزوجة اضرار الزوج بما لايستطاع معه دوام العشرة بين امثالهما ومن هما فى طبقتهما يجوز لها ان تطلب من القاضى التفريق بينها وبينه، فان اثبتت دعواها وعجز القاضى عن الاصلاح بينهما طلّقها عليه طلقةبائنة وان عجزت عن اثبات دعواها رفضها، فاذا تكررت الشكوىٰ والعجز عن الاثبات بعث القاضى حكمين رجلين عدلين من اهلهما ان امكن (الخ) (صفحہ ۳۶۱، الطبعۃ الثالثۃ)

(ب)......عبارة الفقه الاسلامى وادلّته، تحت قوله "التفريق للشقاق او للضرر اوسوء العشرةِ"

رأى الفقهاء فى التفريق للشقاق:لم يجز الحنفية والشافعية والحنابلة التفريق للشقاق او للضرر مهما كان شديداً لانه دفع الضرر عن الزوجة يمكن بغير الطلاق عن طريق رفع الامر الىٰ القاضى، والحكم علىٰ الرجل بالتأديب حتى يرجع عن الاضرار بها، واجاز المالكية التفريق للشقاق او للضرر منعاً للنّزاع حتى لاتصبح الحياة الزوجية جحيماً وبلاءً، لقوله عليه السلام "لاضرر ولاضرار" وبناءً عليه ترفع المرأة امرها للقاضى فان أثبتت الضرر أو صحة دعواها طلقها منه، وان

عجزت عن اثبات الضرر رفضت دعواها، فان كررت الادعاد بعث القاضی حکمین (الخ) (الفقہ الاسلامی وادلتہ صفحہ ۷۰۶۰)

(ج)......وايضاً تحت قوله "نوع الفرقة للشقاق"

"الطلاق الذی يوقعه القاضی للشقاق طلاق بائنٌ لان الضرر لايزول الا به (الفقہ الاسلامی وادلتہ، صفحہ ۷۰۶۳)

(۵)......اگر حکمین کے مقرر کرنے کی کوئی گنجائش ہوتو کیا جج کمیٹی کس شخص کو مقرر کر سکتی ہے اور کس سلسلے میں؟

نوٹ: ایک کیس کی چیدہ چیدہ تفصیل ساتھ لف ہے۔ جلد جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

والسلام

جمعیت العلماء (کے. زیڈ. این)

فتویٰ ڈیپارٹمنٹ

زید اور ہندہ کے معاملہ کا خلاصہ:

(۱)......زید جمعیت کے پاس مدد کیلئے پہنچا ہے تا کہ جمعیت اس کی بیوی کو قانونی کاروائی سے روک سکے، جو کہ وہ طلاق کیلئے شروع کر رہی ہے۔

(۲)...... ہندہ کو ایک عرصہ تک صلح کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ شروع ہی سے صلح کے خلاف ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہوئے بتاتی ہے کہ اس کا دل مردہ ہو چکا ہے اسے اپنے شوہر سے کوئی محبت نہیں۔

(۳)......دوسری شادی کا مسئلہ بھی ہے۔

ہندہ نے مندرجہ ذیل نکات کی بنیاد پر شادی کو توڑنے کا مطالبہ کیا:

(الف) حقوق کی عدم ادائیگی

(ب)......عدم توجہ (نان ونفقہ کی عدم فراہمی)

(ج)......گالیاں دینا

(د)......وقت جو صرف کیا جاتا ہے

(ہ)......اس کا سخت رویہ

(و)......شوہر کا بیوی پر مالی انحصار۔ بیوی کو ادائیگی پر مجبور کرنا

(ی)...... جذبات کا ختم ہونا، کیونکہ بات چیت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ نیز اس کے ساتھ صبح کے بالکل آغاز میں آنا، اُس کی (بیوی کی) نیند میں خلل پیدا کرنا اور ازدواجی تعلقات کا مطالبہ کرنا۔ جوئے میں رقم لگانا اور خواہ مخواہ (غصے سے) کوئی مسئلہ کھڑا کرنا، تاکہ وہ اس کا مالی طور پر خیال رکھے۔ اُسے (بیوی کو) بچوں کا بھی خیال رکھنا پڑتا تھا۔

(۴)...... ہم نے زید کی طرف سے مکمل تعاون پایا۔ اس نے پرسکون انداز میں تمام مسئلہ ہمیں بتایا۔ تاہم جب اس سے خاندان کو مالی سپورٹ کرنے کا وعدہ کرنے کیلئے کہا گیا تو وہ بات کا رخ پھیر گیا۔

نوٹ: اس موقع پر ہندہ نے نا چاہتے ہوئے بھی مکمل تعاون کا وعدہ کیا، جبکہ وہ ابھی دعویٰ کر رہی تھی کہ ازدواجی زندگی مکمل ناکام ہو چکی ہے۔

گھر کو چلانے کیلئے مرد کی جانب سے کیا کیا ضروریات پوری ہونی چاہئیں مثلاً خوراک، پانی، بجلی، ٹیلی فون اور کرایہ وغیرہ، اور کچھ اس کی بیوی کی بنیادی ضروریات (جبکہ مرد اقرار نامہ یا معاہدہ کے مطابق گھر چاہتا تھا)۔ مفتی صاحب سے مشورہ کے ساتھ یہ چیزیں زیر بحث تھیں۔

دونوں میاں بیوی کے طرز زندگی کے مطابق ان کو کم و بیش 3000 روپے ماہانہ کی ضرورت ہے۔ تاہم اس موقع پر زید کا جمیعت کی طرف رویہ سخت ہوگیا۔

نوٹ: اس موقع پر ہندہ کے علم میں لائے بغیر زید کی مالی مدد کرنے کیلئے جمیعت نے اسے ایک نوکری کی پیشکش کی جو کہ کمیونٹی کے ایک معزز رکن کی طرف سے تھی۔ وہ ایک سینئر اور ایماندار مرد کی تلاش میں تھا وغیرہ۔ زید نے بغیر کسی تحقیق اور دلچسپی کے انکار کر دیا۔

مفتی صاحب نے اس کے بعد معاملے کو حل کرنے کیلئے ٹیلی فون کالز اور ملاقاتوں کے ساتھ بھی مزید کوشش کی۔

جمعیت صلح کے ہر ممکن راستے سے اُکتا چکی تھی، تاہم زید کا ہر موقع پر اور ذاتی سطح پر اپنی بیوی کے ساتھ خوشگوار تعلقات کی کوشش نہ کرنا صلح کے عمل کو نقصان پہنچا رہا تھا۔ مزید برآں اس نے اپنی بیوی کے جذبات کو بھی ٹھیس پہنچانے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ نیز وہ بہت سے لوگوں سے مشورہ کے ذریعے اس صلح کے عمل کو ختم کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا تا کہ وہ اپنے آپ کو تکنیکی طور پر صحیح ثابت کر سکے، جبکہ وہ بنیادی حقائق اور ازدواجی زندگی کی ضروریات کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔

(۵)......زید کے ساتھ ہندہ کے جذبات کے پہلو پر بھی غور کیا گیا جبکہ وہ (ہندہ) دعویٰ کر رہی تھی کہ شادی ناکام ہو چکی ہے۔ مندرجہ ذیل نکات نوٹ کیے گئے!

یہ حالیہ بات نہیں بلکہ ہندہ کے جذبات کئی سالوں سے مر چکے ہیں۔ ہندہ نے شکایت کی کہ شادی کے آغاز سے ہی مسائل تھے۔ اس نے برے رویے کا مظاہرہ کیا اور اس میں جذباتی ٹھہراؤ نہ تھا۔ یہ ایک مستقل زوال کی صورت تھی۔ اس نے شکایت کی کہ شوہر کی جانب کوئی گفتگو نہ ہوتی تھی بلکہ اس کے صرف مطالبات اور برا رویہ تھا۔ وہ بائیس سال تک کسمپرسی کی زندگی گزارتی رہی۔ تاہم زید نے کبھی بھی اس کے ساتھ اور خاندان کے ساتھ وقت نہیں گزارا۔ وہ ہمیشہ گھر سے باہر رہا، بقول ہندہ کے وہ عیش و عشرت کرتا رہا، وہ رات کو دیر سے گھر آتا اور ازدواجی حقوق کا مطالبہ کرتا جبکہ وہ گہری نیند سوئی ہوتی، یہ اس کا معمول تھا۔ زید نے جمعیت اور علماء کے ایماء پر پچھلے سال اپنا رویہ تبدیل کرنے اور اس کا پیار جیتنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اس کے باوجود زید جو بھی کرتا ہندہ اُس کا خیال کرتی۔ حالانکہ ہندہ کے دل میں اس کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ اس نے زور دیا کہ وہ اُسے برداشت نہیں کر سکتی۔ اس نے (ہندہ نے) استخارہ کیا اور اس کا جواب منفی میں آیا۔ اس نے زور دیا کہ اس کے دل میں اس کیلئے کوئی روشنی نہیں، ذرّہ بھر بھی نہیں۔

کیونکہ وہ صورتِ حال کو کنٹرول نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کمرے علیحدہ کر لئے، ایک ہی گھر میں گیارہ سال تک علیحدہ علیحدہ کمروں میں رہے تاہم بقول اس کے (ہندہ کے) جب اس نے (شوہر نے) بلایا، یا ازدواجی ضرورت کیلئے اس کے کمرے میں آیا تو اس نے اپنے دل کے ناچاہتے ہوئے بھی اپنے جذبات اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کیا۔ حتیٰ کہ اس نے دو مرتبہ گھر بھی چھوڑا۔ وہ کہتی ہے کہ ایک مولانا صاحب نے پچھلے بارہ سالوں میں ان کے گھر کو بنانے کی کوشش میں ایک اہم ذریعے کا کام کیا۔

(۶)......اس کی اپنے شوہر سے ناراضگی شادی کے چار سال بعد ہوئی۔ چونکہ شوہر اپنا وقت جوئے اور دوسری عورتوں کے ساتھ صرف کرتا تھا، جبکہ وہ گھر پر اپنے بچوں کے ساتھ اکیلی ہوتی تھی۔

اس سلسلہ میں دیگر علماء نے بھی مداخلت کی۔ اس نے حال ہی میں ہمیشہ کیلئے گھر چھوڑ دیا۔ کیونکہ اب وہ اُسے مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ اس گھر میں وہ بہت ٹینشن میں تھی، نفرت بڑھتی جارہی تھی، اس وجہ سے اس کی عبادات پر بھی اثر پڑ رہا تھا۔ غصہ، نفرت اور مایوسی کی وجہ سے وہ اس پر چلایا کرتی، وہ اکثر پریشانی اور مایوسی کی وجہ سے چلاتے ہوئے جمیعت کے پاس آتی۔ کیونکہ اب وہ مزید اپنے شوہر کو اور اس کے سرد مہرانہ رویّو ں اور اس کے گندے مطالبات کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ جب اس نے گھر چھوڑا، تو اس کی صحت بحال ہوگئی، اس کی چھاتی کے درد میں کمی ہوئی۔ اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ امن اور قناعت کا سامنا کیا اور اپنی زندگی اللہ کے راستے میں وقف کر دی اور جماعت کے کاموں میں مصروف ہوگئی وغیرہ۔ اب وہ شادی کی بحالی کا کوئی خیال نہیں کرتی وہ صورت حال کو کنٹرول نہیں کر سکتی، یہ مکمل ناکامی ہے۔

نوٹ: یہ کیس ایک سال سے زیادہ عرصے سے چل رہا ہے اور بہت سے علماء اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے شامل ہوئے مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

ججز کمیٹی کی سماعت کا نتیجہ

ہندہ علیحدگی پر بضد ہے، جبکہ زید محسوس کرتا ہے کہ صلح کی گنجائش باقی ہے۔

یہاں ایک خط لف ہے جو زید کی طرف سے جج کمیٹی کو سماعت کے دن پیش کیا گیا۔

زید کا خط

معزز علماء کرام .... السلام علیکم

درخواست برائے حکم مسئلہ شادی:

آپ کے خط کا حوالہ جو 11/2/2002 کو لکھا گیا۔

اس خط کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جو کہ میرے لئے ایک غمناک خبر تھا میں اپنی بیوی سے علیحدگی کے سلسلہ میں جمعیت سے کوئی خیال نہیں رکھتا۔ یہ صرف مفتی صاحب کی گفتگو کے ذریعے معلوم ہو سکا کہ میری بیوی مالی سطح پر سپورٹ نہ کرنے کی وجہ سے علیحدگی کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں مَیں اپنے دفاع میں کچھ تفصیل جمع کراتا ہوں!

بیوی کو سپورٹ کرنا:

میں نے شریعت کے قوانین کے مطابق 96-1975ء تک 21 سال کے عرصہ میں اپنی بیوی اور بچوں کو مکمل سپورٹ کیا۔ اب 2001-1996ء کے دوران میں اس کو سپورٹ نہیں کر سکا، کیونکہ میں نے کاروبار میں کچھ رقم کھودی ہے، (اس کی تفصیل بھی بیان کی جاسکتی ہے)

اب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اپنے وسائل کے مطابق اپنی بیوی اور اپنی بیٹی کو سپورٹ کرنے کے قابل ہو گیا ہوں، جبکہ اس لمحے موضوع یہ ہے!

اس کا (بیوی کا) کام:

میں نے تین مواقع پر اس کے گھر سے جانے اور مرد ڈاکٹروں کے ساتھ کام کرنے پر اعتراض کیا، لیکن اس نے میری درخواست رد کر دی اور غرور کے انداز میں کام پر چلی گئی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ’’وائے بینک سرجری‘‘ میں کام بند کر دے اور اس کے متبادل میں وہ گھر پر صرف خواتین مریضوں کی خدمت کرے۔

میں مزید وضاحت کرتا ہوں کہ اس نے (بیوی نے) کل ہی کسی اور سے شادی کا انکار کیا ہے۔ اسی لئے میرا خیال ہے کہ جمعیت کو میرے ازدواجی جھگڑے کا جو کہ مارچ 2001ء میں ہوا، میں دخل دینے کا مقصد ہمارے ازدواجی تعلقات کی بہتری اور دین اور آخرت کی بھلائی ہونا چاہیے۔

میرے خیال کے مطابق ہماری پسند کے خودمختار علماء کرام کے ایک گروہ کو ہم دونوں سے ملاقاتیں کرنی چاہئیں اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے خاص مقصد کے تحت اس مسئلہ پر ہمیں مشورہ دیں اور اس میں موجود "دلدل" (پریشان صورتِ حال) سے باہر نکالنے کیلئے کوئی راستہ نکالیں۔

والسلام

الجواب

جب فقہ حنفی میں کسی مسئلہ کا کوئی قابل عمل حل موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں دوسرے مسلک پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ شرح عقود رسم المفتی میں ہے: **وبه علم ان المضطر له العمل بذالک لنفسه...... وان المفتی له الافتاء به للمضطر** (ص ۴۵)

لیکن ایسے فتویٰ کیلئے محقق علماءِ اہلِ فتویٰ سے مشاورت ضروری ہے۔ نیز دوسرے مسلک کے علماء سے اس مسئلہ کے بارے میں متعلقہ شرائط کا معلوم کرنا اور اس کی روشنی میں فیصلہ کرنا لازم ہے۔

"**الفقه الاسلامی**"، "**الاحوال الشخصية**" کتب فتاویٰ میں سے نہیں ہیں۔ لہٰذا صرف ان کو دیکھ کر فتویٰ یا فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اور ان کے مصنف کا ہمیں علم نہیں ہے۔

ارسال کردہ کیس کی جو تفصیلات سوال نامہ میں درج ہیں اس کی روشنی میں کوئی ٹھوس وجہ فسخ موجود نہیں، کیونکہ خاوند کا تعنت بھی متحقق نہیں اور نان ونفقہ میں جو کوتاہی سرزد ہوئی ہے اس کے تدارک کیلئے وہ تیار ہے۔ جس ضرر کی بناء پر حضرات مالکیہ نے فسخ کی اجازت دی ہے وہ ضرر قولی نہیں۔ بلکہ اس سے مراد ایسی پٹائی ہے جس سے جسم پر نشانات پڑ جائیں۔

چنانچہ فقہ مالکی کی کتاب شرح الحطاب میں ہے: **ولها التطليق بالضرر، ش، قال ابن فرحون**

فی شرح ابن الحاجب من الضرر قطع کلامہ عنها وضربها ضرباً مولماً (۴/۱۷) وفی مواهب الجلیل ولها التطلیق بالضرر اور ضرر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: وضربها ضرباً مولماً (۴-۱۷)

معمولی پٹائی کو ضرر شمار نہیں کیا گیا۔ وفی شرح الصغیر: ولیس من الضرر منعها من الحمام والنزهة وضربها غیر مبرح (۲/۵۱۲)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضرر قولی اور مطلق شقاق موجب فسخ نہیں بلکہ ہر پٹائی بھی موجب فسخ نہیں۔ ضرب شدید کے تحقق پر مالکیہ کے ہاں فسخ کا حق ہے۔

عورت نے اتنے لمبے عرصے کی جو شکایات کی ہیں ان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہر ایسے مقدمہ میں فراغت کیلئے درج ذیل صورت اختیار کی جائے۔

زوجین میں اختلاف کے وقت سب سے زیادہ اور صحیح حل یہ ہے کہ حکمین یا کمیٹی مقدمہ کی سماعت سے قبل خاوند سے طلاق اور بیوی سے خلع کا حق حاصل کریں۔ اگر مصالحت کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں حکمین یا کمیٹی ایقاع طلاق یا فیصلہ خلع کی شرعاً مجاز ہوگی اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ لایجوز ایقاع الطلاق من جهتهما من غیر رضی الزوج وتوکیله ولا اخراج المهر عن ملکها من غیر رضاها فلذلک قال اصحابنا انهما لایجوز خلعهما الا برضا الزوجین فقال اصحابنا لیس للحکمین ان یفرقا الا برضی الزوجین لان الحاکم لایملک ذلک فکیف یملکه الحکمان (احکام القرآن للجصاص، جلد ۲، صفحہ ۱۹۱)......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۵/۱۹ھ

﴿مایتعلق بالتعنت﴾

خاوند بیوی کو نہ آباد کرے اور نہ طلاق دے تو عورت کیا کرے؟

غلام رسول ولد حافظ حسن بخش نے مسماۃ غلام صدیقہ بنت حاجی جان محمد سے چند شرائط پر عقد نکاح کیا!

اب غلام رسول ان تمام شرائط کا انکاری ہے نان ونفقہ نہیں دیتا، اور آوارہ عورتوں سے تعلقات رکھتا ہے منشیات کا عادی ہے، نماز روزہ کا بھی پابند نہیں، حقوقِ زوجیت ایک عرصہ سے ادا نہیں کر رہا۔ الغرض نہ طلاق دیتا ہے اور نہ ہی اچھے طریقے سے آباد کرتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں فسخ نکاح بذریعہ عدالت ہوسکتا ہے؟

سائل ...... مولانا عبد العزیز، مہتمم مدرسہ عزیز العلوم، شجاع آباد

الجواب

اگر غلام رسول شرعی احکام کے مطابق اپنی بیوی کو آباد کرنے سے انکاری ہے تو اس کی بیوی کو بناء بر تعنتِ خاوند مسلم عدالت میں دعویٰ دائر کر کے شریعت کے مطابق تنسیخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ ورنہ باہمی رضامندی سے خلع کرلیا جائے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۰۷/۳/۲۳ھ

(۱) جو عورت خود ناشزہ ہو اسے شرعاً حق فسخ حاصل نہیں:

(۲) نکاح فسخ کرنے کیلئے ولایت شرعیہ کا ہونا ضروری ہے:

زوجین میں اس قدر باہمی کشیدگی ہوگئی کہ بیوی شوہر کے ہاں آباد ہونے کیلئے کسی طرح

بھی تیار نہیں۔اسی طرح شوہر نہ طلاق دیتا ہے اور نہ خلع کرتا ہے اور نہ ہی اسے بسانے پر کسی طرح رضامند ہے۔عرصہ گزر گیا ہر چند مؤثر تدابیر کے ذریعے صلح کی کوشش کی گئی لیکن ناکامی مقدر رہی۔ مقدمہ بازی ہوئی عدالت نے غیر شرعی طور پر (حق بلوغ بولایتِ اب وغیرہ) نکاح فسخ بھی کردیا۔کیا ایسی مظلومہ شرعاً کسی حیلہ سے اپنی جان اس شوہر سے چھڑا سکتی ہے؟

سائل ...... نور محمد، خطیب مسجد شیخ لاہوری، جھنگ

الجواب

ایسی صورت میں جبکہ عورت بھی ناشزہ ہے فسخ نکاح جبراً بذریعہ عدالت نہیں ہوسکتا۔فسخ نکاح بذریعہ عدالت تب ہوسکتا ہے جبکہ عورت کی طرف سے نشوز نہ ہو صرف مرد کا تعنت ہو۔چونکہ صورت مسئولہ میں فریقین سے نشوز ہے اس لئے فریقین کے باہمی چند آدمی بطور حکم فیصلہ کرادیں تو بہتر ہوگا۔.. فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱/۹/۱۳۷۳ھ

(مذکورہ بالا صورت کے متعلق سائل کا مزید سوال اور اسکا جواب)

استفتاء نمبر ۶۴۳/۱۱ مذکورہ بالا صورت کا حکم جو مولوی نور محمد نے لکھا تھا وہ درج ذیل ہے!

الجواب ”اول شوہر کو طلاق کے متعلق کہا گیا، لیکن شوہر نے انکار کردیا، اور اس کے بعد خلع کیلئے کہا گیا، لیکن اس پر بھی آمادہ نہیں ہوا، اس کے بعد ایک مجمع کے سامنے ہم نے اس کا نکاح فسخ کردیا ہے۔عورت کو حق ہے کہ جس جگہ چاہے نکاح ثانی کرلے“۔فقط نور محمد

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولوی نور محمد کا مندرجہ بالا صورت میں فسخ جائز ہے یا نہیں؟ سائل: نامعلوم

الجواب

مولوی نور محمد صاحب کا فسخ شرعاً صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ مولوی صاحب نہ تو حاکم ہیں اور نہ ہی قاضی، انہیں ولایت حاصل نہیں، فسخ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ولایتِ شرعیہ حاصل ہو۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ انہوں نے خاوند کو کہا کہ طلاق دو اس نے انکار کیا پھر خلع کیلئے کہا گیا اس پر بھی رضامند نہ ہوا، پھر فسخ کیسے کر دیا گیا؟ حالانکہ اولاً اسے کہنا چاہیے تھا کہ "آباد کرو" اگر آباد کرنے سے انکار کرتا پھر طلاق اور خلع کا مطالبہ کیا جاتا، پھر فسخ ہوسکتا تھا اور وہ بھی حاکم کے ذریعہ سے یا بااختیار و بااقتدار جماعت کے ذریعہ سے جہاں مسلمان حاکم نہ ملے جیسا کہ ملک ہندوستان میں، پاکستان میں تو مسلمان حاکم موجود ہیں پھر دوسرے لوگوں کو فسخ کرنے کا کیا حق ہے جن کو ولایتِ فسخ حاصل نہ ہو۔ (کذا فی الحیلۃ الناجزہ، صفحہ ۳۴) .... فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۷۶/۱/۲۵ھ

خاوند کا تعنت ثابت نہ ہو تو عدالت نکاح فسخ کرنے کی شرعاً مجاز نہیں۔ اور عدالت کا اس طرح کا فیصلہ شرعاً کالعدم ہوگا:

مسماۃ سلمیٰ نے محمد بشیر خان سول جج وہاڑی کی عدالت میں اپنے خاوند محمد حنیف کے خلاف دعویٰ تنسیخ نکاح کیا ہوا تھا اور خاوند نے بھی اعادہ حقوق زن شوئی کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ جج صاحب نے دونوں مقدمات کو ملا کر مندرجہ ذیل سات تنقیحات مرتب کیں!

(۱)...... مدعیٰ علیہ کا سلوک مدعیہ کے ساتھ مسلسل ظالمانہ ہے۔

(۲)...... مدعیٰ علیہ بدنام عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے۔

(۳)...... مدعیٰ علیہ مدعیہ کو غیر اخلاقی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

(۴)...... مدعیٰ علیہ مدعیہ پر بدچلنی کا جھوٹا الزام لگاتا رہا ہے۔

(۵)...... مدعیٰ علیہ نے مدعیہ کو دو سال سے زیادہ عرصہ تک کوئی خرچ وغیرہ نہیں دیا۔

(۶)...... کیا اب فریقین حدود اللہ میں رہ کر میاں بیوی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں؟

(۷)...... کیا مدعیٰ علیہ اعادہ حقوق زن شوئی کا حقدار ہے؟

فاضل جج مجسٹریٹ نے ان تنقیحات پر علیحدہ علیحدہ بحث کر کے آخر تنسیخ نکاح کی ڈگری دیدی ہے۔ جس پر خاوند نے اپیل کر کے اس ڈگری کو کالعدم قرار دینے کا دعویٰ کیا تو اپیل کا فیصلہ اس کے حق میں ہوا، اور تنسیخ نکاح کے فیصلے کو کالعدم قرار دیدیا۔ اس صورت کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد حنیف ولد مہر دین جویہ کوٹ مظفر میلسی، ملتان

الجواب

حاکم کے اختیارات شرعاً غیر محدود نہیں کہ اس کا ہر فیصلہ بہر حال نافذ اور واجب التسلیم ہی ہوگا، بلکہ قاضی و جج کے اختیارات محدود ہوتے ہیں اور وہی فیصلہ نافذ ہوگا۔ جو اپنے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے کیا گیا ہوگا۔ عقود رسم المفتی میں ہے: **والقاضی المقلد اذا قضیٰ علی خلاف مذهبه لاینفذ انتهی وبه جزم المحقق فی فتح القدیر وتلمیذه العلامة قاسم** (صفحہ ۴۵)

نیز شرعاً فریقین کو اپیل کا حق بھی دیا گیا ہے اور مخصوص صورتوں میں ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کو رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: **واذا رفع الیه حکم قاض ...... آخر .... نفذه الا ما عری عن دلیل مجمع او خالف کتاباً لم یختلف فی تأویله السلف کمتروک تسمیة او سنة مشهورة کتحلیل بلا وطئ لمخالفته حدیث العسیلة المشهورة او اجماعاً کحل المتعة** (جلد ۸، صفحہ ۹۷۔۸۷)

اور صورت مسئولہ میں چونکہ خاوند کا تعنت ثابت نہیں، جیسا کہ تفصیل سوال سے ظاہر ہے اور خاوند اعادۂ حقوقِ زن شوئی کا خواہاں ہے۔ پس ایسی صورت میں جج کو شرعاً فسخِ نکاح کا اختیار

نہیں۔عورت خاوندِ اول کے نکاح میں ہے۔بذریعہ خلع شرعی یا طلاق علیحدگی کی کوشش کی جائے،
اگر عورت آباد نہ ہونا چاہتی ہو۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
١٣٨٦/١/١٨ھ

اگر خاوند جوابدہی کیلئے حاضر نہ ہو تو کیا اس کے خلاف عدالت کا فیصلہ درست ہے؟

زید کی منکوحہ نے اپنے خاوند کے خلاف موجودہ ملکی عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا جس کے حق میں عدالت نے مندرجہ ذیل فیصلہ صادر کیا ہے!

نقل یک طرفہ ڈگری تنسیخ نکاح مقدمہ نمبر ٢٠٥ : ۵٦ء

بعدالت جناب ملک سہراب خان صاحب پی،سی،ایس ایڈیشنل سول جج درجہ دوئم ملتان،

یہ مقدمہ آج واسطے آفیسر کے روبرو ہمارے بذریعہ چوہدری محمد یٰسین وکیل منجانب مدعیہ سماعت ہوا اور حسب اطمینانِ عدالت یہ ثابت ہو گیا ہے کہ مدعیٰ علیہ پر سمن کی تعمیل حسب ضابطہ ہو گئی،لیکن وہ دعویٰ کی جوابدہی کیلئے حاضر نہیں ہوا۔پس یہ حکم یک طرفہ صادر کیا جاتا ہے ''کہ ڈگری تنسیخ نکاح بحق مدعیہ برخلاف مدعیٰ علیہ صادر کی جاتی ہے اور نیز مدعیٰ علیہ رقم مبلغ 26.10 روپے بابت خرچہ معاش ہذا ادا کرے۔سو نقل حکم ثبوت یک طرفہ پیش کردہ مدعیہ سے دعویٰ مدعیہ کی تائید و تصدیق ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ مدعیٰ علیہ آوارہ نکھٹو ہے اور اس نے عرصہ ساڑھے تین یا چار سال سے مدعیہ کو کوئی گزارہ خرچ نہیں دیا ہے اور بلاوجہ بقول مدعیہ کے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کئے ہیں۔ان حالات میں مدعیہ مستحق ڈگری تنسیخ نکاح برخلاف مدعیٰ علیہ ہے'' لہٰذا ڈگری تنسیخ نکاح یک طرفہ بحق مدعیہ مع خرچہ مقدمہ صادر کی جاتی ہے،فیس وکیل مبلغ / 15 روپے مقرر کی جاتی ہے۔ .... دستخط جج .... نقل مطابق اصل ہے۔

اب دریافت طلب امور مندرجہ ذیل ہیں!

(الف)......مندرجہ بالا فیصلہ کی روشنی میں زید کی منکوحہ کا نکاح فسخ ہوا کہ نہیں، اور اب وہ اپنا نکاح کسی اور شخص سے کرلے تو یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

(ب)......اگر مسماۃ مذکورہ عدت گزرنے سے قبل ہی بکر سے اپنا نکاح کرلے اور اس فسادِ نکاح کی وجہ سے بکر سے اس کا دوبارہ نکاح کرائیں تو کیا اب بھی پہلے عدت گزارنی پڑے گی درآنحالیکہ وہ بکر کی تحویل میں ۵۶ء سے ہے؟

سائل ...... عزیز دانش، حیدرآباد

الجواب

فی الشامیة:وعلیه یحمل ما فی فتاویٰ قاریٔ الهدایة حیث سئل عمن غاب زوجها ولم یترک لها نفقة، فاجاب اذا قامت بینة علیٰ ذالک وطلبت فسخ النکاح من قاض یراه ففسخ نفذ وهو قضاء علیٰ الغائب، وفی نفاذ القضاء علیٰ الغائب روایتان عندنا، فعلیٰ القول بنفاذه یسوغ للحنفی ان یزوجها من الغیر بعدالعدة،واذا حضر الزوج الاول و برهن علیٰ خلاف ما ادّعت من ترکها بلانفقة لاتقبل بیّنته لان البینة الاولیٰ ترجّحت بالقضاء، فلاتبطل بالثانیة اه، واجاب عن نظیره فی موضع آخر بانه اذا فسخ النکاح حاکم یری ذالک ونفذ فسخه قاض آخر وتزوجت غیره صح الفسخ والتنفیذ والتزوج بالغیر، ولایرتفع بحضور الزوج وادعائه انه ترک عندها نفقة فی مدة غیبته (الخ) فقوله "من قاض یراه" لایصح ان یراد به الشافعی فضلاً عن الحنفی، بل یراد به الحنبلی فافهم (شامیہ، جلد۵، صفحہ۳۱۱، ط:رشیدیہ جدید)

عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قضاء علی الغائب میں اختلاف

ہے۔ مگر حضرات علماء کرام نے اس کی گنجائش دی ہے اور فقہاء فرماتے ہیں کہ ’’کسی مسئلہ مختلف فیہ میں اگر قاضی فیصلہ کردے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوجاتا ہے‘‘۔ لہٰذا یہ فیصلہ نافذ ہوگیا اور شرعاً نکاح فسخ ہوگیا اور مسمّاۃ مذکورہ کو بعد عدت گزارنے کے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے اور وہ نکاح صحیح ہوگا۔

(۲)......عدت کا گزارنا بعد فسخ کے لازم ہے اور عدت میں نکاح کرنا فاسد ہے اور ایسے نکاح کے بعد وطی کرنا زنا ہے۔ وہ عورت اس کی مزنیہ ہوگی۔ اگر پہلی عدت گزر چکی ہے تو زانی کا اس اپنی مزنیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، اب جدید عدت کی ضرورت نہیں، اور دوبارہ نکاح کے بعد اس مزنیہ منکوحہ سے اسی وقت سے وطی کرنا بھی جائز ہے۔ اور اگر مزنیہ زانی کے علاوہ دوسرے سے نکاح کرے تب بھی نکاح جائز ہے مگر مزنیہ حاملہ سے قبل از وضع حمل وطی کرنا جائز نہیں، اور نہ تقبیل وغیرہ۔ اور اگر غیر حاملہ ہے تب بھی ایک حیض کا گزارنا اولیٰ ہوگا۔ قال ابو حنيفةؒ ومحمدؒ يجوز ان يتزوج امرأة حاملاً من الزنا ولايطأها حتى تضع وقال ابويوسفؒ لا يصح والفتوىٰ على قولهما وكما لايباح وطؤها لاتباح دواعيه كذا فى فتح القدير، وفى مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنىٰ هو بها وظهر بها حبل فالنكاح جائز عندالكل وله ان يطأها عندالكل وتستحق النفقة عندالكل كذا فى الذخيرة (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۲۸۰)

وفيه ايضاً: واذا رأى امرأة تزنى فتزوجها حل وطؤها قبل ان يستبرأها عندهما وقال محمدؒ لا احب له ان يطأها مالم يستبرأها ، كذا فى الهداية (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۲۸۱)............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد وجیہ، مدرس مدرسہ اسلامیہ

ٹنڈوالایار، حیدرآباد (سندھ)

(نوٹ) اس دوسری عدت کا نہ ہونا جب ہی ہے جبکہ واطی ثانی سے یعنی نکاح فاسد کرنے والے ہی سے دوبارہ نکاح کیا جائے، اور اگر دوسرے سے نکاح کرنا ہو تو دوسرے واطی کے

انقطاع وطی سے دوسری عدت گزارنا ہوگی۔ لما فی الدر المختار: واذا وطئت المعتدة بشبهة وجبت علیها عدة اخریٰ (جلد ۵، صفحہ ۲۰۲)

وفی الشامیة: وتقدم فی باب المهر ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدة. (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۱۹۹)......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۷۹/۲/۲۰ھ

والجواب صحیح
ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ
۱۳۷۹/۱/۱۱ھ

''متعنت'' اگر جوابدہی کیلئے عدالت میں حاضر نہ ہو تو اس کے خلاف عدالت کا فیصلہ درست ہے، بشرطیکہ فسخ خلع کی بنیاد پر نہ ہو:

مسماۃ زینب کو اس کے خاوند (خالد) نے چار پانچ سال تک غیر آباد رکھا۔ اس عرصہ میں نہ خبر گیری کی اور نہ خرچہ دیا اور نہ معاف کرایا۔ زینب کے باپ نے کئی دفعہ رجسٹری بھی روانہ کی کہ ''میری لڑکی کو آباد کرو ورنہ ہم خرچہ کا دعویٰ کر دیں گے'' لیکن پھر بھی پرواہ نہ کی آخر زینب کی طرف سے اس کے باپ نے یونین کونسل میں خرچہ کا دعویٰ دائر کر دیا، تاریخ مقررہ پر خالد اور اس کا باپ محمود حاضر ہوئے۔ خالد نے چیئرمین صاحب کو کہا کہ مجھے دو ماہ کی مہلت دی جائے، تو چیئرمین نے کہا کہ دو ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی اور بچوں کو لے جاؤ ورنہ تم پر ڈگری صادر کی جائے گی، اس صورت پر خاوند نے دستخط کر دیئے اور یہ بھی لکھ دیا کہ میں نے اپنے باپ سے مشورہ کیا ہے، لیکن دو ماہ کی بجائے تین ماہ گزر گئے لیکن خالد نے عہد پورا نہ کیا زینب کی اجازت سے اس کے باپ عمرو نے درخواست دی کہ خالد نے عہد پورا نہیں کیا تو چیئرمین نے رجسٹری روانہ کی، پھر خالد کے باپ نے حاضر ہو کر ایک ماہ کی مہلت طلب کی، جو دے دی گئی، لیکن پھر بھی انہوں نے وعدہ پورا نہیں کیا

تین دفعہ حکم گئے لیکن دونوں میں سے کوئی بھی حاضر نہیں ہوا، تو چیئر مین صاحب نے/360 روپے کی ڈگری کا حکم صادر کیا، جو ادا نہ ہوا آخر زینب کی طرف سے اس کے باپ عمرو نے عدالت سول جج (جو مسلمان اہلسنت والجماعت تھے) میں دعویٰ تنسیخ نکاح کر دیا سول جج صاحب نے تقریباً چھ سات مرتبہ حکم بھیجے، مگر خالد حاضر نہ ہوا، چنانچہ اخبار میں نوٹس جاری کیا کہ فلاں تاریخ کو اگر تم حاضر نہ ہوئے تو یکطرفہ کاروائی کی جائے گی تو عمرو (زینب کا باپ) نے خود ایک رجسٹری بنام محمود روانہ کی کہ آپ یا آپ کا لڑکا عدالت میں حاضر ہو کر مقدمہ کی پیروی کریں وگرنہ یکطرفہ فیصلہ ہو جائے گا، مگر دونوں میں سے کوئی بھی حاضرِ عدالت نہ ہوا، تو سول جج صاحب نے حکمِ طلاق دیدیا۔ عمرو نے فیصلہ کی نقل کر کے ایک نقل بنام مفتی محمد شفیع صاحب، کراچی بھیجی اور دوسری نقل دارالعلوم دیوبند بھیج دی کہ آیا طلاق ثابت ہے یا نہیں؟ بہت سے مفتیوں نے لکھا کہ طلاق ثابت ہے بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ چنانچہ دو سال گزرنے کے بعد اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا۔ لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ حنفی المذہب ہیں لہٰذا عدالت کا فسخ صحیح نہیں ہے، اور یہ نکاح حرام ہے۔ اب دریافت طلب امور درج ذیل ہیں!

(۱)...... آیا یہ حرام ہے یا نہیں؟

(۲)...... اگر شرعاً طلاق ثابت ہے اور نکاح ثانی جائز ہے تو اس نکاح ثانی کو حرام کہنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہ؟ جو حکم ہو تحریر فرمائیں۔

سائل ...... شفیق احمد، چک نمبر ۳۹/۱۴ کسووال، ساہیوال

الجواب (۱)

(از دارالافتاء دارالعلوم، کراچی)

(۱)...... صورت مسئولہ میں مسلم جج نے شوہر کے (باوجود اطلاع یابی کے) تاریخ مقررہ کو پیشی پر

جواب دہی کیلئے حاضر نہ ہونیکی وجہ سے اور عورت کا دعویٰ ثابت ہونے کی بناء پر نکاح فسخ کیا ہے تو شرعاً فسخ صحیح ہے اور بحکمِ طلاق ہے اور تاریخ فسخ سے عدت گزار کر عورت نے جو دوسری جگہ نکاح کیا ہے وہ بھی صحیح اور بلاشبہ جائز ہے۔

(۲)......صورت مذکورہ میں جو شخص اس نکاح ثانی کو حرام کہتا ہے سخت گنہگار اور مجرم ہے، اس کو توبہ و استغفار کر کے ناکح اور منکوحہ سے معافی مانگنی چاہیے ورنہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ مسماۃ زینب زوجہ متعنت ہے اور علماء حنفیہ نے اس کی تفریق کیلئے مذہب مالکیہ پر فتویٰ دیا ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	احقر محمد صابر عفی عنہ
مفتی محمد شفیع، کراچی	یحیٰ عفی عنہ	۱۳۸۸/۵/۲۲ھ

الجواب (۲)

(از دار الافتاء لائل پور)

(۱)......جو تفصیل آپ نے سوال میں درج کی ہے کہ ایک مسلمان جج نے فیصلہ دیا ہے اور زوج کو متعنت اور ظالم قرار دیدیا ہے اور نکاح فسخ کر دیا ہے تو شرعاً بھی اس سے نکاح فسخ ہو گیا ہے، اور عورت مرد کے نکاح سے آزاد ہو گئی ہے اور جب شرعی طور پر باقاعدہ عدت گزارتے ہوئے اس نے دوسری جگہ نکاح کر دیا ہے اور اس نکاح ثانی میں کوئی اور شرعی خرابی کسی قسم کی نہیں ہے تو یہ نکاح شرعاً جائز اور درست ہے اور دونوں پر گناہ نہیں ہے۔

(۲)......اب ایسی صورت میں کوئی شخص اگر اس نکاح ثانی کو حرام کہتا ہے اور اس تعلق کو ناجائز بتلاتا

ہے تو وہ ظلم اور زیادتی کر رہا ہے اور بلاوجہ ایک مسلمان مرد اور عورت کی عزت وآبرو کو داغدار کرتا ہے اور ان کو بدنام کرتا ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **الا ان دمائکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم** (الحدیث) اس حدیث کی رو سے اس ناجائز امر کا اس نے ارتکاب کیا ہے تو وہ اپنی اس غلط بات سے رجوع کر کے اعلان کر دے اور دونوں سے معاف کرائے اور جن جن حلقوں میں اس نے یہ بات کہی ہے اب انہی حلقوں میں یہ اعلان بھی کر دے کہ "مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے میں نے غلط بات کہی تھی اب مجھے مسئلہ معلوم ہو گیا ہے اس لئے میں اپنی غلطی سے رجوع کرتا ہوں" تا کہ اس سابقہ غلطی کا تدارک ہو جائے اور ان کی بدنامی کا ازالہ ہو جائے اگر مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی محض ضد اور عناد کی بناء پر اپنی غلطی پر ڈٹا ہوا ہے اور فتویٰ کی رو سے حلال کو حرام قرار دیتا ہے تو تنبیہا اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور تنبیہا ایسے ضدی اور معاند کو امام مقرر نہ کیا جائے۔.................. فقط واللہ اعلم

احقر سید مصباح الدین کاکاخیل

مدرس مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور

۱۹۶۹/۲/۲ء

(تصدیق، از مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی، بہاولنگر)

مذکور الصدر دونوں جواب درست ہیں نصوص قطعیہ کے مطابق ہیں کسی کا یہ کہنا حنفیوں کے نزدیک یہ فسخ درست نہیں محض ہٹ دھرمی اور ضد پر مبنی ہے اور فقہاء حنفیہ کی تصریحات سے غفلت یا جہالت کا ثمرہ ہے۔ صورت مسئولہ میں یہ وہ قضاء علی الغائب نہیں جس کو فقہاء نے منع کیا ہے جس غائب کے خلاف قضاء ممنوع ہے وہ وہ ہوتا ہے جو شہر میں بھی نہ ہو اور اس کو اطلاع بھی نہ

کی گئی ہو (ونحو ذالک) کیونکہ اس صورت میں معلوم نہیں کہ وہ مدعی کے حق کا اقرار کرتا ہے یا انکار اس لئے قاضی کا فیصلہ گواہی سن کر بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ شہادت انکار کی صورت میں ہوتی ہے اور یہ معلوم نہیں کہ وہ انکار کرتا ہے یا اقرار، جبکہ موجودہ صورت میں مدعیٰ علیہ نے جان بوجھ کر روپوش ہو کر جان بچانے کی کوشش کی ہے اس کو غائب نہیں کہتے۔ لہٰذا یہ متعنت ہے اس کے خلاف گواہی کے صحیح ہونے کی سب فقہاء تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ شامیہ میں ہے: لایجوز القضاء علی الغائب الا اذا رأی القاضی مصلحة فی الحکم له وعلیه، فحکم، فانه ینفذ لانه مجتهد فیه اه قلت: وظاهره ولو کان القاضی حنفیاً ولو فی زماننا ولاینافی مامرّ لان تجویز هذا للمصلحة والضرورة (شامیہ، جلد ۸، صفحہ ۱۲۰)

یعنی ضرورت کے موقعہ پر حنفی قاضی غائب مدعیٰ علیہ کے خلاف فیصلہ سنا سکتا ہے۔

اسی طرح علامہ شیخ ابن الہمام "فتح القدیر" میں فرماتے ہیں: لاینبغی للقاضی ان یقضی علی الغائب، الا ان مع هذا لو وکل وکیلاً وانفذ الخصومة بینهم فهو جائز وعلیه الفتویٰ (فتح القدیر، جلد ۶، صفحہ ۴۰۲)

یعنی فقہاءِ حنفیہ کا فتویٰ اس پر ہے کہ "ضرورت کے وقت قضاء علی الغیب درست ہے" اور تنسیخ نکاح بھی ضرورت پر مبنی ہے۔

نیز قضاء علی الغائب کو حنفی مذہب کے خلاف کہنا بھی غلط ہے امام ابو یوسفؒ کا آخری قول یہی ہے کہ قاضی عند الضرورت قضاء علی الغائب کر سکتا ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے: وکان ابویوسفؒ یقول اوّلاً لایقضی بالبینة والاقرار علی الغائب جمیعاً ثم رجع لمّا ابتلی بالقضاء وقال یقضی فیهما جمیعاً (فتح القدیر، جلد ۶، صفحہ ۴۰۲)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: اما اذا حکم الحنفی بمذهب ابی یوسفؒ او محمدؒ او

نحوهما من اصحاب الامام فليس حكماً بخلاف رأيه (شامیہ، جلد ۸، صفحہ ۱۰۸)

اسی بنا پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ خاوند بیوی کا خرچہ ادا نہ کرے اور روپوش ہو جائے تو امام احمدؒ کے مذہب کے مطابق عورت کو اجازت ہے کہ قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر کے نکاح فسخ کرائے:

اذا قامت بينة على ذالك وطلبت فسخ النكاح من قاض يراه ففسخ نفذ وهو قضاءً على الغائب، وفي نفاذ القضاء على الغائب روايتان عندنا، فعلى القول بنفاذه يسوغ للحنفي ان يزوجها من الغير بعد العدة (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۲۳۱، ط: رشیدیہ جدید)

(۲)...... جب معلوم ہو گیا کہ قاضی مجسٹریٹ کی قضاء خلاف مذہب نہیں اور اگر امام صاحب کا قول بھی لیا جائے تب بھی یہ اجتہادی چیز بن جائے گی اور اجتہادیات میں قاضی کی قضاء معتبر ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے: ينفذ القضاء بشهادة الزور (ظاهراً وباطناً حيث كان المحل قابلاً والقاضي غير عالم بزور هم) في العقود كبيع ونكاح والفسوخ كاقالة وطلاق (الدرالمختار، جلد ۸، صفحہ ۱۰۴)

قاضی کی قضاء کے بعد حل وحرمت کا حکم تابع قضاء ہو جاتا ہے خواہ نکاح کا حکم کیا گیا ہو یا طلاق یا فسخ نکاح کا بشرطیکہ محل قابلِ حکم ہو اور موجودہ صورت میں محل قابلِ حکم ہے، کیونکہ منعنت کی بیوی نفقہ کی ضرورت کیلئے تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر سکتی ہے اور قاضی کے فیصلے کے بعد نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور دوسرے نکاح کی اجازت مل جاتی ہے۔ اب پہلے کیلئے حرام اور دوسرے کیلئے حلال ہو جائے گی، اس حل وحرمت کو ظاہراً وباطناً کہنا چاہیے، کسی کو اختیار نہیں کہ قضائے صحیح کے بعد اسے اوّل کیلئے حلال اور ثانی کیلئے حرام کہے۔ اس طرح کہنے والا حکم شرعی سے منہ پھیرنے والا ہے۔ اسلامی قواعد کے مطابق مستحق تعزیر ہے۔ یقیناً فاسق ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں لکھا جا چکا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہو گی۔ اس پر واجب ہے کہ کھلے طور پر توبہ کرے اور آئندہ اس شر سے باز آ جائے اور اس کے اس فعل میں حقوق العباد کا تلف کرنا بھی پایا گیا، اس لئے زوجین

جن کے بارے میں اس نے غلط الفاظ بولے ہیں ان سے بھی معافی طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ سب کو عمل صالح کی توفیق عطاء فرمائے۔.................................. فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالقدیر، فقیروالی

مدرسہ قاسم العلوم، فقیروالی، بہاولنگر

٢٧/٦/١٣٨٨ھ

(تصدیق از دارالافتاء خیر المدارس، ملتان)

دونوں جواب درست ہیں۔.................................. بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

ہر دو جواب درست ہیں۔.................................. خیر محمد عفا اللہ عنہ

مہتمم خیر المدارس، ملتان

٢٤/١١/١٣٨٨ھ

﴿مایتعلق بالجنون﴾

زوجۂ مجنون کو شرعاً تفریق کا حق حاصل ہے جبکہ اسکا جنون خطرناک ہو:

کیا زوجۂ مجنون کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنون کی زوجیت سے نکل جائے؟

سائلہ...... مسماۃ مرل بی بی، تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ عورت مذکورہ مسلمان حاکم (جج یا مجسٹریٹ) کی عدالت میں درخواست دے اور بذریعہ شہادت شرعیہ اپنے خاوند کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے جس حاکم کے پاس مقدمہ پیش ہو وہ واقعہ کی پوری تحقیق کرے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو حاکم اس مجنون کو علاج کیلئے ایک سال کی مہلت دیدے اور پھر اگر سال ختم ہونے پر بھی یہ عورت دوبارہ درخواست کرے اور خاوند کا مرضِ جنون ہنوز موجود ہو تو عورت کو اختیار دیدیا جائے اس پر اگر عورت اسی مجلسِ تخییر میں فرقت طلب کرے تو حاکم اس کا نکاح فسخ کر دے۔ حاکم کیلئے لازم ہے کہ ان الفاظ کی تصریح کرے کہ "میں نے ان کا نکاح فسخ کر دیا" اس کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح کرنے کی شرعاً مجاز ہوگی۔ (الحیلۃ الناجزۃ، صفحہ ۵۴)............ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۸/۲/۲۲ھ

شادی کے بعد خاوند پاگل ہو جائے تو عورت کو حق فسخ کب حاصل ہو گا، اور اس کی شرائط اور طریقہ کیا ہے؟

ایک شخص جو کہ شادی شدہ ہے، مگر دماغی طور پر مخبوط الحواس ہے، عرصہ چھ سال گزر چکا ہے ڈاکٹروں و حکیموں سے بہت علاج کرایا، مگر آج تک ذرہ برابر فائدہ نہیں ہوا پاگل پن کی یہ حد ہے کہ کسی سے کوئی بات نہیں کرتا، گرمی سردی کا احساس تک نہیں، بھوک سے بھی نا آشنا ہے، اس کا نام لے کر پکارا جائے تو دیکھتا تک نہیں، ہر وقت لغو باتیں کرتا ہے، گالیاں بکتا ہے، اس کی بیوی جوان ہے اس کی پرواہ نہیں، گھریلو اخراجات کا کوئی بندوبست نہیں، بیوی کا والد ضعیف العمر ہے، آنکھوں کی بینائی سے محروم ہے، وہ بھی بیٹی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا شریعت کی رو سے بتائیں کہ وہ بیوی ایسے پاگل خاوند سے خلع کے ذریعے طلاق حاصل کر سکتی ہے یا نہیں؟

(سائل سے تنقیح کرائی گئی جس کا جواب درج ذیل ہے)

جواب تنقیح

(۱)......جنون کی کیفیت عرصہ سات سال سے ہے اور یہ شادی کے تین سال بعد ہوئی۔

(۲)......یہ کیفیت ہر موسم میں اور لگا تار ہے۔

(۳)......نکاح کے وقت درست تھا اور لڑکی کی رخصتی بھی ہوئی اور تین سال تک آباد رہی۔

(۴)......لڑکی قولاً، فعلاً اور عملاً شخص مذکور کے ساتھ رہنے پر رضامند نہیں۔

(۵)......لڑکی نہایت شریف ہے اور مذکور آدمی لڑکی کو مارتا ہے۔

سائل ...... احمد دین، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

الجواب

بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں اگر زینب نے زید کے مکمل پاگل ہونے کے بعد زبان سے یا اپنے عمل سے اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو تو شرعاً زینب کیلئے فسخ

نکاح کا حق حاصل ہے۔ عملی رضامندی یہ ہے کہ پاگل ہو جانے کے بعد ہمبستری یا اس کے توابع (بوس و کنار) پر بخوشی قدرت دے، قولی یا عملی رضامندی کے بعد حق فسخ باقی نہیں رہتا۔ فسخ کا طریقہ یہ ہے کہ زینب عدالت میں درخواست دے۔ عدالت مجنون کی حالت پر غور کرے اگر اس کے ساتھ رہنا دشوار ہو تو علاج کیلئے ایک سال کی مہلت دیدے سال کے بعد بھی اگر ٹھیک نہ ہو تو پھر دوبارہ درخواست دے اس کے بعد عدالت عورت کو علیحدگی یا ساتھ رہنے پر اختیار دے گی۔ اگر علیحدگی کو اسی مجلس میں اختیار کرے تو حاکم ان میں تفریق کر دے پھر عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔ (کذا فی الحیلۃ الناجزۃ، صفحہ ۵۴۔۵۵)

سابقہ علاج اور مدت قابل التفات نہیں معاملہ اللہ پاک کے ساتھ ہے جعل سازی نہ ہو۔.................................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۰۶/۵/۲۳ھ

اگر دیندار ڈاکٹر کی رائے میں مجنون خاوند کا تندرست ہونا ممکن نہ ہو تو عدالت بلا مہلت بھی نکاح فسخ کر سکتی ہے:

ایک لڑکی کا نکاح اس کے والد صاحب نے بعالم شیر خوارگی بعمر پانچ ماہ ایک لڑکے سے اپنی برادری میں کر دیا تھا، اب وہ لڑکی 20 سال کی ہو گئی ہے، اور وہ لڑکا بھی بتدریج بڑا ہو کر بالغ ہو چکا ہے اور وہ لڑکا شروع سے ہی عقل سے بالکل پاگل لاعقل ہے، بلکہ اس سے بھی ڈر ہے کہ مارنے بھی لگ جاتا ہے، سارا سال اسی پاگل حالت میں رہتا ہے اور اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہے، لڑکی اس سے شادی کرنے اور آباد ہونے سے انکاری ہے اور لڑکا نہ کسی سے بول کر مطلب ادا کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کی بات سن کر سمجھ سکتا ہے نہ جواب دے سکتا ہے، اس لڑکے کو اپنے کپڑے

پہننے کا بھی ہوش نہیں ہے بلکہ اس کے والدین اس کو کپڑے پہناتے ہیں، یہ سب گاؤں والوں کو معلوم ہے۔اب اس حالت میں شریعت کے فیصلہ سے مطلع فرمائیں۔

سائل ...... سید بہاول شاہ،کوٹ غلام قادر، وہاڑی

الجواب

صورت مسئولہ میں اس مجنون کی زوجہ عدالت مسلمہ میں درخواست دے کہ ''میرا خاوند مجنون ہے اور میرا گزارہ اس کے ساتھ مشکل ہے اور مجھے اس مجنون سے ایذاء رسانی کا اندیشہ ہے'' اس پر یہ عورت ثبوت بھی پیش کرے حاکم تحقیقِ واقعہ کے بعد مجنون کے وارثوں کو ایک سال کی مہلت بغرضِ علاج دیدے، اگر وہ ایک سال کے اندر اندر علاج کرا کے عورت کو آباد کرنے کے قابل بنالیں تو فبہا، ورنہ اگر اس کی حالت وہی ہو جو سابقہ تھی تو عورت کے دوبارہ درخواست دینے پر حاکم (جج) عورت کو اختیار دیدے پھر عورت اسی مجلس میں فرقت (جدائی) اختیار کرے، اگر حاکم کو یہ اندازہ ہو کہ مجنون کو سال بھر کی مہلت دینا بھی فضول ہے اور اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے سے یہ معلوم ہو کہ یہ شخص لاعلاج ہے تو فی الفور فسخ کر دینا بھی جائز ہے۔

(کذا من الحیلۃ الناجزۃ، صفحہ ۵۴ تا ۵۹)............................فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۷۸/۵/۱۷ھ

﴿مایتعلق بالمفقود﴾

مفقود کی بیوی اگر گناہ میں مبتلا ہو جائے تو عدالت بلا مہلت اسکا نکاح فسخ کر سکتی ہے:

میں ایک لمبا عرصہ یعنی گیارہ بارہ سال سے بغیر خاوند کے گزر اوقات کرتی رہی ہوں، میرا خاوند لاپتہ ہے، اب چھ ماہ ہوئے ہیں کہ اس کا پتہ چلا ہے کہ وہ زندہ ہے، مگر یہ نہیں معلوم کہ کہاں رہتا ہے یا کہاں نہیں شنیدہ باتیں ہیں، میں علمائے کرام سے اس مسئلہ کو حل کرانا چاہتی ہوں کہ مجھے شریعتِ محمدی کیا حکم دیتی ہے، کیونکہ میرا گزارہ اب نہیں ہو سکتا ہے۔ نیز ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس کے نطفہ سے وہ بھی اس کے ساتھ لاپتہ ہیں اور ایک لڑکا میرے پاس ہے گویا یہ تین بچے ہوئے، اب ناجائز صورت کے دو لڑکے میرے اور ہیں اب میں یہ نہیں چاہتی کہ میں برائی کرا کر پیٹ پالوں میرے لئے جو حکم شریعت صادر فرمائے میں اس پر کاربند ہو جاؤں گی۔

ایک سائلہ

الجواب

صورت مسئولہ میں جبکہ یہ عورت عرصہ گیارہ بارہ سال سے بغیر خاوند کے بسر اوقات کر رہی ہے، تو چاہیے کہ یہ عورت مسلم عدالت میں دعویٰ کرے کہ میرا فلاں شخص سے نکاح ہوا تھا، اور وہ عرصہ گیارہ بارہ سال سے غائب ہے اور اس نے میرے لئے نہ کوئی نان ونفقہ کا انتظام کیا ہے اور نہ ہی کسی کو وکیل بنایا ہے، اس نکاح پر اپنے گواہ پیش کرے اور حلف بھی اٹھائے اس کے بعد حاکم معاملہ کی تحقیق کرے جب حاکم کو یقین ہو جائے کہ واقعی اس کے خاوند نے اس عورت کیلئے نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہیں کیا اور غائب ہو گیا تو اس خاص صورت میں ''جبکہ یہ عورت گناہ میں مبتلا ہو چکی ہے'' بوجہ

عدم نفقہ کے فوراً نکاح کو فسخ کر دے۔ (کمافی الحیلۃ الناجزۃ)................ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۷۸/۴/۱۴ھ

جو شخص ہندوؤں یا سکھوں کا مکمل شعار اختیار کر لے اور ہجرت کر کے پاکستان نہ آئے اسکی بیوی کیلئے کیا حکم ہے:

گزشتہ فسادات میں ایک لڑکی کا خاوند ہندوستان میں سکھوں کے ساتھ برضا ورغبت مل گیا ہے، اور اس نے سکھوں والا شعار بھی اختیار کر لیا ہے اور صراحۃً کلمۂ ارتداد کا ثبوت نہیں۔ تو اب اس کی بیوی کے متعلق کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ ابھی جوان ہے اور بیچاری نان ونفقہ سے تنگ ہے۔ آیا اس کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... مستری عزیز الدین، منٹگمری

الجواب

صورت مسئولہ میں کسی طرح سے اس شخص کا حال معلوم کیا جائے اور تحقیق کی جائے کہ اگر اس شخص نے جبکہ تمام لوگ وہاں سے ہجرت کر کے آرہے تھے اور وہ شخص باوجود قدرت کے نہیں آیا اور یہ کہا کہ "میں ان کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں" اور ان کے شعار وغیرہ اختیار کر لئے تب تو یہ شخص مرتد ہو گیا اس کی بیوی کا نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرنے میں مختار ہے، اور قضائے قاضی اور حکمِ حاکم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ (کذافی حیلۃ الناجزۃ، صفحہ ۱۰۶، نقلاً عن الشامیہ)

اور اگر وہ شخص کسی دباؤ کی بناء پر نہ آسکا اور دباؤ کی وجہ سے ہی شعار بدل لیا تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوا، پھر وہ شخص غائب مفقود ہے جس کی عورت کی رہائی کی جدا صورت ہے اس کے

متعلق مزید تحقیق کرا کے دوبارہ استفتاء کیا جائے............ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۶۹/۱/۲ھ

مفقود کی بیوی نے عدالتی تنسیخ کے بعد دوسری جگہ نکاح کر لیا بعد ازاں مفقود بھی واپس آ گیا تو یہ عورت کسے ملے گی؟

مسمّٰی شیر محمد ولد صدر الدین کی شادی مسماۃ خاتون دختر رحیم بخش سے فروری ۱۹۶۰ء میں ہوئی تھی۔ اس کے دو سال کے بعد مسمّٰی شیر محمد گھر سے کہیں چلا گیا، اور اس پر کوئی ایسی آفت آ پڑی کہ وہ کسی کو اطلاع بھی نہ دے سکا، لڑکی کے والدین نے ۱۹۶۴ء یعنی چار سال کے بعد عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا، اور ۱۹۶۷ء میں عدالت سے نکاح فسخ کر دیا گیا، اور مسماۃ خاتون کی شادی شفیع محمد سے کر دی گئی، حالانکہ جس فتویٰ کے تحت تنسیخ نکاح کرائی گئی ہے اس میں صراحۃً درج ہے کہ اس کے بعد بھی ایک سال چار ماہ دس دن مسماۃ خاتون انتظار کرے، مگر لڑکی کے والدین نے دو ماہ بعد ہی خاتون کا نکاح شفیع محمد سے کر دیا۔

(۱)...... کیا از روئے شرع عدالتی کاروائی سے تنسیخ نکاح کرانا درست ہے؟ اور شرعاً مسلک حنفی کے مطابق خاتون کا نکاح فسخ ہو گیا؟

(۲)...... اور پھر کیا اس کے فوراً بعد ہی بلا کسی انتظار کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳)...... دریں صورت کیا از روئے شرع مسمّٰی شیر محمد کا نکاح فسخ ہو گیا تھا؟ اب عرصہ ایک ماہ سے یعنی دسمبر ۱۹۶۷ء خود مسمّٰی شیر محمد ولد صدر الدین واپس گھر آ گیا ہے اور اب وہ بھی مسماۃ خاتون کا دعویدار ہے۔ ان حالات میں کیا کیا جائے؟ از روئے شرع تفصیلاً جواب عنایت فرمایا جائے۔

سائل ...... محمد سعید، بہاولنگر

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ عورت مذکورہ مسماۃ خاتون دختر رحیم بخش شوہر اول مسمّٰی شیر محمد ولد صدر الدین کو ملے گی، لہٰذا عورت مذکورہ کا فوراً دوسرے خاوند مسمّٰی شفیع محمد سے جدا ہونا لازم ہے، البتہ اگر شفیع محمد اور مسماۃ خاتون کے درمیان خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو مسماۃ خاتون پر تین حیض عدت گزارنا لازم ہے اور وہ ایام عدت میں شوہر اول کے گھر رہے گی، اور عدت کے دوران شوہر اول کو ہمبستری جائز نہیں بلکہ پوری احتیاط لازم ہے۔ کما فی الحیلۃ الناجزۃ۔ (صفحہ ۶۹۔۶۸) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۷/۱۰/۲۱ھ

مفقود کا مال اس کے ہم عمر لوگوں کے ختم ہونے تک محفوظ رکھا جائے گا البتہ اسکی بیوی حسب ضابطہ فسخ کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے:

ایک بیوہ مسماۃ گلزاراں مائی جو تقریباً پانچ سال سے لاپتہ ہے اس کے نام پر انتقال اور رجسٹری پلاٹ تقریباً ۸/۹ مرلہ موجود ہے جو اس وقت محلہ داران کے مشورہ پر میرے قبضہ میں امانتاً ہے بیوہ گلزاراں کا آج تک کوئی پتہ معلوم نہیں ہو سکا، محلہ داران چاہتے ہیں کہ مذکورہ پلاٹ مسجد کے امام کی رہائش کیلئے وقف کر دیا جائے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں امام مسجد کیلئے اس پلاٹ پر مکان بنا کر دے سکتا ہوں یا نہیں؟ یا محلہ داروں کے حوالہ کر سکتا ہوں؟

سائل ...... حاجی نذر حسین، گلی نمبر ۷ سمیجہ آباد چوک دین پورہ، ملتان

الجواب

عورت مذکورہ مفقود الخبر ہے اور مفقود الخبر کو باتفاق جمہور ائمہ اپنے مال کے بارہ

میں اس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ پائے جائیں، جس وقت اس کی بستی میں اس کے ہم عمر لوگ ختم ہو جائیں اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جائے گا[1]۔ لہٰذا عورت مذکورہ کے مال کو نہ تقسیم کیا جائے، اور نہ ہی اس کو رفاہ عامہ کے کاموں (مثلاً امام مسجد کیلئے مکان وغیرہ تعمیر کرنا) میں صرف کیا جائے، بلکہ اسے امانت رکھا جائے۔ کذا فی الحیلۃ الناجزۃ۔ (صفحہ ۵۹) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ　　　　نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان　　　　۱۳۷۵/۸/۶ھ

التخریج: (۱)......ولا یقسم مالہ حتی یعلم موتہ او یأتی علیہ من الزمان مالا یحیٰ الی مثلہ فی قول اصحابنا کلھم (حیلۂ ناجزہ، صفحہ ۶۳، بحوالہ مدونہ جلد ۲، صفحہ ۱۵۷) المفقود حیٌّ فی مالہ حتی لایرث منہ احد ...... ویوقف مالہ حتی یصح موتہ او تمضی علیہ مدۃ واختلف الروایات فی تلک المدۃ، ففی ظاھر الروایۃ انہ اذا لم یبق احد من اقرانہ حکم بموتہ (السراجی فی المیراث، صفحہ ۵۶) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

﴿مایتعلق بالعنین﴾

اگر خاوند کا عضو مخصوص برائے نام ہو تو وہ شرعاً کالعدم شمار ہوگا اور عدالت کا فسخ درست ہوگا:

رحیم بخش ولد گھسیٹا پیدائشی خسرہ ہے، جس سے مسماۃ سرور مائی کی والدہ نے سروری کا نکاح بے خبری میں کر دیا تھا، اور لڑکی کی عمر اس وقت سات سال تھی، اب لڑکی کی عمر بیس سال ہے اور لڑکی نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ بھکر ضلع میانوالی کے جج صاحب کے سامنے کیا تھا، جس میں جج صاحب نے لڑکی آزاد کر دی ہے اور لڑکی کو ڈگری مورخہ ۲۲/۳/۱۹۵۸ء کو مل چکی ہے اور ڈاکٹروں کو بھی دکھایا تو انہوں نے پیدائشی خسرہ بتلایا ہے اور خسروں کو بھی دکھایا تو اس کو انہوں نے بھی پیدائشی خسرہ بتلایا ہے اور بھی کئی آدمیوں کو دکھایا تو انہوں نے بھی پیدائشی خسرہ بتلایا ہے، اور ان آدمیوں کی حلفیہ تصدیق نامہ بمع دستخط و نشانِ انگوٹھا لف ہے۔ آپ برائے مہربانی یہ فتویٰ دیں کہ مسماۃ سرور مائی کا نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... ولی محمد زرگر دریا خان، بھکر

تنقیح:

(۱)...... پیدائشی خسرہ کا کیا مطلب ہے، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس شخص کے مردمی اعضاء ہی نہیں ہیں یا ہیں مگر بالکل چھوٹے ہیں یا اس کا مطلب یہ ہے کہ پیدائشی نامرد ہے وضاحت کریں پھر جواب دیا جائے گا۔

(۲)...... نیز وہ تنسیخ نکاح جو عورت کے حق میں جج صاحب نے کر دی ہے کیا وہ معتبر دارالافتاء کے

فتویٰ کے مطابق کر چکے ہیں یا فتویٰ حاصل کئے بغیر انہوں نے تنسیخ کر دی ہے۔فقط

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ،

از دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

جواب تنقیح:

(۱)...... پیدائشی خسرہ کا مطلب ہے یعنی مخنث ہے جس کا عضو تناسل بالکل معمولی پیشاب کی جگہ ہے اور ماں کے بطن سے اسی طرح پیدا ہوا ہے، اور خصیہ بالکل معمولی عضو تناسل کے اوپر کی طرف چنے کے برابر ہے جیسے کہ خسروں کے ہوتے ہیں عضو تناسل اندازاً انگلی کا چوتھائی حصہ ہے یعنی بالکل نشانی ہے۔

(۲)...... جج صاحب نے خسرہ ہونے کی وجہ سے لڑکی کو آزاد کر دیا ہے اور فتویٰ وغیرہ نہیں لیا۔

الجواب

اگر شخص مذکور کا عضو تناسل خلقۃً بالکل چھوٹا ہے نہ ہونے کی مثل ہے تو پھر حاکم یعنی جج کا نکاح فسخ کرنا صحیح ہے اور عورت مذکورہ اس تنسیخ کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔[1]

(کذا فی الحیلۃ الناجزۃ، صفحہ ۱۵۳) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ اصغر علی غفرلہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۷۸/۳/۱۱ھ

التخریج:(۱)......لما فی العالمگیریۃ: ویلحق بالمجبوب من کان ذکرہ صغیراً جداً کالزر (ہندیہ جلد ۱، صفحہ ۵۲۵)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

باب الحضانة

دادی اور نانی میں سے احق بالحضانۃ کون ہے؟

مسماۃ جنت بی بی گذشتہ ماہ بقضاء الٰہی فوت ہو چکی ہیں اور ایک اڑھائی سالہ بچی چھوڑ گئی ہیں، اس بچی کا والد اور اس کی دادی زندہ ہے۔ لیکن اس بچی کی نانی بچی کو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔ بارہا والد نے مطالبہ کیا کہ بچی کو ہمارے ساتھ بھیج دو لیکن وہ کہتی ہے کہ میری نواسی ہے اور میری بچی ہے جس کی میں دیکھ بھال کروں گی اور یہ میرا حق ہے۔ کیا بچی کی نانی کا یہ فعل درست ہے؟ جبکہ والد زندہ ہے اور مطالبہ کر رہا ہے اور دیکھ بھال کیلئے بچی کی دادی بھی موجود ہے۔

سائل ...... عبدالمجید، ساہیوال

الجواب

صورت مسئولہ میں نو سال کی عمر تک بچی کی پرورش کا حق نانی کو ہے۔ دادی کا حق نانی سے مؤخر ہے نو سال کی عمر کے بعد بچی والد کو ملے گی۔ لما فی العالمگیریہ: وان لم یکن له ام تستحق الحضانة ......او ماتت فام الام اولیٰ من کل واحدةٍ وان علت (جلد ۱، صفحہ ۵۴۱)

وفیه ایضاً: وبعد ما استغنی الغلام وبلغت الجاریة فالعصبة اولیٰ یقدم الاقرب فالاقرب (عالمگیریہ جلد ۱، صفحہ ۵۴۲) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۹/۸

خالہ اور پھوپھی میں سے احق بالحضانۃ کون ہے؟

ایک نابالغہ بچی کے والدین کسی حادثے میں جاں بحق ہو گئے اور بچی کے والد کی طرف سے رشتہ داروں یعنی چچا و پھوپھی وغیرہ کا مطالبہ ہے کہ بچی کی پرورش ہم کریں گے۔ جبکہ بچی کی والدہ کی طرف سے رشتہ داروں یعنی بچی کی خالہ و ماموں وغیرہ کا مطالبہ ہے کہ پرورش ہم کریں گے۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ بچی کی پرورش کا حقدار کون ہے؟

سائل ...... محمد عمران، پشاور

الجواب

صورت مسئولہ میں پرورش کا حق خالہ کو ہے کیونکہ حضرات فقہاء نے ترتیب میں پھوپھی کو خالہ سے مؤخر کیا ہے۔ ہندیہ میں ہے **والترتیب فی العمات علی نحو ما قلنا فی الخالات ...... ثم یدفع الی خالۃ الام لاب وام، ثم لام، ثم لاب، ثم الی عماتھا علی ھذا الترتیب** (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۲/۱۴۲۷ھ

خالہ اور دادی میں سے احق بالحضانۃ کون ہے؟

مسماۃ آسیہ بی بی کسی حادثے میں فوت ہو گئیں۔ جس کی دو نابالغ بچیاں، رخسانہ اور میمونہ موجود ہیں اور بچیوں کے ورثاء میں اُن کا باپ، دادا اور دادی موجود ہے اور اُدھر بچیوں کی سگی خالہ بھی موجود ہے۔ اب بچیوں کی خالہ کی خواہش یہ ہے کہ بچیوں کی پرورش میں کروں جبکہ بچیوں کے والد اور دادی کی خواہش یہ ہے کہ پرورش ہم کریں۔ شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے؟

سائل ...... ملک محمد اقبال، بہاول پور

الجواب

صورت مسئولہ میں شرعاً خالہ کی بہ نسبت دادی زیادہ حقدار ہے۔ ہندیہ میں ہے: فان لم یکن للام ام فام الاب اولیٰ ممن سواھا وان علت (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۴۱)

خالہ کا درجہ کافی بعد ہے۔ لہٰذا مذکورہ دونوں بچیاں دادی کے حوالے کی جائیں گی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۸/۱۵

والدہ یا اس کے "اقرباء" بچوں کے والد کو ملاقات سے روکنے کے شرعاً مجاز نہیں:

زید اور ہندہ باہم مزاج کے اختلاف اور ناچاقی کی وجہ سے نباہ نہ کر سکے اور زید نے ہندہ کو طلاق دے دی۔ زید کی ہندہ سے ایک بچی اور ایک بچہ ہیں۔ قانون شرع کے مطابق یہ بچہ اور بچی نابالغ ہونے کی وجہ سے ماں کی پرورش میں ہیں۔ لیکن زید کے سسرال زید کو اپنے ان بچوں سے ملنے کی اجازت نہیں دیتے۔ بارہا بچی کے نانا وغیرہ سے اجازت مانگی گئی، لیکن وہ قطعاً ملنے نہیں دیتے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ کیا زید کو اپنے بچوں سے ملنے کی اجازت ہے؟ نیز زید اگر ایک دو دنوں کیلئے اپنے ساتھ لے جانا چاہے تو کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟

سائل ...... محمد عامر عمران، منڈی یزمان

الجواب

والد کو بچوں سے ملنے نہ دینا ظلم ہے۔ وقتاً فوقتاً بچوں سے ملاقات کرنا والد کا قانونی، شرعی اور اخلاقی حق ہے۔ لما فی العالمگیریہ: الولد متیٰ کان عند احد الابوین لایمنع الآخر عن النظر الیہ وعن تعاھدہ کذا فی التتار خانیہ (جلد۱، صفحہ۵۴۳)

(وکذا فی الشامیۃ، جلد ۵، صفحہ ۲۸۲، ط: رشیدیہ جدید).......................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۲/۵ھ

ولد الزنا کی پرورش بھی جائز بلکہ باعث اجر ہے بالخصوص جبکہ اس کی والدہ فوت ہوگئی ہو:

ایک مطلقہ عورت کے کسی سے ناجائز تعلقات ہو گئے۔ اور زنا سے ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ بعد ازاں مذکورہ عورت فوت ہوگئی اب اس بچے کے ننھیال اس کی پرورش کرتے ہیں۔ لیکن لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ زنا سے پیدا شدہ بچے کی پرورش کر رہے ہیں۔ شرعاً ایسے بچے کی پرورش کا کیا حکم ہے؟ سائل ...... محمد طارق، ملتان

الجواب

ایسے بچے کی پرورش بھی باعث اجر ہے لوگوں کے طعن وتشنیع کی وجہ سے حضانت ختم نہیں کرنی چاہئے۔ (کذا فی فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۱۱، صفحہ ۵۸)

وفی البذل المجهود: عن عمران بن حصين ان امرأة اتت النبيّ صلى الله عليه وسلّم فقالت انها زنت وهي حبلىٰ فدعا رسول الله صلىٰ الله عليه وسلّم وليًا لها فقال له رسول الله صلىٰ الله عليه وسلّم "احسن اليها" لان معصيتها غير مستلزم للاسائة بها (بذل المجهود، باب الرجم، جلد ٦، صفحہ ۱۴۵).............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۷/۱/۵ھ

والدہ کا دیہاتی ماحول میں رہنا حق حضانت کو ساقط نہیں کرتا:

میری بیوی کو عرصہ ایک سال ہوا ہے فوت ہوگئی ہے۔ جس سے میرا ایک لڑکا بھی تھا۔ اب وہ لڑکا اپنے نانا، نانی کے ہاں رہائش پذیر ہے، جبکہ وہاں کا ماحول بالکل دیہاتی ہے ساتھ رہنے والے بچوں کی اخلاقی حالت اور ماحول ٹھیک نہیں اس لئے خطرہ ہے کہ وہاں بچے کی تربیت ٹھیک نہ ہوگی اور بری عادات اور برے اخلاق سیکھے گا۔ اس لئے میں نے بارہا مطالبہ کیا کہ بچے کو میری پرورش میں دیا جائے تاکہ اس کی تعلیم و تربیت ٹھیک طور پر ہو سکے۔ لیکن وہ اس کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ میرا مطالبہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عامر، علی پور

الجواب

صورت مسؤلہ میں پرورش کا حق نانی کو ہے۔ بچہ سات سال کی عمر تک اس کے پاس رہے گا۔ اسکے بعد بچہ والد کے حوالے ہوگا۔ ہندیہ میں ہے: **وان لم یکن له ام تستحق الحضانة بان کانت غیر اهل للحضانة او متزوّجة بغیر محرم او ماتت فام الام اولیٰ من کل واحدة** (عالمگیریہ جلد ۱، صفحہ ۵۴۱)

دیہاتی ماحول میں لوگوں کے بچے پرورش پاتے رہتے ہیں اس لئے بری تربیت کا عذر مسلم نہیں اور اگر کسی درجہ میں اسے تسلیم بھی کر لیا جائے، تو سات سال کی عمر کے بعد کا اچھا ماحول ان اثرات کو ختم کر دے گا۔ لہٰذا اس عذر کی بناء پر نانی سے بچہ لینے کا سائل مجاز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۸/۱۴۲۵ھ

کیا گذشتہ مدت حضانت کا "نفقہ" نانی وصول کر سکتی ہے؟

مسمّٰی احمد حسن کی بیوی چند سال قبل فوت ہوگئی جس سے احمد حسن کی ایک لڑکی تھی۔ جس کو

لڑکی کی نانی (خالدہ) نے اپنی پرورش میں لے لیا۔ اور اس خیال سے کہ احمد حسن لڑکی کا خرچہ وغیرہ خود دے گا مطالبہ نہ کیا۔ اب چند سال کے بعد نانی نے احمد حسن سے گذشتہ کیے ہوئے خرچ کا مطالبہ کیا ہے۔ لیکن احمد حسن زمانہ گذشتہ کا خرچہ دینے سے انکاری ہے اور کہتا ہے کہ ''مجھ سے لینا تھا تو مجھے پہلے سے بتاتے اب میں نہیں دے سکتا'' البتہ مستقبل میں حسب توفیق خرچہ دینے پر آمادہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ نانی نے جو اتنے سال خرچ کیا اس کی ادائیگی احمد حسن پر لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد خالد، کبیر والا

الجواب

صورت مسئولہ میں مسماۃ خالدہ گذشتہ مدت کا نفقہ لینے کی شرعاً حقدار نہیں۔ کیونکہ گذشتہ مدت کا خرچہ صرف دو صورتوں میں لیا جا سکتا ہے۔ (۱): قاضی (عدالت) نے نفقہ طے کیا ہو۔ (۲): باہمی رضامندی سے فریقین نے کسی مقدار کا تعین کر لیا ہو۔

درمختار میں ہے: والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء (الدرالمختار، جلد ۵، صفحہ ۳۱۶)

جبکہ صورت مسئولہ میں مذکورہ دونوں صورتیں مفقود ہیں۔ ...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۷/۵/۱۰ھ

اگر والدہ بچے کا تسلی بخش علاج نہ کرا سکے تو علاج کی مدت تک بچہ والد کے پاس رہے گا۔

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اور اس کا ایک پانچ سالہ بچہ اکثر بیمار رہتا ہے۔ اور بچے کی والدہ کی مالی حیثیت اس قدر نہیں کہ وہ بچے کا علاج کرا سکے، اس لئے ڈر ہے کہ اگر بچہ اس کے حوالے کر دیا گیا تو بچے کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ کیا ایسے حالات میں والد کو حق ہے کہ

بچے کو والدہ کے سپرد، نہ کرے اور خود اپنے پاس رکھے۔

سائل ...... عمر فاروق ماچھیوال

الجواب

بچے کے علاج معالجہ کا خرچ والد کے ذمہ ہے۔ لقولہ تعالیٰ: لینفق ذوسعة من سعتہ (الآیہ) اگر والدہ کے پاس رکھتے ہوئے علاج ممکن ہو تو بچہ کو والدہ سے جدا نہ کیا جائے کیونکہ شرعاً حق حضانۃ اسے حاصل ہے اور اگر والدہ کے ہاں علاج معالجہ کی سہولتیں مہیا نہیں اور بچے کی جان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں علاج کی مدت تک بچہ والد کے پاس رہے گا۔

درمختار میں ہے: الحضانة تثبت للام ... الا ان تکون مرتدة ......او فاجرة......او غیر مامونة ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعاً وقال العلّامہ ابن عابدینؒ: المراد کثرة الخروج لان المدار علی ترک الولد ضائعاً والولد فی حکم الامانة عندھا ومضیّع الامانة لا یستأمن (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۲۵۹)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا مدار حکم ضیاع ولد ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۴/۲ھ

"مرتدہ" شرعاً پرورش کا حق نہیں رکھتی:

سائل نے اپنی بیوی کو روزانہ کے جھگڑوں سے تنگ آ کر طلاق دے دی۔ جس سے سائل کا ایک بچہ بھی ہے جو کہ ابھی شیر خوارگی کی عمر میں ہونے کی وجہ سے اپنی ماں کے پاس ہے لیکن اس عورت نے قادیانی عورتوں کے لیکچرز سے متاثر ہو کر قادیانی مذہب اختیار کر لیا۔ اس لئے خطرہ ہے کہ بچہ اس کی پرورش میں رہا تو یہ بھی قادیانی مذہب اختیار کر لے گا۔ کیا سائل کو حق ہے کہ بچہ کو

اپنی پرورش میں لے آئے۔

سائل ...... عمر فاروق، ملتان

الجواب

قادیانی جمہور علماء کے متفقہ فتویٰ اور آئین پاکستان کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔لہٰذا صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ عورت مذکورہ مرتد ہو چکی ہے لہٰذا اسے حق پرورش حاصل نہیں۔لما فی الدر المختار: الحضانة تثبت للام النسبیة ولو بعد الفرقة الا ان تکون مرتدة فحتی تسلم (درمختار، جلد ۵، صفحہ ۲۵۹) ......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۸/۱

غیر منکوحہ اور غیر معتدہ عورت، بچے کی پرورش کا معاوضہ بھی لے سکتی ہے؟

شادی کے بعد زوجین کے ہاں دو بچے (ایک لڑکی اور ایک لڑکا) پیدا ہوئے بعد میں زوجین کے درمیان بصورت طلاق ثلاثہ علیحدگی ہو چکی ہے اب بچے ماں کے پاس ہیں جبکہ جہیز کا سامان بچوں کے باپ کے پاس ہے۔اب صورت حال یہ ہے کہ عورت سامان کا مطالبہ کرتی ہے اور مرد بچوں کی حوالگی کا مطالبہ کرتا ہے۔مذکورہ بالا صورت میں طرفین کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(نوٹ) بچی کی عمر تقریباً ساڑھے تین سال ہے اور بچے کی عمر تقریباً اڑھائی سال ہے، اور طلاق کی عدت ختم ہو چکی ہے۔

سائل ...... محمد نواز، شورکوٹ

الجواب

صورت مسئولہ میں لڑکا سات سال اور لڑکی نو سال کی عمر ہونے تک بچوں کی پرورش کا حق

والدہ کو ہے۔ بشرطیکہ بچوں کے غیر محرم سے شادی نہ کرے غیر محرم سے شادی کرنے کی صورت میں والدہ کا حق حضانۃ (پرورش) ختم ہو جائے گا۔ ہندیہ میں ہے: الام والجدة احق بالغلام حتیٰ یستغنی وقدر بسبع سنین (الخ) (جلد ا، صفحہ ۵۴۲) وفیہ ایضاً: انما یبطل حق الحضانة لهؤلاء النسوة بالتزوّج اذا تزوّجن باجنبیّ الخ (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵۴۱)

مذکورہ بالا مدت کے بعد بچے والد کو ملیں گے۔ ہندیہ میں ہے: وبعد ما استغنی الغلام وبلغت الجارية فالعصبة اولیٰ یقدم الاقرب فالاقرب (جلد ا، صفحہ ۵۴۲)

اس مدت کا خرچہ والد کے ذمہ ہے۔ بلکہ والدہ بھی حق الخدمت لے سکتی ہے۔

لما فی الهندية: ذكر فی السراجية ان الام تستحق اجرة علی الحضانة اذالم تكن منكوحة ولا معتدة لابيه (ہندیہ، جلد ا صفحہ ۵۴۳)

تاہم بچوں سے وقتاً فوقتاً ملاقات کرنا والد کا حق شرعی ہے۔ اس کا بھی باہمی رضامندی صلح سے کوئی طریق کار طے ہو جانا چاہیے۔ لما فی العالمگیریة: الولد متیٰ كان عند احد الابوين لايمنع الآخر عن النظر اليه وعن تعاهده (جلد ا، صفحہ ۵۴۳) وكذا فی الشامية: (جلد ۵، صفحہ ۲۸۲، ط: رشیدیہ جدید) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۲/۱۱ھ

بلوغ کے بعد بچہ، بچی والدہ یا والد کے پاس رہنے کے سلسلہ میں شرعاً خود مختار ہیں:

مسمیٰ کلیم اللہ نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی کہ اس وقت اس کی دو بچیاں جو تھیں۔ طلاق کے بعد شخص مذکور نے بیوی بچوں کی کوئی خبر نہ لی اور بچیوں کو کوئی خرچہ نہ دیا۔ اقارشیداں مائی محنت مزدوری اور گھروں میں اجرت پر کام کر کے بچیوں کا پیٹ پالتی رہی، حتیٰ

کہ بچیاں جوان ہو گئیں، اور ان کی ماں نے ان بچیوں کے رشتے بھی کر دیئے رخصتی قریب ہے اور بچیوں کا والد مطالبہ کر رہا ہے کہ بچیوں کو میرے حوالے کر دیں میں خود ان کی شادی جہاں چاہوں گا کراؤں گا۔ اس لئے خطرہ ہے کہ کہیں بچیوں کو زبردستی اغواء کر کے نہ لے جائے۔ جبکہ بچیاں اس کے ساتھ جانے کیلئے ہرگز تیار نہیں کیونکہ اس نے آج تک ان کی خبر نہ لی اور اب خیال آیا۔ اس لئے پنچائتی فیصلے کیلئے فتویٰ درکار ہے۔ کہ آیا اب والد بچیوں کے مطالبے میں حق بجانب ہے، جبکہ بچیاں ہرگز تیار نہیں۔ وہ والدہ کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں۔

سائل ...... شفقت رسول، ملتان

الجواب

بر تقدیر صحت واقعہ اگر بچیاں بالغ اور سمجھدار ہیں تو اب ان کو شرعاً اختیار ہے خواہ والدہ کے پاس رہیں یا والد کے ساتھ جائیں۔ ان پر جبر کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔

لما فی الدر المختار: ولا خیار للولد عندنا مطلقاً ذکراً کان او انثیٰ ...... قلت: وھذا قبل البلوغ، اما بعدہ فیخیّر بین ابویہ، وان اراد الانفراد فلہ ذالک (الدر المختار جلد ۵، صفحہ ۲۷۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۱۰/۵ھ

مدت حضانت تک طے شدہ خرچہ واجب الاداء ہے:

خرچہ طے کرنے میں والد کی حیثیت کا لحاظ رکھا جائے گا:

طلاق کے بعد بچے کا خرچ باپ کے ذمہ کتنے عرصہ تک ہے جبکہ بچے کا خرچ ایک ہزار روپے ماہانہ ہے۔

سائل ...... راؤ الیاس، ملتان

الجواب

جب تک بچہ، ماں کی پرورش میں ہے اس کا خرچہ باپ پر لازم ہے[1] لیکن خرچ کی کوئی حد نہیں ہے باپ کی حیثیت کے مطابق ہوگا۔..................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴۲۶/۲۲/۶ھ

ایک عیسائیہ ممیزہ نابالغہ مسلمان ہوگئی اس کے والدین عیسائی ہیں اور اس کی ایک شادی شدہ بہن مسلمان ہے پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟

دو بہنیں اکٹھی مسلمان ہوئیں پہلے عیسائی تھیں، ایک (جمیلہ) کی عمر تقریباً پندرہ/سولہ سال ہے۔ جوان، بالغہ ہے مسلمان سے شادی بھی کر لی ہے، دوسری کی عمر تقریباً گیارہ/ بارہ سال ہے عدالت میں مقدمہ زیر سماعت ہے عیسائی والدین کا اصرار ہے کہ چھوٹی لڑکی (خالدہ) واپس کی جائے اور بڑی بہن مسلمان شدہ کا اصرار ہے کہ میرے ساتھ رہے اس لئے کہ والدین کی طرف سے تشدد کا خطرہ ہے جج صاحب کا کہنا ہے کہ کوئی ایسا واقعہ بطور مثال پیش کیا جائے کہ چھوٹی عمر کا اسلام قبول ہے مزید یہ کہ عیسائی والدین کے حوالے نہ کیا جائے نیز یہ کہ مسلمان عورت عیسائی کے ساتھ شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... چوہدری محمد طاہر، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ ملتان

التخریج (۱)......لما فی الدر المختار: وتستحق الحاضنة اجرة الحضانة...... وھی غیر اجرة ارضاعه ونفقته قوله "وھی غیر اجرة ارضاعه ونفقته": قال فی البحر: فعلی ھذا یجب علی الاب ثلاثة: اجرة الرضاع، واجرة الحضانة، ونفقة الولد (الدر المختار مع الشامیہ، جلد۵، صفحہ ۲۶۶) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، (اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ ٦٠٦) اوران کے اسلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معتبر قرار دے کران کو نماز میں شریک کیا (سیرت مصطفیٰ، جلد ا، صفحہ ١٥٥)

صبی ممیّز جو عقل و شعور رکھتا ہو اس کے اسلام یا انکار اسلام کو شریعت مطہرہ نے معتبر قرار دے کراس پر احکامات نافذ کئے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ "اگر نابالغ بچے کی بیوی مسلمان ہوگئی، بچہ سمجھدار ہے تاہم ابھی تک بالغ نہیں ہوا تو اس بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر مسلمان ہوگیا تو ٹھیک ورنہ عدالت اس کے اوراس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کردیگی"

ہندیہ میں ہے: **ثم لافرق بين ان يكون المصر صبياً مميزاً اوبالغاً حتىٰ يفرق بينهما بآبائه وهذا على قول ابى حنيفة ومحمد رحمهماالله تعالىٰ ولو كان احدهماصغيراً غير مميز ينتظر عقله كذا فى التبيين فاذا عقل عرض عليه الاسلام فان اسلم والا يفرق ولاينتظر بلوغه** (ہندیہ، جلد ا، صفحہ ٣٣٨)

مذکورہ بالا جزئیات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صبی ممیّز غیر بالغ کا اسلام شرعاً معتبر ہے، اور جب مسمّاۃ خالدہ کا ایمان شرعاً معتبر ہوا تو اب کسی کافر غیر مسلم کو اس پر کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ جلّ شانہ کا ارشاد ہے: **ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً** (سورۃ نساء) فتاویٰ ہندیہ میں ہے: **لاولاية لصغير ولامجنون ولالكافر على مسلم ومسلمة** (جلد ا، صفحہ ٢٨٤)

جن لوگوں کو شریعت مطہرہ نے پرورش و دیکھ بھال کا حق دیا ہے ان میں سے ایک بہن بھی ہے اور کچھ لوگ بہن سے مقدم ہوتے ہیں جبکہ وہ لوگ مسلمان ہوں، جبکہ صورت مسئولہ میں غیر مسلم ہونے کی بناء پر ان کا حق ختم ہو چکا ہے۔ ہندیہ میں ہے: **فان ماتت او تزوجت**

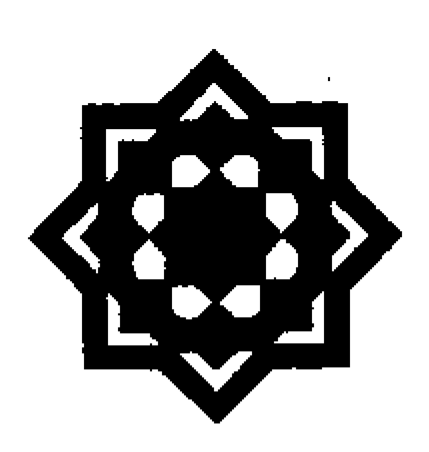
فالاخت لاب وام (الخ) (جلد ۱، صفحہ ۵۴۱)

الحاصل: صورت مسئولہ میں مسماۃ خالدہ مسماۃ جمیلہ کے ساتھ رہے گی غیر مسلم والدین کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۸/۲۱ھ



کتاب النّفقة والسكنىٰ

﴿مايتعلق بنفقة الزوجة﴾

بیوی جب تک خاوند کے گھر میں ہے نفقہ کی مستحق ہے خواہ نافرمان ہی کیوں نہ ہو:

مشتاق احمد کی بیوی نافرمان اور غافل قسم کی عورت ہے شوہر کی خدمت واطاعت کا خیال نہیں کرتی، مشتاق احمد نے تنگ آ کر دوسری شادی کر لی ہے۔ پہلی بیوی کے نفقہ وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ ایسی صورت حال میں بیوی کا خرچہ خاوند کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ خاوند کے گھر میں ہی رہائش پذیر ہے۔

سائل ...... احمد علی قصبہ مڑل، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں خاوند کے ذمہ پہلی نافرمان بیوی کا خرچہ اور دونوں بیویوں میں شب باشی اور اخراجات میں برابری کرنا شرعاً واجب ہے، نافرمانی کی وجہ سے اس کے حقوق شرعاً ختم نہیں ہوئے۔ النفقة واجبة للزوجة على زوجها ... اذا سلمت نفسها الى منزله.

(ہدایہ، جلد ۲، صفحہ ۴۴۱، ط: رحمانیہ) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

بدوں کسی شرعی وجہ کے روٹھ کر بیٹھنے والی نان ونفقہ کی شرعاً حق دار نہیں:

بندہ کی بیوی معمولی سی بات پر بندہ سے ناراض ہو کر والدین کے گھر چلی گئی ہے۔ بار ہا بلانے پر نہیں آئی۔ اب سسرال والے بندہ سے نان ونفقہ کے طلبگار ہیں۔ کیا شرعاً بندہ کے ذمہ بیوی کا خرچہ لازم ہے جبکہ وہ میری مرضی کے خلاف والدین کے گھر میں ہے۔

سائل ...... غلام محمد، جام پور

الجواب

جو عورت خاوند کی اجازت کے بغیر بدوں کسی شرعی وجہ کے والدین کے ہاں روٹھ کر بیٹھ جائے وہ شریعت مطہرہ کی نظر میں ناشزہ ہے، ناشزہ نان ونفقہ کی شرعاً حق دار نہیں۔ وان نشزت فلا نفقة لها حتیٰ تعود الی منزله والناشزة هی الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه (الخ) (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۵)..................................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۲/۴ھ

کسی شرعی عذر کی وجہ سے خاوند کے علاقہ میں نہ رہنے والی شرعاً ناشزہ نہیں، لہٰذا نفقہ کی حقدار ہے:

محمد ریاض کا گھر ایسے گاؤں میں ہے جو شہر سے کچھ فاصلے پر ہے اور وہاں پر آئے روز چوری، ڈاکہ اور کسی کی عزت پر حملہ کا معمول ہے، اکثر کہیں نہ کہیں واردات ہو جاتی ہے، یعنی ڈاکوؤں اور چوروں کا آنا جانا وہاں کثرت سے ہے، حکومت کی طرف سے رات کے وقت حفاظت کا کوئی

بندوبست نہیں۔ایسی صورت حال میں ریاض کی بیوی (خالدہ) ایسے علاقے میں رہنے سے گھبراتی ہے اور والدین کے گھر قیام پذیر ہے۔ریاض کے سسرال ریاض سے بیوی کا خرچہ مانگتے ہیں جبکہ ریاض کا کہنا ہے کہ میرے گھر آ کر آباد ہو تو پھر خرچہ دوں گا ورنہ نہیں۔کیا شرعاً ریاض پر خرچہ لازم ہے؟

سائل...... محمد عبداللہ، گوجرانوالہ

الجواب

صورت مسئولہ میں مسماۃ خالدہ شرعاً ناشزہ نہیں۔کیونکہ فتاویٰ شامی میں ہے"وہ عورت جس کے شوہر کی رہائش ملحدین کے علاقے میں ہو پھر وہ عورت جان کے خطرہ کی وجہ سے وہاں جانے سے رک جائے اور نفقہ طلب کرے تو میری رائے (علامہ شامیؒ) میں اسے نفقہ ملے گا"۔

وسئلت عن امرأة اسکنها زوجها فی بلاد الدروز الملحدین ثم امتنعت وطلبت منه السکنیٰ فی بلاد الاسلام خوفاً علیٰ دینها ویظهر لی ان لها ذالک (شامیہ، جلد۵،صفحہ۲۹۰،ط:رشیدیہ جدید)(کذافی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،جلد۷،صفحہ۸۷)۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس،ملتان
۱۴۲۵/۵/۴ھ

(۱) بیوی کا علاج ومعالجہ کرانا صرف تبرع ہے خاوند کے ذمہ شرعاً لازم نہیں:

(۲) بیوی اگر خاوند کی اجازت سے میکے جائے تو ان دنوں کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے:

خاوند نے اپنی بیوی کو C-M-H جہلم سے فیملی ٹریٹمنٹ کارڈ بنوا کر دیا جس کے ذریعے وہ پاکستان کے کسی بھی C-M-H (کمبائنڈ ملٹری ہسپتال) سے اپنا مکمل علاج فری کرواسکتی ہے۔اس کے باوجود بیوی،نے خاوند کو مطلع کیے بغیر اپنا علاج پرائیویٹ ڈاکٹر سے کروا کر خاوند سے بذریعہ عدالت خرچہ کا مطالبہ کررہی ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟ آیا بیوی مذکورہ خرچہ کی مستحق ہے جبکہ وہ خود بھی

صاحب استطاعت ہے، سرکاری ملازمت کرتی ہے۔ نیز بوقت علاج خاوند کے پاس بھی نہ تھی، بلکہ اپنے میکے چلی گئی تھی۔ کیا اس کے اخراجات اس کے والدین کے ذمہ ہوں گے، خود اسی کے ذمہ ہوں گے یا خاوند کے ذمہ؟

سائل...... محمد ریاض، بستی لاڑ ملتان

الجواب

خاوند کی طرف سے بیوی کا علاج ومعالجہ محض تبرع اور احسان ہے۔ شرعاً خاوند کے ذمہ واجب نہیں۔ لا یجب الدواء للمرض ولا اجرة الطبیب ولا الفصد ولا الحجامة کما فی سراج الوهاج. (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۴۹)

لہٰذا صورت مسئولہ میں بیوی خاوند سے علاج معالجہ کا خرچ وصول کرنے کی حقدار نہیں۔ البتہ بیوی اگر خاوند کی رضامندی سے میکے گئی تھی، تو ان ایام کا نفقہ خاوند پر لازم ہے۔

کما یفهم من العالمگیریة: الکبیرة اذا طلبت النفقة وهی لم تزف الیٰ بیت الزوج فلها ذالک اذالم یطالبها الزوج بالنقلة. (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۴۵) (کذا فی حاشیہ امداد الاحکام، جلد۲، صفحہ۸۸۷)

اور اگر خاوند کی رضامندی کے بغیر گھر سے چلی گئی تھی، تو ان ایام کے نفقہ کی مستحق نہیں۔

وان نشزت فلا نفقة لها حتیٰ تعود الی منزله والناشزة هی الخارجة عن منزل زوجها. (الخ) (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۴۵) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۹/۷/۱۴۲۴ھ

تراضی یا قضائے قاضی کے بغیر سابقہ مدت کا نفقہ عورت وصول نہیں کر سکتی:

عبدالقرار نے ماہ اکتوبر ۱۹۹۲ء میں اپنی بیوی انوری بیگم کو مارا، کوسا، اور گھر سے نکال

دیا، اور اس کی شیر خوار بچی کو اس سے چھین لیا اور اس کا سامان اور جہیز عبدالغفار نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس وقت انوری بیگم اپنے والدین کے پاس چلی آئی۔ پھر گیارہ فروری ۱۹۹۹ء میں عبدالغفار نے انوری بیگم کو تحریری طلاق دیدی اور اکتوبر ۱۹۹۲ء سے لے کر ۱۱/فروری ۱۹۹۹ء تک انوری اپنے والدین کے پاس رہ رہی ہے یہ عرصہ تین ماہ چھ سال کا بنتا ہے کیا انوری بیگم اس مذکورہ مدت کا خرچہ نان ونفقہ وسامان جہیز عبدالغفار سے لینے کی شریعت کی رو سے حقدار ہے؟

سائل ...... عبداللطیف

الجواب

اگر انوری کا نفقہ باہمی رضامندی یا عدالت کی طرف سے طے نہیں ہوا تھا تو انوری گزشتہ چھ سال تین ماہ کے نفقہ کی شرعاً مستحق نہیں ہے۔ والنفقة لاتصير دينا الا بالقضاء او الرضاء (الدرالمختار، جلد ۵، صفحہ ۳۱۶، ط: رشیدیہ جدید)

اور جو سامان انوری جہیز کا لائی تھی وہ انوری کی ملک ہے شرعاً اس کی واپسی ضروری ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۳/۱۲/۲۵ھ

اگر خاوند نفقہ نہ دے تو عورت کیا کرے؟

طارق کا اپنی بیوی جمیلہ سے کسی بات پر اختلاف اور جھگڑا ہو گیا۔ طارق نے غصہ میں اپنی بیوی کا خرچہ بند کر دیا۔ کئی کئی دن تک گھر سے غائب رہتا ہے۔ کبھی کبھار گھر آتا ہے اور پھر خرچہ دیئے بغیر چلا جاتا ہے۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ جمیلہ اب کیا کرے۔

سائل ...... ناصرالدین، احمد پور شرقیہ

الجواب

صورت مسئولہ میں مسماۃ جمیلہ عدالت کی طرف رجوع کرے۔عدالت اسے خرچہ ادا کرنے یا طلاق دینے پر مجبور کرے گی۔درمختار میں ہے۔ و:جب (الطلاق) لوفات الامساک بالمعروف (الدرالمختار،جلد۲،صفحہ۴۱۷)

اوراگرخاوند غائب ہےگھرنہیں آتاتوایسی صورت میں عدالت عورت کوخاوند کےنام پر قرض لےکرخرچ کرنے کی اجازت دیدے،یہ خرچ خاوند کےذمہ واجب الاداء ہوگا۔اگرخاوند ادائیگی سے پہلے مرگیاتو یہ خرچہ اس کےترکہ سےوصول کیاجائے گا۔

لما فی الهندية:ان كان القاضی بعد ما فرض نفقة الاولاد امرها بالاستدانة فاستدانت حتیٰ يثبت لها حق الرجوع علی الاب فمات الاب قبل ان يؤدی لها هذه النفقة هل لها ان تاخذ من ماله ان ترک مالاً ذكر فی الاصل ان لها ذالک وهو الصحيح (هندية، جلد ۱، صفحه ۵۶۲)

اوراگرعورت نے قاضی کی اجازت کے بغیرقرض لےکرخرچ کرناشروع کردیااور خاوند ادائیگی سے پہلے فوت ہوگیا۔تو اس صورت میں خاوند کےترکہ سے یہ قرضہ وصول کرنے کی بیوی شرعاً مجازنہیں۔اما اذا لم يامرها بالاستدانة فاستدانت ثم مات الزوج قبل ان يؤدی اليهاذالک ليس لها ان تاخذ من ماله ان ترک مالاً بالاتفاق (عالمگیریہ،جلد۱،صفحہ۵۶۲)............ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ

مفتی خیرالمدارس،ملتان

۱۰/۱۰/۱۴۲۸ھ

بیوی اگر سفر میں ساتھ جانے سے انکار کردے تو بھی نفقہ کی مستحق ہے:

مسمّٰی محمد ارشد کا ذاتی مکان اور جگہ پنجاب میں ہے اور وہ ملازمت اور کاروبار کے سلسلہ میں کراچی چلا جاتا ہے۔ اب وہ بیوی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ بھی کراچی میں اس کے ساتھ رہائش اختیار کرے، لیکن بیوی کراچی کے حالات، آب وہوا اور ماحول کی وجہ سے اور گھر سے کافی دور ہو جانے کی وجہ سے کراچی جانے سے گھبراتی ہے، اور کہتی ہے کہ جو کام کراچی جا کر کرنا ہے وہ پنجاب میں کرلو۔ لیکن محمد ارشد کا کہنا ہے کہ اگر تم میرے ساتھ کراچی رہائش اختیار نہیں کروگی تو تمہیں خرچہ وغیرہ نہیں دوں گا۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورتحال میں بیوی کا خرچہ خاوند کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ جبکہ خاوند کوئی سرکاری یا پرائیوٹ ملازم نہیں بلکہ خود کاریگر ہے اور وہ کام پنجاب میں رہ کر کرسکتا ہے صرف اجرت کا معمولی فرق ہے۔

سائل ...... احمد حسن، چوک کمہاراں، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں مسمّٰی محمد ارشد کا بیوی کا خرچہ بند کرنا ظلم ہے، کراچی جانے سے انکار کے باوجود وہ نفقہ کی شرعاً حقدار ہے۔ درمختار میں ہے: او ابت الذهاب اليه او السفر معه...... فلها النفقة وفي الشامية: قوله "او السفر معه" بناءً على المفتىٰ به من انه ليس له السفر بها لفساد الزمان، فامتناعها بحق (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۵، صفحہ ۲۹۰)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

اگر فاحشہ عورت کو طلاق نہیں دیتا تو اسے نان ونفقہ دینا لازم ہے:

طارق کی بیوی (خالدہ) کے ایک غیر شخص (ناصر) سے ناجائز تعلقات ہوگئے اور حرام

کاری کے مرتکب ہو گئے۔ اب خالدہ کی خواہش ہے کہ طارق اسے طلاق دیدے اور یہ ناصر سے نکاح کرلے اسی وجہ سے وہ اپنے خاوند کو مختلف بہانوں سے تنگ کرتی ہے اور ستاتی ہے لیکن طارق اس کو طلاق نہیں دیتا تاکہ وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے لیکن خالدہ کو خرچہ وغیرہ بھی نہیں دیتا۔ شرعاً کیا طارق پر خالدہ کا نان ونفقہ لازم ہے؟

سائل ...... محمد احمد، وہاڑی

الجواب

زانیہ وفاحشہ کو طلاق دے دینا شرعاً مستحب ہے۔ بل یستحب لو مؤذیة او تارکة صلوٰة (الدرالمختار، جلد۴، صفحہ۴۱۶)

تاہم جب تک نکاح میں ہے اور اس کے گھر میں موجود ہے اس کے نان ونفقہ کا طارق ذمہ دار ہے۔ لما فی الهداية: لنفقة واجبة للزوجة على زوجها...... اذا سلمت نفسها الى منزله (ہدایہ، جلد۲، صفحہ۴۴۱، ط: رحمانیہ)

بلکہ نان ونفقہ نہ دینے کی صورت میں وہ عدالت سے تنسیخ نکاح کی شرعاً مجاز ہوگی۔

.... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۵/۱۰ھ

بیوی کے کن کن اخراجات کو پورا کرنا لازم ہے؟

خاوند کے ذمہ بیوی کے کون کون سے اخراجات لازم ہیں؟ آیا بناؤ سنگھار کا سامان، مثلاً مہندی، کریم، پوڈر، سرخی، سرمہ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ خاوند کے ذمہ شرعاً لازم ہے؟ نہ خریدنے

کی صورت میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ بعض اوقات گنجائش بھی نہیں ہوتی۔

سائل ...... عبدالرحمن، سمیجہ آباد ملتان

الجواب

کھانا، کپڑا، مکان، صابن، تیل، کنگھی، وغیرہ جو ضروری اخراجات ہیں وہ شرعاً خاوند کے ذمہ ہیں۔ والنفقة الواجبة الماكول والملبوس والسكنى اما الماكول فالدقيق والماء والملح والحطب والدهن كذا في التتارخانية وكما يفرض لها قدر الكفاية من الطعام كذالك من الادام كذا في فتح القدير ويجب لها ما تنظف به وتزيل الوسخ كالمشط والدهن ......وما تزيل به الدرن كا لاشنان والصابون علىٰ عادة اهل البلد (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۹)

مہندی، سرخی، پاؤڈر، کریم، سرمہ، ان چیزوں کا مہیا کرنا شرعاً واجب نہیں، خاوند کی چاہت پر موقوف ہے۔ اما ما يقصد به التلذذ والاستمتاع مثل الخضاب والكحل فلايلزمه بل هو على اختياره ان شاء هيأه لها وان شاء تركه فاذاهيأه لها فعليها استعماله (ھندیہ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۹) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۷/۱۴۲۸ھ

مہنگائی کے لحاظ سے نفقہ کی مقدار میں اضافہ کرنا ضروری ہے:

مسمیٰ خلیل الرحمن کاروبار کے سلسلے میں گھر سے باہر دوسرے شہر میں رہتا ہے۔ اور بیوی کو خرچہ وغیرہ دینے میں ٹال مٹول کرتا ہے۔ کبھی تھوڑا دیتا ہے اور کبھی نہیں دیتا۔ بیوی تنگ تھی، آخر پنچایت بلائی گئی اور ماہانہ خرچہ کی ایک مقدار بذریعہ پنچایت مقرر کی گئی۔ لیکن ان دو سالوں کے اندر

مہنگائی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے نفقہ کی وہ مقدار جو متعین ہوئی تھی وہ ناکافی ہے۔ اب خلیل الرحمن سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ خرچہ بڑھاؤ کیونکہ مہنگائی بڑھ گئی ہے، لیکن وہ اس کیلئے تیار نہیں اور کہتا ہے کہ میں پنچایت کے پہلے فیصلے پر قائم ہوں۔ مزید کسی فیصلے کیلئے تیار نہیں۔ شرعاً اس کیلئے کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد خالد، نزد شاہ شمس دربار، ملتان

الجواب

نفقہ میں بقدر ارزانی وگرانی کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: **ویقدر ها بقدر الغلاء والرخص ای: یراعی کل وقت او مکان بما یناسبه وفی البزازیة اذا فرض القاضی النفقة ثم رخص تسقط الزیادة......وبالعکس لها طلب الزیادة** (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد۵، صفحہ۲۹۹) **وفیه ایضاً : صالحت زوجها عن نفقة کل شهر علی دراهم ثم قالت لاتکفینی زیدت** (الدرالمختار، جلد۵، صفحہ۳۱۴)

الحاصل: مسمیٰ خلیل الرحمن کی بات غلط ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے خرچہ میں اضافہ کرے۔............................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۲/۱۴۲۹ھ

کیا امیرزادی اور غریب زادی کے نفقہ میں تفاوت کی شرعاً گنجائش ہے؟

سائل کی دو بیویاں ہیں۔ ایک بیوی اچھے خاصے مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور دوسری عام متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ دونوں کو علیحدہ علیحدہ مکان دیا ہوا ہے۔ جو عورت

مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، اس کا کھانے پینے کا اور اسی طرح لباس وغیرہ کا خرچہ نہ چاہتے ہوئے بھی بہ نسبت دوسری عورت کے کافی بڑھ جاتا ہے جب کہ دوسری کا خرچہ اس سے بہت کم ہے۔ اس طرح دونوں کو جو خرچ دیا جاتا ہے وہ برابر نہیں ہوتا بلکہ تفاوت کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسؤلہ میں خرچ دینے میں خاندانی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے تفاوت کی گنجائش ہے، یا برابر خرچہ دینا ضروری ہے؟

سائل ...... خالد محمود، ملتان

الجواب

عالمگیریہ میں ہے کہ: **اذا کان زوج المرأۃ موسرا ولها خادم فرض علیه نفقة الخادم** (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۷) **فان کان لها خادمان او اکثر لایفرض لاکثر من خادم عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ** (الخ) (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۷)

مذکورہ بالا جزئیات سے معلوم ہوا کہ مالدار بیوی اور تنگدست بیوی کے نفقہ میں شرعاً فرق ہے۔ ....فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۷ھ

نکاح کے بعد رخصتی میں اگر خاوند بلا وجہ تاخیر کرے تو بیوی نان ونفقہ کی شرعاً حقدار ہے:

ہمارے ایک عزیز صوفی محمد خالد کی بیٹی کا عقد مسمّٰی محمد آصف سے ہو چکا ہے لیکن نکاح کو ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہے مگر محمد آصف ابھی تک رخصتی کیلئے تیار نہیں کہ گھریلو حالات ٹھیک نہیں

ابھی شادی کرنے کے قابل نہیں ہیں کچھ عرصہ ٹھہر جاؤ، مگر صوفی محمد خالد صاحب تنگدست اور غریب ہیں اس لئے انکا مطالبہ ہے کہ "یا رخصتی کراؤ یا اپنی بیوی کا ماہانہ خرچہ دو" سوال یہ ہے کہ کیا صوفی صاحب کا مطالبہ درست ہے؟

سائل ...... محمد خالد، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں جب خاوند خود رخصتی میں بلا شرعی عذر کے تاخیر کر رہا ہے تو صوفی محمد خالد کا مطالبہ نفقہ درست ہے اور خاوند پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کا خرچہ وغیرہ ادا کرے۔

لما فی العالمگیریۃ: الکبیرۃ اذا طلبت النفقۃ وھی لم تزف الی بیت زوج فلھا ذالک اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ ومن مشائخ بلخ رحمھم اللہ تعالیٰ من قال لاتستحقھا اذا لم تزف الی بیتہ، والفتویٰ علی الاول کذا فی الفتاویٰ الغیاثیۃ (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵۴۵) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۵/۶ھ

سال میں بیوی کتنے جوڑوں کی شرعاً حقدار ہے؟

آج کل فیشن کا دور ہے اور مہنگائی روز بروز بڑھ رہی ہے لیکن اس کے باوجود ہر تقریب، عید یا خوشی کا کوئی بھی موقع آجائے تو گھر والوں کا مطالبہ ہو جاتا ہے نئے کپڑے بنوا کر دو اس طرح سال میں کئی جوڑے خرید کر دینے پڑتے ہیں اگر خرید کر نہ دیں تو طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑتا

ہے۔سوال یہ ہے کہ سال میں کتنے جوڑے بیوی کو دینا لازم ہیں؟

سائل ...... محمد احمد، لاہور

الجواب

عورت سال بھر میں صرف دو جوڑوں کی حقدار ہے۔قانوناً اس سے زیادہ کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ہندیہ میں ہے:انما تفرض الکسوۃ فی السنۃ مرتین فی کل ستۃ اشھر مرّۃ کذا فی المبسوط (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵۵۵)

اگر کپڑا اس سے پہلے پھٹ گیا اور پھٹنے میں عورت کو کوئی دخل (قصور) نہیں تو وہ دوسرے جوڑے کی حقدار ہوگی۔فان تخرقت قبل مضیھا ان کانت بحیث لو لبستھا لبساً معتادا لم تتخرق لم یجب علیہ والا وجب (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵۵٦)

.... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۹ھ

زوج غائب کی زمین کو نفقہ کیلئے بیچنا جائز نہیں:

ام جمیل کا خاوند اسے چھوڑ کر چلا گیا اور نفقہ وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں کیا، اور عرصہ دراز تک کوئی خبر نہیں لی۔اب ام جمیل نے بذریعہ عدالت نفقہ کا مطالبہ کیا تو اس شخص نے کہا کہ میں نے تمہیں تین طلاقیں دے دی تھیں۔اب دریافت طلب امور یہ ہیں!

(۱)......ام جمیل کب مطلقہ ہوئی اور عدت کا کیا حکم ہے؟

(۲)......ام جمیل کے نفقہ کا کیا حکم ہے عند الشرع؟

(۳)......خاوند کی زمین جو گاؤں میں موجود ہے اس کو ام جمیل کا نفقہ بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟
سائل ... محمد جمیل، گوجرانوالہ

الجواب

(۱)......ام جمیل اس وقت مطلقہ ہوئی جب خاوند نے طلاق کا اظہار کیا ہے خاوند کے اس اقرار کے بعد سے اس کی عدت شمار ہوگی۔ لما فی الدر المختار: لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان الفتوىٰ انها من وقت الاقرار مطلقاً نفيا للتهمة (جلد ۵، صفحہ ۲۰۵)

وفی البزازية: اقر انه طلق امرأته منذ خمسين سنة ان كذبته في الاسناد او قالت لا ادرى يقع الطلاق من وقت الاقرار .... كذا اختاره المتاخرون (بزازیہ علی حاشی الہندیہ جلد ۴، صفحہ ۲۵۷)

(۲)......اس کا نفقہ خاوند کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ گذشتہ نفقہ صرف دو ہی صورتوں میں واجب ہوتا ہے نفقہ حاکم نے مقرر کیا ہو یا خاوند اور بیوی نے باہم رضامندی سے نفقہ کی مقدار متعین کر لی ہو۔ لما فی الدر المختار: والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء

وفی الشامية: اى اذا لم ينفق عليها بان غاب عنها او كان حاضرا فامتنع فلايطالب بها بل تسقط بمضي المدة (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۱۶۔۳۱۵)

وفی الهندية: اذا خاصمت المرأة زوجها في نفقة ما مضى من الزمان قبل ان يفرض القاضي لها النفقة وقبل ان يتراضيا على شئ فان القاضي لايقضي لها بنفقة ما مضى عندنا كذا في المحيط (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۵۱)

(۳)......خاوند کی زمین کو اس عورت کا نفقہ نہیں بنایا جا سکتا۔ البتہ اگر خاوند کے مال میں روپے پیسے یا طعام وغیرہ موجود ہوں تو اسے بیوی کے نفقہ میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔

لمافی الدر المختار: وتفرض النفقة بانواعها الثلاثة لزوجة الغائب الى قوله في مال له من جنس حقهم كتبر او طعام اما خلافه (كعروض وعقار) فيفتقر للبيع

ولا یباع مال الغائب اتفاقاً (جلد ۵، صفحہ ۳۳۳)............ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱۱/۲۹ھ

اگر عورت میکے سے جانور لائے تو اس کے اخراجات کس کے ذمہ ہوں گے؟

سائل کی بیوی اپنے والدین کے گھر سے دو عدد بکریاں لے آئی ہے، جس کو چارہ وغیرہ ڈالنے کیلئے مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے۔ سائل خود یہ انتظام نہیں کر سکتا اور بیوی کا مطالبہ ہے کہ بکری کیلئے چارہ خرید کر دو، حالانکہ بکریوں کے بڑھنے سے بندہ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بیوی خود بیچ کر اپنی ذاتی جائیداد زیور وغیرہ بنائے گی اگر مجھے دے دے پھر تو میں خرچ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ کیا بیوی کی ذاتی بکریوں کے چارے کا بندوبست کرنا شرعاً سائل پر لازم ہے؟

سائل ...... عبدالاول، شجاع آباد، ملتان

الجواب

جو شخص جانور کا مالک ہو اس کے منافع اور فوائد جسے حاصل ہوں اس کے اخراجات کا وہی ذمہ دار ہوتا ہے۔ ان بکریوں کا دودھ اور بچے گھریلو ضروریات کیلئے ہیں تو ان کے اخراجات اور چارے کا ذمہ دار خاوند ہوگا۔ جو مفادات ان سے حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلے میں چارے کے اخراجات کافی کم ہوتے ہیں۔ اس لئے خاوند کو حوصلہ رکھنا چاہئے۔ لقولہ علیہ السلام "الغرم بالغنم" (الحدیث)

بصورت دیگران کے اخراجات بیوی پر ہوں گے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۸/۵ھ

حاملہ من الزنا کا نفقہ بچے کی پیدائش تک اسکے خاوند کے ذمہ لازم نہیں:

مسماۃ جمیلہ کو شادی سے قبل ہی حمل ظاہر ہو گیا، تحقیق کرنے پر ایک لڑکے پر شک ہو گیا، چنانچہ برادری والوں کے مشورے سے لڑکی کے والد نے اس لڑکے کا نکاح ڈرا دھمکا کر اور دباؤ ڈال کر اس لڑکی سے کر دیا، حالانکہ وہ لڑکا اب تک اسی بات پر قائم ہے کہ یہ حمل مجھ سے نہیں ہے اب شادی کے بعد وہ اپنی اس زوجہ کو کوئی خرچہ وغیرہ نہیں دیتا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب عقد نکاح ہو چکا ہے اور رخصتی بھی عمل میں لائی جا چکی ہے اب خاوند پر اس کا خرچہ وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو بچہ پیدا ہوگا اس کا خرچہ کس پر لازم ہوگا جبکہ خاوند نے حمل کا اقرار نہیں کیا۔

سائل ...... محمد حسن، فیصل آباد

الجواب

بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسؤلہ میں خاوند، مذکورہ لڑکی سے استمتاع (بوسہ، ہمبستری وغیرہ) کا شرعاً مجاز نہیں۔ لہٰذا بچے کی پیدائش تک اس کا نان ونفقہ خاوند پر شرعاً لازم نہیں۔

ہندیہ میں ہے: رجل اتّهِم بامرأة بها حبل فزوّجها ابوها منه والزوج ينكر ان يكون الحبل منه جاز النكاح ولا نفقة على الزوج لانه ممنوع من استمتاعها بمعنى من قِبَلِها (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

جب عورت محرم یا خاوند کے ساتھ سفر حج پر جائے تو ان ایام کے نفقہ کی حقدار ہے یا نہیں؟

سائل کی دو بیویاں ہیں، ایک بیوی قدرے مالدار والدین کی لڑکی ہے سائل نے ہر دو

بیویوں کا ماہانہ خرچہ مقرر کر رکھا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا عورت اپنے والدین کے ساتھ اس سال حج پر جا رہی ہے اور اس کا مطالبہ ہے کہ جتنے دن حج پر لگ جائیں گے "ڈیڑھ ماہ یا دو ماہ" ان کا ایڈوانس خرچہ دے جبکہ سائل کا موقف یہ ہے کہ جب تم نے میرے گھر رہنا ہی نہیں تو خرچہ کس چیز کا۔ سوال یہ ہے کہ آیا حج کے دنوں کا خرچہ سائل پر لازم ہے؟

سائل ...... محمد احمد، بہاؤالدین

الجواب

اگر عورت کی ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی اور وہ بھائی یا والد وغیرہ کسی محرم کے ساتھ حج فرض کیلئے سفر کر رہی ہے اس صورت میں وہ بالاتفاق نان ونفقہ کی حقدار نہیں اور اگر حج کا سفر، رخصتی کے بعد ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق وہ نان ونفقہ کی حقدار نہیں جبکہ سفر محرم کے ساتھ ہو۔

وان حجت مع محرم لها دون الزوج فلانفقة لها في قولهم جميعاً وان كانت انتقلت الى منزل الزوج فقد قال ابويوسف لها النفقة وقال محمدٌ لانفقة لها كذا في البدائع وهو الاظهر كذا في السراج الوهاج (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۴۶)

البتہ جو عورت خاوند کے ساتھ سفر حج کرے تو حج کی مدت کا نان ونفقہ خاوند کے ذمہ واجب الاداء ہے لیکن اسے حضر کا نفقہ ملے گا سفر والا نفقہ نہ ملے گا۔ اما اذا حج الزوج معها فلها النفقة اجماعا، وتجب عليه نفقة الحضر دون السفر (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۴۶)

حج کے اخراجات خاوند کے ذمہ واجب نہیں۔ ولايجب الكراء (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۴۶)

.... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۷/۱۴۲۸ھ

﴿ مایتعلق بالسکنیٰ[1] ﴾

ہر بیوی کو علیحدہ علیحدہ رہائش دینا لازم ہے:

اسلام کی رو سے اگر مرد، دوسری شادی کر لے تو کیا پہلی عورت کو علیحدہ گھر اور مکمل خرچہ دینے کا ذمہ دار ہے؟ کیونکہ لڑکی والدین کے گھر بیٹھنے کو بوجھ سمجھتی ہے۔

سائل ...... راؤ محمد الیاس، نیو ملتان

الجواب

شوہر پر لازم ہے کہ ہر بیوی کو علیحدہ علیحدہ رہائش دے خواہ کمرے کی صورت میں ہو اور اس کا تمام ضروری خرچہ بھی اس کے ذمہ ہے[1]...............................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۶/۶/۲۴ھ

خاوند کے ذمہ سکنیٰ کے طور پر الگ کمرہ مہیا کرنا کافی ہے جس میں مرد کے متعلقین موجود نہ ہوں:

زید کی دو سال قبل شادی ہوئی۔ اہلیہ کچھ عرصہ تک اپنے والدین کے ہمراہ رہی۔ بعد میں

التخریج: (۱)......وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن اهله ...... واهلها ...... وبیت منفرد من دار له غلق.........ومرافق ومفاده لزوم کنیف ومطبخ .... فلکل من زوجته مطالبة بیت من دار علی حدة (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۳۲۷۔۳۲۳، ط: رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

زید نے اپنی اہلیہ کو اپنی والدہ کے ساتھ رہنے کو کہا اور والدہ کے پاس چھوڑ کر ملازمت کے سلسلہ میں اسلام آباد چلا آیا۔ واضح رہے کہ زید کے تین بھائی اور ایک بہن بھی ہے یہ سب ایک بڑے مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ سب چیزیں مشترکہ ہیں اور کھانا، پینا بھی مشترکہ ہے۔ زید کی بیوی کا مطالبہ ہے کہ مجھے الگ مکان لے کر دیں اور مکان بھی شہر میں ہو اور اس میں سوئی گیس کا ہونا بھی لازمی ہے۔ اب جس مکان میں وہ رہ رہی ہے سب کے باقاعدہ الگ الگ کمرے بنے ہوئے ہیں۔ زید کا کہنا یہ ہے کہ جب اپنا مکان موجود ہے تو پھر الگ مکان کا مطالبہ کیسا؟ بہر کیف قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ زید اس کو الگ مکان دینے کا پابند ہے یا یہ کہ زید کے مشترکہ مکان، زمین اور دوکان کی تقسیم ہو۔ اس وقت تک تو زید وغیرہ نے تمام چیزوں کا سرپرست والدہ کو بنایا ہوا ہے۔

سائل ...... عبدالرحمٰن، اسلام آباد

الجواب

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ خاوند کے ذمہ اپنی استطاعت کے موافق زوجہ کیلئے الگ رہائشی کمرہ جس میں بیت الخلاء اور باورچی خانہ الگ موجود ہو، مہیا کرنا ضروری ہے۔ وکذا

تجب لها السكنى فى بيت خال عن اهله...... بقدر حالهما كطعام وكسوة وبيت منفرد من دار له غلق زاد فى الاختيار والعينى: ومرافق، ومفاده لزوم كنيف ومطبخ وينبغى الافتاء به (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۳۲۵۔۳۲۴، ط: رشیدیہ جدید)

لہٰذا اس حد تک عورت اپنے مطالبہ میں حق بجانب ہے۔ البتہ اگر وہ اپنی خوشی سے مطالبہ ترک کرے تو یہ اس کی رضامندی پر موقوف ہے۔.................. فقط واللہ اعلم

الگ مستقل مکان دینا ضروری نہیں۔ والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۱/۴/۹ھ

اگر بیوی کی والدین سے نہ بنے اور الگ مکان دینے کی ہمت نہ ہو تو کیا کرے؟

اگر والدہ اور بیوی کا جھگڑا ہو اور بیوی کہتی ہے کہ میں علیحدہ ہونا چاہتی ہوں اور والد صاحب کوئی کام نہیں کرتے خرچ سارا بیٹے پر ہے اگر علیحدہ ہو جائے تو دو گھر کا خرچہ برداشت کرنا مشکل ہے۔ اب دونوں کے حقوق ہیں کس کو ترجیح دینی چاہیے صلح کی کوشش کی لیکن نہیں بن سکتی محال ہے لہٰذا بیوی کو ڈانٹ کر دبایا ہوا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد عمر

الجواب

اسی گھر کے درمیان میں دیوار وغیرہ سے پردہ کرلیں ایک طرف آپ کی بیوی رہے اور دوسری طرف آپ کے والدین رہیں اور دونوں کا کھانا پکانا بھی الگ الگ ہو اور حسب استطاعت ان کو خرچہ دیتے رہیں۔ لما فی الدر المختار: وکذا تجب له السکنی فی بیت خال عن اهله، وفی الشامیة: فان کانت دار فیها بیوت واعطیٰ لها بیتاً ...... یغلق ویفتح لم یکن لها ان تطلب بیتاً آخر وفی البدائع لو کان فی الدار بیوت وجعل لبیتها غلقاً علیٰ حدة، قالو ...... لیس لها ان تطالبه بآخر اھ (جلد۵، صفحہ ۳۲۵، ط: رشیدیہ جدید) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۶/۱/۱۰ھ

﴿ما يتعلق بنفقة المعتدة﴾

طلاق کی صورت میں عدت کا نفقہ شرعاً واجب ہے:

لڑکی کو طلاق دیدی تو اسلام کی رو سے کتنے عرصے تک لڑکی کا خرچ لڑکے کے ذمہ ہے؟

سائل ...... راؤ الیاس، ملتان

الجواب

طلاق کے بعد عورت کی عدت جس کو حیض آتا ہو تین حیض ہے اور عدت میں وہ شوہر کے گھر رہے گی اور خرچہ شوہر پر لازم ہوگا۔ **وتجب لمطلقة الرجعي والبائن ...... النفقة والسكنى والكسوة ان طالت المدة** (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۳۴۱۔۳۴۰، ط: رشیدیہ جدید)

.... فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۶/۲۴/۱۴۲۶ھ

بدچلنی کی وجہ سے اگر طلاق دے تب بھی عدت کا نفقہ واجب ہے:

زید کی بیوی آوارہ اور بدچلن تھی اس وجہ سے زید نے بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اس کو طلاق دے دی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اب زید کے ذمہ عدت کے دنوں کا خرچہ لازم ہے یا نہیں؟ اسی طرح طلاق دینے سے پہلے بھی دو ماہ زید نے اسی وجہ سے خرچہ نہیں دیا ان

دنوں کا خرچہ بھی لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عدیل، خان بیلہ

الجواب

معتدۃ الطلاق نفقہ اور سکنی کی شرعاً حقدار ہے خواہ جس وجہ سے بھی طلاق دے۔ ھندیہ میں ہے، **المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا او بائنا او ثلاثا حاملا كانت المرأة او لم تكن** (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۵۷)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۷/۲/۱۰ھ

معتدہ اگر خاوند کی اجازت کے بغیر والدین کے ہاں عدت گذارے تو نان ونفقہ کی حقدار نہیں:

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دی، لیکن ہندہ اپنی عدت خاوند کے گھر میں نہیں گذار رہی بلکہ اپنے والدین کے گھر عدت گذار رہی ہے۔ اس کے باوجود وہ عدت کے دنوں کا خرچہ مانگ رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں ایام عدت کا خرچہ خاوند کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟

سائلہ ...... خالدہ، قادر پور، راواں، ملتان

الجواب

ہندہ اگر خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے میکے میں عدت گذارے تو شرعاً عدت کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں۔ شامیہ میں ہے: **ان الحرة اذا نشزت فطلقها زوجها فلها النفقة والسكنى اذا عادت الى بيت الزوج** (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۳)

وفی الدر المختار: **لانفقة لاحد عشر، مرتدة، مقبلة ابنه..... وخارجة من بيته من**

غیر حق وھی الناشزۃ (جلد۵،صفحہ۲۸۸،ط:رشیدیہ جدید)............ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۲/۲ھ

نکاح فاسد کی عدت کا نفقہ خاوند کے ذمہ واجب نہیں:

زید نے ایک عورت (ہندہ) سے نکاح کیا۔ جبکہ اس سے قبل ہندہ کی ماں خالدہ کے ساتھ بھی زید کے ناجائز تعلقات تھے۔ بعد میں مسئلہ معلوم ہوا کہ زید کا نکاح ہندہ سے صحیح نہیں ہوا اس لئے زید نے ہندہ کو چھوڑ دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ نیز ایام عدت کا نفقہ زید پر لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد احمد، چنیوٹ

الجواب

نکاح فاسد میں ہم بستری کر لی تو اس صورت میں علیحدگی کے بعد عدت واجب ہے۔ لیکن عدت کا خرچہ زید پر واجب نہ ہوگا۔لما فی الشامیۃ: فلا نفقۃ علی مسلم فی نکاح فاسد لانعدام سبب الوجوب وھو حق الحبس الثابت للزوج علیھا بالنکاح وکذا فی عدتہ .... و لان حال العدۃ لایکون اقوی من حال النکاح، بدائع (شامیہ، جلد۵،صفحہ۲۸۳،رشیدیہ جدید) وفی الدرالمختار: لانفقۃ لاحد عشر، مرتدۃ...... ومنکوحۃ فاسداً وعدتہا (الخ)(جلد۵،صفحہ۲۸۸) وفی الھندیۃ: لانفقۃ فی النکاح الفاسد ولافی العدۃ منہ (جلد۱،صفحہ۵۴۷)................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۵/۱۵ھ

متوفی عنہا زوجہا کا نان ونفقہ نہ ورثاء کے ذمہ ہے اور نہ ہی ترکہ سے لے سکتی ہے:

دوران عدت بیوہ کا خرچہ کس کے ذمہ ہے؟ اگر خاوند کے ورثاء (والدین، بھائی وغیرہ) نہ دیں تو کیا وہ خاوند کے ترکہ میں سے خرچہ لے سکتی ہے؟

الجواب

متوفی عنہا زوجہا کو عدت کا خرچہ خاوند کے ترکہ سے نکالنا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۷/۹/۱۵ھ

عدت وفات کے اخراجات کا میت کے ورثاء سے مطالبہ خلاف شریعت ہے:

ایک شخص مسمّٰی احمد علی فوت ہو گیا۔ احمد علی کے والدین اور بیوی زندہ ہیں۔ اب تقسیم میراث کے وقت متوفی احمد علی کے سسرال والے بیوہ کے حق میراث کے علاوہ ایام عدت کے نفقہ کے طلبگار بھی ہیں کہ ترکہ سے ایام عدت کا نفقہ بھی دیا جائے۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ ایام عدت کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

سائل ...... خالد انور، خانیوال

الجواب

جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ اس کیلئے شرعاً عدت کا خرچہ نہیں ہے۔

ہندیہ میں ہے: لانفقة للمتوفی عنها زوجها سواء كانت حاملاً او حائلاً (جلد ۱، صفحہ ۵۵۸)

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: لاتجب النفقة بانواعها لمعتدة موت مطلقاً ولو حاملاً (جلد ۵، صفحہ ۳۴۲)

وفيه ايضاً: لا نفقة لاحد عشر: مرتدة، ومقبلة ابنه، ومعتدة موت (الخ) (جلد ۵، صفحہ ۲۸۸)

وفی العالمگیریہ: لا نفقة للمتوفی عنها زوجها سواء كانت حاملاً او حائلاً (جلد ۱، صفحہ ۵۵۸)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

وفی الدرالمختار: لا نفقۃ لاحد عشر: مرتدۃ، ومقبلۃ ابنہ، ومعتدۃ موت (الخ) (جلد۵،صفحہ۲۸۸،ط:رشیدیہ جدید)وفیہ ایضاً: لاتجب النفقۃ بانواعھا لمعتدۃ موت مطلقاً ولو حاملاً (جلد۵،صفحہ۳۴۲،ط:رشیدیہ جدید)

لہٰذا بیوہ کے اولیاء کا ایام عدت کے خرچ کا مطالبہ شرعاً غلط ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۷/۱۴۲۵ھ

مطلقہ بیوی شرعاً صرف ایام عدت کے نان ونفقہ کی حقدار ہے:

ایک شخص محمد ساجد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔طلاق کے بعد دوران عدت محمد ساجد اپنی مطلقہ کو خرچہ دیتا رہا۔عدت پوری ہونے پر ساجد نے خرچہ بند کر دیا لیکن بیوی کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ جب تک لڑکی کی دوسری جگہ شادی نہیں ہو جاتی اس وقت تک لڑکی کا خرچہ ساجد برداشت کرے۔کیا عدت گذرنے کے بعد بھی سابقہ شوہر پر بیوی کا خرچہ لازم ہے؟

سائل ...... افضل جاوید، ملتان

الجواب

طلاق دینے کے بعد خاوند پر صرف ایام عدت کا نفقہ لازم ہے۔عدت گذرنے کے بعد خاوند سے نفقہ کا مطالبہ شرعاً درست نہیں۔لما فی الھدایہ:واذا طلق الرجل امراتہ فلھا النفقۃ والسکنی فی عدتھا رجعیاً کان او بائناً (جلد۲،صفحہ۴۴۶)

"فی عدتھا" کی قید سے معلوم ہوا کہ عدت کے بعد خرچہ لازم نہیں۔

درمختار میں ہے:ونفقۃ الغیر تجب علی الغیر باسباب ثلاثۃ زوجیۃ، وقرابۃ،

وملک (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۲۸۳)

جبکہ صورت مسؤلہ میں ان میں سے کوئی سبب بھی متحقق نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۳/۴ھ

کیا "معتدہ" بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے؟

زید نے اپنی بیوی (ہندہ) کو طلاق دے دی۔ جس سے زید کا ایک بچہ بھی ہے، جو کہ ابھی شیر خوارگی کی حالت میں ہے۔ ہندہ ابھی حالت عدت میں ہے اور بچے کو دودھ پلانے کی اجرت مانگ رہی ہے۔ کیا حالت عدت میں بچے کو دودھ پلانے کی اجرت مانگنا ہندہ کیلئے شرعاً جائز ہے؟

سائل ...... محمد خالد، کلور کوٹ

الجواب

اگر زید نے ہندہ کو طلاق بائنہ یا طلاق مغلظہ دی ہے۔ تو ایسی صورت میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق اجرت لینے کی شرعاً مجاز ہے۔ **المعتدة عن طلاق بائن او طلقات ثلاث فی روایة ابن زیاد تستحق اجر الرضاعة وعلیه الفتویٰ** (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۱)

طلاق رجعی کی معتدہ اجرت نہیں لے سکتی۔ **وان استأجر ها وهی زوجته او معتدته عن طلاق رجعی لترضع ولدها لم یجز** (جلد ۱، صفحہ ۵۶۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۵/۲ھ

﴿مایتعلق بنفقۃ الاولاد﴾

کیا بچے کی ولادت کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہیں؟

بچے کی پیدائش پر ڈاکٹر دوائی وغیرہ کے جو اخراجات ہوتے ہیں۔ کس کے ذمہ ہوتے ہیں جبکہ پیدائش کے زمانہ میں عام طور پر عورت اپنے والدین کے گھر چلی جایا کرتی ہے یہ خرچ والدین پر ہے یا خاوند پر؟

سائل ...... محمد خادم، ملتان

الجواب

ہندیہ میں ہے: واجرۃ القابلۃ علیھا ان استأجرتھا ولو استأجرھا الزوج فعلیہ، وان حضرت بلا اجازۃ فلقائل ان یقول علی الزوج لانہ مؤنۃ الوطئ ویجوز ان یقال علیھا کاجرۃ الطبیب (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۴۹)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ اجرت اور اخراجات کے وجوب میں تفصیل ہے تاہم خاوند کو ادا کرنے چاہئیں کیونکہ یہ مؤنتِ وطی ہیں .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۵/۱۰ھ

اگر نابالغ بچے کا ذاتی مال ہو تو نفقہ اس کے مال میں سے ہوگا والد پر شرعاً لازم نہیں:

ایک عورت نے اپنی پوتیوں کو کچھ رقم دی اور وہ کسی کاروبار میں (بطور مضاربت) لگا دی

گئی تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ منافع دیں تو بچیوں کے کام آئے۔ بیٹے کی آمدنی (بچوں کے باپ کی آمدنی) بہت معمولی ہے جو گھر کے اخراجات کیلئے نا کافی ہے۔ کیا ان بچیوں کی رقم پر آمدہ منافع میں سے کچھ رقم گھر کے اخراجات کیلئے باپ لے سکتا ہے یا نہیں؟

نوٹ: بچیاں نابالغ ہیں اور رقم جو ان کے منافع میں سے آئے گی زیادہ تر ان ہی کے اخراجات خورد ونوش وغیرہ میں خرچ ہوگی؟

سائل ...... غلام نبی، ملتان

الجواب

اگر بچوں یا بچیوں کا اپنا مال ہو تو والد، ان کے مال میں سے ان پر خرچ کرے گا والد کے ذمہ ان کا خرچ نہیں۔ ونفقة الصبی بعد الفطام اذا کان له مال فی ماله (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۲)

و فیه ایضاً: ونفقة الاناث واجبة مطلقاً علی الآباء مالم یتزوجن اذالم یکن لهن مال (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۳)

ان کے مال سے دوسرے بچوں یا ان کی والدہ وغیرہ پر خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔.................................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۴۱۸/۳/۲۵ھ

بچیوں کا نفقہ نکاح تک والد پر لازم ہے، البتہ بالغ لڑکوں کا نفقہ شرعاً لازم نہیں:

جو بالغ لڑکا ہنر سیکھنے کے مراحل میں ہو اس کا خرچہ والد کے ذمہ ہے:

ہندہ اپنے خاوند زید سے ناچاقی کے باعث اپنے بہنوئی کے گھر رہائش پذیر ہے اس کے

ساتھ ساتھ اس کی چار بالغ بیٹیاں اور ایک بالغ بیٹا بھی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ زید ان کے وہاں رہنے پر ناخوش ہے کیونکہ وہاں دینی ماحول نہ ہونے کی وجہ سے پردے کا انتظام نہیں ہے۔ اب یہ وضاحت فرمائی جائے کہ اٹھارہ سال کی عمر کے بعد تعلیم وتربیت کی ذمہ داری والد پر عائد ہوتی ہے یا والدہ پر یا اولاد ہر لحاظ سے آزاد اور خود مختار ہے؟

سائل ...... محمد اقبال ولد میاں ہدایت اللہ، ملتان

الجواب

بالغ لڑکیوں کا نفقہ وخرچہ باپ کے ذمہ ہے جب تک ان کا نکاح نہ کیا گیا ہو البتہ بالغ لڑکے اگر کمائی پر قادر ہوں تو ان کا خرچہ باپ پر واجب نہیں ہے۔ البتہ جو بالغ لڑکے کام کرنے پر قادر تو ہیں لیکن ابھی تک وہ کام اچھی طرح نہیں کر سکتے تو ان کا خرچہ بھی باپ کے ذمہ ہوگا۔(1)

البتہ نافرمان بیوی کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں ہے۔(2) ...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۲/۵/۱۴۲۵ھ

دینی مدرسہ کے طالب علم کا نفقہ بعد البلوغ بھی والد کے ذمہ ہے:

زید ایک دینی مدرسہ کا طالب علم ہے اور بالغ ہے اور زمانہ طالب علمی میں وہ کسب وغیرہ

التخریج: (۱)......لما فی العالمگیریہ: ونفقة الاناث واجبة مطلقاً علی الآباء ما لم یتزوجن اذا لم یکن لهن مال......ولا یجب علی الاب نفقة الذکور الکبار الا ان یکون الولد عاجزاً عن الکسب لزمانة او مرض، ومن یقدر علی العمل لکن لا یحسن العمل فهو بمنزلة العاجز (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۳)

(۲)......لما فی الهندیہ: وان نشزت فلانفقة لها حتی تعود الی منزله (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۵)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

نہیں کرسکتا۔تو کیا اس کا نفقہ والدین کے ذمہ لازم ہے یا خود اس طالب علم پر لازم ہے۔

سائل ...... محمد احمد، سمندری، فیصل آباد

الجواب

غریب طالب علم اگرچہ بالغ ہو اس کا ضروری خرچ والد کے ذمہ ہے، بشرطیکہ پڑھتا ہو وقت ضائع نہ کر رہا ہو۔وکذا تجب (النفقة) لولده الکبیر العاجز عن الکسب ...... وطالب علم لایتفرغ لذالک (الخ)(الدر المختار، جلد۵، صفحہ ۳۴۸، ط: رشیدیہ جدید)

اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: اقول الحق الذی تقبله الطبائع المستقیمة ولا تنفر منه الاذواق السلیمة القول بوجوبها لذی الرشد لاغیره (شامیہ، جلد۵، صفحہ ۳۴۹)

وفی العالمگیریة: وکذا طلبة العلم اذا کانوا عاجزین عن الکسب لایهتدون الیه لاتسقط نفقتهم عن آبائهم اذا کانوا مشتغلین بالعلوم الشریعة (جلد۱، صفحہ ۵۶۳)

اگر وہ ذی استطاعت ہے تو اس کا خرچہ اس کے مال میں سے ہے۔ان کان للصغیر عقارٌ واردیةٌ اوثیاب واحتیج الی ذالک للنفقة کان للاب ان یبیع ذالک کله وینفق علیه (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ ۵۶۲) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۵ھ

جو بالغ بچہ کسب سے عاجز ہو اس کا خرچہ وعلاج معالجہ حسب حیثیت والدین کے ذمہ ہے:

بندہ ایک مرض میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے کمائی وغیرہ کے قابل نہیں اور بیماری کی وجہ سے قریب المرگ ہے۔بندہ کے علاج معالجہ کا مسئلہ بنا ہوا ہے، والد صاحب کے پاس ایک گاڑی

ہے جو ذریعہ آمدن ہے اور والدہ کے پاس کچھ زمین ہے جو ماموں کے قبضے میں ہے اور وہ زمین کا گذشتہ ٹھیکہ بھی نہیں دیتے، والدہ بھی ان سے ٹھیکہ کے معاملہ پر راضی نہیں اگر والد صاحب گاڑی بیچ کر علاج پر لگائیں تو گھر کے ذرائع آمدنی ختم ہوتے ہیں۔ تو شرعاً کیا والدہ کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ماموں سے زمین واپس لے یا ٹھیکہ لے کر علاج معالجہ پر لگائیں، کیا ماں پر واجب ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے علاج پر خرچ کرے یا والد صاحب پر واجب ہے؟

سائل ...... محمد ارشد، گلزیب کالونی، ملتان

الجواب

اگر آپ واقعی اس قدر بیمار ہیں اور کمانے پر قدرت نہیں رکھتے تو آپ کے والدین پر آپ کا خرچہ اور علاج کرانا لازم ہے دونوں خرچ کریں اگر والدہ زیادہ وسعت والی ہیں تو وہ خرچ کریں۔

لما فی الدر المختار: وكذا تجب لولده الكبير العاجز عن الكسب...... لا يشاركه احد فی ذالک ...... مالم يكن معسراً فيلحق بالميت فتجب على غيره وفی الشامیہ: ولو لهم ام موسرة امرت ان تنفق عليهم (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۸_۳۴۹)...............................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۱/۳ھ

کیا بچوں کی شادی کے اخراجات والد کے ذمہ واجب ہیں؟

بالغ صحت مند اولاد کا نفقہ تو والدین پر لازم نہیں لیکن اولاد کی شادی پر جو کافی سارے اخراجات ہوتے ہیں یہ اخراجات کس کے ذمہ ہیں؟ آیا والدین پر لازم ہیں یا اولاد خود یہ اخراجات

برداشت کرے گی؟

سائل ...... ضیاء الحسن، منڈی بہاؤالدین

الجواب

جو لڑکا اپاہج وغیرہ نہ ہو کسب پر قادر ہو اور عاقل بالغ ہو اس کے اخراجات والد کے ذمہ نہیں الا یہ کہ معذور ہو یا طالب علم ہو۔ ہندیہ میں ہے: **لایجب نفقة الذکور الکبار الا ان یکون الولد عاجزاً عن الکسب لزمانة او مرض** (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۳)

شادی کے جملہ اخراجات مہر، نان ونفقہ، ولیمہ والد کے ذمہ نہیں یہ تمام انتظامات بیٹا خود کرے، البتہ رشتہ کی تلاش، انتخاب وغیرہ میں والدین خوب تعاون کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۵/۱۴۲۵ھ

والد کے فوت ہو جانے کے بعد بچوں کا نفقہ شرعاً دادا پر بھی لازم ہے:

ایک شخص مسمّٰی عبدالقادر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی جس سے شخص مذکور کے دو بچے بھی تھے طلاق کے بعد شخص مذکور چھ ماہ تک زندہ رہا اور بچوں کا خرچہ بچوں کی والدہ کو دیتا رہا، لیکن چھ ماہ بعد مسمّٰی عبدالقادر فوت ہو گیا اور بچوں کو ترکہ سے معمولی سی رقم ملی جو ختم ہو چکی ہے۔ بچوں کی والدہ خود تنگدست ہے حسب توفیق خرچ کرتی رہتی ہے۔ مگر بچوں کے دادا سے بچوں کے خرچہ کا مطالبہ کیا گیا کہ تم بھی بچوں کیلئے ماہانہ خرچہ دیا کرو۔ لیکن وہ اس پر نہیں آتا۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ کیا بچوں کے دادا پر صورت مسئولہ میں خرچہ لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... عبدالرحمٰن، حرم گیٹ ملتان

الجواب

اگر بچوں کا اپنا مال نہیں تو صورت مسئولہ میں بچوں کے دادا پر نابالغ بچوں اور دونوں قسم کی بچیوں کا خرچہ شرعاً واجب ہے عدالت اخراجات ادا کرنے کا اسے پابند بنائے گی۔ اعلم انه اذا مات الاب فالنفقة على الام والجد على قدر ميراثهما اثلاثاً في ظاهر الرواية، وفي رواية على الجد وحده (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۸)................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۵/۱۰ھ

اگر والد تنگدست ہو اور دادا مالدار ہو تو دادا پر خرچہ لازم ہے:

مسمّٰی غلام یٰسین ایک غریب اور فقیر شخص ہے، جس کے تین چار چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جبکہ غلام یٰسین کی کمائی اس قدر قلیل ہے کہ اس مہنگائی کے دور میں ان بچوں کیلئے ناکافی ہے۔ اس لئے بچے بہت ہی تکلیف اور مشقت سے وقت بسر کر رہے ہیں بسا اوقات اِدھر اُدھر سے مانگ کر گذارہ کرتے ہیں کبھی بھوکے رہتے ہیں، بچوں کی والدہ بھی فوت ہو چکی ہے جبکہ بچوں کا دادا ایک صاحب استطاعت آدمی ہے بچوں کو ماہانہ کچھ خرچ دے دیا کرے تو اس سے اس کو کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن وہ اس سے غافل ہے۔ کیا شرعاً دادا پر یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے پوتوں کو جو کہ معصوم اور چھوٹے ہیں خرچ دے دیا کرے۔

سائل ...... احمد حسن، شیہ سلطان پور

الجواب

صورت مسئولہ میں جب بچوں کا والد اس قدر تنگدست ہے کہ بچوں کا نان ونفقہ برداشت

کرنے سے قاصر ہے تو بچوں کے دادا پر شرعاً لازم ہے کہ اس تنگدستی کے زمانہ میں بچوں کا نان ونفقہ برداشت کرے۔لما فی الشامیہ:**ولو کان للفقیر اولاد صغار وجد موسر یومر الجد بالانفاق صیانۃ لولد الولد** (شامیہ، جلد۵، صفحہ۳۴۹)(کذا فی العالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۶۲)

.... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۸/۱۰ھ

اگر والد تنگدست ہو اور ماں اور دادا دونوں مالدار ہوں تو شرعاً نفقہ کس پر لازم ہے؟

مسمّٰی محمد علی کسی حادثے کا شکار ہو کر معذور ہو گئے اور ساری جائیداد علاج ومعالجہ پر خرچ ہوگئی اب اس قدر تنگدست ہیں کہ بچوں کو خرچہ وغیرہ دینے کے قابل نہیں، جبکہ بچوں کا دادا صاحب حیثیت ہے اور والدہ بھی کافی مالدار ہے لیکن اس کے باوجود وہ بچوں کے دادا سے بچوں کے خرچہ کی طلب گار ہے کہ یہ تمہاری بھی اولاد ہے لہٰذا ان کو ماہانہ خرچہ دیا کرو لیکن دادا کو اس بارے میں کوئی احساس نہیں معاملہ پنچایت تک آ پہنچا ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا دادا پر خرچہ لازم ہے؟

سائل ...... محمد ناصر، جھنگ

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں بچوں کا نان ونفقہ صرف والدہ پر لازم ہے۔

لما فی العالمگیریہ:**الام اولیٰ بالتحمل من سائر الاقارب حتیٰ لو کان الاب معسراً والام موسرة وللصغیر جد موسر تؤمر الام بالانفاق من مال نفسها...... ولا یؤمر الجد بذالک** (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۶۲ کذا فی الشامیہ، جلد۵، صفحہ۳۴۸)

مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب بچوں کا کوئی ذاتی مال نہ ہو اگر ان کا کوئی ذاتی مال موجود ہے تو نفقہ ان کے اپنے مال سے ہوگا۔ لما فی الدر المختار: **وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله ...... الفقير الحر فان نفقة المملوک على مالكه والغنى فى ماله الحاضر** (الدر المختار، جلد۵، صفحہ۳۴۵) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۷/۷/۱۴۲۹ھ

والد، دادا اور بھائی کی عدم موجودگی میں نابالغ بچوں کا خرچہ چچا کے ذمہ ہے:

مسماۃ فاطمہ کا خاوند فوت ہوگیا جس سے فاطمہ کی چھوٹی چھوٹی اولاد ہے۔ فاطمہ خود ایک سادہ دیہاتی عورت ہے جو خود روزی کمانے کے قابل نہیں اور اس دور میں باپردہ رہ کر عورت کیلئے روزی کمانا مشکل ہے اور شوہر کا ترکہ بالکل معمولی ہے جس سے گذر بسر ناممکن ہے جبکہ ادھر فاطمہ کے خاوند کا بھائی اور خود فاطمہ کا بھائی بھی زندہ موجود ہیں اور کمانے کے قابل ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ خود فاطمہ اور فاطمہ کی چھوٹی اولاد کا خرچہ وغیرہ شرعاً کس پر لازم ہے؟

سائل ...... محمد ندیم، چشتیاں

الجواب

صورت مسئولہ میں نابالغ بچوں کا نان ونفقہ بچوں کے چچا پر ہے جبکہ وہ غنی ہو۔ **كمافيهم من العالمگيرية: واذا كان للاب المعسر اخ موسر يؤمر الاخ بالانفاق على الصغير** (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۶۲) **وفى الشامية: اذالم يكن للاب مال، والجد اوالام او الخال او العم موسر يجبر على نفقة الصغير** (شامیہ، جلد۵، صفحہ۳۴۷)

اور مسماۃ فاطمہ کا خرچ اس کے بھائی کے ذمہ ہے جبکہ وہ بھائی غنی ہو۔

ہندیہ میں ہے: وتجب نفقة الاناث الكبار من ذوى الارحام وان كن صحيحات البدن اذا كان بهنّ حاجة الىٰ النفقة (جلد ۱، صفحہ ۵۶۶)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۷/۳/۵ھ

زنا سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

زید کی بیوی (ہندہ) کے زید کی عدم موجودگی میں خالد سے ناجائز تعلقات ہو گئے۔ جس سے ناجائز لڑکا پیدا ہو گیا۔ اس بات کا علم خود زید اور علاقے والوں کو ہے اس لئے زید اس بچے کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اٹھانے سے انکاری ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کا نفقہ ہندہ خود برداشت کرے۔ سوال یہ ہے کہ آیا زید پر مذکورہ بچے کا نفقہ شرعاً لازم ہے یا نہیں؟ اگر زید پر نفقہ لازم نہیں تو نفقہ کس پر ہے؟

سائل ...... محمد عامر، منڈی یزمان

الجواب

اگر زید اور ہندہ لعان کریں اور قاضی بچے کے نسب کو منقطع کر دے تو ایسی صورت میں اس بچے کے نفقہ کی ذمہ داری ہندہ پر ہوگی زید پر اس کا خرچہ واجب نہیں۔ لقولہٖ تعالی: وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف (الآیہ)

نفقہ کے وجوب کے لئے مولود لہ ہونا شرط ہے جو صورت مذکورہ میں مفقود ہے۔ بدوں لعان یہ بچہ زید کا شمار ہوگا۔ لقولہٖ علیہ السلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر (مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۴۷۰، بخاری شریف، جلد ۲، صفحہ ۶۱۶)

اس صورت میں نفقہ زید پر واجب ہوگا۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۵/۱۰ھ

زوجہ زنا کا اور غیر زوج سے حمل کا اقرار کر لے تب بھی بچے کا نسب خاوند سے ہی ہوگا اور نفقہ خاوند کے ذمہ ہوگا:

معتدہ کو بچہ پیدا ہوا، فی الحال وہ پونے دو ماہ کا ہے۔ معتدہ کا خاوند انکار کرتا ہے کہ یہ میرا نطفہ نہیں ہے لہٰذا میں اس کو نہیں رکھتا اور تفتیش کے بعد عورت نے بھی اقرار کر لیا ہے کہ یہ بچہ میرے خاوند کا نہیں ہے۔ اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ یہ بچہ اگر کسی دوسرے آدمی کو دیا جائے تو اس بچے کو ماں سے چھڑانے کا جرم کس پر ہوگا؟ اور دودھ کا خرچہ خاوند پر آئے گا یا نہیں؟ نیز معتدہ کا خاوند ولادت سے پہلے سے ہی انکار کر رہا ہے اور معتدہ بھی ولادت سے پہلے سے اقرار کر رہی ہے کہ یہ میرے خاوند کا نطفہ نہیں ہے۔ سائل ...... یامین، ملتان

الجواب

بچے مذکور کا نسب خاوند مذکور سے ثابت ہے اگرچہ وہ دونوں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ حمل خاوند کے نطفہ سے نہیں، لہٰذا اس بچہ کا خرچہ خاوند پر لازم ہے، البتہ اگر کوئی دوسرا آدمی والدین کی رضامندی سے اس بچے کو اپنی پرورش میں رکھے تو یہ بھی درست ہے۔[1] فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۴/۵/۲ھ

التخریج: (۱)......لما فی الهندیه: ولو نفی ولد زوجته الحرة فصدقته فلاحد ولا لعان وهو ابنهما لایصدقان علی نفیه کذا فی الاختیار شرح المختار (جلد ۱، صفحہ ۵۱۹) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مفلس باپ بچوں کی مملوکہ اشیاء ان کے اخراجات کیلئے فروخت کرسکتا ہے:

ایک شخص محمد اجمل تنگدست آدمی ہے جبکہ اس کی بیوی فوت ہو چکی ہے جس سے شخص مذکور کے دولڑکے ہیں مرحومہ چونکہ مالدار عورت تھی اس وجہ سے بچوں کو والدہ کے ترکہ سے بہت سارا سامان منقولی وغیر منقولی ملا ہے۔اب بچوں کا والد خود تنگدست ہے اس لئے خود تو بچوں پر خرچ نہیں کرسکتا البتہ بچوں کی منقولی وغیر منقولی جائیداد کو فروخت کر کے ان کا نان ونفقہ پورا کر رہا ہے۔ کیا مسمّٰی محمد اجمل کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

سائل ...... محمد فاروق، کشمیر

الجواب

بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے مفلس باپ بچوں کی مملوکہ منقولی وغیر منقولی اشیاء کو فروخت کرنے کا شرعاً مجاز ہے۔ چنانچہ ہندیہ میں ہے: وان کا ن للصغیر عقار او اردیة او ثیاب واحتیج الی ذالک للنفقة کان للاب ان یبیع ذالک کله وینفق علیه کذا فی الذخیرة (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۲) اور درمختار میں ہے: وتجب النفقة بانواعها علی الحر لطفله...... الفقیر الحر فان نفقةالمملوک علی مالکه والغنی فی ماله الحاضر، وفی الشامیة: قوله :فی ماله الحاضر، یشمل العقار والاردیة والثیاب فاذا احتیج الی النفقة کان للاب ان یبیع ذالک کله وینفق علیه؛ لانه غنیٌ بهٰذه الاشیاء، (درمختار مع الشامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۵)............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۵/۶/۱۴۲۸ھ

طے کئے بغیر گذشتہ مدت کا نفقہ اولاد لینے کی حقدار نہیں:

میرے شوہر ابوالحسن نے مجھے بیس سال سے پہلے طلاق دی تھی اس وقت میرے پاس ایک لڑکی تھی اور مجھے حمل بھی تھا خاوند نے وعدہ کیا تھا کہ زندگی تک خرچہ وغیرہ دیتا رہے گا لیکن اس نے کچھ خرچہ وغیرہ نہیں دیا میں نے اپنی لڑکی کی شادی کرائی اس پر بھی خاوند کے رشتہ داروں نے میری امداد نہیں کی، اب میرے خاوند کے رشتہ داروں نے میری لڑکیوں پر عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا ہے اور ابوالحسن کی جائیداد میں سے حصہ مانگ رہے ہیں جبکہ میرے خاوند کا کوئی لڑکا اور بہن بھائی وغیرہ نہیں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ میں لڑکیوں کے خرچہ لینے کی حقدار ہوں جو کہ پرورش اور شادی پر ہوا؟

سائل ...... محمد اسلم

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ سائلہ بچیوں کا سابقہ خرچہ وصول نہیں کر سکتی۔

لما فی الشامیة: ولو قضیٰ القاضی للولد والوالدین وذوی الارحام بالنفقة فمضت مدة سقطت لان نفقة هؤلاء تجب كفاية للحاجة حتى لاتجب مع اليسار وقد حصلت بمضی المدة (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۷۷)

جب قضائے قاضی کے بعد بھی مضی مدت سے خرچہ ساقط ہو جاتا ہے تو قضائے قاضی کے بغیر بدرجہ اولیٰ ساقط ہو جائے گا۔ ایسے ہی تایازاد بھائی پر آئندہ کیلئے بھی خرچہ واجب نہیں ہے۔

قال العلامة عبدالحیؒ فی حاشية الهداية: قوله: "لكل ذی رحم محرم" ولو كان رحماً غير محرم نحو ابن العم، او محرماً غيرذی رحم نحو الاخ من الرضاع او الاخت من الرضاعة، او رحماً محرماً لا من قرابة نحو ابن عم هو الاخ من الرضاع

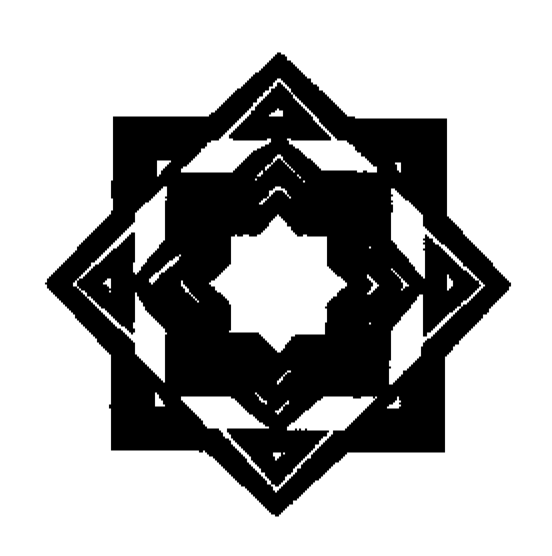
لاتجب النفقة .عینی،(حاشیہ ہدایہ،جلد۲،صفحہ۴۳۹،ط:رحمانیہ لاہور)

وفی العالمگیریة: ان شرط وجوب النفقة هو ان یکون ذوالرحم من اهل المیراث (عالمگیریہ،جلد۱،صفحہ۵٦٦) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس،ملتان

۲۳/۴/۱۴۰۳ھ



﴿ما یتعلق بنفقة ذوی الارحام﴾

اگر والدین تنگدست ہوں تو ان کے ضروری اخراجات بالغ اولاد کے ذمہ واجب ہیں:

زید اور اس کی بیوی خود غریب، نادار اور کمانے کے قابل نہیں ہیں، جبکہ زید کے دو بیٹے کمانے والے موجود ہیں زید ان کو کہتا ہے کہ اپنی کمائی سے ماہانہ کچھ ہمارے خرچ کے لئے مقرر کر دو لیکن بیٹوں کا کہنا یہ ہے کہ ہماری ذاتی کمائی میں سے آپ کا کوئی حصہ نہیں ہم جب چاہیں گے اپنی مرضی سے فرصت کے مطابق امداد کر دیا کریں گے۔ شرعاً ضعیف و کمزور والدین کا خرچہ اولاد کے ذمہ ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد یٰسین، قاسم بیلہ

الجواب

اگر والدین غنی اور صاحب استطاعت ہیں تو ان کا خرچہ ان کے اپنے مال میں ہے، بچوں پر شرعاً واجب نہیں۔ ہندیہ میں ہے: **لایقضی بنفقة احد من ذوی الارحام اذا کان غنیاً** (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۶)

البتہ نادار ہونے کی صورت میں ان کے اخراجات کا انتظام کرنا بچوں پر لازم ہے۔ ہندیہ میں ہے: **ویجبر الولد الموسر علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین کانا او ذمیین** (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۴)

اگر کسی کی بچیاں غنی و مالدار ہیں اور والدین مفلس ہیں تو وہ بھی خرچہ دینے کی پابند ہیں لیکن اپنے ذاتی مال سے دیں بلا اذن، خاوند کے مال سے دینا خیانت اور چوری ہے۔ ہندیہ میں ہے: **واذا اختلطت الذکور والاناث فنفقة الابوین علیهما علی السویة**

فی ظاهر الروایة وبه اخذ الفقیه ابو اللیث وبه یفتی (الخ) (جلد ا، صفحہ ۵۶۴)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۵/۳ھ

مالدار والدین کا بیٹے سے نان ونفقہ کا مطالبہ شرعاً درست نہیں:

میرے والد صاحب نے مجھ سے اور میری والدہ سے لاتعلقی اختیار کر لی تھی۔ اس وقت میری عمر پانچ سال تھی یہ لاتعلقی بغیر طلاق کے تھی جناب میں نے اور میری والدہ نے بڑے کٹھن حالات میں زندگی گذاری میری والدہ نے گھر چلانے میں بڑی محنت کی۔ اس دوران میں نے ایک ویلڈنگ کی دوکان پر کام سیکھنا شروع کر دیا پھر کام مکمل سیکھ لینے کے بعد میں نے اپنے استاد صاحب کے پاس ملازمت اختیار کر لی اور اپنی قلیل ماہانہ آمدنی سے کچھ بچاتا رہا۔ عرصہ دس بارہ سال کے بعد میں نے محدود وسائل کے ساتھ اپنا کام شروع کیا اور آج میں بتیس سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں اس وقت میری آمدنی معقول ہے جس سے میں اپنے پانچ بچوں، بیوی، اور والدہ کا پیٹ پال سکتا ہوں جبکہ میرے والد صاحب نے ہمیں چھوڑنے کے بعد کبھی بھی ہماری خبر گیری نہیں کی بلکہ ہمیں چھوڑنے کے بعد خانپور سے راجن پور منتقل ہو گئے اور وہاں دوسری شادی کر لی۔ اس بیوی سے ان کے پانچ چھ بچے ہیں جو کہ جوان ہیں۔ اور میرے والد صاحب صاحب حیثیت انسان ہیں اور علاقے کے کونسلر بھی منتخب ہوئے ہیں ان کی آمدنی نہایت معقول ہے۔ اب میرا اپنا کاروبار بھی راجن پور میں ہے جبکہ میرے بیوی، بچوں کی رہائش میری والدہ کے ساتھ خانپور میں ہے میرے والد صاحب شروع سے لے کر اب تک مجھ سے الگ ہیں کبھی انہوں نے میرے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعاون نہیں کیا لیکن اب وہ مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ میں ان کو اپنے ذاتی کاروبار سے حصہ دوں اور اپنے سوتیلے بھائیوں کو بھی دوں جبکہ کبھی بھی انہوں نے ہمارے ساتھ تعلق قائم نہیں کیا حتی کہ

دوسری بیوی عرصہ دو سال سے وفات پا چکی ہے اس کے باوجود انہوں نے میری والدہ کو باوجود طلاق نہ ہونے کے اپنے پاس نہیں بلایا۔ تو کیا میں اس بات کا پابند ہوں کہ اپنے والد صاحب کے مطالبہ پر ان کو اور اپنے سوتیلے جوان بھائیوں کو اپنے ذاتی کاروبار میں سے حصہ دوں اور اگر میں انکار کر دوں تو کیا میں گنہگار قرار پاؤں گا جبکہ میں حسب توفیق اپنے والد صاحب کی خدمت کرتا رہتا ہوں۔

سائل ...... محمد ایاز، راجن پور

الجواب

صورت مسئولہ میں والد صاحب کا آپ سے حصے کا مطالبہ شرعاً درست نہیں اور نہ ہی اس سلسلہ میں ان کی اطاعت لازم ہے والد کا خرچہ (نان ونفقہ) صرف اس صورت میں اولاد پر لازم ہوتا ہے جبکہ اس کا اپنا مال نہ ہو۔ الاب اذا کان فقیراً معسراً وله اولاد صغار محاویج وابن کبیر موسر یجبر الابن علی نفقة ابیه ونفقة اولاده الصغار (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۵)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ باپ اگر فقیر ہو تو پھر اس کا خرچہ واجب ہے، والد صاحب سے میل جول رکھیں............................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۲/۵ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفرلہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

اگر والدین تنگدست ہوں تو لڑکوں کی طرح مال دار بالغہ لڑکیوں پر بھی والدین کا خرچہ واجب ہے:

خالد اور اس کی دو بہنیں خالدہ اور جمیلہ تینوں شادی شدہ ہیں صاحب حیثیت ہیں اور ان کے والدین کمزور اور کمائی وغیرہ کے قابل نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے اخراجات کھانا، پینا، علاج

معالجہ وغیرہ سب خالد برداشت کرتا ہے اور بارہا بہنوں سے مطالبہ کر چکا ہے کہ تم بھی والدین کو خرچہ وغیرہ دیا کرو تمہارا بھی حق بنتا ہے لیکن بہنوں نے کبھی اس بارے میں نہیں سوچا اس لئے خالد پریشان ہے۔شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ خالد کا مطالبہ درست ہے؟ کیا والدین کا سارا خرچہ صرف بیٹے کے ذمہ لازم ہے یا بیٹیوں پر بھی والدین کا کچھ حق ہے؟

سائل ...... احمد حسن، مظفر گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں مسماۃ خالدہ اور جمیلہ پر بھی والدین کا نان ونفقہ واجب ہے جبکہ وہ دونوں خود مالدار ہوں خاوند کے مالدار ہونے کا اعتبار نہیں۔کیونکہ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر کسی پرخرچ کرنے کی شرعاً مجاز نہیں۔ہندیہ میں ہے: **واذا اختلطت الذکور والاناث فنفقة الابوین علیهما علی السویة فی ظاهر الروایة** (جلد ۱، صفحہ ۵۶۴)

لہٰذا خالدہ اور جمیلہ کو بھی والدین کے اخراجات میں حصہ لینا چاہیے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۱۲/۱۰

تنگدست والد کا خرچہ تمام لڑکوں پر لازم ہے البتہ جو لڑکا جس قدر زیادہ مالدار ہو نفقہ کا زیادہ تر حصہ اُسی کے ذمہ ہے:

والدین بھی گذشتہ زمانے کا خرچہ وصول نہیں کر سکتے:

میرے چار بیٹے ہیں، بڑے کا نام کلیم اللہ اس سے چھوٹے کا نام حفیظ اللہ پھر حبیب اللہ اور سب سے چھوٹے بیٹے کا نام سلیم اللہ ہے۔میرے بڑے دو بیٹے کلیم اللہ اور حفیظ اللہ دونوں

سرکاری ملازم ہیں ایک کی تیس ہزار اور دوسرے کی بیس ہزار ماہوار تنخواہ ہے۔ان دونوں نے مجھے بیس سال سے روٹی خرچہ نہیں دیا اور نہ ہی کسی دکھ سکھ میں مدد کی اس وقت مجھے صرف میرا تیسرا بیٹا حبیب اللہ سارا خرچہ دیتا ہے اور میری کفالت کرتا ہے یہ بھی سرکاری ملازم ہے اس کی تنخواہ دس ہزار ہے لیکن اس کے ساتھ یہ اپنے دوگھروں کے اخراجات بھی ادا کرتا ہے اس کی دوشادیاں ہوئی ہیں اور میرے چوتھے اور سب سے چھوٹے بیٹے سلیم اللہ کا کوئی کاروبار یا ملازمت نہیں ہے۔

مولانا! فرمائیں شرعی طور پر میں اپنے بڑے بیٹوں کلیم اللہ اور حفیظ اللہ جنہوں نے مجھے کبھی خرچہ نہیں دیا اور نہ ہی دیتے ہیں میں ان سے خرچہ کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔آنکھیں بند ہو چکی ہیں گردے کا آپریشن کرایا ہوا ہے۔اس وقت میری عمر پچاسی سال ہے فالج کے خطرے سے چلنا پھرنا بند ہو گیا ہے۔

سائل ...... حافظ رحیم بخش، مظفر گڑھ

الجواب

اگر آپ کی ذاتی جائیداد اس قدر ہے کہ آپ اپنے نفقہ میں خود کفیل ہیں تو کسی بھی لڑکے پر آپ کا خرچہ شرعاً لازم نہیں۔کیونکہ اولاد پر خرچہ اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ والد تنگدست اور محتاج ہو۔ چنانچہ شامی میں ہے: وتجب علی موسر......النفقة لاصوله الفقراء ...... قوله الفقراء قید به لانه لاتجب نفقة الموسر الا الزوجة (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد۵، صفحہ۳۶۱۔۳۵۸)

وفی العالمگیریة: لایقضی بنفقة احد من ذوی الارحام اذا کان غنیاً (جلد۱، صفحہ۵۶۶)

البتہ اگر اپنی ذاتی جائیداد نہیں اور تنگدست ہیں تو پھر آپ کی اولاد پر آپ کے اخراجات و علاج معالجہ کا انتظام کرنا لازم ہے۔لما فی الدرالمختار: وتجب علی موسر ولو صغیرا ...... النفقة لاصوله الفقراء ولو قادرین علی الکسب (الدرالمختار، جلد۵، صفحہ۳۶۱۔۳۵۸)

وفی العالمگیریة: ویجبر الولد الموسر علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین

کانا او ذمیین (الخ) (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۴)

اور یہ نفقہ تمام لڑکوں کے ذمہ ہے البتہ جو لڑکا جس قدر زیادہ مالدار ہے مفتیٰ بہ قول کے مطابق اسی حساب سے نفقہ کا زیادہ تر حصہ اسی کے ذمہ ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے: لو کان للفقیر ابنان احدهما فائق فی الغنی والاخر یملک نصاباً فهی علیهما سویة. خانية ...... ثم نقل عن الحلوانی قال مشائخنا: هذا لو تفاوتا فی الیسار تفاوتا یسیراً فلو فاحشاً یجب التفاوت فیها، بحر (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۶۱)

وفی العالمگیریة: قال الشیخ الامام شمس الائمة : قال مشائخنا رحمهم الله تعالی انما تکون النفقة علیهما علی السواء اذا تفاوتا فی الیسار تفاوتاً یسیرا واما اذا تفاوتا تفاوتا فاحشا فیجب ان یتفاوتا فی قدر النفقة (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۵)

اور جو لڑکا خود محتاج اور فقیر ہے اس پر والد کا نفقہ شرعاً لازم نہیں۔

لما فی الشامیة: لاتجب علی الابن الفقیر نفقة والده الفقیر حکماً (جلد ۵، صفحہ ۳۵۹)

تاہم گذشتہ زمانے کے نفقہ کا مطالبہ اور دعویٰ شرعاً درست نہیں بلکہ عدالت، پنچائت یا باہمی رضامندی سے آئندہ نفقہ کی جو مقدار متعین ہو جائے اس کی ادائیگی لازم ہے۔

لما فی الدر المحتار: والنفقة لاتصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معین اصنافاً او دراهم (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۳۱۶)

وفی الشامیة: قوله: "والنفقة لاتصیر دینا" الخ ای: اذا لم ینفق علیها بان غاب عنها او کان حاضرا فامتنع فلایطالب بها بل تسقط بمضی المدة ...... ثم اعلم ان المراد بالنفقة نفقة الزوجة، بخلاف نفقة القریب فانها لاتصیر دینا ولو بعد القضاء او الرضاء (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۱۵)

وفیه ایضاً: قضی بنفقة غیر الزوجة ومضت مدة ای شهر فاکثر سقطت لحصول

الا ستغناء فیما مضی (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۳۷۷)

وفی الشامیۃ: قولہ: "غیر الزوجۃ" یشمل الاصول والفروع والمحارم......

......وفی الھدایۃ: ولو قضی القاضی للولد والوالدین وذوی الارحام بالنفقۃ فمضت مدۃ سقطت، لان نفقۃ ھؤلاء تجب کفایۃ للحاجۃ حتی لاتجب مع الیسار وقد حصلت بمضی المدۃ (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۷۷)............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۴/۸/۱۴۲۹ھ

تنگدست والدین اگرچہ کاروبار کے قابل ہوں ان کو خرچہ دینا لازم ہے:

سائل کے والد محترم کا اپنا ذاتی کاروبار نہیں ہے اس لئے والدین کا روٹی خرچہ سائل خود برداشت کرتا ہے، سائل نے والد محترم کو بار بار کہا ہے کہ میں کوئی چھوٹی موٹی دوکان کھلوا دیتا ہوں اس پر بیٹھ جایا کرو چار آنے آ جایا کریں گے میرے لئے بھی سہولت ہو جائے گی لیکن والد محترم اس پر آمادہ نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ تم خرچہ نہیں دے سکتے تو نہ دو، حالانکہ ان کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے اگر خرچہ وغیرہ نہ دیں تو لوگوں کی نظر میں نافرمان شمار ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ کیا والدین کاروبار کرنے کے قابل ہوں اور نہ کریں تو پھر بھی ان کو خرچہ دینا لازم ہے؟

سائل......عمر فاروق، مظفر گڑھ

الجواب

اگر آپ کے والدین تنگدست ہیں اور ان کا کوئی ذاتی مال اس قدر نہیں کہ وہ اپنے نان و نفقہ میں خود کفیل ہو سکیں تو پھر آپ پر ان کا خرچہ شرعاً لازم ہے خواہ وہ خود کاروبار پر قادر ہی کیوں نہ ہوں۔ لما فی الدر المختار: وتجب علی موسر............ النفقۃ لاصولہ الفقراء ولو

قادرین علی الکسب (جلد ۵، صفحہ ۳۶۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

تنگدست شخص پر والدین کا خرچہ لازم نہیں:

میں ایک شادی شدہ شخص ہوں میرے ماشاء اللہ پانچ چھ بچے ہیں اور محنت مزدوری کر کے ان کا اور اپنا پیٹ پالتا ہوں کوئی مستقل ملازمت نہیں ہے اس لئے اکثر مقروض رہتا ہوں جبکہ میرے بھائی صاحب سرکاری ملازمت کرتے ہیں اور ماشاء اللہ خوشحال ہیں میرے والد صاحب بھی ان کے ساتھ رہتے ہیں میری اس صورتحال کے باوجود بھائی صاحب کا مجھ سے مطالبہ رہتا ہے کہ تم بھی والد صاحب کے خرچ کے لئے ماہانہ کچھ رقم دیا کرو۔ سوال یہ ہے کہ کیا مجھ پر فرض ہے کہ میں ماہانہ خرچہ والد صاحب کا مقرر کروں جبکہ یہ میرے لئے بہت مشکل ہے؟

سائل...... خورشید احمد

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں اگر واقعتاً آپ تنگدست ہیں تو شرعاً آپ پر والدین کا خرچہ لازم نہیں۔ لما فی الشامیۃ: لاتجب علی الابن الفقیر نفقۃ والدہ الفقیر حکماً (جلد ۵، صفحہ ۳۵۹) وفیہ ایضاً: لاتجب علی فقیر الا للزوجۃ والولد الصغیر کما فی کافی الحاکم (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۶۸) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

والد کے نکاح ثانی کے اخراجات بیٹے کے ذمہ ہیں جبکہ باپ تنگدست ہو:

مسمّٰی غلام محمد کی زوجہ فوت ہو چکی ہے اور دوسرے نکاح کا خواہشمند ہے لیکن تنگدستی کی وجہ سے نکاح وغیرہ کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا ہے جبکہ مسمّٰی غلام محمد کا ایک بیٹا (ناصر) مالدار ہے اور خوشحال ہے اس لئے اس کا والد اس سے نکاح کے اخراجات کا طلبگار ہے لیکن اس کا بیٹا محمد ناصر ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ بیٹے کے ذمہ والد کے نکاح وغیرہ کا خرچہ لازم ہے یا نہیں جبکہ والد تنگدست ہے۔

سائل ...... محمد عبداللہ، بستی ملوک

الجواب

صورت مسئولہ میں بیٹے پر لازم ہے کہ وہ والد کے نکاح کا انتظام کرے یا اسے خرچہ مہیا کرے۔ ہندیہ میں ہے: ان احتاج الاب الی زوجة والابن موسر وجب علیه ان یزوجه (الخ) (جلد ۱، صفحہ ۵۶۵) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۸/۱۴۲۹ھ

سوتیلی والدہ کے خرچہ کا حکم:

مسمّٰی محمد شفیع صاحب مرحوم کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی سے اولاد ہوئی اور ایک سے نہ ہوئی، اب محمد شفیع صاحب کی وفات کے بعد جس بیوی کی اولاد تھی وہ تو پر سکون ہے کیونکہ ان کی اولاد کمانے والی ہے اس کو خرچہ وغیرہ دیتی ہے جبکہ دوسری بیوی جو بے اولاد تھی وہ پریشان حال ہے محمد شفیع کے لڑکے اس کو کوئی خرچہ وغیرہ نہیں دیتے حالانکہ وہ بھی ان کی ایک طرح سے والدہ ہے کیا

شرعاً ان لڑکوں پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی سوتیلی والدہ کے نان ونفقہ کا بھی خیال رکھیں۔

سائل ...... عبدالحکیم، شورکوٹ

الجواب

سوتیلی والدہ کا نان ونفقہ نہ والد کی زندگی میں واجب تھا اور نہ والد کی وفات کے بعد واجب ہے اگر وہ خرچ کردیں تو یہ محض تبرع واحسان ہوگا۔

ہندیہ میں ہے: وان کا ن للرجل المعسر زوجة لیست ام ابنه الکبیر لم یجبر الابن علی ان ینفق علی امراة ابیه(الخ) (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۵/۵ھ

شیعہ والدین کا خرچہ واجب ہے جبکہ وہ تنگدست ہوں:

ایک شخص مسمّٰی محمد ساجد کا تعلق مسلک اہلسنت والجماعت سے ہے جبکہ اس کا والد شیعہ کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے کفریہ عقائد رکھتا ہے اور ہے تنگدست، لوگوں سے مانگ کر کھاتا ہے جبکہ محمد ساجد کو لوگ طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں کہ والد کو بھی کچھ خرچ وغیرہ دیا کرو لیکن اس کا کہنا یہ ہے کہ میں نے بارہا اس کو دعوت دی ہے کہ مسلک باطل کو چھوڑ کر مسلک حق پر آجاؤ سارا خرچ میں برداشت کروں گا عیش سے زندگی گذارو گے لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہوتا، لہٰذا اس کی اس حالت کی وجہ سے خرچہ نہیں دیتا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صورت مسئولہ میں محمد ساجد پر والد کا خرچہ وغیرہ شرعاً لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... عبدالرحیم، ملتان

الجواب

والدین اگرچہ کافر ہوں ان کا خرچہ بچوں پر واجب ہے بشرطیکہ وہ تنگدست ہوں عدالت صورت مسئولہ میں بیٹے کو خرچ دینے پر مجبور کریگی۔ ہندیہ میں ہے: **ویجبر الولد الموسر علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین کانا او ذمیین قدرا علی الکسب او لم یقدرا** (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵۶۴) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۱۰/۱۴۲۷ھ

بیوی اور والدہ کا آپس میں اتفاق نہ ہو اور دونوں کو الگ الگ خرچ نہ دے سکے تو کس کا خرچ لازم ہے؟

زید کی بیوی اور والدہ کی آپس میں لڑائی اور ناچاقی رہتی ہے دونوں میں صلح واتفاق کی ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہیں ہوئی اس لئے کھانا پکانا الگ الگ ہو گیا ہے۔ زید کی والدہ کا مطالبہ ہے کہ ماہانہ خرچہ مقرر کر دے جبکہ زید کی آمدنی اتنی نہیں کہ والدہ اور بیوی ہر دونوں کو الگ الگ خرچہ دے سکے جبکہ زید کی والدہ کی اس قدر جائیداد بھی موجود ہے جس سے وہ نفقہ برداشت کر سکتی ہے یعنی تنگدست نہیں ہے۔ ایسی صورت حال میں زید کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟

سائل ...... خالد محمود، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں بیوی کا پورا نفقہ واجب ہے۔ **النفقة واجبة للزوجة علی**

زوجها ...... اذا سلمت نفسها الی منزله (ہدایہ، جلد۲، صفحہ۴۴۱، ط: رحمانیہ)

والدہ چونکہ مالدار ہے اس لئے ان کا نفقہ شرعاً واجب نہیں۔ شامیہ میں ہے: قوله:

"الفقراء" قيد به لانه لاتجب نفقة الموسر الا الزوجة (شامیہ، جلد۵، صفحہ۳۶۱)

والدہ صاحبہ کی حسبِ حیثیت خدمت کرتا رہے، نفقہ واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۸/۹ھ

والدین میں سے احق بالنفقہ کون ہے؟ جبکہ بیٹا صرف ایک کا خرچہ برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو:

ایک شخص مسمّٰی محمد کلیم اللہ ایک شادی شدہ صاحبِ اولاد آدمی ہے اور اس کے والد نے اس کی والدہ کو طلاق دیدی ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ والدین دونوں نفقہ کے محتاج ہیں اور بیٹا دونوں کو طلاق کی وجہ سے اکٹھے گھر میں نہیں رکھ سکتا اور اگر والدین میں سے ایک کو گھر میں رکھے تو دوسرے کو علیحدہ خرچہ وغیرہ نہیں دے سکتا کیونکہ خود تنگدست ہے اور تنگدستی کی وجہ سے کوئی قرض بھی نہیں دیتا کہ واپس کہاں سے کرے گا۔ لیکن اس کیلئے یہ مسئلہ بنا ہوا ہے کہ آیا والدہ کے خرچہ کی ذمہ داری اٹھائے یا والد کے خرچہ کی ذمہ داری اٹھائے۔ شرعاً کس کا زیادہ حق ہے؟

سائل ...... کلیم اللہ، کوٹ قیصرانی

الجواب

جو شخص تنگدستی کی وجہ سے والدین میں سے صرف ایک کے نان ونفقہ کا انتظام کرسکتا ہو دونوں کے خرچہ کو برداشت کرنا اس کی وسعت میں نہ ہو تو ایسی صورت میں والدہ، والد کی بہ نسبت

احق ہوگی۔ ہندیہ میں ہے: واذا کان الابن یقدر علی نفقۃ احد ابویہ ولا یقدر علیہما جمیعاً فالام احق (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۵)۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۳/۱۰ھ

والد یا دوسرا کوئی رشتہ دار گذشتہ مدت کا خرچہ لینے کا شرعاً مجاز نہیں:

مسمّٰی منظور احمد ایک ضعیف، کمزور اور تنگدست آدمی ہے اس کا ایک بیٹا بھی ہے جو کہ صاحب حیثیت، کمائی کرنے والا ہے لیکن باپ کو خرچہ وغیرہ نہیں دیتا بارہا اس کو متنبہ کیا گیا حتی کہ ایک مرتبہ پنچائت میں اس کو بلا کر فیصلہ کیا گیا کہ ماہانہ دو ہزار روپے والد کو دیا کرو وہ اس پر راضی بھی ہو گیا لیکن اس فیصلے کو چھ ماہ گذر گئے ہیں اس پر عمل درآمد نہیں ہوا مسمّٰی منظور احمد "ہدایا" وغیرہ سے اپنا گذر بسر کرتا رہا اب کیا منظور احمد کو یہ حق حاصل ہے کہ عدالت میں مقدمہ دائر کر کے ان چھ ماہ کا خرچہ وصول کرے؟

سائل ...... محمد عاصم تونسوی

الجواب

صورت مسئولہ میں مسمّٰی منظور احمد گذشتہ چھ ماہ کا خرچہ بذریعہ عدالت بھی وصول کرنے کا شرعاً مجاز نہیں۔ اذا فرضت علیہ نفقۃ المحارم فاکلوا من مسئلۃ الناس لا یرجع علی الذی فرضت علیہ النفقۃ بشئی (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۲)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۸/۲۰ھ

تنگدست باپ بیٹے کے مال سے بلا اجازت کب خرچ کرسکتا ہے؟

اگر باپ تنگدست ہے اور بیٹا مالدار ہے اس کے باوجود بیٹا باپ پر خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں، تو کیا باپ بیٹے کے مال میں سے چوری اس کی اجازت کے بغیر مال لے سکتا ہے؟ اس صورت میں وہ گنہگار تو نہ ہوگا۔

سائل ...... احمد حسن، منڈی یزمان

الجواب

اگر اس علاقہ میں عدالت موجود ہے تو عدالت میں مقدمہ دائر کرے، عدالت بیٹے کو خرچہ دینے کا پابند بنائے گی اس صورت میں چوری اٹھانے کی اجازت نہیں اگر بیٹے کے مال میں سے بلا اجازت اٹھائے گا تو گنہگار ہوگا۔ بصورت دیگر بیٹے کے مال سے بقدر کفایت لینے کا شرعاً مجاز ہے۔ ہندیہ میں ہے: اذا کان الاب محتاجاً وابی الابن ان ینفق علیه ولیس ثمّه قاض یرفع الامر الیه له ان یسرق مال ابنه و بوجود قاض ثمّة یاثم بسرقة ماله...... وبسرقة فوق الکفایة یاثم، (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ ۵۶۷)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۵/۸/۱۴۲۸ھ

عورت کے اعزہ پر نفقہ علیٰ قدر المیراث ہوگا:

خالدہ ایک ایسی عورت ہے جو شادی شدہ ہونے کے باوجود مطلقہ کی طرح ہے یعنی خاوند نے اس کے ساتھ ترک تعلق کر رکھا ہے اور کوئی خرچہ وغیرہ نہیں دیتا اور خالدہ خود بذریعہ عدالت یا پنچائت خاوند سے نفقہ وصول کرنے کی طاقت نہیں رکھتی بلکہ اپنی ماں کے ساتھ رہائش پذیر ہے اور

خالدہ کے بھائیوں میں ماں شریک بھائی بھی موجود ہیں اور حقیقی بھائی بھی موجود ہیں۔ ایسی صورتحال میں خالدہ کا نفقہ وغیرہ صرف اس کے حقیقی بھائیوں پر ہے یا ماں شریک بھائیوں پر بھی ہے جبکہ ماں خود نفقہ کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی۔

سائل ...... خدا بخش، چشتیاں

الجواب

اگر خاوند کے ترک تعلقات کا سبب والدہ کے یہاں قیام ہے تو خالدہ کو خاوند کے ہاں منتقل ہو جانا چاہیے تاکہ وہ نان ونفقہ کی حقدار ہو۔ ہندیہ میں ہے: **واذا ترکت النشوز فلها النفقة** (جلد۱، صفحہ۵۴۵)

اور اگر والدہ کے ہاں قیام کا سبب آباد نہ کرنا ہے اور خرچہ نہ دینا بلاوجہ مارنا پیٹنا ہے تو پھر عدالت سے علیحدگی اور فسخ نکاح کروالیا جائے بیوی رہتے ہوئے اس کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے۔ کوئی بھائی خاوند کے ساتھ ادائے نفقہ میں شریک نہ ہوگا۔ ہندیہ میں ہے: **لایشارک الزوج فی نفقة زوجته احد** (جلد۱، صفحہ۵۶۶)

بلکہ خاوند کے مفلس ہونے اور والدین اور بھائیوں کے غنی ہونے کی صورت میں بھی ان لوگوں پر کوئی نفقہ واجب نہیں۔ ہندیہ میں ہے: **حتی لو کان لها زوج معسر وابن موسر من غیر هذا الزوج او اب موسر او اخ موسر فنفقتها علی الزوج لاعلی الاب والابن** (الخ) (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۵۶۶)

اگر طلاق یا آبادی اور فسخ کی کوئی صورت نہ بن پائے تو ایسی صورت میں نفقہ علی قدر المیراث ہوگا پانچ حصے حقیقی بھائی ادا کریں گے اور چھٹا حصہ ماں شریک بھائی ادا کرے گا جبکہ وہ اخیافی بھائی ایک ہو، ایک سے زائد ہونے کی صورت میں نفقہ اثلاثا ہوگا ایک تہائی اخیافی

بھائیوں پر ہے اور دو تہائی حقیقی بھائیوں کے ذمہ ہوگا۔

ولو كانت له ثلاثة اخوة متفرقين فالنفقة على الاخ لاب وام وعلى الاخ لام على قدر الميراث اسداسا (ہندیہ، جلد ا، صفحہ ۵۶۶)...................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ



﴿مسائل شتیٰ﴾

کیا روٹی پکانا، کپڑے دھونا وغیرہ عورت کی ذمہ داری میں داخل ہے؟

خالدہ کے ذمہ خاوند کیلئے روٹی پکانا، برتن دھونا، کپڑے دھونا اسی طرح گھر کے دوسرے کام کاج کرنا شرعاً لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... احمد حسن، ملتان

الجواب

اگر مسماۃ خالدہ کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جس کی مستورات اپنی خدمت بھی خود نہیں کرتیں یا کسی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مذکورہ خدمات سے عاجزہ ہے تو ان صورتوں میں خاوند کے ذمہ پکا پکایا کھانا مہیا کرنا یا ان خدمات کیلئے خادمہ مہیا کرنا لازم ہے۔ بصورت دیگر خاوند کے ذمہ ضروری اشیاء آٹا، سبزی وغیرہ مہیا کرنا تو لازم ہوگا البتہ تیار شدہ کھانا مہیا کرنا شرعاً اس کی ذمہ داری نہیں۔ ان قالت لااطبخ ولا اخبز قال فی الکتاب لاتجبر علی الطبخ والخبز وعلی الزوج ان یاتیھا بطعام مھیأ او یاتیھا بمن یکفیھا عمل الطبخ والخبز قال الفقیہ ابو اللیثؒ ان امتنعت المرأۃ عن الطبخ والخبز انما یجب علی الزوج ان یاتیھا بطعام مھیأ اذا کانت من بنات الاشراف لا تخدم بنفسھا فی اھلھا او لم تکن من بنات الاشراف لکن بھا علۃ تمنعھا من الطبخ والخبز اما اذا لم تکن کذالک فلا یجب علی الزوج ان یاتیھا بطعام مھیأ کذا فی الظھیریۃ (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵۴۸)

بعض فقہاء کا فرمان ہے کہ کھانا پکانا، کپڑے دھونا، جھاڑو دینا وغیرہ عورت پر دیانۃً واجب ہے قضاءً واجب نہیں۔ قالوا ان هذه الاعمال واجبة عليها ديانة وان كا ن لايجبر ها القاضى كذا فى البحر الرائق (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵۴۸) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۸/۱۵ھ

بیوی کھانا پکانے یا گھریلو دوسرے کاموں پر اجرت نہیں لے سکتی:

سائل کی زوجہ (جمیلہ) ایک پڑھی لکھی خاتون ہے۔ وہ گھر کے کام کاج مثلاً کھانا پکانا، کپڑے دھونا، برتن دھونا وغیرہ اس سے کتراتی ہے وہ کہتی ہے کہ میرے ذمہ یہ کام لازم نہیں ہیں خواہ کسی سے پوچھ لو البتہ وہ یہ کہتی ہے کہ اگر مجھے ان کاموں کی اجرت دے دی جائے تو میں یہ کام کر دیا کروں گی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایک بیوی کا یہ مطالبہ درست ہے؟

سائل محمد عبداللہ، ہارون آباد

الجواب

مسماۃ جمیلہ کا مذکورہ کاموں پر اجرت کا مطالبہ کرنا خلاف شرع ہے۔ اس کیلئے ان گھریلو کاموں پر اجرت لینا شرعاً جائز نہیں۔ ہندیہ میں ہے: لو استأجر ها للطبخ والخبز لم يجز ولا يجوز لها اخذ الاجرة على ذالک كذا فى البدائع (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵۴۸) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۱۰/۵ھ

منکوحہ عورت بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے یا نہیں؟

نوید کی بیوی (ہندہ) نے بار ہا زید سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں جو بچے کو دودھ پلاتی ہوں مجھے اس کی اجرت دی جائے ورنہ بغیر اجرت کے میں دودھ نہیں پلاتی خرید کر پلایا جائے۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ آیا ہندہ کا مطالبہ شرعاً درست ہے۔ کیا شریعت میں عورت کے ذمہ یہ لازم نہیں کہ وہ بچے کو دودھ پلائے؟

سائل ...... عبدالقدیر، ڈی جی خان

الجواب

اگر بچہ دوسری عورت کا پستان لیتا ہے یا خشک دودھ سے گذارہ ہوسکتا ہے اور بچے کا مال ہے یا بچے کے والد صاحب استطاعت ہیں تو ایسی صورت میں بیوی کو دودھ پلانے پر مجبور نہ کریں۔ الولد الصغیر اذا کان رضیعاً فان کانت الام فی نکاح الاب والصغیر یاخذ لبن غیرھا لاتجبر الام علی الارضاع (ہندیہ، جلد ا، صفحہ ۵٦۰)

اور اگر بچہ دوسری عورت کا پستان نہیں لیتا تو ایسی صورت میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق والدہ کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے۔ وان لم یاخذ الولد لبن غیرھا قال شمس الائمۃ الحلوانی فی ظاھر الروایۃ لاتجبر ایضاً وقال شمس الائمۃ السرخسی تجبر ولم یذکر فیہ خلافاً وعلیہ الفتویٰ (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵٦۰)

ایسے ہی اگر بچہ دوسری عورت کے پستان کو لیتا ہے یا باہر کے دودھ سے گذارہ ہوسکتا ہے لیکن بچے کا اپنا مال نہیں اور والد کے اندر بھی استطاعت نہیں تو ایسی صورت میں بھی والدہ کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ وان لم یکن للاب ولا للولد مال تجبر الام علی الارضاع عند الکل (عالمگیریہ، جلد ا، صفحہ ۵٦۰)

اگر دودھ پلانے والی عورت مہیا نہ ہو اور تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملتی تو ایسی صورت

میں بھی عورت کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اما اذا لم توجد من ترضعه فتجبر الام علی الارضاع وقیل لا تجبر الام فی ظاهر الروایة والی الاول مال القدوری وشمس الائمة السرخسیؒ (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۰)

البتہ بیوی بیوی رہتے ہوئے اجرت کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ ہندیہ میں ہے: وان استاجرها وهی زوجته او معتدته عن طلاق رجعی لترضع ولدها لم یجز (عالمگیریہ جلد ۱، صفحہ ۵۶۱)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۲/۱۰ھ

(۱) تنگی پیدا کرنے والے شوہر کے مال سے بلا اجازت لینے کا حکم:

(۲) شوہر کے کپڑے سینے کی اجرت لینا:

(۳) شوہر کے دیئے ہوئے خرچ میں سے کچھ رقم مشکل وقت کیلئے بچا کر رکھنا:

(۴) اگر والدین بیمار ہوں تو عورت ان کی خدمت کیلئے روزانہ جا سکتی ہے:

(۱)...... کیا بیوی شوہر کے مال سے ضرورت کے اخراجات لیلے تو اس کی شرعاً اجازت ہے؟ جبکہ شوہر خرچ میں تنگی رکھتا ہو صاحب حیثیت ہونے کے باوجود شوہر کنجوس ہو ایک ایک پائی کا حساب لیتا ہو۔

(۲)...... کیا بیوی شوہر کا کام کپڑے سینا وغیرہ کی مزدوری لے سکتی ہے تا کہ گھر میں بچوں کی خدمت اچھی ہو سکے جو مزدوری وہ دوسروں کو دیتا ہے وہ اپنے گھر میں آئے گی؟

(۳)...... بیوی شوہر کی دی ہوئی رقم کو برے وقت کیلئے چھپا کر رکھ سکتی ہے۔ کیا اس کاروبار سے حاصل ہونے والی رقم سے اپنے بچوں یا کسی عزیز کی مدد کر سکتی ہے؟

(۴)......بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر والدین سے ملنے آسکتی ہے؟ جبکہ وہ بیمار ہوں دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو اور شوہر ملنے نہ دیتا ہو۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سائل ...... مولوی محمد فاروق، سمیجہ آباد، ملتان

الجواب

(۱)......عورت ضرورت کے مطابق خاوند کے مال سے خرچ کرنے کی شرعاً مجاز ہے۔

عن عائشة انّ هنداً بنت عتبة قالت يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح، وليس يعطيني ما يكفيني وولدي الا ما اخذت منه وهو لايعلم فقال خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف (بخاری شریف، جلد۲، صفحہ۸۰۸)

(۲)......اجرت لے سکتی ہے کیونکہ اس پر خاوند کی یہ خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔

(۳)......اگر خاوند خرچہ دے کر مالک بنا دے تو تھوڑا تھوڑا بچا کر رکھ سکتی ہے اور پھر جہاں چاہے خرچ کرے۔ بصورت دیگر اجازت نہیں۔

(۴)......عمومی طور پر ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ والدین کے گھر جا سکتی ہے لیکن اگر والدین بیمار ہوں اور کوئی خدمت کرنے والا نہیں ہے تو ضرورت کی وجہ سے روزانہ جا سکتی ہے۔ ولايمنعها من الدخول عليها في كل جمعة (الدر المختار، جلد۵، صفحہ۳۳۰) ولايمنعها من الخروج الى الوالدين .... ولو ابوها زمناً مثلاً فاحتاجها فعليها تعاهده ولو كافراً وان ابى الزوج .... قوله زمنا اى مريضاً مرضاً طويلاً قوله فعليها تعاهده اى بقدر احتياجه اليها (الدر المختار، جلد۵، صفحہ۳۲۹۔۳۲۸)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۸/۲/۲۴ھ

کتاب الایمان والنذور

﴿باب النذور﴾

نذر کے انعقاد کیلئے تلفظ ضروری ہے صرف ارادہ کافی نہیں:

زید ایک دوکاندار ہے اس نے ایک دن یونہی ارادہ کیا اور نیت کرلی کہ میں روزانہ منافع کا تین فیصد فقیروں محتاجوں اور ضرورت مند رشتہ داروں کو دیا کروں گا لیکن کبھی دے دیتا ہے اور کبھی نہیں دیتا کبھی خود کو رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی سستی ہو جاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح نیت اور ارادہ کرنے سے زید پر لازم ہے کہ وہ روزانہ تین فیصد منافع فقراء کو دے۔ اگر نہ دے تو کیا حکم ہے اسی طرح کم دے تو کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد قاسم، سکھر

الجواب

اگر صرف ارادہ کیا، زبان سے کچھ نہیں کہا تو یہ منت یا نذر نہیں بنی، کیونکہ نذر بننے کیلئے نذر کے صیغوں میں سے کسی کا تلفظ ضروری ہے تاہم یہ ایک نیکی کا ارادہ ہے اسے پورا کرنا چاہیے۔

الحاصل: نذر نہیں بنی اس لئے غرباء اور فقراء پر خرچ کرنا ضروری نہیں۔ البتہ اگر زبان سے اس کا تلفظ کر کے اپنے ذمہ لازم کر لیا تو یہ نذر بن گئی اسے ضرور پورا کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۲/۱۰ھ

کیا نذر پوری کرنے پر بھی اجر ملتا ہے؟

(۱)......زید اور اکبر کا جھگڑا ہے زید کہتا ہے کہ نذر ماننے سے جب حاجت پوری ہو گئی خواہ دنیاوی حاجت ہو یا دینی مفاد ہو، عند الاداء ناذر کو ثواب ملے گا لیکن بکر کہتا ہے کہ دینی مفاد کا ثواب اور اجر ملے گا لیکن دنیاوی کام جو ناذر کا ہو گا وہی بدلہ ہو گا ثواب وغیرہ کچھ نہیں۔ وہی کام ہو جانا اس کی جزاء ہے۔ مثلاً مجھے ہزار روپے تجارت میں نفع ملے ایک صد روپے مدرسہ یا مسجد میں دونگا، یا گائے بھینس بیمار ہے اگر آرام آ جائے تو اتنے پیسے خیرات کروں گا۔ ان کے ثواب کا بکر سختی سے منکر ہے اور حدیث ''انّما الاعمال بالنیات'' پیش کرتا ہے۔ آیا بکر حق پر ہے یا زید جو اس کے ثواب کا قائل ہے؟

سائل...... عمر خان، شاہی مسجد، کہروڑ پکا

الجواب

زید جو اس کے ثواب کا قائل ہے حق پر معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ نذر خود ایک عبادت ہے کما یدل علیه تعریفه "وهو عبادة مقصودة" نیز شامی میں ہے: واعلم ان النذر قربة مشروعة اما کونه قربة فلما یلازمه من القرب کالصلوة والصوم والحج والعتق ونحوها، وامّا شرعیّتهٗ فللاوامر الواردة بایفائه (جلد ۵، صفحہ ۵۳۷، ط: رشیدیہ جدید)

اور عبادت نفلیہ اگر کوئی اپنے اوپر واجب کرے مثلاً یوں کہے'' کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہو گیا تو میں ایک ہزار نفل پڑھوں گا'' اور تندرست بھی ہو گیا تو یقیناً یہ نذر پوری کرتے وقت ثواب بھی ملے گا۔ اور اس سے سقوطِ واجب بھی ہوگا۔ کما یکون ذلک فی اداء الفرائض۔............ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۵/۵/۱۳۸۶ھ

ایفاءِ نذر موجب اجر ہے:

زید اور بکر کا اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ نذر ماننے سے کام ہو جانے پر ادائیگی واجب ہے اور جب نذر ادا کرے گا تو قرب اور ثواب ضرور ہوگا کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت پر ثواب کا قرآن وحدیث میں وعدہ ہے۔ لہٰذا ناذر کو ادائیگی نذر پر ثواب ملے گا۔ مثلاً اگر کوئی نذر مانے کہ'' اگر میرا لڑکا پیدا ہوا تو مسجد بنواؤں گا یا مدرسہ قائم کروں گا یا نوافل ادا کروں گا'' تو جب لڑکا پیدا ہوا تو مسجد بنوانے یا مدرسہ قائم کرنے یا نوافل ادا کرنے سے ناذر کو علاوہ نذر ادا کرنے کے ثواب بھی ملے گا، لیکن بکر کہتا ہے ایسا نہیں بلکہ کام ہو جانا یہی اس کا بدلہ ہے نیکی کا ثواب وغیرہ نہیں ملے گا جو نیک کام ناذر کرتا ہے ایسا ہے جیسے بخیل کی جان سے کچھ نکالا جائے، لہٰذا بدلہ وہی ہوا جو کام کیا گیا۔ اب صرف نذر قرض کی صورت میں ادا کرے گا حالانکہ زید کہتا ہے کہ قرض کی ادائیگی میں بھی ثواب ملتا ہے، لہٰذا بیان فرمائیں کہ زید سچا ہے یا بکر یا کچھ تفصیل ہے کہ بعض میں ثواب ملتا ہے اور بعض میں نہیں یعنی دنیاوی طلب برآری مثلاً اس تجارت سے اتنا نفع مل جانے پر میں یہ کام کروں گا یا میرے اس مقدمے میں کامیاب ہونے پر روزے رکھوں گا تو اس نذر کے پورا کرنے پر آخرت میں ناذر کو ثواب ملے گا یا نہ ملے گا؟ دینی منت جیسے'' مدرسہ بنواؤں گا'' تو اس منت کی ادائیگی کے

بعد نا ذر کو ثواب ملتا رہے گا یا وہی کام جو ہو گیا وہی بدلہ ہے؟ آگے ثواب وغیرہ کچھ نہیں؟

سائل ...... توصیف امجد، خان بیلہ

الجواب

نذر اداء کرنے سے ثواب ہوگا۔ قد مدح اللّٰہ الایفاءَ بالنّذر وقال: "یوفون بالنذر" (الآیۃ) والمدح یستوجب الرضاء والثواب......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ

مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۶/۲/۲۲ھ

اولیائے کرام کے نام کی منت ماننا کیسا ہے؟

(۱)......اللہ کے سوا کسی بزرگ کی نذر و نیاز دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......کیا اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو طاقت دی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں؟

(۳)......کیا اولیاء اللہ کے نام پر منت ماننی جائز ہے؟

سائل ...... عبداللہ، لودھراں

الجواب

(۱۔۳)......اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بزرگ کے نام کی نذر اور منت ماننا جائز نہیں اور اس منت کی چیز کا کھانا حرام ہے۔لما فی الدرالمختار: واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام...... وقد ابتلی الناس بذالک۔(جلد ۳، صفحہ ۴۹۱)

وفی الشامیۃ: تحت قولہ: "مالم یقصدوا" واقبح منہ النذر بقرأۃ المولد فی المنابر

مع اشتماله علی الغناء واللعب (الخ) (جلد۳، صفحہ ۴۹۱، ط: رشیدیہ جدید)

(۲)......"فعّال لما یرید" صرف ذات باری تعالیٰ ہیں بزرگوں اور اولیاء اللہ میں کوئی طاقت نہیں۔ بجز اللہ کے اذن کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۹/۲/۱۸ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

کیا کسی بزرگ کے نام کی منّت ماننا جائز ہے؟

کیا کسی بزرگ وغیرہ کے نام کی نذر ماننا جائز ہے؟ اس کا کھانا کیسا ہے؟

سائل ...... صوفی عمران الحق، ساہیوال

الجواب

نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی حرام ہے، لہٰذا نذر کسی بزرگ کی ماننا جائز نہیں۔ البتہ ایصال ثواب بزرگوں کی ارواح کو کرنا جائز ہے مثلاً یوں کہے کہ "اے اللہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو تیرے نام پر اتنا صدقہ کروں گا اور اس کا ثواب فلاں بزرگ کو بخشوں گا" یا بدوں نذر کے کچھ صدقہ و خیرات کر کے اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخش دے۔ لما فی البحر: واما النذر الذی ینذره اکثر العوام علی ماهو مشاهد كان یكون للانسان غائب او مریض او له حاجة ضروریة ، فیاتی بعض مزارات الصلحاء فیجعل ستره علی رأسه فیقول یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذهب كذا او من الفضة كذا او من الطعام كذا ...... فهٰذا النذر باطل بالاجماع لوجوه، منها: انّه نذر مخلوق والنذر للمخلوق لایجوز؛ لانه عبادة والعبادة لاتكون

للمخلوق (جلد ۲، صفحہ ۵۲۰، ط: رشیدیہ)..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۶/۷/۱۷ھ

پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے تقرب والا کھانا کھانے کا حکم:

زید نے برائے ایصال ثواب "سیدنا عبد القادر جیلانیؒ" کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلایا تھا بکر کو جب معلوم ہوا تو اس نے کہا یہ کھانا ایسا ہے جیسا کہ سور کھالیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لفظ کہنے والے کیلئے از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد عامر

الجواب

اگر یہ کھانا اللہ کے نام پر خیرات کیا تھا اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے ایصال ثواب کے لئے کھلایا تھا تب تو اس کا کھانا جائز ہے لیکن اغنیاء کو پرہیز لازم ہے اور اگر اس کھانے سے مقصود حضرتؒ کا تقرب ہے جیسا کہ بعض جہلاء کا مقصود ہوتا ہے تو اس کا کھانا ناجائز ہے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۷۰/۴/۲۷ھ

التخریج: (۱)...... واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام، وقد ابتلی الناس بذالک (الدر المختار، جلد ۳، صفحہ ۴۹۱) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

غیر اللہ کی نذر و نیاز کا کھانا شرعاً حرام ہے:

غیر اللہ کے نام کی نیاز وغیرہ کا کھانا شرعاً کیسا ہے اور دن مقرر کر کے ہر ماہ میں جو گیارہویں شریف کا کھانا کھلایا جاتا ہے وہ کیسا ہے؟ اور ''طعام'' سامنے رکھ کر ختم پڑھنا کیسا ہے؟ اور اگر ''طعام'' سامنے نہ ہو تو پھر ختم کا پڑھنا کیسا ہے؟

سائل ......حافظ محمد شفیع مدرسہ قاسم العلوم سارو کی وزیر آباد، گوجرانوالہ

الجواب

نذر لغیر اللہ جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت صرف حق تعالیٰ شانہ کی ہی ہونی چاہیے۔ اور نذر لغیر اللہ کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار: واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام (جلد ۳، صفحہ ۴۹۱)۔[1]

اور نذر لغیر اللہ کی صورت یہ ہے کہ یوں کہے کہ ''اے فلاں بزرگ اگر میرا یہ کام ہو جائے تو تیرے نام پر یہ خیرات کروں گا'' اور اگر کھانا اللہ کے نام پر پکائے اور غریبوں میں تقسیم کر دے اور اس کا ثواب کسی بزرگ کو بخش دے تو یہ جائز ہے۔ گیارہویں کی تاریخ مقرر کر کے ختم وغیرہ دلانا بدعت ہے شرعاً اس کا ثبوت نہیں ''کھانا سامنے رکھ کر ختم مروج پڑھنا'' نہ شریعت میں اس کا ثبوت ہے اور نہ ہی حضرات صحابہ نے ایسا کیا اور نہ حضرات ائمہ مجتہدین سے بھی اس کا ثبوت ہے، پس

التخریج: (۱)......وفی الشامیة: قوله "باطل وحرام" لوجوہ: منها: انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز، لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق، ومنها: ان المنذور له میت والمیت لایملک (جلد ۳، صفحہ ۴۹۱، ط: رشیدیہ جدید)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

مہتمم خیر المدارس، ملتان — ١٧/٦/١٣٧٨ھ

تبلیغی جماعت میں نکلنے کی نذر ماننا:

ایک شخص نے منت مانی کہ میرے دل کا آپریشن کامیاب ہوگیا تو میں چار ماہ تبلیغ میں لگاؤں گا۔ اس کا آپریشن کامیاب ہوگیا تو وہ ایک سال تک ٹھیک رہا اس کے بعد پھر اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور ٹانگ ٹوٹ گئی، علاج کے بعد ٹانگ جڑ تو گئی مگر وہ ٹانگوں پر بیٹھ کر پیشاب نہیں کرسکتا بلکہ بڑا پیشاب چارپائی پر کرتا ہے، اور اب ایسی حالت پر ہی کرتا رہے گا رائے ونڈ والوں سے اس کے چار ماہ کے بارے میں رجوع کیا گیا تو انہوں نے اس کی اس حالت کی وجہ سے جماعت میں لے کر جانے سے انکار کردیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب وہ اس منت کو کس طرح پورا کرے؟

سائل ...... محمد ایوب، بستی نواں شہر لاڑ، ملتان

الجواب

صحت نذر کیلئے شرط یہ ہے کہ منذور (جس چیز کی نذر مانی گئی ہے) عبادت مقصودہ ہو۔ تبلیغی جماعت میں جانا عبادت مقصودہ نہیں ہے اس لئے یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی اس کا پورا کرنا واجب نہیں[1]۔ ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسه واجب......

التخریج: (١)......وفی الشامیة ناقلاً عن البدائع: ومن شروطه ان یکون قربة مقصودة فلا یصح النذر بعیادة المریض (الخ) (جلد ٥، صفحہ ٥٣٧) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

وهو عبادة مقصودة ......ووجد الشرط...... لزم الناذر (درمختار، جلد ۵، صفحہ ۵۴۷)

(بکذا فی احسن الفتویٰ جلد ۶، صفحہ ۴۹۱)............................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۱/۱۴ھ

مسجد پر رقم خرچ کرنے کی نذر ماننے کا حکم:

ایک انسان منت مانتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچہ دیا تو اتنی رقم مسجد پر خرچ کرونگا اب وہ کہتا ہے کہ میں ابھی رقم خرچ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بچہ دیدیں گے۔ آیا وہ رقم کسی اور کارِ خیر میں مثلاً دارالقرآن وغیرہ پر خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... عبدالقدوس، مانکوٹ

الجواب

(از دارالافتاء جامعہ قاسم العلوم، ملتان)

اگر شخص مذکور بچہ کے پیدا ہونے سے قبل نذر کی مطلوبہ رقم مدرسہ و مسجد یا کسی کارِ خیر پر خرچ کرے گا تو نذر پوری نہ ہوگی یعنی شرطِ تعلیق پائے جانے کے بعد نذر کا ایفاء اس کو لازم ہوگا اور قبل از وجودِ تعلیق صرف کردہ رقم صدقہ تصور ہوگا جیسا کہ ہدایہ میں ہے: وان علق النذر بشرط فوجد الشرط فعليه الايفاء بنفس النذر (الخ) (جلد ۲، صفحہ ۴۶۲)۔ فقط واللہ اعلم

منظور احمد
خادم الافتاء قاسم العلوم، ملتان

الجواب...... (از دارالافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان)

یہ نذر (منت) لازم نہیں ہاں کام ہونے پر خرچ کردیں تو بہتر ہے اور مسجد ہی پر

ضروری نہیں دوسرے کارِ خیر پر بھی خرچ کی جاسکتی ہے۔فلایصح النذر بعیادۃ المریض ...... والوضوء والاغتسال، ودخول المسجد، ومس المصحف، والاذان، وبناء الرباطات، والمساجدوغیر ذٰلک، وان کانت قربا الا انها غیر مقصودۃ (شامیہ،جلد۳،صفحہ۸۳)......................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

تعمیر مسجد کی نذر شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر مقروض نے میرے پیسے واپس کر دیئے تو میں اپنی مسجد کا برآمدہ بنواؤں گا جبکہ مسجد کے برآمدہ کو بنانے سے مسجد کا صحن باقی نہیں رہتا۔اب قابل دریافت امور یہ ہیں!

(۱)......کیا برآمدہ بنانا ہی ضروری ہے یا اسی مسجد کی کسی اور ضرورت مثلاً الماری بنانا، پنکھے لگوانا، پلستر وغیرہ کرانے میں بھی یہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟

(۲)......کسی اور قریبی مسجد کی ضروریات پر بھی یہ رقم لگا سکتے ہیں؟

سائل......حاجی غلام اکبر، ڈیرہ غازیخان

الجواب

(۱)......ومنها:ان یکون قربۃ مقصودۃ فلایصح النذر بعیادۃ المرضیٰ وتشییع الجنائز والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس المصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد وغیر ذالک وان کانت قربا لانها لیست بقرب مقصودۃ (بدائع الصنائع، جلد۴، صفحہ۲۲۸)

وفی الشامیۃ:ولذا صححوا النذر بالوقف، لان من جنسه واجبا وهو بناء

مسجد للمسلمین کما یأتی مع انک علمت ان بناء المساجد غیر مقصود لذاتہ(شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۲۷)

روایاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ مذکورہ نذر شرعاً صحیح نہیں۔ تاہم اس رقم کو تمام ضروریات میں استعمال کر سکتے ہیں۔

(۲)......بہتر یہ ہے کہ مذکورہ رقم اسی مسجد پر خرچ کی جائے تاہم دوسری مسجد پر خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔ **ولو قال: للّٰہ علیّ ان اطعم ھٰذا المسکین ھٰذا الطعام بعینہ فاعطیٰ ذٰلک الطعام غیرہٗ اجزأہ لان الصدقۃ المتعلقۃ بمالٍ متعینٍ لایتعین فیھا المسکین لانہ لمّا عیّن المال صار ھو المقصود فلا یعتبر تعیین الفقیر والافضل ان یعطی الذی عیّنہٗ** (بدائع الصنائع، جلد۴، صفحہ۲۳۵، ط: رشیدیہ جدید)۔.................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۸/۱۴۲۷ھ

’’اگر اللہ پاک نے بیٹا دیا تو حضرت تھانویؒ کا فلاں وعظ چھپواؤں گا‘‘ نذر ہے یا نہیں:؟

ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میرے گھر لڑکا پیدا ہو گیا تو میں حضرت تھانویؒ کا فلاں وعظ ایک ہزار روپے کے خرچ سے چھپواؤں گا، اس کے علاوہ اس کا ذہن خالی تھا لڑکا پیدا ہو گیا۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں:

(الف)......آیا ایک ہزار روپے کے خرچ سے کتابچۂ وعظ چھپوا کر اسے عام لوگوں (امیر و غریب) کو مفت دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اکثر غریب لوگ خواندہ نہیں ہوتے۔

(ب)......اگر اس کتابچہ کی کچھ قیمت رکھ دی جائے اور اس سے حاصل شدہ رقم کو آئندہ تبلیغی اشاعت میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(ج)......اس کتابچہ پر ایک صفحہ کتابت سے بچ گیا تو کیا اس پر اپنے دینی مدرسے کا جس میں مفت تعلیم دی جاتی ہے ''اعانت طلب'' اشتہار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... اکرام الحق، راولپنڈی

الجواب

(۱)......عبادت مقصودہ کی نذر صحیح ہے اور غیر مقصودہ کی نذر صحیح نہیں۔ (۱) اور کسی دینی کتاب کی طباعت ظاہر ہے کہ عبادات مقصودہ میں سے نہیں ہے، البتہ اگر چھپوانا بغرض تقسیم وتصدق تھا تو نذر صحیح ہوجائے گی کیونکہ تصدق عبادات میں سے ہے۔ پس وعظ چھپوا کر غرباء میں تقسیم کردیا جائے۔ اغنیاء کو دینا جائز نہیں ہوگا۔

(ب)...... یہ رقم پھر واجب التصدق ہوگی، الغرض نذر سے ذمہ اس طرح بری ہوگا جبکہ ہزار کی مالیت کا تصدق ہوجائے گا ورنہ ذمہ مشغول رہے گا۔

(ج)......گنجائش ہے، کیونکہ طباعت کے بعد اس کتابچہ کی مالیت ہزار سے زائد ہوجائے گی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۲/۱۲/۷ھ

دوسرے کی مملوکہ چیز صدقہ کرنے کی نذر ماننے کا حکم:

ایک عورت (ہندہ) نے نذر مانی کہ اگر میں بیماری سے صحت یاب ہوگئی تو میں فلاں بکرا

التخریج: (۱)......وفی الدرالمختار: ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسه واجب...... وهو عبادة مقصودة ووجد الشرط...... لزم الناذر...... کصوم وصلوة وصدقة ووقف واعتکاف وفی الشامیة: تحت قوله" وهو عبادة مقصودة": ومن شروطه ان یکون قربة مقصودة فلایصح النذر بعیادة المریض (الخ) (جلد۵، صفحہ ۵۳۷، ط: رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اللہ کے نام پر ذبح کروں گی اور صدقہ کروں گی اور جس بکرے کا نذر میں اس نے نام لیا ہے وہ اس کے بیٹے کا مملوک ہے اللہ نے ہندہ کو شفاء دیدی۔ اب صورت حال یہ ہے ہندہ چاہتی ہے کہ میں یہ بکرا بیٹے سے لے کر صدقہ کردوں لیکن بیٹا یہ بکرا دینے کیلئے تیار نہیں اب ہندہ کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ اسی بکرے کو صدقہ کرنا لازم ہے یا اس کی جگہ کوئی دوسرا بکرا خرید کر صدقہ کرسکتی ہے؟

سائلہ ...... خدیجہ، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کی مذکورہ نذر شرعاً صحیح نہیں ہوئی لہٰذا اس پر نہ اس بکرے کا تصدق ہے اور نہ اس کی قیمت کا تصدق واجب ہے۔ **ولو قال لله علیّ ان اهدی هذه الشاة وهی مملوکة الغیر لایصح النذر ولایلزمه شیٔ** (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۶۵)

اگر ہندہ کا مقصد ان الفاظ کے کہنے سے قسم تھی تو پھر قسم کا کفارہ ادا کرے۔

ہندیہ میں ہے: **وان عنی الیمین تنعقد یمیناً وتلزمه الکفارة بالحنث** (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۶۵)..................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱/۱۰/۱۴۲۸ھ

ماتم کرنے کی منت ماننے کا حکم:

ایک آدمی نے منت مانی ہے کہ میرا یہ بیٹا اتنی عمر کا ہو کر ماتم کرے گا اور اب یہ لڑکا اتنی عمر کا ہو چکا ہے اور اس کا والد فوت ہو چکا ہے۔ اب اس لڑکے کی منت کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

سائل ...... عمر فاروق ملتانی

الجواب

شرعاً یہ نذر ہی نہیں ہوئی۔ اس لیے یہ لڑکا ہرگز اس گناہ کے کام کو نہ کرے اگر کرے گا تو گنہگار ہوگا۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۲/۱۲/۲۸ھ

دس محرم کو دربار پر جا کر منت ماننا اور نذر و نیاز پکانا:

زید اور اس کی بیوی خالدہ مسلمان ہیں اور سنی عقیدہ رکھتے ہیں اور خالدہ کی نانی شیعہ ہے وہ ان کو دس محرم کو دربار پر جا کر منت ماننے اور نذر و نیاز وغیرہ پر مجبور کرتی ہے۔ اب ان کیلئے شریعت کیا حکم صادر کرتی ہے؟

سائل ...... محمد بخش، ملتان

الجواب

قبروں پر چڑھاوے چڑھانا اور منتیں ماننا شرعاً گناہ ہے۔

لما فی الدر المختار: واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: وفی البحر شرائطه خمس فزاد: ان لا یکون معصیة لذاته،

وفی الشامیة: واما کون المنذور معصیة یمنع انعقاد النذر (الدر المختار مع الشامیہ: جلد۵، صفحہ۵۳۹، ط: رشیدیہ جدید)

وفی العالمگیریة: الاصل ان النذر لایصح الا بشروط......... والرابع ان لا یکون المنذور معصیة باعتبار نفسه (جلد۱، صفحہ۲۰۸)

وفیه ایضاً: ان نذر بما هو معصیة لا یصح، فان فعله یلزمه الکفارة (جلد۲، صفحہ۶۵)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام (الخ) (جلد۳،صفحہ۴۹۱)

اور گناہ کی نذر شرعاً منعقد نہیں ہوتی۔لما فی الدرالمختار: وفی البحر شرائطه (صحة النذر) خمس فزاد: ان لا یکون معصية لذاته، وفی الشامية: واما کون المنذور معصية يمنع انعقاد النذر (الدرالمختار مع الشامیہ،جلد۵،صفحہ۵۳۹)

ان کا پورا کرنا شرعاً جائز نہیں،لہٰذا کسی کے مجبور کرنے پر بھی ان افعال شنیعہ کا ارتکاب نہ کیا جائے۔لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق (رواہ "احمد" فی مسندات علی ابن ابی طالب، حدیث نمبر ۱۰۹۸،جلد۱،صفحہ۲۱۲،ط: بیروت) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس،ملتان

۱۴۲۸/۱/۸ھ

حضرت امام حسینؓ کے نام کی سبیل لگانا اور اس سے پانی وغیرہ پینا کیسا ہے؟

محرم کے عشرۂ اول میں پانی کی جو سبیلیں لگائی جاتی ہیں ان کا پانی پینا جائز ہے یا ناجائز؟ نیز بعض لوگ ان ایام میں اپنے گھر چولھا نہیں چڑھاتے، نہ کوئی چیز پکاتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا ناجائز،حضرت امام حسینؓ کے نام کی سبیلیں لگانا کیسا ہے؟

سائل ...... محمد امیر قریشی،بیرون دہلی گیٹ،ملتان

الجواب

شرعاً راستوں پر سبیلیں قائم کرنا جائز اور موجب ثواب ہے لیکن محرم کے عشرۂ اول میں سبیلوں کا بنانا اور اس کے بعد بند کرنا بدعت ہے جائز نہیں، نیز یہ سبیلیں جبکہ حضرت امام حسینؓ کے

نام نذر مان کر قائم کی جائیں۔ تو ان کا پانی بوجہ نذر لغیر اللہ ہونے کے جائز نہ ہوگا۔[1]

البتہ اگر پینے پلانے والوں کی یہ نیت نہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے نام پر ہو تو پھر اس پانی کا پینا جائز ہوگا۔[2] ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۲/۱/۲۰ھ

بسوں میں پانی پلانے کی نذر ماننے کا حکم:

زید نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے مجھے پوتا دیا تو میں تین ماہ بسوں میں لوگوں کو پانی پلاؤں گا۔ زید نے سولہ دن پانی پلایا پھر مر گیا جب زید فوت ہوا اس وقت پوتے کی عمر چار سال تھی اب اس کی منت کے بارے میں کیا کیا جائے؟

سائل ...... محمد عمر

الجواب

مذکورہ نذر شرعاً لازم نہیں ہے۔ لما فی الشامیة: **ومن شروطه ان یکون قربة مقصودة فلایصح النذر بعیادة المریض وتشییع الجنازة .... وان کانت قربا**

التخریج(۱)......لما فی الدر المختار: واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام (جلد۳، صفحہ۴۹۱)

وفی الشامیة: قوله" باطل وحرام" لوجوه: منها: انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز، لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق، ومنها: ان المنذور له میت والمیت لایملک (الخ) (جلد۳، صفحہ۴۹۱، ط: رشیدیہ جدید)

(۲): لما فی الشامیة: واخذه ایضا مکروه مالم یقصد الناذر التقرب الی الله تعالی وصرفه الی الفقراء، ویقطع النظر عن نذر الشیخ (جلد۳، صفحہ۴۹۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الا انها غیر مقصودة اھ (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۳۷) وفیه ایضاً : المنذور اذا کان له اصل فی الفروض لزم الناذر کالصوم والصلوة والصدقة والاعتکاف، ومالا اصل له فی الفروض فلا یلزم الناذر کعیادة المریض.......... ودخول المسجد...... وهذا هو الاصل الکلی (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۳۹) ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۲/۱۰/۸ھ

قرآن کریم لکھنے کی منت مانی تو شرعاً یہ نذر بنے گی یا نہیں؟

میرا ایک چچازاد بھائی پروفیسر ہے آج سے کافی عرصہ پہلے اس نے ایک نذر مانی تھی کہ ''اگر میری فلاں جگہ پر شادی ہو جائے تو میں اپنے ہاتھ سے قرآن پاک کا نسخہ لکھوں گا'' ملازمت اور گھریلو مصروفیت کی وجہ سے اسے فرصت نہیں مل سکی آئے دن وہ کسی نہ کسی مشکل میں پھنسا رہتا ہے ہم نے سوچا کہ یہ باتیں اس کی منت پوری نہ کرنے کی وجہ سے ہو سکتی ہیں کوئی آسان طریقہ بتائیں کہ جس کے اپنانے سے اس کے ذمہ سے منت والا بوجھ اتر جائے۔

سائل ...... محمد انور، خوشاب

الجواب

شرعاً اس طرح کہنے سے نذر نہیں بنتی۔ لہٰذا اس کا پورا کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔[1] البتہ

التخریج: (۱) ......لما فی الشامیة: المنذور اذا کان له اصل فی الفروض لزم الناذر کالصوم والصلوة والصدقة والاعتکاف، ومالا اصل له فی الفروض فلا یلزم الناذر کعیادة المریض ودخول المسجد...... وهذا هو الاصل الکلی (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۳۹) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

گھریلو پریشانیوں کے لئے حسب استطاعت خیرات وصدقات کرے۔ان شاء اللہ تمام حالات درست ہوجائیں گے۔......................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
١٤٢١/٥/٦ھ

جلسہ کرانے کی نذر مانی تو اس کو پورا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

ایک آدمی نے یہ منت مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا دے گا تو میں جلسہ کراؤں گا اور فلاں خطیب کو دعوت دوں گا اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا دیا۔اب وہ کسی عذر کی وجہ سے جلسہ نہیں کرا سکتا۔آیا اس کیلئے وہ پیسے مسجد یا مدرسہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... عزیز اللہ، میانوالی

الجواب

جلسہ کرانا چونکہ عبادت مقصودہ نہیں ہے اس لئے یہ نذر (منت) منعقد ہی نہیں ہوئی، البتہ ویسے کسی نیک کام میں پیسے خرچ کردے تو صدقہ کا ثواب مل جائے گا۔ومن نذر نذرا مطلقاً او معلقاً بشرط وکان من جنسه واجب......وهو عبادة مقصودة ......ووجد الشرط ...... لزم الناذر (درمختار، صفحہ ٥٣٧، جلد ٥)

وفي الشامية ناقلاً عن البدائع: ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة فلا يصح النذر لعيادة المريض وتشييع الجنازة والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس المصحف...... وغير ذالک (شامیہ، جلد ٥، صفحہ ٥٣٧)۔فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
١٤٢٦/١/٢ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

ختم قرآن کی رات چاول تقسیم کرنے کی نذر مانی تو کیا کسی دوسرے موقع پر تقسیم کرسکتا ہے؟

ایک آدمی کی اولاد نہیں ہے اس نے یہ منت مانی کہ اگر میرے گھر کوئی بچہ ہوگا تو میں رمضان میں ختم کی رات کو چاول تقسیم کروں گا۔ آیا یہ منت پوری کرنا ضروری ہے؟ اور ایسا بھی کر سکتا ہے کہ مسجد میں تقسیم نہ کرے کسی غریب کو دیدے چاہے نقد دیدے یا پکا کر غریبوں میں تقسیم کر دے اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ رمضان کے علاوہ کسی دوسرے دن تقسیم کرے یا رمضان کی قید ضروری ہے؟.................سائل ...... محمد اسحاق، مسجد سراجاں حسین آگاہی، ملتان

الجواب

یہ منت پوری کرنا ضروری ہے جبکہ بچہ پیدا ہوگیا ہو چاول، مسجد میں، شب ختم، رمضان میں، ان میں سے کوئی قید ضروری نہیں۔[1] البتہ چاول یا ان کی قیمت صرف غرباء کا حق ہے اغنیاء کو نہ دے کذا فی الشامیة۔[2]............................ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۸/۹/۵ھ

التخریج: (۱)......والمراد انه یلزمه الوفاء باصل القربة التی التزمها لابکل وصف التزمه، لانه لو عین درهما او فقیرا او مکانا للتصدق اوللصلوٰة فالتعین لیس بلازم (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۳۸)

وفیه الدرالمختار: والنذر من اعتکافٍ او حجٍ او صلوٰةٍ او صیامٍ او غیرها غیر المعلق ولو معینا لایختص بزمانٍ ومکانٍ ودرهمٍ وفقیرٍ (الدرالمختار، جلد۳، صفحہ۳۸۶)

وفی التتارخانیة: رجل قال ان نجوت من هذا الغم الذی انا فیه فعلیّ ان اتصدق بعشرة دراهم، فاشتری بعشرة دراهم خبزا فتصدق بعین الخبز او بثمن الخبز یجزئه وفی نسخة: وان قال علیّ ان اتصدق بعشرة دراهم خبزا فتصدق بغیر الخبز مکان الخبز یجزئه (تاتارخانیہ، جلد۵، صفحہ۳۲)

(۲)......لمافی الشامیة: ولایجوز ان یصرف ذالک لغنی ولا لشریف منصب او ذی نسبٍ او علم مالم یکن فقیرا ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء (شامیہ، جلد۳، صفحہ۴۹۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اولاد کو قرآن کریم کیلئے وقف کرنے کی نذر ماننے کا حکم:

راقم الحروف نے اپنی اولاد کو بذریعہ نذرِ معین وقف لخدمت القرآن وحفظ قرآن کیا ہوا ہے اور عبدالاحد (سولہ سال کا ہے) نو پارے حفظ کر کے بھلا بیٹھا ہے قرآن مجید کے حفظ سے گریز کرتا ہے اس کی عمر کے لحاظ سے اس کو کہاں تک پابند کر سکتا ہوں اور میری نذر معین کا کیا ہوگا؟

سائل ...... عبدالواحد، بیرون دہلی گیٹ، ملتان

الجواب

نذرِ معین جو سوال میں مذکور ہے، شرعی نذر نہیں ہے، حضرتِ اقدس تھانویؒ حواشی بیان القرآن میں عمران کی بیوی کے قصہ میں تحریر فرماتے ہیں ''(ف) اس زمانے میں ایسی نذر ماننا مشروع تھا بخلاف ما فی شرعنا لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام''لا نذر ولا یمین فی ما لا یملک ابن آدم''(ابوداؤد، جلد۲، صفحہ۱۱۷) ولیس فی اختیار الناذر ان یفعل غیرہ فعلاً فلا ینعقد النذر، فافهم''(حواشی بیان القرآن، جلد۲، صفحہ۱۳، ط:ایچ،ایم،سعید کمپنی)

اپنے طور پر امکانی حد تک اللہ سے کئے گئے اس وعدے کو پورا کرنے کی کوشش کریں زیادہ تشویش کو راہ نہ دیں واضح رہے کہ احکام القرآن للجصاصؒ میں قصہ مذکور کے تحت اپنی اولاد کے بارے میں ایسی نذر کو صحیح لکھا ہے اس کا محمل یہ معلوم ہوتا ہے کہ سن بلوغ ورشد تک پہنچنے سے پہلے پہلے ناذر مذکور کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بیٹے کو تعلیم قرآن وحفظ قرآن میں لگائے رکھے بچہ جب سن بلوغ کو پہنچ جائے تو اس پر وہ نذر لازم نہیں ہوگی والد اخلاقی طور پر اپنے اثر سے اگر بیٹے کو وفاءِ نذر پر آمادہ کرے تو الگ بات ہے اس تقیید کی چند وجوہ ہیں!

(۱)......قواعد شرعیہ سے ظاہر ہے کہ بالغ ہونے کے بعد ہر انسان ہر کاروبار حدود کے اندر رہتے ہوئے کر سکتا ہے اور عام حالات میں اس پر حجر کا حق نہیں اور بچے کے بارے میں نذر کو مطلقاً صحیح کہنا حجر کے مترادف ہے۔

(۲)......اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ خود احکام القرآن میں'' ابنه الصغیر '' کے

الفاظ موجود ہیں۔

(۳)...... بنی اسرائیل میں نذر مذکور کا جو رواج تھا مفسرین نے اس کا معنی بھی یہی لکھا ہے کہ ''بچے کو بالغ ہو جانے کے بعد اختیار دے دیا جاتا تھا چاہے تو بیت المقدس کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے اور چاہے تو آزاد ہو جائے'' والدین کی پہلی نذر لازم نہیں ہوتی تھی۔ کمافی الکشاف۔[1]

(۴)...... ایجاب اپنے نفس پر ہوتا ہے نہ کہ غیر پر نابالغ اولاد والدین کے تابع اور ان کے بمنزلہ جزء کے سمجھی جاتی ہے نہ کہ بلوغ کے بعد، پس نذر کا تعلق بھی اولاد سے بلوغ سے پہلے پہلے ہوگا۔

(۵)...... حدیث مذکور جو جواب میں سابقاً مذکور ہے............... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۲/۵/۳۲ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بیٹے کو مجاہد بنانے کی نذر ماننا شرعاً نذر ہے یا نہیں؟

ہمارے شہر میں (حرکۃ الانصار) جہادی تنظیم کا جلسہ تھا تو میں نے منت مانی تھی کہ میں اپنے بیٹے کو مجاہد بناؤں گا اور کوئی کام نہیں کراؤں گا۔ اب اس نے تعلیم کچھ مکمل کر لی ہے اور کچھ باقی ہے اب میں منت کس طرح پوری کروں کوئی کہتا ہے کہ فوج میں بھرتی کراؤ اور کوئی کہتا ہے کہ عالم بناؤ تو منت پوری ہوگی۔ تو آپ بتائیں کہ شرعاً کیا کرنا چاہیے؟

سائل ...... حکیم حافظ محمد ہاشم، ڈیرہ غازیخان

التخریج: (۱)...... "رب انی نذرت مافی بطنی محررا" ای معتقا لخدمة بیت المقدس لایدلی علیه ولا استخدمهٔ ولااشغلهٔ بشئ، وکان هذا النوع من النذر مشروعا عندهم، وروی انهم کانوا ینذرون هذا النذر واذا بلغ الغلام خیّر بین ان یفعل وبین ان لایفعل (الکشاف للزمخشریؒ، جلد ا، صفحہ ۳۵۵)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

صورت مسئولہ میں مذکورہ منت شرعاً سرے سے درست ہی نہیں ہوئی کیونکہ مذکورہ نذر کا تعلق ناذر سے نہیں بلکہ غیر سے ہے اور غیر کے فعل کی شرعاً نذر نہیں ہوتی۔

چنانچہ بیان القرآن میں ہے: **ولیس فی اختیار الناذر ان یفعل غیرہ فعلاً فلا ینعقد النذر** (حاشیہ بیان القرآن، جلد۲، صفحہ۱۳) اور احادیث مبارکہ میں ہے: **لیس علیٰ ابن آدم نذر فیما لایملک** (مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ۲۹۶) **لاوفاء لنذر فی معصیۃ ولافیما لایملک العبد** (مشکوٰۃ شریف، جلد۲، صفحہ۲۹۷)

البتہ اگر ناذر اپنے اوپر کسی کام کے بجالانے کی ذمہ داری لیتا اور وہ کام عبادت مقصودہ میں سے بھی ہوتا تو اس صورت میں نذر بن جاتی اور اس کا ایفاء لازم ہوتا جبکہ مذکورہ مسئلہ میں یہ شخص اپنے بیٹے کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اسے مجاہد بناؤں گا خود اپنے اوپر جہاد کو لازم نہیں کر رہا۔ لہٰذا یہ نذر منعقد نہیں ہوئی۔.................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۹/۶/۲۶ھ

بچے کو حافظ قرآن بنانے کی منت ماننے کا حکم:

نذر معلق بالشرط میں وجود شرط سے پہلے نذر کی ادائیگی معتبر نہیں:

نذر کی ادائیگی ناذر پر ہی لازم ہے غیر ناذر کے ادا کرنے سے ادائیگی نہ ہوگی:

(۱)...... ایک عورت نے نذر مانی کہ ''اگر اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اسے حافظ قرآن بنائے گی'' چنانچہ بچی پیدا ہوئی جو کہ اب اٹھارہ سال کی ہوگئی ہے لیکن وہ عورت منت پوری نہ کر سکی اس کا کیا

کفارہ ہے؟

(۲)......ایک عورت نے نذر مانی کہ ہمارا بیمار صحیح ہو جائے تو میں سات روزے رکھوں گی فوراً سات روزے رکھ لئے جب بیمار صحیح ہوگیا تو پھر وہ خود روزے نہیں رکھ سکی بلکہ سارے گھر والوں نے سات روزے رکھ لئے تو منت پوری ہوگئی یا نہیں یا وہ خود روزے رکھے؟

سائل ...... محمد عاصم تونسوی

الجواب

(۱)......صورت مسئولہ میں خط کشیدہ الفاظ کہنے سے شرعاً نذر (منت) نہیں بنی کیونکہ نذر بننے کی کچھ شرائط ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کی جنس سے واجب موجود ہو۔

لما فی العالمگیریة: الاصل ان النذر لایصح الا بشروط احدها ان یکون الواجب من جنسه شرعاً (الخ) (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۸)

حفظ قرآن شرعاً واجب نہیں صرف مستحب ہے اس لئے کفارہ وغیرہ شرعاً واجب نہیں تاہم اپنے طور پر ممکن حد تک اللہ تعالیٰ سے کئے گئے وعدے کو پورا کرنے کی کوشش کریں، زیادہ تشویش کی ضرورت نہیں۔

(۲)......جب تک شرط نہ پائی جائے اس وقت تک نذر واجب نہیں ہوتی اگر وجود شرط سے پہلے ادائیگی کردی تو وہ معتبر نہیں لہٰذا وجود شرط کے بعد دوبارہ روزے رکھنے لازم ہیں۔

لما فی العالمگیریة: اذا علق النذر بالصوم بشرط واداه قبل وجوده لایجوز اجماعاً (جلد ۱، صفحہ ۲۱۰) **وفی الدرالمختار: بخلاف النذر المعلق فانه لایجوز تعجیله قبل وجود الشرط** (جلد ۳، صفحہ ۴۸۸) **وکذا فی الشامیة:** (جلد ۵، صفحہ ۵۴۶)

نیز ''ناذر'' کا روزے رکھنا شرعاً ضروری ہے، دوسرے گھر والوں کے روزہ رکھ لینے سے نذر مکمل نہ ہوگی۔ **لما فی الدرالمختار: ومن نذر..........ووجد الشرط لزم**

الناذر (الخ) (جلد ۵، صفحہ ۵۳۷) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۳/۱۶ھ

اگر صدقہ کی منت کو کسی گناہ کے کام کے ساتھ معلق کیا تو کیا یہ نذر بن جائے گی؟

بندہ نے ایک کام کیلئے منت مانی تھی کہ: "اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں پچاس روپے فلاں مستحق کو دونگا" حالانکہ وہ فعل برا تھا، بعد میں کسی نے بتایا کہ برائی کیلئے منت ماننا برا ہے اور اس کو پورا کرنا گناہ ہے۔ تو میں پریشان ہو گیا۔ اب میرا کام ہو گیا ہے اور وہ بد فعلی ہے تو اب میں منت مانی ہوئی رقم مسجد کو یا کسی مدرسہ کو دوں یا کیا کروں؟

سائل ...... عمران انجم، ساہیوال

الجواب

صورت مسئولہ میں اگرچہ برائی کے کام پر نذر مانی گئی ہے لیکن جس چیز کی نذر مانی گئی ہے (کہ پچاس روپے فلاں مستحق کو دونگا) وہ ایسی عبادت ہے جس کے ساتھ نذر منعقد ہو جاتی ہے۔

لما في الشامية: المنذور اذا كان له اصل في الفروض لزم الناذر كالصوم والصلوٰة والصدقة والاعتكاف. (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۳۹)

لہٰذا صورت مسئولہ میں نذر منعقد ہو گئی ہے اور وجود شرط کے بعد نذر کا ایفاء لازم ہے۔

چنانچہ شامی میں ہے: لو كان فاسقا يريد شرطا هو معصية، فعلق عليه، كما في قول الشاعر:

ع　عليَّ اذا ما زرت ليلىٰ بخفية　　زيارة بيت الله رجلان حافيا

فهل يقال: اذا باشر الشرط يجب عليه المعلق ام لا؟ ويظهر لى الوجوب، لان

المنذور طاعة، وقد علق وجوبها علی شرط، فاذا حصل الشرط لزمته، وان کان الشرط معصية يحرم فعلها.........ولذا صح النذر فی قوله: ان زنيت بفلانة (الخ) (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۴۲، ط: رشیدیہ جدید) ...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۶/۷ھ

مقررہ تاریخ سے پہلے نذر کی ادائیگی کا حکم:

ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ میں ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو اتنی رقم فقراء کو دونگا۔ اگر اس مقررہ تاریخ سے پہلے مثلاً تین کو یا چار کو کسی فقیر کے مل جانے کی وجہ سے اسی نذر کی ادائیگی کی نیت سے رقم دیدے تو نذر ادا ہو جائے گی یا نہیں یا مقررہ تاریخ کو دوبارہ دینا لازم ہوگی؟

سائل ...... محمد ناصر، ساہیوال

الجواب

مقررہ تاریخ سے پہلے صدقہ کرنے سے نذر پوری ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

لما فی الشامية: فلو نذر التصدق يوم الجمعة بمكة بهذاالدرهم علی فلان فخالف جاز، وكذا لو عجل قبله، فلو عين شهراً للاعتكاف او للصوم فعجل قبله صح، (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۴۵) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۵/۱۰ھ

نذر معلق بالشرط بدوں تحقق شرط شرعاً لازم نہیں:

ایک آدمی نے منت مانی ''یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں ۵۰ نفل پڑھوں گا'' اگر اس کا یہ کام ہو جاتا ہے تو وہ پچاس نفل ادا کرے گا مسئلہ یہ ہے اگر اس کا کام کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں ہوتا تو اس کیلئے اسے کیا کرنا چاہیے کیا وہ نفل ادا کرے یا نہیں؟

سائل ...... عمیر ولد محمد رفیق، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں منت والے نفل ادا کرنا شرعاً واجب نہیں بلکہ اگر اس کا کام ہونے سے پہلے نفل پڑھ لئے اور وہ کام بعد میں ہو بھی گیا تو اس صورت میں وہ سابقہ نفل کافی نہیں، کام ہونے کے بعد دوبارہ ادا کرنے ہوں گے۔ لما فی الهندية: اذاعلق النذر بالصوم بشرط واداه قبل وجوده لايجوز اجماعاً (ہندیہ، جلد۱، صفحہ۲۱۰)

ولما فی الدرالمختار: بخلاف النذر المعلق، فانه لايجوز تعجيله قبل وجود الشرط (جلد۳، صفحہ۴۸۸) وكذا فی الشامية: (جلد۵، صفحہ۵۴۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۸/۳۰ھ

نذر معلق بالشرط میں وجود شرط سے پہلے نذر ادا کرنے سے ذمہ فارغ نہ ہوگا:

زید نے نذر مانی کہ مقدمہ سے بری ہونے پر بکرا صدقہ کروں گا فتصدق قبل البراۃ هل يجزئه من الواجب؟ یعنی پھر مقدمہ میں براۃ سے پہلے بکرا صدقہ کر دیا۔ تو کفایت کر جائے گا؟

سائل ...... منظور احمد مدرس دارالعلوم مدنیہ، وہاڑی

الجواب

لایجزیه من الواجب وعلیه ان یوفی النذر وتصدق ثانیاً۔

لما فی الشامیة: بخلاف النذر المعلق فانه لایجوز تعجیله قبل وجود الشرط (جلد۵، صفحہ۵۴۶، ط: رشیدیہ جدید) .... فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۹۸/۱۰/۲۴ھ

معین جانور کے صدقہ کو شرط کے ساتھ معلق کیا اور وجود شرط سے پہلے جانور کا گوشت خراب ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

زید کا لڑکا اور بھائی جنگی قیدیوں میں سے ہیں، زید نے نذر مانی کہ جب وہ آئیں گے میں فلاں بچھڑا اللہ کے نام پر ذبح کروں گا۔ وہ اب تک نہ آئے اور نہ معلوم ہے کہ کب آئیں گے "بچھڑا" جوان ہے اور دوسرے جانوروں کو کاٹتا ہے اور اس کا گوشت خراب ہونے کا بھی خطرہ ہے۔ لہٰذا اب کیا کرنا چاہیے کیا ذبح کرنے سے نذر پوری ہو جائے گی یا نہیں یا اس کی قیمت کو رکھ لیا جائے بوقت آمد جانور خرید لیا جائے یا وہ پیسہ خیرات کر دیا جائے؟

سائل ...... نذیر احمد، شجاع آباد، ملتان

الجواب

بخلاف النذر المعلق فانه لایجوز تعجیله قبل وجود الشرط (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۴۶)

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ قیدی چھوٹنے اور ان کے آنے سے قبل ذبح کرنا کافی نہیں ہے نیز ذبح کا ثواب ہو جانا مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے گویا کہ یہ امر تعبدی ہے اور نذر مذکور کی صحت کا

مدار بظاہر تصدق ہونے پر ہے اس لئے اگر اس کٹے کو فروخت کر دیا جائے اور قیدیوں کے آنے پر یہ قیمت غرباء میں تقسیم کر دی جائے یا اس قیمت کا جانور لے کر گوشت تقسیم کر دیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔..............فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۲/۱۰/۲۰ھ

معین بکرے کی نذر مانی تھی تو کیا اس کو بیچا جا سکتا ہے؟

ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میں فلاں مقدمہ میں بری ہو گیا تو اپنا فلاں بکرا صدقہ کروں گا، لیکن مقدمہ سے برأت نامعلوم کب ہوتی ہے جبکہ بکرا کافی بڑا ہو گیا ہے، اس لئے خیال ہے کہ اس کو بیچ دیا جائے جب مقدمہ سے برأت ہو جائے گی تو اور بکرا خرید کر صدقہ کر دیں گے۔ کیا شرعاً اس طرح کرنے کی گنجائش ہے؟ سائل ...... محمد خالد، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر فروخت کرنے سے پہلے مقدمہ سے بری ہو گیا تو یہ بکرا چاہے زندہ صدقہ کر دے یا ذبح کر کے گوشت صدقہ کر دے یا اس کی قیمت صدقہ کر دے اور فروخت کرنے کے بعد بھی یہی اختیارات حاصل ہوں گے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

> ''اسی جانور کو خواہ ذبح کر کے صدقہ کر دے یا بکرے کی قیمت کا تصدق کر دے اور بیچ ڈالنے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں کہ خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح و تصدق کر دے یا وہ قیمت تصدق کر دے۔'' (امداد الفتاویٰ، جلد ۲، صفحہ ۵۵۸)..............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۴/۱۰ھ

اگر کسی معین دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو کیا اسی دن کا روزہ رکھنا لازم ہے؟

ایک شخص نے یوں نذر مانی کہ اگر میرے بیٹے کا رشتہ فلاں جگہ پر ہو جائے تو میں ہر جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا اب اس کی یہ خواہش پوری ہوگئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب مذکورہ شخص پر خاص جمعہ کے دن کا روزہ لازم ہے یا کسی اور دن بھی رکھ سکتا ہے اگر کسی جمعہ کو کسی عذر وغیرہ کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو اس کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... اسد اللہ، شجاع آباد، ملتان

الجواب

اگر نذر میں جمعہ کے دن کی تخصیص کی ہے اور یوم مخصوص ہی مراد تھا تو ایسی صورت میں جمعہ کا روزہ رکھنا شرعاً ضروری ہے اگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے نہ رکھ سکے تو دوسرے دنوں میں قضاء کرے۔

لما فی العالمگیریہ: اذا نذر بصوم کل خمیس یأتی علیہ فافطر خمیساً واحداً فعلیہ قضائہ (ہندیہ، جلد ا، صفحہ ٢٠٩)............................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

١٠/٥/١٤٢٨ھ

روزے رکھنے کی نذر مانی تو کیا روزں کی بجائے فدیہ دے سکتا ہے؟

ایک حافظ قرآن جس کی منزل بزعم خود اتنی کمزور تھی کہ رمضان شریف میں تراویح میں قرآن سنانے کے قابل نہیں تھا، جب رمضان شریف آیا تو اس نے نذر مانی کہ "اگر میں نے مصلیٰ سنا دیا تو دو ماہ روزے رکھوں گا" پھر اسی سال الحمد للہ پورا قرآن تراویح میں سنا دیا پھر اگلے سال اسی طرح ایک ماہ روزے رکھنے کی نذر مانی۔ اب حافظ صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح تین ماہ

روزے رکھنا بوجہ مشقت مشکل ہے۔تو کیا کفارہ کی ادائیگی کی کوئی آسان صورت ہو سکتی ہے؟

سائل ...... حافظ عبدالولی خان

الجواب

صورت مسئولہ میں حافظ صاحب پر نذر کو پورا کرنا ضروری ہے اس پر لازم ہے کہ تین ماہ کے روزے رکھے خواہ وقفہ سے تھوڑے تھوڑے کر کے رکھے۔

لمافی الدر المختار: نذر صوم رجب فدخل وهو مريض افطر وقضىٰ كرمضان

وفي الشامية: قوله "كرمضان" اى بوصل اوفصل (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد۳، صفحہ ۴۸۹)

البتہ اگر بالکل بوڑھا ہے یا سخت بیمار ہے اور صحت کی امید بھی نہیں ہے تو پھر فدیہ دے سکتا ہے۔

لمافی الدر المختار: نذر صوم رجب......اوصوم الابد فضعف لاشتغاله بالمعيشة افطر و كفر كمامر (الدرالمختار، جلد۳، صفحہ ۴۸۹)[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۲/۶/۳۱ھ

زندگی بھر روزے رکھنے کی نذر مانی تو اسے کیسے پورا کیا جائے؟

ایک شخص (ناصر) نے دوران گفتگو کسی سے کہہ دیا کہ اگر یہ کام اس طرح ہو گیا تو میں ساری زندگی روزے رکھوں گا اور اس کو یہ یقین تھا کہ یہ کام اس طرح نہیں ہو گا لیکن اللہ کی شان وہ

التخريج: (۱)......وفي الشامية: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض، وكذا ما في البحر: لو نذر صوم الأبد فضعف عن الصوم لاشتغاله بالمعيشة له ان يطعم ويفطر لانه استيقن انه لايقدر على القضاء (شامیہ، جلد۳، صفحہ ۴۷۱) (بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کام ہو گیا۔ اب مذکورہ شخص پریشان ہے کہ ساری زندگی روزے رکھنا بہت مشکل ہے ایک مہینے کے روزے بڑی مشکل سے رکھے جاتے ہیں اور زندگی بھر کے روزے کس طرح رکھے جائیں گے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً یہ روزے رکھنا زندگی بھر لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہے تو پھر اس سے بچنے کی صورت کفارہ یا فدیہ وغیرہ کے ذریعے ہو سکتی ہے؟ ناصر ذہنی طور پر یہ چاہتا تھا کہ کام ہو جائے۔

سائل ...... احمد حسن، میاں چنوں

الجواب

اگر ناصر بوڑھا ہے یا اس کا کاروبار ایسا مشقت والا ہے کہ جس کے ساتھ روزہ رکھنا مشکل ہے تو ایسی صورت میں ہر روزے کا فدیہ دو سیر گندم یا اس کی قیمت کسی فقیر کو دیتا رہے۔

ولو اخر القضاء حتى صار شيخاً فانياً وكان النذر بصيام الأبد فعجز لذالك او باشتغاله بالمعيشة لكون صناعته شاقة فله ان يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً على ما تقدم (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۹)

وفي الشامية: في البحر: لو نذر صوم الأبد فضعف عن الصوم لاشتغاله بالمعيشة له ان يطعم ويفطر لانه استيقن انه لايقدر على القضاء (شامیہ، کتاب الصوم، جلد ۳، صفحہ ۴۷۲)

بصورت دیگر کہ نہ بوڑھا ہے اور نہ ہی کاروباری سلسلہ مشقت والا ہے تو ایسی صورت میں فدیہ کافی نہ ہو گا روزے رکھنا ضروری ہے۔ **قد روى عن محمد رحمه الله تعالىٰ قال: ان علق النذر بشرط يريد كونه كقوله: "ان شفى الله مريضى او رد غائبى" لايخرج عنه بالكفارة...... ويلزمه عين ماسمىٰ** (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۶۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۴/۲ھ

نذر کا مصرف صرف فقراء ہیں:

نذر کو یک بارگی پورا کرنا ضروری نہیں:

(۱)......زید نے بوقت بیماری یہ نیت کی یا منت مانی ''کہ اگر مجھے اس مرض سے شفاء ہو جائے تو میں ایک دیگ چاولوں کی جس کی مقدار دس سیر چاول ہو پکوا کر غریبوں میں تقسیم کراؤں گا'' بعد از صحت اگر تقسیم کرائے تو اس کو کون کون کھا سکتا ہے غریب امیر کا پتہ لگانا مشکل ہے

(۲)......اگر دس سیر مقدار کی بجائے ایک دیگ کی مقدار تھوڑے تھوڑے کر کے گھر میں پکوا کر غریبوں کو کھلا دے تو منت پوری ہو جائے گی یا نہیں؟

سائل ...... مولوی شفیق احمد، بہاولپور

الجواب

بحرالرائق میں ہے: **اذ مصرف النذر الفقراء .... ولایجوز ان یصرف ذالک لغنی غیر محتاج ولا لشریف منصب لانه لایحل له الاخذ مالم یکن محتاجاً فقیراً، ولالذی النسب مالم یکن فقیراً لاجل نسبه ولا لذی علم لاجل علمه مالم یکن فقیراً ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء (جلد۲، صفحہ۵۲۱)**

روایات بالا سے معلوم ہوا کہ اغنیاء کو نہ کھلا وے، غرباء کو تلاش کرنا مشکل بات نہیں۔

(۲)......اگر تھوڑے تھوڑے پکوا کر غرباء کو کھلا دے تو بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۶/۱/۲۷ھ

نذر کا کھانا جس قدر فقیر نے کھایا وہی صدقہ شمار ہوگا:

آج کل جو رواج ہے کہ نیاز پکانے والے اغنیاء کو بھی مدعو کر لیتے ہیں تو اس کے متعلق

کیا تحقیق ہے؟

سائل ...... محمد اقبال لائلپوری متعلم جامعہ ہذا

الجواب

مذکورہ بالا کھانا اور طعام کا اتنا حصہ جو فقراء پر خرچ ہوا صدقہ ہوگا اور ثواب کا موجب ہوگا جو اغنیاء اور رشتہ داروں کے حصہ میں آیا وہ صدقہ شمار نہ ہوگا۔ بلکہ ہدیہ ہوگا یا صلہ رحمی میں تصور کیا جائے گا اگر خیرات کرنے والے کی نیت بخیر ہو تو اس امر ثانی پر ثواب ہدیہ اور صلہ رحمی کا ہوگا۔ لقولہ علیہ السلام: تہادوا تحابوا (الخ) (مشکوۃ، جلد ا، صفحہ ۴۰۳)

لیکن اس قسم کی خیراتیں اگر نام نمود یا رسوم برادری کے طریق پر ہوں جیسا کہ عام طور پر اموات کی خاطر کی جاتی ہیں تو ممنوع ہیں اور بدعات قبیحہ میں داخل ہیں جن سے احتراز لازم ہے اور اگر لوجہ اللہ اخلاص اور رضاء الٰہی کے لئے ہوں اور ان میں منکرات سے بچا جائے تو جائز ہے اور موجب ثواب و برکت ہے .... فقط واللہ اعلم

الجواب صواب	الجواب صحیح	بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ	خیر محمد عفا اللہ عنہ	صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
مدرس مدرسہ خیر المدارس، ملتان	مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۶۷/۱۰/۲۷ھ

وکیل اگر مستحق ہو تو نذر کی رقم خود بھی استعمال کر سکتا ہے؟

میں ایک بالغ طالب علم ہوں میری بڑی ہمشیرہ جس نے اللہ کے نام پر کوئی نذر مانی تھی وہ پوری ہوئی اور میری وہ ہمشیرہ اپنے بال بچوں سمیت علیحدہ ہے یعنی ان کے اور ہمارے اخراجات علیحدہ علیحدہ ہیں اس نے کچھ رقم منت کی میری طرف بھیجی اور یہ کہا کہ یہ رقم ہے آپ کو آزادی ہے جن لوگوں پر خرچ ہو سکتی ہے انہیں جلد از جلد دے دیں تا کہ واجب ادا ہو جائے۔ اب میں جو کہ اس

کا بھائی ہوں اس رقم سے اپنے لئے کتابیں خریدنا چاہتا ہوں یہ میرے لئے جائز ہے یا ناجائز؟

سائل ...... عبداللہ، مظفرگڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر سائل صاحب نصاب نہیں تو مذکورہ رقم کو اپنے ذاتی استعمال میں لانے کی گنجائش ہے۔ لما فی الدر المختار: **للوکیل ان یدفع لولده الفقیر وزوجته لالنفسه الا اذا قال ربها ضعها حیث شئت** (الدرالمختار، جلد۳، صفحہ۲۲۴) ......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۷/۴/۳ھ

منذور اشیاء کی جگہ ان کی قیمت دینا کیسا ہے؟

شیٔ منذور فقیر کو دینے کے بعد دوبارہ خریدنا مکروہ ہے

ایک شخص نے ایک معیّن چیز کی اللہ کے نام پر نذر مانی پھر اس کا وہ کام ہوگیا۔ اب وہ اس چیز کی جگہ پر اس کی قیمت دے سکتا ہے اور وہ چیز اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟ وہ چیز مثلاً کوئی جانور ہے یا اس کے مصرف کو دے کر پھر اس سے لے سکتا ہے؟

سائل......عبدالکریم، بلوچستان

الجواب

صورت مسئولہ میں مذکورہ معیّن چیز کی قیمت دینا درست ہے۔

لما فی الشامیة: نذر ان یتصدق بعشرة دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرة کتصدقه بثمنه (جلد۵، صفحہ۵۴۶، ط: رشیدیہ جدید)

شیٔ منذور کسی فقیر وغیرہ کو دے کر دوبارہ قیمت وغیرہ کے ذریعے واپس لینا مکروہ تنزیہی ہے، چنانچہ حاشیۂ مشکوٰۃ میں ہے: **قوله: "فی صدقته" قال ابن الملک: ذھب بعض العلماء**

الي ان شراء المتصدق صدقته حرام لظاهر الحديث والاكثرون على كراهة تنزيهيّة لكون القبح فيه لغيره وهو ان المتصدق عليه ربما يسامح المتصدق في الثمن بسبب تقدم احسانه، فيكون كالعائد في صدقته في ذالک المقدار الذي سومح . مرقات (حاشیہ مشکوۃ شریف، جلد ۱، صفحہ ۱۷۳)................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱/۲۲ھ

دیگ پکانے کی نذر اتنی مقدار نقد روپیہ خرچ کرنے سے ادا ہو جائیگی:

ایک شخص نے اللہ کے نام کی منت مانی کہ "تیں دیگیں پکوا کر غرباء و مساکین میں تقسیم کروں گا"۔ اب ان کا خیال ہوا کہ بجائے دیگوں کے رقم نقدی غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی جائے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ سائل ...... میاں انعام اللہ

الجواب

دیگوں کے عوض اگر ان کی رقم نقدی غرباء و مساکین کو دے دی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ بہر حال دونوں طریق پر ادائیگی نذر کر سکتے ہیں۔ درمختار میں ہے: نذر ان يتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره جاز ان ساوىٰ العشرة كتصدقه بثمنه (درمختار جلد ۵، صفحہ ۵۴۶)

یعنی کسی نے دس روپے خیرات کرنے کی نذر مانی اور دوسری چیز خیرات کی تو جائز ہے اگر دس روپے کے مساوی ہو جیسے اس کی قیمت خیرات کر دینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۴/۲/۱۷ھ

ایک معین رقم سے کئی فقیروں کو کھانا کھلانے کی نذر مانی پھر وہ رقم ایک ہی فقیر کو دیدی تو اس کا کیا حکم ہے؟

زید نے منت مانی کہ غریبوں کو دس روپے کا کھانا کھلائے گا زید نے کئی فقیروں کو کھانا کھلانے کی بجائے دس روپے اکیلے ناصر کو دے دیئے۔ کیا نذر کی ادائیگی صحیح ہوگئی۔؟

سائل ...... عبداللہ، لیاقت پور

الجواب

اذا زوجت بنتي فالف درهم من مالي صدقة لكل مسكين درهم فزوج ودفع الالف الى مسكين جملة جاز (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۴۶) وکذا فی العالمگیریة: (جلد۲، صفحہ۶۶)

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں ایک مسکین کو ساری قیمت دے دینا درست ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۷/۱۱/۱۳۸۷ھ

دس فقیروں میں سے ہر ایک کو "سو روپیہ" دینے کی نذر مانی پھر "ہزار" روپیہ ایک ہی فقیر کو دے دیا تو کیا حکم ہے؟

ایک آدمی (طارق) نے نذر مانی کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہوگیا تو ایک ہزار روپے دس فقیروں کو دونگا اور ہر فقیر کو ایک ایک سو روپے دونگا۔ بعد میں کامیاب ہونے کے بعد پورا ایک ہزار روپیہ ایک ہی فقیر کو دے دیا، تو آیا اس سے نذر کی ادائیگی ہوگئی؟

سائل ...... محمد خادم، ملتان

الجواب

رجل قال ان زوجت ابنتی فالف درهم من مالی صدقة لکل مسکین درهم فزوج ابنته ودفع الالف جملة الی مسکین واحد جاز (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۶۶)

وکذا فی الشامیة: نقلاً عن الخانیة. (جلد۵، صفحہ۵۴۶، رشیدیہ جدید)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں مسمّٰی طارق کی نذر پوری ہوگئی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۱۰/۱۴۲۶ھ

ایک معین مدرسہ کو رقم دینے کی نذر مانی تو کیا دوسرے مدرسہ کو دی جاسکتی ہے؟

ایک شخص نے ایک مدرسہ میں بیٹھ کر یہ کہا کہ ''اگر میں فلاں مقدمہ جیت گیا تو اس مدرسہ کو دس ہزار روپے دونگا'' یعنی مدرسہ متعین کردیا، اب مقدمہ جیت جانے کے بعد صورتحال یہ ہے کہ اس مذکورہ مدرسہ کے ذرائع آمدن بہت زیادہ ہیں جبکہ قریب ہی دوسرا مدرسہ ہے جس کے ذرائع آمدن نہ ہونے کے برابر ہیں اس لئے ان کو ضرورت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس نذر کو پورا کرنا لازم ہے؟ اور کیا نذرِ معلق کی اس رقم سے کچھ اس دوسرے مدرسہ کیلئے لگا سکتے ہیں جس کو ضرورت ہے؟

سائل ......حافظ عبدالرحمٰن، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں نذر منعقد ہوگئی ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے: ولذا صححوا النذر بالوقف، لان من جنسه واجباً وهو بناء مسجد للمسلمین (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۴۷)

لہٰذا وجودِ شرط کے بعد مذکورہ رقم کی ادائیگی شرعاً لازم ہے، البتہ خاص طور پر اسی مذکورہ معین مدرسہ کو دینا ضروری نہیں، خواہ جس مدرسہ کو دیدے نذر کی ادائیگی ہو جائے گی، کیونکہ نذر خواہ معلق ہو یا غیر معلق اس میں مکان اور مصرف متعین کرنے سے شرعاً متعین نہیں ہوتا۔

چنانچہ شامی میں ہے کہ: والنذر من اعتکاف او حج.........غیر المعلق ولو معیناً لایختص بزمان ومکان ودرهم وفقیر.........بخلاف النذر المعلق فانه لایجوز تعجیله قبل وجود الشرط.........ویظهر من هذا ان المعلق یتعین فیه الزمان بالنظر الی التعجیل.........وکذا یظهر منه انه لایتعین فیه المکان والدرهم والفقیر...... ولذا اقتصر الشارح فی بیان المخالفة علی التعجیل فقط.

(شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۴۵) (وکذا فی الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۸۸۔۴۸۶)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۶/۱۵ھ

خدام روضۂ اقدس کو رقم بھیجنے کی نذر مانی کیا یہ رقم ادارۂ دینیہ میں خرچ کی جا سکتی ہے؟

زید نے نذر مانی ہے کہ ایک سو روپے خدام روضۂ نبوی کیلئے کسی حاجی کے ساتھ بھیج دے گا، اب وہ پوچھنا چاہتا ہے کہ ادارۂ دینیہ میں یہ رقم صرف کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... حاجی اللہ دتہ، شورکوٹ

الجواب

فی العالمگیریة: رجل قال مالی صدقة علی فقراء مکة ان فعلت کذا فحنث وتصدق علی فقراء بلخ او بلدة اخریٰ جاز ویخرج عن النذر (جلد ۲، صفحہ ۶۵)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر اس رقم کو یہاں کسی دینی ادارہ کے مساکین پر خرچ کیا

گیا تو بھی نذر ادا ہو جائے گی .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۰/۱۲/۱۹ھ

مسجد میں دیگ تقسیم کرنے کی نذر مانی تو گھر پر بھی تقسیم کر سکتا ہے:

ایک شخص نے نذر مانی کہ خیرات فی سبیل اللہ کی دیگ فلاں درس یا مسجد یا فلاں جگہ غرباء کو تقسیم کروں گا۔ تو کیا یہ دیگ پکا کر اپنے گھر غرباء کو کھلا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... بشیر احمد، تحصیل نور پور ضلع خوشاب

الجواب

گھر پر غرباء کو بھی تقسیم کر سکتا ہے۔ (۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۳/۵/۲۸ھ

مسجد نبوی میں دو رکعت ادا کرنے کی نذر مانی، تو کیا کسی اور مسجد میں ادا کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا؟

ایک شخص نے اس طرح نذر مانی کہ "اگر میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں مسجد نبوی میں دو

التخریج: (۱)......والنذر من اعتکاف او حج او صلوۃ اوصیام او غیر ھا غیر المعلق ولو معینا لایختص بزمان ومکان ودرھم وفقیر فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ بمکۃ بھذا الدرھم علی فلان فخالف جاز (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۴۵) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

رکعت نماز ادا کروں گا" اس وقت حج یا عمرہ کرنے کے آثار تھے اس لئے اس طرح نذر مانی، اب لڑکا تو پیدا ہو گیا ہے لیکن حج وعمرہ ادا کرنے کے بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آتے محض خواہش اور دعا ہے، تو ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر دو رکعت گھر میں ادا کر لے تو نذر ادا ہو جائے گی یا وہاں جا کر پڑھنا ضروری ہے؟

سائل ...... مولوی غلام یٰسین

الجواب

صورت مسئولہ میں محض دو رکعت نماز نفل کی ادائیگی سے ذمہ فارغ ہو جائے گا خواہ جس مسجد میں بھی پڑھ لے خاص طور پر مسجد نبوی میں جانا ضروری نہیں۔

چنانچہ عالمگیریہ میں ہے کہ: **اختلف اصحابنا رحمهم الله تعالىٰ فيمن نذر صوماً او صلوٰة في موضع بعينه : قال ابو حنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ له ان يصوم ويصلي في ایّ موضع شاء** (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۶۵) **وفي الشامية: قال في الفتح: و كذا اذا نذر ركعتين في المسجد الحرام فادّاها في اقل شرفاً منه او فيما لاشرف له اجزأه** (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۴۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۵/۷/۱۴۲۹ھ

جہاد فنڈ میں رقم خرچ کرنے کی نذر مانی تو کسی غریب کو دے سکتا ہے؟

ایک شخص منت مانتا ہے کہ "اگر ملازمت میں ترقی ہو جائے تو وہ ایک ہزار روپے جہاد فنڈ کیلئے دیگا" ترقی کے بعد وہ پانچ سو روپے جہاد فنڈ والوں کو دیتا ہے جبکہ پانچ سو روپے غریب

انسان کو دے دیتا ہے کیا اس کی منت ادا ہوگئی؟

سائل ...... شبیر احمد، لیاقت پور

الجواب

کسی شہید مجاہد کی غریب بیوہ کو دینے سے منت پوری ہو جائے گی، لیکن صورت مسئولہ میں پانچ سو روپے کی دوبارہ ادائیگی مناسب ہے کیونکہ نوع جہاد متحقق نہیں ہوئی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴/۷/۱۴۲۸ھ

نذر کے مال سے مسجد کی چٹائیاں خریدنے کا حکم؟

ایک شخص نے نذر مانی کہ مجھے جتنا منافع ہوگا اس میں سے فی روپیہ ایک آنہ خیرات کرونگا، اب اس پیسے سے مسجد کی چٹائیاں وغیرہ خریدی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

سائل ...... حافظ محمد اسحاق، مسجد سراجاں حسین آگاہی، ملتان

الجواب

اگر خیرات سے نیت عام تھی خاص غرباء کو دینا ہی پیش نظر نہیں تھا تو اس رقم سے چٹائیاں خریدی جاسکتی ہیں، ورنہ صرف غرباء پر تصدق ہی لازم ہوگا۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۵/۹/۱۳۸۸ھ

التخريج: (۱)...... ولا يجوز ان يصرف ذالک لغنيّ ولالشريف منصب اوذی نسب اوعلم مالم يكن فقيرا ولم يثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنياء (شامیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۹۱، ط: رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مدرسہ میں بکرا دینے کی نذر مانی تو کسی دوسرے مستحق کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

ایک آدمی نے یہ نیت کی کہ میرا بھائی ٹھیک ہو گیا تو میں ایک بکرا مدرسہ میں دونگا۔ اب اسی بکرے کے پیسے کا محلہ کے اندر زیادہ حقدار نکل آیا تو اب یہ پیسے اس کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد امین انصاری، خونی برج ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں بکرا یا بکرے کی قیمت اسی مدرسہ میں دینا شرعاً لازم نہیں۔ بلکہ دوسرے کسی مستحق کو بھی دینے کی گنجائش ہے۔ والنذر من اعتکاف او حج او صلوة او صيام او غيرها غير معلق ولو معيناً لايختص بزمان ومكان ودرهم وفقير .... بخلاف النذر المعلق فانه لايجوز تعجيله قبل وجود الشرط ...... اما تأخيره فالظاهر انه جائز اذلا محذور فيه وكذا يظهر منه انه لايتعين فيه المكان والدرهم والفقير (الخ) (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۴۵) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۵/۱۰/۱۴۲۸ھ

کیا پانچ یا سات بکریاں ذبح کرنے کی نذر میں ایک گائے کفایت کر جائے گی؟

ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں ایک بکری ذبح کروں گا مزید منتیں مانیں حتی کہ پانچ تک پہنچ گئیں اور اس کے تمام کام ہو گئے۔ کیا ان بکریوں کے مقابلے میں گائے ذبح کر سکتا ہے؟

سائل ...... غلام اکبر، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں پانچ بکریوں کو ذبح کرنا ہوگا، بکریوں کی جگہ گائے ذبح کرنا درست نہیں، البتہ اگر گائے کی قیمت پانچ بکریوں کے برابر ہو تو گائے ذبح کرنا جائز ہوگا[1]۔

.... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۰/۸/۲۸ھ

نذر اور قربانی میں تداخل نہیں بلکہ دونوں کا وجوب مستقل ہے:

ایک شخص کی چودہ پندرہ بکریاں تھیں اور وہ کسی بیماری کی وجہ سے بچتی نہیں تھیں، اس آدمی نے نذر مانی کہ یہ ہلاک نہ ہوں تو میں ایک بکری سال کی دیا کروں گا۔ اب وہ شخص اپنی اس نذر کو تو پورا کرتا ہے لیکن قربانی نہیں کرتا اس کے بارے میں کیا حکم ہے کہ قربانی کرے یا اپنی نذر پوری کرے اس نذر کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سائل ...... محمد احمد، خانپور، ضلع رحیم یارخان

الجواب

صورت مسئولہ میں شخص مذکور پر نذر کا پورا کرنا بھی واجب ہے اور اگر وہ صاحب نصاب

التخریج: (۱) ......لما فی الدر المختار: الشاة افضل من سبع البقرة اذا استویا فی القیمة واللحم، قال ابن عابدینؒ: قوله: "اذا استویا" فان کان سبع البقرة اکثر لحماً فهو افضل (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۹، صفحہ ۵۳۴)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

ہے تو قربانی بھی واجب ہے کسی ایک کی وجہ سے دوسرے کا ترک کرنا جائز نہیں۔[1]

لمافی الدرالمختار: ومن نذر نذرا مطلقاً او معلقاً بشرط وکان من جنسه واجب......وهو عبادة مقصودة......ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحديث "من نذر وسمّى فعليه الوفاء بما سمّى" (جلد ۵، صفحہ ۵۳۷، ط: رشیدیہ جدید)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۷/۴/۲۴ھ

"جب بھی کوئی ترش چیز کھاؤں یا پیوں تو ایک روزہ رکھوں گا" کہنے کا حکم:

(۱)......زید بیمار تھا ترش اشیاء اس کے لئے نقصان دہ تھیں اس بناء پر اس نے ترش اشیاء سے بچنے کے لئے یہ کہا کہ "میں جب بھی ترش چیز کھاؤں یا پیوں تو ایک روزہ رکھوں گا" پھر زید نے ایک وقت میں ایک ہی مجلس میں تین ترش پھل اور ہر ایک پھل کے تین اجزاء بنا کر کھا لئے۔ کیا زید تینوں پھلوں کے عوض میں صرف ایک روزہ رکھے یا تین پھلوں کے عوض میں اس پر تین روزے لازم ہونگے یا ہر جزو کے بدلے روزہ رکھنا پڑے گا؟

(۲)...... زید مذکور نے ترش مشروب کا ایک گلاس گھونٹ گھونٹ کر کے پیا۔ زید پر ہر گھونٹ کے عوض ایک روزہ واجب ہوگا یا کل مشروب سے فقط ایک ہی صوم واجب ہوگا؟

(۳)......بکر نے کہا کہ اگر آج تہجد کے وقت میں نہ اٹھوں تو مجھ پر ایک روزہ لازم ہوگا بشرطیکہ بیدار

التخریج:(۱)...... وفی الشامية: لو نذر ان يضحي شاة، وذالک في ايام النحر وهو موسر فعليه ان يضحي بشاتين عندنا، شاة للنذر، وشاة بايجاب الشرع ابتداءً ....ولو قبل ايام النحر لزمه شاتان بلاخلاف (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۴۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

بھی ہو جاؤں پھر وہ اذان فجر سے تقریباً دو گھنٹے قبل بیدار ہو گیا وہ اس خیال سے کہ ابھی وقت کافی ہے تھوڑی دیر بعد اٹھوں گا پھر سو گیا، جب دوبارہ آنکھ کھلی تو اذان ہو رہی تھی۔ اس کیلئے کیا حکم ہے؟

سائل ...... غلام مصطفیٰ متعلم دار العلوم ربانیہ، لائل پور

الجواب

(۱)...... ہر لقمہ کے بدلہ میں ایک روزہ واجب ہوگا۔[1]

(۲)...... ہر سانس اور وقفہ پر ایک روزہ واجب ہوگا۔ لما فی الخانیة: لو قال "کلما شربت الماء فعلیّ درهم" یلزمه بکل نفس درهم (خانیہ علی حامش الہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۶۰)

(۳)......روزہ واجب ہو گیا۔[2] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۶/۴/۳۰ھ

آمدنی کا ایک حصہ اللہ کے نام پر خرچ کرنے کی نذر مانی تھی مشکلات کی وجہ سے آیا اس میں تخفیف ہو سکتی ہے؟

کچھ عرصہ قبل ۱۹۹۴ء میں کاروباری معاملات میں کمی بیشی پر ہم نے منت مانی کہ اگر کاروبار صحیح طور پر چل جائے تو اپنے کاروبار سے حاصل شدہ کا پچیس فیصد اللہ کے نام پر خرچ

التخریج: (۱)......لما فی الخانیة: رجل قال "کلما اکلت اللحم فللّٰه علیّ ان اتصدق بدرهم" عن ابی یوسف ان علیه فی کل لقمة درهماً (خانیہ علی حامش الہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۶۰)

(۲)......لما فی الدر المختار: ومن نذر نذرا مطلقاً او معلقاً بشرط وکان من جنسه واجب ای فرض...... وهو عبادة مقصودة ......ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحدیث "من نذر وسمّی فعلیه الوفاء بما سمّی" (جلد ۵، صفحہ ۵۳۷، ط: رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

کریں گے اس وقت ۱۹۹۴ء سے لے کر اب تک (۲۰۰۰ء) ہم اس معاملہ میں پوری دیانت داری سے حق ادا کرتے رہے حالات موجودہ میں عروج وزوال کی وجہ سے کبھی اس کا ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا اس کا وجوب کسی شرعی دلیل کی رو سے ختم ہو سکتا ہے کہ اچھے حالات اور اپنی ترتیب دیکھ کر اپنی مرضی سے یہ حق ادا کریں اور اس پر شرعی وجوب بھی نہ ہو؟

سائل ...... طارق اقبال

الجواب

یہ نذر درست ہے، آپ پر اس نذر کا ایفاء (پورا کرنا) لازم ہے اور جتنی آپ نے نذر مانی ہے اتنی ہی لازم ہے۔ **ولو جعل علیہ حجۃ او عمرۃ او صوماً او صلوۃ او صدقۃ او ما اشبہ ذالک مما ھو طاعۃ ان فعل کذا، ففعل لزمہ ذالک الذی جعلہ علی نفسہ** (الخ) (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۶۵) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۴۲۱/۱/۶ھ

نذر کی ایک مخصوص صورت اور اس کا حکم:

ایک شخص مسمّٰی مولوی محمد شفیع نے اپنی بیار گابھن بکری کے متعلق یہ کہا کہ اگر بکری نے بچہ جنا اور دونوں بعد از پیدائش صحیح وسالم رہے تو میں 500/ روپے اللہ کے نام پر صدقہ دوں گا، پھر کچھ دنوں بعد ایک شخص نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بکری کے پیٹ میں دو بچے ہیں، چنانچہ شخص مذکور نے دوبارہ اس طرح کہا کہ "اگر بکری نے دو بچے دیئے تو میں ایک بچہ قربانی کے موقع پر قربان کروں گا" الغرض بکری نے دو بچے دیئے اور دونوں بچے بکری سمیت ماشاء اللہ صحیح وسالم ہیں۔ اب

دریافت طلب امر یہ ہے کہ فقط ایک بچہ قربان کردینے سے مولوی محمد شفیع صاحب نذر سے بَری ہو جائیں گے یا 500/ روپے بھی صدقہ کرنا لازم ہے؟

سائل ...... حافظ محمد شریف، اُوچ شریف ضلع بہاولپور

الجواب

صورت مسئولہ میں مولوی محمد شفیع صاحب پر لازم ہے کہ قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ پانچ سو روپے بھی اللہ کے نام پر صدقہ کردیں، کیونکہ ہر ایک مستقل نذر ہے۔

چنانچہ عالمگیریہ میں ہے: سئل عبدالعزیز بن احمد الحلوانی عن رجل قال ان صلّیت رکعة فللّٰه علیّ ان اتصدق بدرهم وان صلیت رکعتین فللّٰه علیّ ان اتصدق بدرهمین وان صلیت ثلاث رکعات فللّٰه علیّ ان اتصدق بثلاثة دراهم وان صلّیت اربع رکعات فللّٰه علیّ ان اتصدق باربعة دراهم فصلّی اربع رکعات قال یلزمه عشرة دراهم (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۶۶)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۲/۱۱/۱۴۲۹ھ

نذر مانی اور ادائیگی سے پہلے فوت ہو گئے تو اب اولاد کا کیا فرض بنتا ہے؟

نذر کی ادائیگی زندگی میں نہ کر سکے تو وصیت کرنا لازم ہے:

میرے والد محترم سلطان محمد نے رقبہ الاٹ سکیم کے تحت دو مربعہ اراضی کی الاٹ لی اور منت مانی کہ ''پاس ہو گئی اور ملکیت ہو گئی تو ایک بیگہ زمین درس پر لگاؤں گا'' گورنمنٹ سکیم کا حل ہو گیا اور منت اپنی حیات میں پوری نہ کر سکے اور فوت ہونے سے قبل وصیت بھی نہ کر سکے کیا اب

اس کی اولاد کو وہ منت پوری کرنا ضروری ہے؟ منت پوری نہ کرنے کی صورت میں والد صاحب اللہ کے ہاں جوابدہ ہوں گے؟ اگر جوابدہ ہیں تو اولاد میں سے ہم وہ منت پوری کرنے کو تیار ہیں۔

سائل ...... مقبول احمد و پیر عبدالرحمٰن ضلع جھنگ

الجواب

صورت مسئولہ میں مسمّٰی سلطان محمد پر مذکورہ منت کو پورا کرنا یا اس کی وصیت کرنا ضروری تھا، **لقولہٖ تعالیٰ: ولیوفوا نذورهم(الآیہ)** اس حکم کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے وہ عنداللہ جوابدہ ہیں بلکہ مجرم وگنہگار ہیں، لہٰذا اولاد کا اخلاقی فرض ہے کہ والد کی رہائی کی صورت اختیار کریں۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ: **عن ابن عباسؓ قال اتی رجل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لو کان علیها دین اکنت قاضیه، قال: "نعم" قال فاقض دین اللّٰہ فهو احق بالقضاء** (مشکوٰۃ شریف، جلد۱، صفحہ۲۲۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۳/۱۲/۲۳ھ

باب الایمان

﴿ماینعقد به الیمین وما لاینعقد به﴾

قرآن کریم کی قسم بھی شرعاً قسم ہے:

ایک یونین کمیٹی کے ممبران نے متفقہ طور پر قرآن مجید کو درمیان میں رکھ کر عہد کیا کہ ہم موجودہ چیئرمین کو ہٹانے کیلئے اور نئے چیئرمین کو منتخب کرنے کے لئے اکٹھے رہیں گے اور نئے چیئرمین کے انتخاب کے لئے فلاں صاحب کو ثالث مقرر کرتے ہیں ثالث کے فیصلے کو ہم سب بلا چوں وچراں تسلیم کریں گے۔

(۱)......کیا اس فیصلے کی پابندی ہر حال میں شرعاً ضروری ہے؟

(۲)......اگر اب کسی ممبر کو فیصلہ کے صحیح ہونے کا گمان باقی نہ رہے اور وہ معاہدہ کی پابندی نہ کرے تو اسکا کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد ذاکر اختر، ملتان

الجواب

في الدر المختار: قال العيني وعندى ان المصحف يمين لاسيما في زماننا، وعند الثلاثة المصحف والقرآن وكلام الله يمين (جلد۵، صفحہ۵۰۴۔۵۰۳)

ونقل في الهندية عن المضمرات "اما في زماننا فيكون يميناً وبه نأخذ ونأمر و

نعتقد ونعتمد وقال محمدابن مقاتل الرازی لوحلف بالقرآن قال یکون یمیناً وبه اخذ جمهور مشائخنا رحمهم اللّٰہ تعالیٰ کذا فی المضمرات" (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۵۳)

روایات بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں قسم منعقد ہوگئی ہے، پس اگر کوئی ممبر اسکے خلاف کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا۔..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۶/۳/۲۸ھ

نابالغ بچے کے قرآن کریم پر قسم دینے سے شرعاً قسم نہ بنے گی:

ایک نابالغ بچے نے چوری کر لی والدین نے مناسب ڈانٹ ڈپٹ کے بعد اس سے قرآن مجید پر ہاتھ رکھوا کر حلف لیا کہ آئندہ وہ چوری نہیں کرے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ بچہ اگر آئندہ چوری کر لے تو کوئی کفارہ وغیرہ لازم ہوگا؟ اگر لازم ہوا تو کس کے ذمہ لازم ہوگا۔ الغرض نابالغ کی قسم کا کیا حکم ہے؟ قسم لینے والا گنہگار تو نہ ہوگا؟

سائل ...... امجد علی، علی پور

الجواب

قسم کے صحیح ہونے کیلئے عقل، بلوغ، اسلام وغیرہ شرط ہے۔ ہندیہ میں ہے: اما شرائطها فی الیمین باللّٰہ تعالیٰ ففی الحالف ان یکون عاقلاً بالغاً فلایصح یمین المجنون والصبی وان کان عاقلاً (الخ) (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۵۱)

الحاصل: قسم کھانے والا اور لینے والا شرعاً گنہگار نہیں۔ اور اس قسم کی خلاف ورزی پر کفارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ شرعاً قسم ہی نہیں بنی۔.................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۵/۲۷ھ

قرآن کریم پر صرف ہاتھ رکھنے سے جبکہ قسم کے الفاظ نہ ہوں شرعاً قسم نہیں بنتی:

زید اور عمرو دونوں الیکشن کے امیدوار ہیں زید اپنے ووٹ زیادہ حاصل کرنے کے لئے اپنے ووٹروں سے جبراً قسمیں اور وعدے لیتا ہے۔ اور قرآن پر ہاتھ رکھواتا ہے جبکہ ووٹر، عمرو کو اخلاقی اور مفاد عامہ کے لحاظ سے ووٹ کا صحیح مستحق سمجھتا ہے اور قرآن کو ہاتھ لگانے کی وجہ سے اپنے ووٹ کو صحیح استعمال کرنے سے جھجکتا ہے۔ اگر ووٹر مذکورہ وعدے کو چھوڑ کر صحیح اور مستحق کو ووٹ دے تو از روئے شریعت اس کو قرآن پاک پر ہاتھ لگانے کی وجہ سے کفارہ ادا کرنا پڑے گا یا نہیں؟

سائل ...... علی محمد، رحیم یارخان

الجواب

اگر قرآن مجید پر ہاتھ لگانے کے ساتھ قسم بھی کھائی ہے تو خلاف قسم کرنے کی صورت میں کفارہ دینا پڑے گا دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے[1] .... فقط واللہ اعلم

بغیر زبانی حلف کے صرف ہاتھ لگانے سے قسم نہیں ہوتی۔ ...... والجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۴/۷/۶ھ

”قرآن سامنے رکھا ہے“ کہنے سے یا قرآن کی طرف اشارہ کرنے سے قسم نہیں بنتی:

زید نے عمرو سے کسی کام کے نہ کرنے پر عہد کیا اور قرآن مجید کی طرف اشارہ کر کے یوں

التخریج: (۱): وقال العینی: وعندی لو حلف بالمصحف او وضع یده علیه وقال: وحق هذا فهو یمین ولاسیما فی هذاالزمان الذی کثرت فیه الایمان الفاجرة ورغبة العوام فی الحلف بالمصحف اھ (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۰۴-۵۰۳، ط: رشیدیہ، جدید) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کہا کہ دیکھو سامنے قرآن پڑا ہے میں یہ کام نہیں کروں گا۔ بعد میں اگر زید نے یہ کام کر لیا تو کفارہ لازم آئے گا یعنی اس طرح کہنے سے قسم بن جائے گی؟ سائل...... محمد رفیق، ملتان

الجواب

قرآن کریم کی طرف اشارہ کرنے سے یا سامنے قرآن پڑا ہے کہنے سے شرعاً قسم نہیں بنی کیونکہ قسم کے مخصوص الفاظ ہیں جبکہ یہ صورت ان میں سے نہیں............ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
٣/١٢/١٤٢٨ھ

قرآن کریم پر لکھ دینے سے شرعاً قسم نہیں بنتی:

ایک شخص تندرست و باہوش وحواس قرآن مجید پر لکھ دیتا ہے کہ میں کسی قسم کا برا فعل نہیں کروں گا۔ کیا قرآن پر لکھ دینے سے قسم ہوئی یا نہیں؟ قسم کے توڑنے پر کفارہ عائد ہوگا یا نہیں؟ اور کفارہ کی تشریح فرمادیں۔ سائل ...... منظور احمد، ملتان

الجواب

محض اس طرح زبان سے عہد کرنے یا قرآن پاک پر لکھ دینے سے قسم کا انعقاد نہیں ہوگا جب تک اس کے ساتھ اس طرح کے کلمات نہ کہے اللہ کی قسم یا قرآن کی قسم ایسا نہیں کروں گا۔........................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
٢٨/٣/١٣٩٣ھ

جن افعالِ قبیحہ سے بچنے کا عہد کیا ہے اور قرآن کریم پر لکھ دیا ہے اس سے بچنا لازم ہے ورنہ سخت وبال آئے گا۔..... والجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

''مجھے قرآن پاک کی مار پڑے'' کہنے کا حکم:

زوجین کے درمیان تلخ کلامی ہوئی، بیوی سو رہی تھی تو شوہر نے غصہ میں آ کر کہا کہ ''جاؤ فلاں شہر میں'' تو آگے سے بیوی نے کہا ''اگر میں اس شہر میں جاؤں تو مجھے قرآن کی مار پڑے'' تو اب بیوی اس شہر میں جانا چاہتی ہے۔ اب کفارہ ادا کرے یا شریعت کی روشنی میں کوئی اور صورت ہے؟

سائل ...... محمد آصف، وہاڑی

الجواب

صورت مسئولہ میں بیوی کی کلام مہمل ہے۔ لہٰذا اس سے یمین منعقد نہ ہو گی۔[1]

.... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۱/۱۹ھ

قرآن کریم پر رقم رکھ کر فیصلہ کرنا:

مسمّی محمد ارشد نے احمد علی کا قرض دینا تھا احمد علی نے محمد ارشد سے قرض کا مطالبہ کیا جبکہ محمد ارشد کا خیال اور غالب گمان یہ تھا کہ احمد علی قرض پہلے وصول کر چکا ہے۔ کافی بحث کے بعد محمد ارشد نے کہا کہ اگر تمہارا حق بنتا ہے اور تم سچے ہو تو میں قرآن پر رقم رکھ دیتا ہوں تم اٹھا لو۔ چنانچہ محمد ارشد نے قرآن پر رقم رکھ دی اور احمد علی نے اٹھا لی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جھگڑے کو ختم

التخریج: (۱) ...... وان فعله فعليه غضبه او سخطه او لعنة الله ...... لايكون قسما لعدم التعارف (الخ) (درمختار، جلد ۵، صفحہ ۵۱۷، مکتبہ رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

کرنے کیلئے ایسا معاملہ کرنا شرعاً جائز ہے؟

سائل ...... عبدالرحمٰن، کوٹ ادو

الجواب

قرآن کریم پر رقم رکھنا اور اٹھانا قرآن کریم کے ادب کے خلاف ہے، تاہم رفع نزاع کے لئے مدعیٰ علیہ اگر قرآن کریم پر رقم رکھ کر کہہ دے اگر واقعی یہ تمہارا حق ہے تو قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر یہ رقم اٹھالو تو اس کی گنجائش ہے اگر اٹھانے والا جھوٹا ہوا تو اس پر وبال آئے گا۔ اس لئے جھوٹا شخص ہرگز نہ اٹھائے۔ (آپ کے مسائل جلد ۴، صفحہ ۲۷۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۲/۱۰ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانے کا حکم:

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانے کے ساتھ قسم ہو جاتی ہے؟ اور خلاف ورزی کرنے والے پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم ہوتا ہے یا نہیں؟ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قسم کھانا شرعاً جائز ہے؟

سائل ...... احمد الرحمٰن، لاہور

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں، اور اس سے قسم منعقد نہیں ہوتی، کیونکہ یہ بھی غیر اللہ کی قسم ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من کان حالفا فلیحلف باللّٰہ او لیصمت** (مشکوٰۃ شریف، جلد ۱، صفحہ ۲۹۶)

وفی العالمگیریة: من حلف بغیر اللّٰه لم یکن حالفاً کالنبی علیه السلام والکعبة، کذافی الهدایه، (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۵۲) وفی الشامیة: ومن حلف بغیر اللّٰه تعالیٰ لم یکن حالفاً کالنبی والکعبة، لقوله علیه السلام: "من کان منکم حالفاً فلیحلف باللّٰه او لیذر" (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۰۲، ط: رشیدیہ جدید)........................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۵/۲ھ

''تجھے خدا کی قسم'' کہنے سے قسم نہ بنے گی البتہ اگر مخاطب تسلیم کر لے تو قسم بن جائے گی:

زید نے اپنی بیوی کو کسی واقعے کی خبر دی اور خبر دینے کے بعد اسے یوں کہا کہ ''تجھے طلاق کی قسم یہ بات کسی کو بھی نہ بتانا'' دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے قسم منعقد ہو جائے گی اور اگر زید کی بیوی نے اس معاملہ کی خبر کسی کو بتا دی تو کیا اسے طلاق ہو جائے گی؟

سائل......عبدالوہاب، رحیم یار خان

الجواب

اگر خاوند کے مذکورہ قول کے جواب میں بیوی نے کہا کہ ٹھیک ہے تو اس صورت میں شرط کی خلاف ورزی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اگر بیوی نے سکوت اختیار کیا تعلیق کو قبول نہیں کیا تو مذکورہ بالا الفاظ کسی کے حق میں بھی تعلیق نہ ہوں گے۔

درمختار میں ہے: لو قال علیک عهد اللّٰه ان فعلت کذا فقال: "نعم" فالحالف المجیب (درمختار، جلد۵، صفحہ۷۲۱) اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ولا یمین علی المبتدیٔ وان نوی الیمین خانیة وفتح، ای: لاسناده الحلف الی المخاطب فلا یمکن ان یکون

الحالف غیرہ (الخ) (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ٧٢١) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
٣٠/٥/١٤٢٥ھ

''خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہوں'' کہنے کا حکم:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ'' آئندہ اگر میں تیرے میکے گیا تو میں خدا اور رسولؐ سے بیزار'' پھر اگر یہ شخص اس کے خلاف کرلے یعنی بیوی کے میکے چلا جائے تو کوئی کفارہ وغیرہ لازم ہوگا؟ سائل ...... محمد نافع، گڑھا موڑ

الجواب

جن چیزوں سے برأت شرعاً کفر ہے ان صورتوں میں حلف بن جائے گی۔

ہندیہ میں ہے: **ولو قال ان فعلت کذا فانا بریٔ من القرآن او القبلة او الصلوة او صوم رمضان فالکل یمین هو المختار وکذا البرأة عن الکتب الاربعة وکذا کل ما یکون البرأة عنه کفراً کذا فی الخلاصة** (جلد ٢، صفحہ ٥٣)

لہٰذا صورت مسئولہ میں قسم منعقد ہوگئی ہے .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
٥/٥/١٤٢٨ھ

کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا بھی قسم ہے:

زید ایک امام مسجد تھا ایک بد اخلاق نمازی نے اس کے سامنے سخت الفاظ استعمال کیے

زید کو رنج وغم ہوا اور امامت چھوڑ دی۔ مقتدیوں نے مل کر امام سے معافی چاہی اور امامت کی درخواست کی زید نے امامت سے انکار کر دیا اور یہ الفاظ بھی کہے کہ "میرے لئے اس مسجد میں امامت کرنا حرام ہے، اور جہاں مرضی چاہوں گا امامت کروں گا" لوگ اب بھی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ کیا زید کیلئے اس مسجد میں امامت کرنا جائز ہے؟

سائل ...... عبدالسلام، سکھر

الجواب

کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے کو شریعت میں قسم کہتے ہیں۔ تو شخص مذکور نے جب مسجد کی امامت کو اپنے اوپر حرام کیا تو یہ اس کی قسم بن گئی، تو جب یہ اپنی اس قسم کے خلاف کرے گا یعنی مسجد مذکور میں امامت کرے گا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر قسم توڑنے کا کفارہ آئے گا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے، اور اگر اتنی ہمت نہ ہو تو تین روزے رکھ لے۔ لما فی العالمگیریة: تحریم الحلال یمین کذا فی الخلاصة، فمن حرم علی نفسه شیئاً ممّا یملکه لم یصر محرماً ثم اذا فعل مما حرمه قلیلاً او کثیراً حنث و وجبت الکفارة کذا فی الهدایة (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۵۵)...... فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۷۸/۶/۵ھ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

قسم سے رجوع نہیں ہو سکتا:

ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر میں زنا کروں تو میری بیوی کو تین طلاق اور اگر نماز جان بوجھ کر قضاء کروں تو میری عورت کو تین طلاق۔ اب یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ اگر وہ زنا کرے یا جان

بوجہ کر نماز چھوڑے تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی اس لئے اب ''قاسم مذکور'' شدید پریشان ہے اور اس کا خیال یہ ہے کہ میں نے اس طرح کی قسم اٹھا کر بہت بڑی غلطی کی ہے کیونکہ کبھی نہ کبھی انسان سے ایسا جرم ہو ہی جاتا ہے کبھی نہ کبھی نماز چھوٹ ہی جاتی ہے۔ اس لئے ''قاسم مذکور'' اس قسم کو واپس لینا چاہتا ہے خواہ ۔۔۔ کفارے کے ذریعے ہو یا کسی بھی اور طریقے سے ہو یہ قسم اس سے ہٹ جائے۔ واضح رہے کہ قاسم مذکور کا ارادہ ان جرائم کے ارتکاب کا نہیں بلکہ وہ ان جرائم سے پکی توبہ کر چکا ہے کہ وہ کبھی نماز نہیں چھوڑے گا اور زنا کا مرتکب نہیں ہوگا لیکن اس کو یہ خطرہ دامن گیر ہے کہ کبھی نہ کبھی نماز چھوٹ جائے گی مجبوری کی وجہ سے اور بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ اس لئے شدید پریشان ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ قسم اسکے سر سے اتر جائے۔

سائل ...... محمد حسین، بہاولنگر

الجواب

قسم کھانے کے بعد اسے واپس نہیں لیا جا سکتا [1]۔ سائل قسم کا بوجھ خواہ مخواہ اپنے ذمہ محسوس کر رہا ہے اس میں کوئی بار نہیں ہونا چاہیے کہ جب ترک نماز اور زنا کا ارادہ ہی نہیں، جیسا کہ ایک مسلمان کی شان ہے تو اس قسم کا بقاء کیونکر مضر ہے۔ نماز اگر بھول کر قضاء ہو جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ قصداً ترک نہیں۔ اور زنا کوئی بھول کر ہونے والی چیز ہی نہیں کہ غیر اختیاری طور پر اس کا صدور ہو جائے۔ پس حالف کو خواہ مخواہ پریشانی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔......فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۰/۴/۱۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

التخریج: (۱)..... لارجوع فی الیمین (ہدایہ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

قسم اٹھاتے وقت متصلاً ''انشاء اللہ'' کہہ دیا تو یمین منعقد نہ ہوگی:

بعض اداروں میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی نیا ملازم رکھتے ہیں تو اس سے ایک حلف نامہ پر دستخط کرالیتے ہیں کہ میں قوانین کی خلاف ورزی نہ کروں گا اور کام میں سستی نہیں کروں گا وغیرہ وغیرہ، اب سوال یہ ہے کہ اس طرح حلف لینا درست ہے حالانکہ کام میں سستی وغیرہ ہو جانے کا احتمال ہر حال میں ہوتا ہے، اس کے باوجود بھی اس طرح کا حلف دے دینا چاہیے؟

سائل ...... محمد خالد، ملتان

الجواب

اگر ایسے ادارے مذکورہ حلف نامہ کے بغیر ملازم نہیں رکھتے اور اس ملازم کی نیت مذکورہ حلف کو نبھانے کی ہے تو ایسی مجبوری کی صورت میں حلف نامہ تحریر کرنے کی گنجائش ہے تاہم ملازم کو چاہیے کہ زبانی یا تحریری طور پر متصلاً انشاء اللہ کہہ دے تاکہ خلاف ورزی سے گنہگار نہ ہو۔

لقوله عليه السلام :من حلف على يمين فقال ان شاء الله فلا حنث عليه (مشکوٰۃ شریف، جلد۱، صفحہ۲۹۷) ولما في الشامية: ويشترط خلوّها عن الاستثناء بنحو انشاء الله (الخ) (شامیہ، جلد۵، صفحہ۴۹۰) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۹/۸ھ

''ایمان سے ایسا نہیں کروں گا'' کہنے کا حکم:

''بحق ایمان'' کہنے سے قسم نہیں بنتی:

(۱)......عام طور پر لوگ دورانِ گفتگو مخاطب کو یقین دلانے کے لئے ایمان کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ''ایمان سے ایسا نہیں کروں گا'' شرعاً ایمان کی قسم اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......بحق ایمان بحق رسول ایسانہیں کروں گا۔کیاان الفاظ سے قسم بنے گی؟

سائل ...... محمد عدنان،فیصل آباد

الجواب

(۱)......یہ قسم بھی غیر اللہ کی قسم ہے اور غیر اللہ کی قسم سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے:**قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان حالفاً فلیحلف باللّٰہ اولیصمت** (مشکوٰۃ،جلد۱،صفحہ۲۹۶) **وفیہ ایضاً: عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حلف بغیر اللّٰہ فقد اشرک، رواہ الترمذی**(مشکوٰۃ،صفحہ۲۹۶)

مذکورہ الفاظ بدوں نیت،یمین شمار نہ ہوں گے،ہندیہ میں ہے:**لو قال لا الہ الا اللّٰہ لافعلنّ کذا فلیس بیمین الا ان ینوی یمیناً وکذالک سبحان اللّٰہ واللّٰہ اکبر لافعلن کذا، کذا فی السراج الوھاج** (جلد۲،صفحہ۵۵)**وکذا فی الشامیہ:** (جلد۵،صفحہ۵۲۱)

(۲)......اگر کسی نے بحق رسول یا بحق ایمان وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے تو یہ صورت شرعاً قسم شمار نہ ہوگی۔ ہندیہ میں ہے:**لو قال بحق الرسول او بحق الایمان او بحق القرآن ...... لایکون یمیناً**(جلد۲،صفحہ۵۵)..................................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس،ملتان

۱۴۲۹/۵/۲۷ھ

"اللہ کے نزدیک یہ بات اس طرح ہے" کہنے کا حکم:

ایک شخص اسطرح قسم اٹھاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ بات یوں ہے آیا یہ الفاظ کہنے سے قسم ہوجاتی ہے یانہیں؟ سائل ...... فیض اللہ

الجواب

صورت مسئولہ میں اس طرح کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوئی۔

لما فی الجوھرة النیرة:وعلم اللّٰہ فانه لایکون یمینا (جلد۲،صفحہ۱۷۴)

وفی الخانیة:ولو قال وعلم اللّٰہ لاافعل کذا عندنا لایکون یمیناً (خانیہ علی ہامش الہندیہ، جلد۲، صفحہ۳) وھکذافی البدائع الصنائع:کذا وعلم اللّٰہ لایکون یمیناً استحساناً (جلد۳،صفحہ۱۲)..............................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۲۵/۶/۱۴۲۰ھ

''اگر میں فلاں کام کروں تو شفاعت سے محروم رہوں'' کہنے کا حکم:

ایک شخص نے اپنے آپ کو ایک فعلِ ناپسندیدہ سے روکنے کے لئے یوں قسم اٹھائی کہ ''اگر میں فلاں کام کروں تو مجھے قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو، میں شفاعت سے محروم رہوں'' کیا اس طرح قسم بن جائے گی اگر اس نے وہ کام کر لیا تو کیا شفاعت سے محروم ہو جائے گا؟ نیز کیا ''کفارہ'' بھی ادا کرنا پڑے گا؟

سائل ...... محمد طارق، فیصل آباد

الجواب

اس قسم کے الفاظ زبان پہ لانا ہرگز مناسب نہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تو ہمیں سہارا ہے ہمارے عمل نہ تو قبولیت کے لائق ہیں اور نہ ہی بخشش کا ذریعہ بننے کے قابل ہیں لہٰذا اس قول سے ضرور توبہ کریں۔ باقی ان الفاظ سے قسم بنے گی یا نہیں تو درمختار میں تصریح ہے کہ یہ الفاظ قسم نہیں ہیں۔وفی انا بریٔ من الشفاعة لیس

بیمین (شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۱۵) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۱۲/۱۰ھ

”اگر میں فلاں کام کروں تو نبی کا امتی نہیں“ کہنے کا حکم:

مسمّی احسن اقبال کی بات بات میں گالی دینے کی عادت تھی اس سے کسی نے عہد لیا کہ آئندہ تم گالی نہ دو گے اس نے ان الفاظ سے وعدہ کیا ”آئندہ اگر میں گالی دوں تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی نہیں“ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس کے بعد وہ کوئی گالی دیدے تو شرعاً کوئی کفارہ وغیرہ اس پر لازم ہے؟ اور کیا وہ امت سے خارج ہو جائے گا؟

سائل ...... محمد ساجد، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں قسم منعقد ہو گئی ہے لہٰذا خلاف ورزی پر قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

لما فی الدر المختار: ولو تبرأ من احد هما (ای من النبی والقراٰن والقبلة) فیمین اجماعاً (الخ) (الدر المختار، جلد۵، صفحہ۵۰۴) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۲/۷/۱۴۲۸ھ

”اگر میں فلاں گھر کی چیز کھاؤں تو ایسے ہے جیسے سور کھاؤں“ کہنے کا حکم:

محمد عبدالغفار کی اپنے بھائی منظور احمد سے رنجش تھی، ایک مرتبہ منظور احمد کے گھر سے کوئی

چیز آئی ہوئی تھی۔ عبدالغفار کو کھانے کی دعوت دی گئی تو اس نے یوں کہا کہ ''اگر اس گھر کی کوئی چیز کھاؤں تو میرے لئے ایسے ہے جیسے سور کھاؤں'' بعد میں صلح نامہ ہو گیا ہے۔ اب کیا عبدالغفار منظور احمد کے گھر سے کوئی چیز کھا سکتا ہے؟

سائل ...... احمد فہیم، کوئٹہ

الجواب

خط کشیدہ کلمات کہنے سے شرعاً قسم نہیں بنی۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے: وکذا (لایکون یمیناً) اذا قال ان فعلت کذا فانا زان او سارق او شارب خمر او اکل ربوا (جلد ۲، صفحہ ۴۷۹) لہٰذا منظور احمد کے گھر سے آنے والی ہر جائز اور حلال چیز استعمال کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۸/۱۰ھ

''اگر میں فلاں کام نہ کر سکا تو اپنے آپ کو کافر سمجھوں گا'' کہنے کا حکم:

اگر کوئی شخص اسطرح قسم اٹھائے کہ ''اگر یہ کام وقت پر نہ کر سکوں تو اپنے آپ کو کافر سمجھوں گا'' تو اس بارے میں کیا رائے ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا یا قسم کا کفارہ دے کر اسے برأت حاصل ہو جائے گی؟ یا اس کی کوئی اور صورت ہے؟

سائل ...... عبداللطیف، جھنگ

الجواب

فی العالمگیریۃ: ولو قال ان فعل کذا فھو یھودی او نصرانی او مجوسی او بریٔ من الاسلام او کافر اویعبد من دون اللہ اویعبد الصلیب او نحو ذالک مما یکون اعتقادہ

كفراً فهو يمين استحساناً كذا في البدائع حتى لو فعل ذالك الفعل يلزمه الكفارة، وهل يصير كافرا؟ اختلف المشائخ فيه قال شمس الائمة السرخسي والمختار للفتوىٰ انه ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهٰذا الشرط ومع هذا اتى يصير كافراً لرضاه بالكفر وكفارته ان يقول "لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه" .... اذا حلف بهٰذه الالفاظ على امر في المستقبل (الخ) (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۵۴)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ حلف منعقد ہو جائے گی اور حانث ہونے کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا اور کفارہ یہ ہے کہ احتیاطاً تجدید ایمان کرے اور دس مساکین کو صبح وشام کھانا کھلائے۔

.... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۳/۱۵ھ

صرف خیالی پلاؤ سے قسم نہیں بنتی جب تک کہ زبان سے تکلم نہ کرے:

زید نے دل ہی دل میں قسم اٹھائی کہ ''اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی کو طلاق'' لیکن زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں کیا۔ تو اس سے قسم منعقد ہو جائے گی یا نہیں؟ اور کیا خلاف ورزی کرنے پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

سائل ...... حبیب احمد، فیصل آباد

الجواب

خیالی پلاؤ کا کوئی اعتبار نہیں۔ قسم یا تعلیق اس وقت بنے گی جب تلفظ ہوگا۔

ہندیہ میں ہے: واما ركن اليمين باللّٰه تعالى فذكر اسم اللّٰه وصفته .... واما في

الیمین بغیر اللّٰہ تعالٰی ففی الحالف.........وفی نفس الرکن ما ذکرفی الیمن باللّٰہ تعالٰی (جلد۲،صفحہ۱۵) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۱۱/۱۰ھ

''فلاں چیز سے میری توبہ'' کہنے سے شرعاً قسم نہیں بنتی:

ایک آدمی گھی کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا دوسرے شخص نے اس سے کہا کہ گھی کھاتا ہے کام نہیں کرتا تو گھی کھانے والے شخص نے کہا کہ میری گھی کھانے سے توبہ ہے اب یہ گھی کھانے والا کہتا ہے کہ میں نے توبہ صرف اس ڈبہ میں موجود گھی سے کی تھی نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور گھی سے اور اس معین ڈبہ والے گھی سے دوبارہ اس نے گھی نہیں کھایا۔ اب اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سائل ...... فیاض احمد، تونسہ شریف

الجواب

لفظِ ''توبہ'' الفاظِ حلف میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں وہ گھی معین اور غیر معین کھا سکتا ہے۔...فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۵/۲۲ھ

کلمہ پڑھ کر کوئی بات کہنے سے قسم بنے گی یا نہیں؟

اگر کوئی انسان کسی کام کو نہ کرنے کے بارے میں کلمہ پڑھ لے اور بعد میں وہ کام اس

سے ہو جائے تو کیا اس کا کفارہ دینا لازم ہوگا؟

سائل...... عمر فاروق منچن آبادی

الجواب

حلف کی نیت سے کلمہ شریف پڑھ کر کوئی بات کہی تو یہ شرعاً حلف بن جائے گی لہٰذا خلاف ورزی کی صورت میں کفارہ دینا لازم ہوگا۔ لما فی الهندیة: لو قال لاالٰه الاالله لافعلنّ كذا فليس بيمين الا ان ينوى يميناً (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۵۵)...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۲/۲۳ھ

”بخدا میں فلاں کام نہیں کروں گا“ کہنے سے قسم بن جائے گی:

ایک شخص نے دوران گفتگو ایسے کہہ دیا کہ ”بخدا میں فلاں کام نہیں کروں گا“ حالانکہ اس کا قسم کا ارادہ اور نیت بھی نہیں تھی۔ کیا بخدا کہنے سے قسم بن جائے گی اور اگر مذکورہ شخص نے وہ کام کر لیا تو کفارہ لازم ہوگا؟

سائل ...... عبدالرحمٰن، سمیجہ آباد ملتان

الجواب

بخدا کہنے سے قسم بن جائے گی کیونکہ یہ واللہ کے مترادف ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۷/۲۵ھ

کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے کوئی بات کہنے سے شرعاً قسم منعقد ہو جائے گی؟

زید نے عمرو سے کسی کام کے چھوڑنے پر عہد لیا اور یوں کہا کہ تم خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے کہو کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا۔ عمرو نے قبلہ کی طرف منہ کر کے کہہ دیا کہ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً اس طرح قسم بن جائے گی؟ اور خلاف ورزی پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم ہوگا؟

سائل ...... سیّد عبدالرحمٰن شاہ، سرگودھا

الجواب

قبلہ کی طرف منہ کر کے کہنے سے شرعاً قسم نہیں بنتی۔ کیونکہ جب کعبہ کی قسم کھانا شرعاً قسم نہیں تو اس کی طرف منہ کر کے صرف کہہ دینے سے کیسے قسم بنے گی۔ ہندیہ میں ہے: من حلف بغیر اللہ لم یکن حالفاً کالنبی علیہ السلام والکعبۃ کذا فی الھدایہ (جلد ۲، صفحہ ۵۳)

لہٰذا خلاف ورزی کرنے پر کفارہ واجب نہیں ہوگا............ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۷/۷/۱۴۲۷ھ

بچوں کی قسم کھانا شرعاً قسم ہے یا نہیں؟

زید نے ایک مرتبہ دوران گفتگو یہ کہہ دیا کہ مجھے بچوں کی قسم میں فلاں کاروبار نہیں کروں گا۔ لیکن اب وہ یہ کاروبار کرنا چاہتا ہے لیکن پریشان ہے کہ اس "قسم" کے خلاف کرنے سے بچوں کو کوئی نقصان تو نہیں ہوگا۔ اس کے کفارے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

سائل ...... احمد حسن، ملتان

الجواب

بچوں کی قسم کھانا شرعاً گناہ ہے لہٰذا توبہ استغفار کریں مذکورہ قسم شرعاً قسم نہیں۔

لما فی الدرالمختار: لایقسم بغیر اللّٰہ تعالی کالنبی ...... والکعبۃ، وفی الشامیۃ: ومن حلف بغیر اللّٰہ تعالی لم یکن حالفا کالنبی والکعبۃ، لقولہ علیہ السلام "من کان منکم حالفا فلیحلف باللّٰہ او لیذر" (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۰۳)

لہٰذا خلاف ورزی پر کچھ واجب نہیں ہوگا جو کاروبار کرنا چاہتے ہیں کریں ان شاء اللہ نقصان نہ ہوگا.. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۷/۵/۱۰ھ

''تمہارے گھر جاؤں تو خنزیر کھاؤں'' کہنے کا حکم:

اگر خالد نے ناراضگی کی حالت میں بکر سے کہا ''اگر تمہارے گھر جاؤں تو خنزیر کھاؤں'' آیا ان الفاظ سے قسم بن گئی اگر خالد، بکر کے گھر چلا گیا تو کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد ناصر، رحیم یار خان

الجواب

مذکورہ الفاظ زبان پر لانے سے قسم نہیں بنی۔ ہندیہ میں ہے: لو قال ھو یاکل المیتۃ ان فعل کذا، لایکون یمیناً وکذالک اذا قال ھو یستحل المیتۃ اویستحل الخمر والخنزیر لایکون یمینا الخ (جلد ۲، صفحہ ۵۵)............ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۵/۲۷ھ

کسی کے دباؤ یا جبر کی وجہ سے جو قسم کھائی تو وہ بھی شرعاً قسم ہے:

اگر کوئی آدمی کسی عظیم گناہ (چوری) کرنے میں مبتلا ہو اور عرصہ دراز سے ایسے کر رہا ہو اور پھر کسی جابر شخص کو علم ہونے پر اس گنہگار آدمی کو کہے کہ تو ایسا گناہ چھوڑ دے ورنہ میں آپ کی شہرت کر کے آپ کو بدنام کروں گا۔ تو اس ڈر کی وجہ سے ایک دفعہ بلکہ دو دفعہ قرآن مجید اور اللہ کی چار قسمیں زبانی کھائیں اور دل سے اس گناہ کی توبہ نہیں کی اور جابر شخص کو مطمئن کرنے کیلئے چار دفعہ کئی کئی مہینوں کے وقفے سے قسمیں کھاتا رہا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان قسموں کا کفارہ کیا ہوگا؟ (نوٹ) توبہ کرنے کے بعد بھی وہ گناہ کرتا رہا۔

سائل ...... احسان احمد، جھنگ

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں قسم کا کفارہ دینا ہوگا کہ غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو صبح وشام کھانا کھلائے یا ان کو اتنا کپڑا پہنائے کہ اکثر بدن ڈھک جائے۔ اور اگر اتنی رقم نہ ہو تو لگاتار تین روزے رکھے۔ لما فی الدر المختار: وکفارته...... تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین...... او کسوتهم بما ...... یستر عامة البدن ...... وان عجز عنها کلها وقت الاداء...... صام ثلاثة ایام ولاء (الدر المختار جلد ۵، صفحہ ۵۲۳، ط: رشیدیہ)

نیز صورت مسئولہ میں جتنی قسمیں کھائی ہیں اتنے ہی کفارے واجب ہوں گے۔

فی التجرید: عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ اذا حلف بایمان علیه لکل یمین کفارة والمجلس والمجالس سواء (فتح القدیر، کتاب الایلاء، جلد ۴، صفحہ ۴۹)

وفی الدر المختار: وتتعدد الکفارة لتعدد الیمین (جلد ۵، صفحہ ۵۰۵)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ: محمد ابو الدرداء عفی عنہ
متخصص فی الفقہ
۱۴۱۹/۹/۲۲ھ

احتیاط اسی میں ہے کہ کفارے متعدد ادا کئے جائیں۔ ...... والجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

"اگر زنا کروں تو کافر ہو جاؤں" کہنے کا حکم:

ایک آدمی نے قسم کھائی کہ "اگر میں دوبارہ زنا کروں تو کافر ہو جاؤں" اس کے بعد اس نے دوبارہ زنا کرلیا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہو جائے گا یا قسم کا کفارہ آئے گا؟

سائل ...... محمد عاصم

الجواب

اگر قسم کھاتے وقت اس کے ذہن میں یہ تھا کہ اگر میں نے زنا کیا تو واقعۃً کافر ہو جاؤں گا تو اب تجدید ایمان بھی ضروری ہے اور اگر یہ بات تھی کہ اگر کر بھی لیا تو کافر تو نہیں ہوں گا بلکہ صرف سختی کے لئے ایسا کہہ رہا ہوں۔ تو اس صورت میں تجدید ایمان کی ضرورت نہیں البتہ کفارہ ضرور اداء کرنا ہوگا۔ **ولو قال ان فعل كذا فهو يهودي او نصراني او مجوسي او بريئ من الاسلام او كافر او يعبد من دون الله او يعبد الصليب او نحو ذالک مما يكون اعتقاده كفراً فهو يمين استحساناً كذا في البدائع، حتى لو فعل ذالک الفعل يلزمه الكفارة وهل يصير كافراً؟ اختلف المشائخ فيه قال شمس الائمة السرخسیؒ والمختار للفتوى انه ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهٰذا الشرط ومع هٰذا اتى يصير كافراً لرضاه بالكفر وكفارته ان يقول لا اله الا الله محمد رسول الله وان كان عنده انه اذا اتى بهٰذا الشرط لايكون كافراً لايكفر** (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۵۴)................. فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۹/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

"اگر میں نے فلاں کام کیا تو دین واسلام سے خارج" کہنے کا حکم:

زید نے قسم اٹھائی کہ "آئندہ اگر میں فلاں کام کروں تو دین واسلام سے خارج ہو

جاؤں‘‘ سوال یہ ہے کہ زید اگر آئندہ وہ کام کرلے تو کافر تو نہیں ہو جائے گا اگر نہیں تو کفارہ وغیرہ لازم ہوگا؟ سائل ...... احمد بخش، ملتان

الجواب

لوقال ان فعل كذا فهو يهودى ...... او برئ من الاسلام...... او نحو ذالك مما يكون اعتقاده كفر فهو يمين استحسانا (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۵۴)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں یمین بن جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا۔

مذکورہ بالا کلمہ کہنے پر تکفیر ہوگی یا نہیں اس کا مدار اس پر ہے کہ قائل کا اعتقاد اگر یہ ہے کہ اس کی مخالفت کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے پھر تو کفر کا حکم لگے گا بصورت دیگر تکفیر نہ ہوگی۔

ہندیہ میں ہے: **هل يصير كافرا؟ اختلف المشائخ فيه قال شمس الائمة السرخسى: والمختار للفتوى انه ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهٰذا الشرط ومع هٰذا اتى يصير كافرا لرضاه بالكفر وكفارته ان يقول لا اله الا الله محمد رسول الله وان كان عنده انه اذا اتى بهٰذا الشرط لايصير كافرا لايكفر** (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۵۴) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۵/۱۰ھ

جذباتی آدمی کی قسموں کا حکم:

زید ایک جذباتی آدمی ہے معمولی سی بات پر جذبات میں آجاتا ہے اور قسم کھالیتا ہے۔ کبھی وہ کہتا ہے کہ ’’خدا کی قسم فلاں نے جو مجھ پر ظلم کیا ہے میں اس کو ثابت کروں گا‘‘ کبھی کہتا

ہے ''خدا کی قسم فلاں کو اس کا حق دلاؤں گا'' کبھی کہتا ہے ''خدا کی قسم چور کو ڈھونڈ کر چھوڑوں گا'' وغیرہ وغیرہ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح قسم کھانا جائز ہے؟ حالانکہ بعض اوقات زید وہ کام پورا بھی نہیں کر سکتا۔ کیا اگر کام پورا کر نہ سکے تو کفارہ دینا لازم ہوگا؟

سائل ...... محمد انور، ملتان

الجواب

نیک مقصد کیلئے سچی قسم اٹھانا شرعاً جائز ہے چونکہ مذکورہ امور کا تعلق مستقبل سے ہے اور کسی وقت کا تعین ہے نہیں، اس لئے حنث کا حکم زندگی کے آخری لحات میں جاری ہوگا۔

شامیہ میں ہے: كل فعل حلف ان يفعله في المستقبل واطلقه ولم يقيده بوقت لم يحنث حتى يقع اليأس عن البِرّ مثل ليضربن زيدا او ليعطين فلانة او ليطلقن زوجته وتحققُ اليأسِ عن البِرّ يكون بفوت احدهما (الخ) (شامیہ جلد ۵، صفحہ ۵۷۲)

ایسے شخص کو چاہیے کہ ایسی قسموں کو شمار کر کے ان کے کفارے کی وصیت کر دے اور آئندہ بغیر کسی سخت مجبوری کے قسم نہ اٹھائے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۲/۱۰ھ

دو گھروں سے نہ کھانے کی قسم کھائی تو یہ دو قسمیں ہوں گی یا مجموعہ ایک قسم بنے گی؟

زید نے ناجائز رسموں کی بناء پر دو گھروں کے بارے میں یہ قسم اٹھائی ''کہ ان دو گھروں سے کچھ کھاؤں پیئوں گا نہیں جب تک کہ آئندہ اس قسم کی کسی ہونے والی تقریب پر مخصوص رسموں سے اجتناب نہ کیا جائے'' بعد میں زید نے ایک گھر سے کچھ کھا پی لیا اور دوسرے گھر سے اب تک کچھ

نہیں کھایا۔قابل دریافت امور یہ ہیں!

(الف)......زید کی دو قسمیں ہوئیں یا ایک ہوئی؟

(ب)......صورت مسئولہ میں زید کی قسم ٹوٹ گئی یا دوسرے کے گھر سے کھانے کے بعد ٹوٹے گی؟

(ج)......اگر زید اب کفارہ دیدے تو یہ کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اور دوسرے گھر سے کھانے کے بعد دوسرا کفارہ دینا پڑے گا؟

(د)......زید اگر دوسرے گھر والوں سے بھی کھا پی لے اور ایک کفارہ دیدے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

سائل......محمد یونس، ہزارہ

الجواب

اگر حرف نفی کو مکرر ذکر کیا ہے اس طرح سے کہ ''میں نہ فلاں کے گھر سے کھاؤں گا نہ فلاں کے گھر سے کھاؤں گا'' تو یہ دو قسمیں ہوں گی۔اور اگر حرف نفی کو مکرر نہیں کیا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو ایک قسم ہوگی۔ پھر اگر ان میں سے ایک گھر سے بھی کھالیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور دوسرے کے گھر سے کھانے سے قسم دوبارہ نہیں ٹوٹے گی۔ **كذا في رد المحتار: وفي مجموع النوازل وكذا كلام فلان وفلان عليَّ حرام يحنث بكلام احدهما وكذا كلام اهل بغداد الى قوله: واذا كرر "لا" فانه يصير يمينين كما سنذكره في بحث الكلام عن الواقعات** (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۳۲)...................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۴/۸/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

پنچائیت یا عدالت میں جھوٹی قسم اٹھانے کا حکم:

اگر کوئی شخص عدالت یا پنچائیت وغیرہ میں جھوٹی قسم اٹھا کر گواہی دے اور بعد میں گناہ کا

احساس ہوتو اس جھوٹی قسم کا شرعاً کوئی کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عبداللہ، ملتان

الجواب

جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھانا ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو انسان کو تباہ کرنے والے ہیں اس لئے بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر توبہ کرتا رہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: **عن عبداللّٰہ ابن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ ...... ویمین الغموس رواہ البخاری** (جلد ۱ صفحہ ۱۷)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں حدیث پاک "**اجتنبوا السبع الموبقات**" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **وقال الشیخ ابو طالب المکی الذی هو اصل احیاء العلوم للغزالی قد جمعت جمیع الاحادیث الواردة فی هذا الباب فوجدت سبعة عشر، اربعة فی القلب......... واربعة فی اللسان شهادة الزور، وقذف المحصن والیمین الغموس و السحر** (الخ) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۲۳)

ایسی قسم کو یمین غموس کہا جاتا ہے غموس کا معنی غوطہ لگانے کا ہے جھوٹی قسم کھانے والے نے گویا گناہ کے سمندر میں غوطہ لگالیا۔ اس قسم کا علاج توبہ استغفار ہے کفارہ شرعاً واجب نہیں۔

ہندیہ میں ہے: **هو الحلف علی اثبات شیٔ او نفیه فی الماضی او الحال یتعمد الکذب فیه فهٰذه الیمین یأثم فیها صاحبها وعلیه فیها الاستغفار والتوبة دون الکفارة** (جلد ۲، صفحہ ۵۲) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۱۰/۱۰ھ

جھوٹی شہادت کی ایک خاص صورت کا حکم:

تین شخصوں نے طلاقیں اٹھائیں کہ زید نے سحری کے وقت عمرو پر گرنیڈ پھینکا اور ہم نے بچشم خود دیکھا اگر اس بات میں ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر اپنی عورتیں تین تین طلاق سے حرام ہوں ملزمان کے ان طلاقوں کے بعد چالان ہو گئے لیکن بالائی عدالت میں وہ بری ہو گئے۔ اب کئی اشخاص ہیں جو گواہی دینا چاہتے ہیں کہ ان اشخاص نے جھوٹی طلاقیں اٹھائی ہیں مثلاً گرنیڈ پھینکنے کے وقت یہ اشخاص محل وقوع میں نہ تھے اور انہوں نے بچشم خود دیکھنے کی طلاق غلط اٹھائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ عرصہ تین سال گذر گیا وہ ہر سہ اشخاص زوجیت کے تعلقات اپنی عورتوں سے رکھتے ہیں اور یہ گواہ جو بوجہ ''ڈر'' یا ''لاعلمی'' خاموش رہے اور اب گواہی دینا چاہتے ہیں۔ کیا ان کی گواہی قبول ہوگی یا رَد ہو جائے گی اور کیا ان کی عورتوں پر طلاق پڑے گی یا نہیں؟

سائل ...... غلام زین الدین، میانوالی

الجواب

جب تک یہ تینوں اشخاص اپنے آپ کو خود نہیں جھٹلاتے اور یہ اقرار نہیں کرتے کہ ہم نے جھوٹی گواہی دی ہے تب تک یہ جھوٹے متصور نہیں ہوتے اور ان کی عورتوں پر طلاق نہیں پڑتی لیکن اگر ان کی عورتوں کو یقین ہو جائے کہ ان کے خاوندوں نے جھوٹی قسمیں کھا کر طلاقیں دیدی ہیں تو شرعاً ان کو یہ اجازت ہے کہ وہ ان کے پاس نہ رہیں اور اپنے اوپر ان کو جماع کی قدرت نہ دیں۔

من ظهر انه شهد بزور بان اقر علی نفسه ولم يدع سهواً او غلطاً كما حرره ابن الكمال لايمكن اثباته بالبينة لانه من باب النفی (درمختار، باب الشہادۃ علی الشہادۃ، جلد ۸، صفحہ ۲۶۲، ط: رشیدیہ)..............فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳/۶/۱۳۷۸ھ

بن دیکھے قسم اٹھانا گناہ کبیرہ ہے خواہ واقعہ کا یقین ہی کیوں نہ ہو:

ہمارے ایک پڑوسی نے ایک چور کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور یقیناً وہ چور تھا لیکن معاملے کو میں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا تاہم عدالت میں مجھے گواہی دینی پڑی اور میں نے حلفاً کہہ دیا کہ میں نے اسے چوری کرتے دیکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک مجرم کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لئے اور برائی کے خاتمے کیلئے جھوٹی قسم کھانا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس کا کفارہ وغیرہ لازم ہے؟

سائل ...... محمد یٰسین، خانیوال

الجواب

صورت مسئولہ میں بن دیکھے قسم اٹھانا گناہ کبیرہ ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین...... والیمین الغموس، رواہ البخاری (صفحہ ۱۷ جلد ۱)

مجرم کو انجام تک پہنچانے اور برائی کے خاتمے کی نیت اسے جائز نہیں کر سکتی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

جان بچانے کیلئے جھوٹی قسم اٹھانے کی گنجائش ہے:

ایک آدمی کے بچوں کی عزت اور گھر کی عزت کا سوال ہے اور اس کو ان سب چیزوں کی عزت، تحفظ اور بھلائی کے لئے قرآن کی جھوٹی قسم اٹھانی پڑے اس صورت میں کہ اس طرح سے اس کی جان اور گھر کی عزت بچ جائے۔ تو کیا اس چیز کا کفارہ ہے یا نہیں؟

سائل ...... توصیف امجد، خان بیلہ

الجواب

اپنی یا بیوی بچوں کی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولنے کی شرعاً اجازت ہے۔ واعلم ان الکذب قد یباح وقد یجب ...... وواجب ان وجب تحصیله کما لورأی معصوماً اختفیٰ من ظالم یرید قتله او ایذائه فالکذب هنا واجب (شامیہ، جلد ۹، صفحہ ۷۰۵،)

تاہم مذکورہ قسم یمین غموس ہے اس پر شرعاً کفارہ نہیں۔ وهی غموس ان حلف علی کاذب ......ویاثم بها فتلزمه التوبة اذ لا کفارة فی الغموس یرتفع بها الاثم فتعینت التوبة للتخلص منه (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد ۵، صفحہ ۴۹۳۔۴۹۱)

....فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۱/۲۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

﴿مایتعلق بالحنث﴾

بدوں کسی شرعی وجہ کے قسم توڑنا جائز نہیں:

والدین کے کہنے پر قسم توڑنا کیسا ہے؟

کیا بغیر کسی وجہ شرعی کے قسم توڑنے کا کوئی گناہ ہوتا ہے، جبکہ کفارہ بھی ادا کر دیا جائے؟ نیز اگر کوئی شخص قسم کی خلاف ورزی کرنے پر مجبور کرے مثلاً والدین قسم توڑنے کا حکم دیں تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ کیا قسم توڑ دینی چاہیے؟

سائل ...... محمد مدثر، ملتان

الجواب

والدین کے کہنے پر قسم توڑنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ چنانچہ حدیث ابی ہریرہؓ میں وارد ہے: ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من حلف علی یمین فرأی خیراً منھا فلیکفر عن یمینہ ولیفعل رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف، جلد ۲، صفحہ ۲۹۶)

تاہم کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ بدوں کسی شرعی وجہ کے قسم توڑنا جائز نہیں۔ کیونکہ قسم توڑنا اللہ پاک کے نام مبارک کی عظمت کے خلاف ہے۔.................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

قطع رحمی کی قسم کھائی تو اس کو توڑنا شرعاً ضروری ہے:

اپنی چھوٹی ہمشیرہ سے جھگڑے کے دوران مَیں نے طیش میں آ کر یہ قسم کھائی کہ "قرآن ضامن ہے میں آج کے بعد تجھ سے نہیں بولوں گا" اب میں یہ قسم توڑنا چاہتا ہوں۔ قرآن وشریعت کی روشنی میں بتائیں کہ اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

سائل ...... محمد انور انصاری، قاسم بیلہ ملتان

الجواب

مذکورہ قسم میں چونکہ قطع رحمی ہے، لہٰذا شرعاً اس کا توڑنا ضروری ہے۔

لما فی الدرالمختار: ومن حلف علیٰ معصیة کعدم الکلام مع ابویه......وجب الحنث و التکفیر لانه اهون الامرین. اس پر علامہ رافعیؒ لکھتے ہیں: قول المصنف: "کعدم الکلام مع ابویه" اوغیر هما؛لان هجر المسلم معصیة (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۲۷)

ولما فی الحدیث: من حلف علی یمین فرأی غیرها خیراً منها فلیأت الذی هو خیر ولیکفر عن یمینه (مسلم شریف، جلد ۲، صفحہ ۴۸)

پہلے آپ ہمشیرہ سے کلام کر لیں پھر کفارہ ادا کر دیں، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائیں یا فی کس دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کریں یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائیں، اور مفلس شخص تین روزے رکھ لے۔ فکفارتهٗ اِطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهماوتحریر رقبةٍ فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ذٰلک کفارة ایمانکم اذاحلفتم (الآیہ) (مائدہ)...................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۶/۷/۱۴۲۲ھ

شادی پر نہ جانے کی قسم کھائی اور بیٹا شریک ہو گیا تو حانث ہو گا یا نہیں؟:

مسمّٰی محمد اجمل نے یوں قسم اٹھائی کہ "خدا کی قسم میں تو اقبال کی شادی پر نہیں جاؤں گا" بعد میں برادری والوں کی منت سماجت سے مجبور ہو گیا اور شادی میں خود تو شریک نہیں ہوا لیکن اس کے بیٹے اور اس کے گھر والے شادی میں شریک ہو گئے محمد اجمل نے نہ منع کیا اور نہ ہی جانے کا کہا۔ کیا شرعاً محمد اجمل پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم ہے؟

سائل ...... محمد اجمل

الجواب

بیٹے کی شرکت سے باپ قسم میں حانث شمار نہ ہوگا. لقوله تعالىٰ: ولا تزر وازرة وزر اخرى (الآیہ) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

مخصوص گائے کا دودھ نہ پینے کی قسم کھائی تو لسی، مکھن، دہی اور گھی وغیرہ استعمال کرنے سے حانث ہو گا یا نہیں؟

مسمّٰی محمد عمار کو ایک گائے نے ٹکر مار کر گرا دیا عمار نے غصے میں یہ قسم اٹھائی کہ واللہ میں اس گائے کا دودھ نہیں پیئوں گا۔ سوال یہ ہے کہ عمار اس گائے کے دودھ سے بنی ہوئی لسی، چائے، مکھن یا گھی وغیرہ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد بخش، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں قسم کا تعلق صرف دودھ سے ہے دودھ کے علاوہ مکھن، بالائی، گھی وغیرہ

استعمال کرنے سے حانث نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: ولا یحنث فی حلفه لا یأکل من هذا البسر او الرطب او اللبن باکل رُطبه وتمره وشیرازه لان هذه صفات داعیة الیمین (الخ) اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: اذ لاخفاء ان صفة البسورة والرطوبة واللبنية مما قد تدعوا الی الیمین بحسب الامزجة فاذا زالت زال ما عقدت علیه الیمین فاکله اکل ما لم تنعقد علیه الیمین (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۸۹)..........فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۵/۵/۱۰

جمعہ کے دن کوئی چیز واپس کرنے کی قسم کھائی لیکن جمعہ سے پہلے واپس کر دی تو حانث ہوگا یا نہیں؟

ایک شخص نے کسی سے کوئی چیز عاریۃً استعمال کرنے کے لئے لی ہوئی تھی لیکن واپسی میں ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا جبکہ چیز کا مالک جب بھی اس سے ملتا مطالبہ کرتا آخر اس نے یوں کہا ”خدا کی قسم اس جمعۃ المبارک کے دن واپس کر دوں گا“ لیکن ہوا یہ کہ جمعہ کے دن سے پہلے بروز بدھ چیز واپس کر دی۔ کیا اس قسم کی خلاف ورزی سے کوئی کفارہ لازم ہوگا۔ حالانکہ حالف کا مقصد یہ تھا کہ اس جمعہ کے دن سے مزید تاخیر نہ ہوگی اور تاخیر ہوئی بھی نہیں بلکہ جلدی ادائیگی کر دی ہے۔

سائل ...... عطاء الٰہی، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں وقت مقررہ سے پہلے عاریت والی چیز واپس کرنے کی صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا۔ حلف لیعطینه رأس الشهر فاعطاه قبله او ابرأه او مات الطالب

سقط الیمین عند ابی حنیفة ومحمد (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۵)......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۵/۱۰ھ

فلم نہ دیکھنے کی قسم کھائی تو مفاجاتی نظر پڑ جانے سے حانث نہ ہوگا:

زید نے قسم کے طور پر کہا کہ میں آئندہ فلم نہیں دیکھوں گا، قسم کھاتے وقت اس کی نیت میں سینما اور ویڈیو سینٹر تھے قسم کھاتے وقت اس نے کہا کہ "مجھ پر میری بیوی کو تین طلاق ہوں میں آئندہ فلمیں نہ دیکھوں گا" اتفاقی طور پر وہ کسی کھانے پر اپنے دوستوں کے ہمراہ گئے جب وہ دعوت خانے میں داخل ہوئے تو ادھر ٹیلی ویژن پر فلم لگی ہوئی تھی یہاں پر ایک ساتھی پہلے سے بیٹھا ہوا تھا جو اس کو دیکھ رہا تھا تو اس نے ہمارے احترام کے واسطے اس کو بند کر دیا تو کیا اس طرح مذکورہ صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہ؟ اور غلطی سے اس طرف نظر کی ہو اور پھر نگاہ کو نیچی کر لیا ہو تو کیا اس صورت میں بھی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہ؟

سائل: محمد ساجد علی پور

الجواب

مفاجاتی نظر چونکہ شرعاً معاف ہے اس کے بعد اگر فوراً نظر پست کر لی تو اس صورت میں حانث نہ ہوگا۔ نیز غلطی سے مفاجاتی نظر کرنے والا عرف میں فلم دیکھنے والا شمار نہیں ہوتا ایمان کا مبنی عرف پر ہے۔ الحاصل مفاجاتی نظر سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

(نوٹ) اگر فلم دیکھنے کا سلسلہ کچھ وقت رہا ہو تو دوبارہ سوال کریں۔...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۵/۲۱ھ

(۱) کلما کی قسم سے سابقہ نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا:

(۲) مظلومین کیلئے کلما کی قسم سے بچنے کا ایک عمدہ طریقہ:

(۱)......بعض اوقات امریکی فوجی یا امریکہ نواز حکومت کے کارندے مجاہدین کو پکڑ لیتے ہیں اور دوران تفتیش یہ قسم لیتے ہیں کہ ''اگر مجھے ملا عمر یا اسامہ کے بارے میں کوئی علم ہو (اور میں چھپاؤں اور نہ بتاؤں) تو جس عورت سے میں نکاح کروں اسے تین طلاق'' یعنی کلما کی قسم دیتے ہیں حالانکہ بعض مجاہدین کو مذکورہ معلومات ہوتی ہیں۔ تو ایسی صورتحال میں بھی وہ قسم اٹھا لیتے ہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلے سے جو عورت نکاح میں ہے اس کا کیا حکم ہے اس کو طلاق ہوگی یا نہ؟

(۲)......جن کا پہلے کوئی نکاح نہیں ہوا اگر وہ آئندہ کسی عورت سے نکاح کرنا چاہیں تو کسی طریقے سے ان کا نکاح ہو سکتا ہے؟ یعنی جو قسم وہ اٹھا چکے ہیں اس کی تاثیر سے بچنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

سائل ...... محمد حسن، منڈی یزمان

الجواب

(۱)......قسم کا تعلق چونکہ مستقبل سے ہوتا ہے اس لئے پہلے سے جو عورت نکاح میں ہے اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ **ومنعقدة وهو ان يحلف على امر فى المستقبل ان يفعله او لايفعله** (الخ) (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۵۲)

جو لوگ ان الفاظ سے قسم اٹھا چکے ہیں وہ تزوّج فضولی اور اجازت فعلی پر عمل کریں اس کا طریقہ کسی جید عالم یا مفتی سے زبانی معلوم کریں۔

(۲)......اور جن مجاہدین وغیرہ کو اس قسم کی تفتیش اور کلما کی قسم کا اندیشہ ہو ان کے لئے ایک حیلہ اور تدبیر یہ ہے کہ وہ حلف کے وقت ایک مخصوص عورت کی نیت کریں۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ ''حالف اگر مظلوم ہو تو اس کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے'' لہٰذا اس صورت میں قسم صرف اسی مخصوص عورت سے متعلق ہوگی۔ ہندیہ میں ہے: **ذكر عن ابراهيم النخعیؒ انه قال اليمين على نية**

الحالف اذا کان مظلوما وان کان ظالما فعلی نیة المستحلف وبه اخذ اصحابنا مثال الاوّل اذا اکره الرجل علی بیع عین فی یده فحلف المُکره باللّٰه انه دفع هذاالشیٔ الی فلان یعنی به بائعه حتی یقع عند المُکره ان مافی یده ملک غیره فلا یکرهه علی بیعه یکون کما نوی ولایکون ما حلف یمین غموس لاحقیقة ولا معنیً (الخ) (جلد۲، صفحہ۵۹) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۰/۵/۱۱ھ

''کلما'' کی قسم سے بچنے کی ایک اور تدبیر:

احمد نامی ایک لڑکا ایک مدرسہ کا طالب علم ہے کچھ عرصہ پہلے مدرسہ میں صفائی کے دوران چند کتابوں کی چوری ہوئی جس میں سے ایک رسالہ احمد نے بھی اٹھایا تھا۔ مدرسہ کی انتظامیہ نے اس پر شک کر کے اس سے ''کلما'' کی قسم ان الفاظ کے ساتھ اٹھوائی ''جب بھی میں خود کسی عورت سے شادی کروں یا کوئی دوسرا شخص میری شادی کرے تو اس عورت کو طلاق ہے'' اب احمد نے قسم اٹھائی اور رسالہ کی چوری کا منکر ہوا ہے لیکن جھوٹی قسم اٹھائی ہے لہٰذا کوئی حیلہ بتایا جائے جس سے شادی بھی ہو جائے اور طلاق بھی نہ ہو۔ اگر احمد صرف شق اول کا تکلم کرتا تو نکاح فضولی والا حیلہ موجود تھا لیکن شق ثانی کی تعمیم کی وجہ سے ممکن نہیں۔ اگر فقہ حنفیہ میں ''کلما'' کی قسم کا اس خاص صورت میں کوئی حیلہ نہیں ہے تو احمد اس خاص مسئلہ میں کسی دوسرے امام کے مسلک پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر عمل نہیں کر سکتا تو اس کا تجرد عنِ النکاح کی صورت میں زندگی گذارنا کیسا ہوگا؟ حالانکہ آج کل فتنے کا دور ہے۔ نیز اس مسئلہ میں ''کلما'' کی قسم کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مذہب

واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

سائل ...... منور احمد، بہاولپور

الجواب

صورت مسئولہ میں احمد شرعاً نکاح کر سکتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ فضولی نکاح کرے اور یہ شخص عملی طور پر اجازت دے دے مثلاً مہر روانہ کر دے اس صورت میں طلاق کا وقوع نہ ہوگا۔ کیونکہ جب غیر نے نکاح کیا تو قسم کا انحلال ہو گیا لیکن طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ خاوند کی اجازت سے پہلے وہ اس کی منکوحہ نہ تھی کہ طلاق واقع ہوتی اور نکاح خاوند کی اجازت سے مکمل ہونا تھا۔ انحلال یمین کے بعد خاوند کی اجازت فعلی سے کچھ نہ ہوگا۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: وھذہ الحیلۃ انما یحتاج الیھا اذا قال: "او یزوجھا غیری لاجلی واجیزہ" اما اذا لم یقل "واجیزہ" قال النسفیؒ: یزوج الفضولی لاجلہ فتطلق ثلاثاً اذالشرط تزویج الغیر لہ مطلقاً ولکنھا لا تحرم علیہ لطلاقھا قبل الدخول فی ملک الزوج، قال صاحب جامع الفصولین: فیہ تسامح؛ لان وقوع الطلاق قبل الملک محال اھ.قلت انما سماہ تسامحاً لظھور المراد وھو انحلال الیمین لا الی جزاء؛ لان الشرط تزویج الغیر لہ وذالک یوجد من غیر توقف علی اجازتہ (الخ) (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۷۱۸، مطلب قال کل امرأۃ تدخل فی نکاح)

حضرت امام شافعیؒ یمین مضافہ کے قائل نہیں ہیں ان کے مسلک کے مطابق گویا یہ یمین بنی ہی نہیں۔ لیکن دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی بہت سی شرائط ہیں اہل فتویٰ کی اجازت سے ایسا ممکن ہے۔...................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۷/۱۴۲۴ھ

قسم میں حالف کی نیت کا بھی اعتبار ہوتا ہے:

ایک طالب علم مدرسہ سے نکل آیا بعدہ کسی نے اس کو کہا کہ تو مدرسہ میں داخل ہو جا یعنی پڑھائی شروع کر دے، اُس نے غصہ میں آ کر یہ الفاظ کہے کہ ''مجھے کلما کی قسم ہے اگر میں مدرسہ میں جاؤں تو'' (بلفظہٖ) ویسے اس وقت اس کی مراد اور بحث پڑھائی کی ہو رہی تھی، تو کیا ان الفاظ سے وہ فقط مدرسہ میں جانے سے حانث ہو جائے گا یا نہیں؟ یا پڑھائی کرنے سے اور کیا اس میں کسی قسم کی کوئی تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... احمد بخش، مدرسہ عطاء العلوم، ڈیرہ غازیخان

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ طالب علم مذکور فقط مدرسہ میں جانے سے حانث نہ ہوگا، بشرطیکہ اس کی نیت وہی ہو جو سوال میں تحریر ہے اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو یا جانے سے مراد صرف ''چار دیواری'' میں قدم رکھنا مقصود ہو تو مجرد دخول سے حانث ہوگا۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۴/۲/۲۸ھ

''کلما کی قسم میں شرابی اور زانی نہیں ہوں'' کہنے کا حکم:

ایک علومِ فقہیہ سے واقف شخص شرابی اور زانی تھا برادری والوں نے اسے زدوکوب کیا تاکہ وہ اقرار کر لے اور اس علاقے میں رہنے کے قابل نہ رہے یا صفائی پیش کرے، تو اُس نے

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: حلف لایضع قدمه فی دار فلان حنث بدخولها مطلقاً ولو حافیاً او راکباً (جلد۵، صفحہ۵۷۸) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اپنی صفائی میں کلما کی قسم ان الفاظ سے اٹھائی ''کلما کی قسم میں شرابی وزانی نہیں ہوں'' اب وہ حلفاً کہتا ہے کہ میں حقیقتاً مذکورہ بالا رذائل کا حامل تھا، لیکن قسم اُٹھانے سے پندرہ بیس دن پہلے توبہ کر چکا تھا، اور قسم اٹھاتے وقت میری نیت یہ تھی کہ میں فی الحال زانی نہیں ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم سے اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

سائل ...... نذر محمد، مہتمم مدرسہ احیاء العلوم، خانپور

الجواب

اس طرح کہنے سے شخص مذکور کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ یہ یمین منعقد ہی نہیں ہوئی۔[1] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	١٣٩٣/٥/١١ھ

---

(١)...... مذکورہ الفاظ حال پر دال ہیں جبکہ قسم کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے۔ اگر بالفرض اسے قسم مان بھی لیا جائے پھر بھی طلاق واقع نہ ہونی چاہیے کیونکہ فی الحال نہ وہ زانی ہے اور نہ ہی وہ شرابی ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (رواہ ابن ماجہ صفحہ ٣٢٣، باب ذکر التوبہ) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

﴿مایتعلق بالکفارۃ﴾

یمین منعقدہ کی خلاف ورزی پر کفارہ واجب ہے:

مسمّی محمد ارشد اور محمد رفیق نے مشترکہ بجلی کا میٹر لگایا ہوا ہے بل مشترکہ ادا کرتے ہیں ایک مرتبہ محمد ارشد کے پاس بل ادا کرنے کے لئے پیسے نہیں تھے تو ارشد نے محمد رفیق کو یہ کہا کہ خدا کی قسم اس مرتبہ بجلی کا بل تمہیں ادا کرنا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح قسم منعقد ہوگئی ہے؟ اگر محمد رفیق بجلی کا بل ادا نہ کرے تو کیا محمد ارشد پر کفارہ وغیرہ لازم ہوگا؟

سائل ...... شفیق الرحمٰن، لیاقت پور

الجواب

صورت مسئولہ میں محمد رفیق کے بل ادا نہ کرنے کی صورت میں محمد ارشد پر قسم کا کفارہ ادا کرنا شرعاً ضروری ہے **قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فھو حالف، فان لم یفعلہ المخاطب حنث مالم ینو الاستحلاف** (درمختار ج۵، صفحہ۷۱۹)

کیونکہ مذکورہ "قسم" یمین منعقدہ ہے اور یمین منعقدہ کی خلاف ورزی پر شرعاً کفارہ واجب ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ: **ومنعقدۃ وھی حلفہ علیٰ مستقبل آتٍ یمکنہ...... وھذا القسم فیہ الکفارۃ ؛ لآیۃ "واحفظوا ایمانکم" ولایتصور حفظ الا فی المستقبل** (الخ) (درمختار، جلد۵، صفحہ۴۹۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۵/۱۰/۱۴۲۷ھ

اگر قسم کی خلاف ورزی جبر سے ہو تب بھی کفارہ واجب ہے:

ہندہ نے قسم کھائی کہ میں زندگی بھر فلاں کے گھر نہ جاؤں گی اور نہ فلاں گھر کا کھانا کھاؤں گی لیکن بعد میں ہندہ کا خاوند ہندہ کو مجبور کر کے لے گیا جبکہ ہندہ بالکل نہیں جانا چاہتی تھی۔ اب ہندہ کا خیال یہ ہے کہ چونکہ میں اپنی مرضی اور خوشی سے نہیں گئی بلکہ خاوند مجبور کر کے لے گیا ہے۔ لہٰذا میں نے قسم کی خلاف ورزی نہیں کی، لہٰذا کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں اگر میں اپنی مرضی سے جاؤں تو کفارہ لازم ہوگا۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ قسم کی خلاف ورزی ہوئی یا نہیں؟ نیز کوئی کفارہ وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... جلیل احمد، ڈیرہ غازی خان

الجواب

صورت مسئولہ میں قسم کا کفارہ واجب ہے۔ قسم کی خلاف ورزی اگرچہ جبراً ہو پھر بھی کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ ہندیہ میں ہے: **ومن فعل المحلوف علیه عامداً او ناسیاً او مکرهاً فهو سواء** (جلد ۲، صفحہ ۵۲) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۴/۴ھ

ماضی کے متعلق جھوٹی قسم اٹھانا گناہ کبیرہ ہے، تاہم کفارہ لازم نہیں:

پانچ دوستوں نے ایک بات پر عہد کیا کہ "ہم میں سے جو کوئی سگریٹ پیئے گا تو اس کو پانچ سو روپے جرمانہ ہوگا" اس کے بعد یہ ہوا کہ دس دن کے بعد ان دوستوں نے مسجد میں جا کر وضو کر کے بیان حلفی دیا ان میں سے چار دوستوں نے کہا کہ ہم سگریٹ پیتے ہیں اور ایک دوست

نے یہ کہا کہ "میں سگریٹ نہیں پی رہا" اس کے بعد مسجد سے باہر آ کر کہا کہ میں نے اس وقت "سگریٹ نہیں پی رہا" کہا ہے لیکن میں سگریٹ پیتا ہوں یہ کام اس نے صرف جرمانے سے بچنے کے لئے کیا، اب اس کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد اصغر، محلہ حمزہ، لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

الجواب

صورت مسئولہ میں کفارہ شرعاً واجب نہیں کیونکہ کفارہ اس قسم پر واجب ہوتا ہے جو مستقبل سے متعلق ہو، "میں سگریٹ نہیں پیتا یا نہیں پی رہا" یہ مستقبل نہیں یہ گویا یمین غموس ہے۔ باقی جھوٹ کی وجہ سے اللہ پاک ناراض ہوتے ہیں اس لئے حسب استطاعت صدقہ، خیرات کر دیں اور توبہ و استغفار بھی کریں۔ لما فی الدر المختار: وهي اى اليمين ...... غموس تغمسه في الاثم ثم النار وهي كبيرة مطلقاً ...... ان حلف على كاذب عمداً كوالله ما فعلت كذا عالماً بفعله .... ويأثم بها فتلزمه التوبة اذ لا كفارة في الغموس يرتفع بها الاثم فتعينت التوبة للتخلص منه (الدر المختار مع الشامیہ: جلد ۵، صفحہ ۴۹۳۔۴۹۱)

باقی مالی جرمانہ عند الاحناف جائز نہیں۔ لما فی الشامية: وفي شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الاسلام ثم نسخ ا ه والحاصل ان المذهب عدم التعزير بأخذ المال (الخ) (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۹۸، ط: رشیدیہ جدید)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۵/۸/۲۸ھ

جتنی قسمیں توڑی ہیں اتنے کفارے لازم ہوں گے ایک کفارہ کافی نہ ہوگا:

ایک آدمی قسم اٹھاتا ہے پھر توڑ دیتا ہے اسی طرح کئی قسمیں توڑ چکا ہے تو اس کے ذمہ

ایک ہی کفارہ ہے یا ہر قسم کا علیحدہ علیحدہ کفارہ ہے؟

سائل ...... محمد نسیم، میانوالی

الجواب

جتنی قسمیں توڑی ہیں اتنے کفارے ادا کرنے ہوں گے۔ وتتعدد الکفارة لتعدد الیمین و المجلس و المجالس سواء (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۵۰۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفی عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۱/۱۳ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

مجبور ہو کر قسم توڑنا بھی موجب کفارہ ہے:
ایک ہی نوع کی متعدد قسمیں کھانے سے ایک کفارہ کافی نہ ہوگا:

ایک آدمی چرس پیتا ہے چار پانچ دفعہ اس نے بغیر دباؤ کے ارادۃً قسم کھائی کہ خدا کی قسم اب یہ فعل نہیں کروں گا مگر پھر مجبور ہو کر چرس پی لیتا ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا کفارہ ادا کرے؟ نیز بیوی کے پاس جا سکتا ہے یا کفارہ ادا کئے بغیر نہیں جا سکتا؟

سائل ...... محمد منور پاشا، چشتیاں

الجواب

ہر قسم کا کفارہ ادا کرے ایک قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلائے۔

وتتعدد الکفارة لتعدد الیمین (درمختار، جلد ۵، صفحہ ۵۰۵)

بیوی کے پاس جانا جائز ہے کفارہ سے پہلے بھی اور کفارہ کے بعد بھی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۱/۳/۲ھ

ایک یا متعدد قسمیں بننے کے بارے میں ایک ضابطہ:

ایک آدمی اس طرح قسم اٹھاتا ہے ''کہ اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں بولوں گا اور زنا بھی نہیں کروں گا اور چوری بھی نہیں کروں گا'' اب وہ جھوٹ بولتا ہے اور حانث ہونے پر کفارہ ادا نہیں کرتا پھر زنا کرتا ہے یا چوری کرتا ہے۔ تو کیا ایک دفعہ کفارہ ادا کرنے سے حنث ختم ہو جائے گا یا متعدد کفارے ادا کرنے ہوں گے؟

سائل ...... افتخار احمد، بہاولپور

الجواب

اگر حرف نفی کو مکرر ذکر کیا جائے اس طرح کہ ''میں نہ فلاں کام کروں گا اور نہ فلاں کام کروں گا اور نہ فلاں کام کروں گا'' تو جتنا زیادہ نفی کا تکرار ہوگا اتنی ہی قسمیں بنیں گی۔ واذا کرر ''لا'' فانه يصير يمينين (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۳۲) لانه اذا كرر النفي تكرر اليمين حتى لو قال لا اكلمك اليوم ولا غدا ولا بعد غد فهي ايمان ثلاثة (شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۵۳۳)

وفي الخانية: ولو قال والله لا اكلم فلانا اليوم ولا غدا ولا بعد غد كان له ان يكلمه في الليالي لانها ايمان ثلاثة (خانیہ علی ہامش الہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۷)

لہٰذا اگر ایک قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دیا تو اگر باقی قسمیں توڑے گا تو ان کا مستقل کفارہ دینا پڑے گا۔[1] ولو قال ان فعلت كذا فهو بريء من الله وبريء من رسوله فهما يمينان ان حنث يلزمه كفارتان (خانیہ علی ہامش الہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۱/۱۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

التخریج: (۱)...... وتتعدد الكفارة لتعدد اليمين (الدر المختار، جلد ۵، صفحہ ۵۰۵) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

قسم توڑنے پر کیا کفارہ لازم ہوتا ہے؟

مسجد میں اعتکاف والوں کے لئے ایک لیٹرین بنائی گئی۔ زید اس مسجد میں اعتکاف بیٹھا اور اس نے قسم اٹھا رکھی تھی کہ میں اس لیٹرین میں پیشاب نہیں کروں گا آیا اس لیٹرین میں پیشاب کرنے سے حانث ہوگا یا نہیں؟ اگر حانث ہوگا تو اس پر کیا کفارہ ہے؟

سائل ...... عزیز اللہ، میانوالی

الجواب

مذکورہ صورت میں زید حانث ہو جائے گا۔ اور اس پر کفارہ یہ ہے کہ دس مساکین کو کپڑے پہنائے یا دس مساکین کو کھانا کھلائے ان دونوں چیزوں میں سے ایک چیز واجب ہے، اور اگر ان دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر بھی قادر نہ ہو تو متواتر تین روزے رکھے۔

لما فی الهداية: كفارة اليمين عتق رقبة يجزی فيها مايجزی فی الظهار وان شاء كسا عشرة مساكين كل واحد ثوباً فما زاد وادناه مايجوز فيه الصلوة وان شاء اطعم عشرة مساكين كالاطعام فی كفارة الظهار والاصل فيه قوله تعالى: "فكفارته اطعام عشرة مساكين" (الآية) فان لم يقدر على احد الاشياء الثلاثة صام ثلاثة ايام متتابعات (ہدایہ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۴/۵/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے سے کفارہ ادا نہ ہوگا:

زید نے قسم کھائی کہ وہ اپنے بھائی سے بات نہیں کرے گا بعد میں معلوم ہوا کہ ایسی قسم

اٹھانا ٹھیک نہیں ہے تو قسم کو توڑنے کے خیال سے ایک موقع پر فقراء جمع تھے ان کو قسم کے کفارے کی نیت سے دو وقت کا کھانا کھلا دیا، حالانکہ ابھی تک اس نے اپنے بھائی سے بات نہیں کی تھی بعد میں بھائی سے بات چیت کی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح قسم توڑنے سے پہلے اگر کفارہ ادا کر دیا جائے تو شرعاً کفارہ ادا ہو جاتا ہے؟

سائل.....محمد شکیل، ملتان

الجواب

حنفیہ کے نزدیک صحت کفارہ کے لئے حنث (قسم کا توڑنا) ضروری ہے۔

لما فی البحر: لایصح التکفیر قبل الحنث فی الیمین (البحر الرائق جلد ۴، صفحہ ۴۸۹)

ولما فی العالمگیرۃ: ان قدم الکفارۃ علی الحنث لم یجزئہ (عالمگیریہ جلد ۲، صفحہ ۶۴)

لہٰذا صورت مسئولہ میں کفارہ ادا نہیں ہوا قسم توڑنے کے بعد دوبارہ کفارہ ادا کریں۔..فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۱۱/۱۰ھ

صاحب استطاعت کے تین روزے رکھنے سے کفارہ ادا نہ ہوگا:

زید نے کسی بات پر قسم کھائی اور پھر قسم کی خلاف ورزی کر لی یعنی حانث ہو گیا اور پھر کفارے میں تین روزے رکھ لئے حالانکہ زید مالدار شخص ہے دس مسکینوں کو کھانا کھلانا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کا کفارہ ادا ہو گیا؟

سائل ...... اعجاز ندیم، مروت

الجواب

روزہ سے کفارہ ادا ہونا عدم استطاعت کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، لہٰذا جو شخص کھانا کھلانے یا کپڑے دینے پر قدرت رکھتا ہو اس کا کفارہ تین روزے رکھنے سے ادا نہیں ہوگا۔

لقولہٖ تعالیٰ: فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام (الآیۃ) ہندیہ میں ہے: فان لم یقدر علی احد هذه الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ایام متتابعات وهذه كفارة المعسر (جلد ۲، صفحہ ۶۱)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۶/۵/۱۰ھ

کفارہ بالصوم کی ادائیگی کب درست ہے؟

(۱)..... زید شرعی معنی کے اعتبار سے غریب ہے یعنی صدقات واجبہ میں سے کوئی چیز اس پر واجب نہیں البتہ اپنی گذر اوقات اس کی اچھی ہے تو کیا قسم کے کفارے میں اس کو روزے رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو آیت میں عدم استطاعت سے کیا مراد ہے؟

(۲)..... ایک شخص کی گذر اوقات اچھی ہے لیکن اس کے باوجود وہ کم وبیش پانچ سو روپے کا قرض دار ہے اور فی الحال اس کو قرض کی ادائیگی کی بھی گنجائش نہیں۔ تو کیا ایسے شخص کو بھی کفارۂ یمین میں روزے رکھنے جائز ہیں یا روٹی کپڑا دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز دینی ضروری ہے؟

سائل ...... حافظ محمد عبد الغفار، لیاقت پور

الجواب

(۱)..... نہیں۔ اور عدم استطاعت سے استطاعت ممکنہ مراد ہے اور استطاعت میسرہ کی نفی مقصود

نہیں۔ شامی میں ہے: قوله:"وان عجز" قال فی البحر: اشار الی انه لو کان عنده واحد من الاصناف الثلاثة لایجوز له الصوم وان کان محتاجاً الیه، ففی الخانية لایجوز الصوم لمن یملک ما هو منصوص علیه فی الکفارة او یملک بدله فوق الکفاف، والکفاف منزلة یسکنه وثوب یلبسه ویستر عورته وقوت یومه ولوله عبدیحتاجه للخدمة لا یجوز له الصوم (الخ)(شامیہ، جلد۵، صفحہ۵۲۶)

(۲)......وفی العالمگیریة: ولو کان له مال وعلیه دیون کثیرة مثل ماله او اکثر جاز الصوم بعد ما یقضی دینه من ذالک المال هکذا ذکر محمدؒ فی الاصل وهو ظاهر فاما قبل قضاء الدین فهل یجزئه الصوم اختلف المشائخ فیه کذا فی المحیط والاصح انه یجزئه التکفیر بالصوم کذا فی المبسوط (جلد۲، صفحہ۶۲)

روایات بالا سے معلوم ہوا کہ کفاف نکالنے کے بعد اس کا مال وگھریلو سامان اور غلہ ونقد روپیہ وغیرہ سارا کا سارا ادائیگی قرض میں ختم ہو جائے تو پھر اس کا کفارہ بالصوم ادا کرنا درست ہے۔.................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۲۲/۷/۱۳۸۸ھ

کفارۂ یمین کے تین روزوں میں تتابع شرط ہے:

زید نے قسم کھائی تھی لیکن اس پر برقرار نہ رہ سکا اور قسم توڑ دی زید کی مالی حالت اتنی کمزور ہے کہ وہ دس مسکینوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا۔ سوال یہ ہے کہ زید اگر تین روزے رکھے تو لگاتار رکھنے ہوں گے یا درمیان میں وقفہ کر سکتا ہے؟

سائل ...... محمد خالد، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں کفارہ کی نیت سے تین روزے لگاتار رکھے۔

لقولہٖ تعالیٰ: فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام (الآیہ) بعض قرات میں "متتابعات" کے الفاظ ہیں، چنانچہ حاشیہ جلالین میں ہے کہ: وعندنا یشترط فی الصوم التتابع لقرأة عبداللّٰہ ابن مسعود وعبداللّٰہ ابن عبّاس وابیّ ابن کعب "ثلثة ایامٍ متتابعات" کما فی التفسیر الزاھدی وغیرہ (حاشیہ جلالین شریف، صفحہ۱۰۶)

وفی الدرالمختار: وان عجز عنھا...... صام ثلثة ایامٍ ولاء ای: متتابعة لقرأة ابن مسعود وابیّ "فصیام ثلثة ایام متتابعات" فجازلتقیدبھا لانھا مشھورة فصارت کخبرہ المشھور (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد۵، صفحہ۵۲۶) وفی الھندیة: فان لم یقدر علی احد ھذہ الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ایام متتابعات (جلد۲، صفحہ۶۱)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۵/۱۰ھ

کفارہ یمین میں کھانا کھلانے اور کپڑے دینے میں اگر جمع کیا تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟

ایک آدمی کے ذمہ قسم کا کفارہ تھا اس نے ایک دن کفارہ کی ادائیگی کی نیت سے پانچ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا دیا اور پھر ایک دن دوسرے پانچ مسکینوں کو کپڑے دے دیئے۔ کیا اس طرح قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

سائل ...... محمد احمد، احمد پور شرقیہ

الجواب

اگر کھانا فقراء کے حوالے کر دیا گیا تھا یعنی تملیک کی صورت تھی اباحت والی صورت نہیں تھی تو ایسی صورت میں کفارہ ادا ہو جائے گا۔ ولو اطعم خمسة مساکین وکسی خمسة

مساکین فان کان الطعام طعام تملیک جاز ویکون الا غلی منهما بدلاً عن الارخص ایهما کاناغلیٰ (عالمگیریہ جلد ۲، صفحہ ۶۳)

اور اباحت کی بعض صورتوں میں بھی کفارہ ادا ہو جائیگا۔ وان کان الطعام طعام الاباحة ان کان الطعام ارخص جاز وان کان اغلی لایجوز لان فی الکسوة تملیکا ولیس فی الاباحة تملیک فاذا کان الطعام ارخص جاز ان یجعل الکسوة بدلاً عن الطعام بخلاف ما اذا کان علی العکس (الخ) (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۶۳) ...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۱۲/۱۰ھ

اگر ایک ہی وقت میں بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو کیا "کفارہ" ادا ہو جائے گا؟

زید نے قسم توڑ دی۔ اب کفارہ کی ادائیگی میں اگر دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانے کے بجائے بیس یا اس سے زائد مسکینوں کو ایک ہی وقت میں دعوت کر کے کھانا کھلا دے تو اس طرح کفارہ ادا ہو جائے گا؟

سائل ...... محمد شعیب، ساہیوال

الجواب

صورت مسئولہ میں کفارہ ادا نہ ہو گا کیونکہ دس مساکین کو دو وقت کھانا کھلانا شرط ہے مساکین دوسرے وقت میں بھی وہی ہوں جن کو پہلے وقت میں کھلایا تھا۔ وطعام الاباحة اکلتان مشبعتان غداء وعشاء او غداء ان او عشاء ان (الخ) (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۶۳)

لہذا اگر بیس مساکین کو ایک ہی وقت میں کھلایا یا دو وقتوں میں الگ الگ مساکین کو کھلایا

تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔لما فی البدائع:حتی لو غدی عددا وعشی عددا آخر لم یجزہ لانہ لم یوجد فی حق کل مسکین اکلتان (جلد۴،صفحہ۲۶۱)

وفی العالمگیریۃ:لو غدی عشرۃ وعشیٰ عشرۃ غیرھم لم یجزیٔ وکذا اذا غدیٰ مسکینا وعشی آخر عشرۃ ایام لم یجزیٔ (جلد۲،صفحہ۶۵)..........فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس،ملتان

۱۴۲۹/۵/۲۰ھ

(۱) پانچ مساکین کو چار وقت کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر دوسرے وقت کھانا کھلانے کے لئے وہی فقراء نہ ملیں تو کیا کیا جائے؟

(۱)......بندہ نے قسم کھائی تھی کہ میں آئندہ فلاں شخص سے بات نہیں کروں گا لیکن اس قسم کو پورا نہ کر سکا اور قسم توڑ دی ہے۔اب قسم کا کفارہ تو دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے لیکن دس مسکینوں کو ڈھونڈنا مشکل کام ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ پانچ مسکین مل جائیں تو ان کو چار وقت کا کھانا کھلا دیا جائے۔اس طرح کفارہ ادا ہو جائے گا؟

(۲)......اسی طرح اگر ایک وقت دس مسکین مل جائیں لیکن دوسرے وقت وہی دس مسکین نہ ملیں دوسرے دس مسکین مل جائیں ان کو بھی ایک وقت کا کھانا کھلا دیا تو جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد خالد،ملتان

الجواب

(۱)......صورت مسئولہ میں قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ ہندیہ میں ہے:رجل اعطی کفارۃ یمینہ مسکینا واحدا خمسۃ اصوع لم یجز الا اذا اعطی مسکینا واحدا فی

عشرة ایام فیقوم عدد الایام مقام عدد المسکین (جلد۲،صفحہ۶۳)

اوقات یا ایام کی تعداد فقراء ومساکین کی گنتی کے قائم مقام ہو جائے گی۔

(۲)......اس مذکورہ صورت میں کفارہ ادا نہیں ہوا۔ ہندیہ میں ہے:ولو غدیٰ عشرة وعشی عشرة غیرهم لم یجزئ (جلد۲،صفحہ۶۳) وفیه ایضاً: وکذا الرجل اذا اوصیٰ ان یطعم عشرة مساکین کفارة لیمینه فغدی الوصی عشرة مساکین فمات المساکین قبل ان یعشیهم یلزمه الاستقبال (الخ) (عالمگیریہ،جلد۲،صفحہ۶۳)

وفی البدائع: لو غدی عدداً وعشی عدداً آخر لم یجزه لانه لم یوجد فی حق کل مسکین اکلتان (الخ) (جلد۴،صفحہ۲۶۱،ط:رشیدیہ جدید)............ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس،ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

پانچ صاع گندم کو اگر دس مساکین لوٹ لیں تو کیا کفارہ ادا ہو جائے گا؟

زید نے کسی کام کے چھوڑنے پر قسم کھائی تھی لیکن پوری نہ کر سکا اور قسم توڑ دی،اور پھر قسم کے کفارے کی نیت سے گندم کی ڈھیری دس فقراء کے سامنے کر دی اور ان فقراء نے اس گندم کی ڈھیری کو لوٹ لیا لیکن برابر تقسیم نہیں کیا جس کے جو ہاتھ لگ گیا وہ لے گیا کسی نے زیادہ گندم لے لی اور کسی نے تھوڑی لی البتہ ہر ایک کو مل گئی۔کیا اس طرح کفارہ ادا ہو جائے گا؟

سائل ...... محمد رفیق میلسی

الجواب

من علیه کفارة الیمین اذا وضع خمسة اصوع من طعام بین یدی عشرة مساکین فاستلبوها وانتهبوها اجزأه عن مسکین واحد لاغیر (ہندیہ،جلد۲،صفحہ۶۳)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ صرف ایک فقیر کی ادائیگی صحیح ہے باقی نو فقیروں کو دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔.................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۱۱/۱۴۲۹ھ

فقیر کو قرض سے بری کر دینے سے قسم کا کفارہ ادا نہ ہوگا:

کسی مسکین پر حانث فی الیمین کا قرضہ ہو اور اس قرضہ کی تملیک اس کو کفارۂ یمین کی نیت سے کر دی جائے تو اس سے کفارۂ یمین ادا ہو جائے گا؟ خدشہ کی وجہ یہ ہے کہ زکوۃ تو دین کی تملیک سے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ادا نہیں ہوتی تو کیا کفارہ بھی تملیک دین سے ادا نہیں ہوتا؟

سائل ...... دین محمد اظہر، مظفر گڑھ

الجواب

تلاش کے باوجود جزئیہ نہیں ملا، لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ''کفارہ'' ابراء دین سے ادا نہیں ہوتا، کیونکہ ادائیگی کفارہ کی دو ہی صورتیں لکھتے ہیں، ایک اباحت طعام کی کہ مساکین کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھلائیں، اور دوسری تملیک کی کہ مخصوص شرائط کے تحت نصف صاع ہر مسکین کو دے دیا جائے اور ابراء دین ان میں سے کسی کے تحت داخل نہیں.......... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۹/۱/۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

کتاب اللُّقطة

’’تبلیغی جماعت‘‘ والوں کا سلنڈر دوسرے سلنڈر سے تبدیل ہو جائے تو اس کا کیا کیا جائے:

میں نے اپنے ذاتی برتن اور سلنڈر (جماعت کے برتن) ایک دوسری جماعت کو دیئے تا کہ وہ ان کو تشکیل میں جا کر استعمال کر لیں اور پھر واپس کر دیں، جب تشکیل کے بعد اس جماعت نے برتن واپس کیے تو سلنڈر جو میں نے انہیں دیا تھا وہ انہوں نے مجھے نہیں دیا (کیونکہ برتن میرے تھے ان کو پہچان نہیں تھی تو وہ کسی دوسری جماعت کا سلنڈر دے گئے) اب یہ معلوم نہیں کہ پہلے ان لوگوں نے غلطی سے دوسری جماعت کا سلنڈر اٹھایا ہے یا اس دوسری جماعت نے ان سے پہلے غلطی سے اٹھایا ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ سلنڈر کوئی چوری لے گیا، اور ان کو چونکہ پہچان کامل نہیں تھی اس لئے یہ قریب پڑا ہوا کوئی دوسرا سلنڈر اٹھا کر لے آئے۔ الغرض تبدیلی کی کوئی صورت معلوم نہیں۔ اب اس سلنڈر کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جو میرے پاس آیا ہے۔

سائل ...... محمد عدیل

الجواب

اس سلنڈر کا حکم لقطہ کا ہے۔ جس مقام پر سلنڈر تبدیل ہوا ہے وہاں اس سلنڈر کی تشہیر کر لیں، جب مالک ملنے سے مایوسی ہو جائے تو اگر آپ فقیر ہیں تو خود اس سلنڈر کو استعمال کر لیں اور اگر آپ غنی ہیں تو اس سلنڈر کو کسی فقیر پر صدقہ کر دیں۔ درمختار میں ہے: **فینتفع الرافع بها لو فقيرا و الا تصدق بها علیٰ فقير** (الخ) (جلد ۶، صفحہ ۴۲۷) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۷/۱۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس

کتنی مالیت کی چیز فقیر کیلئے بلا تشہیر استعمال کرنے کی اجازت ہے؟

میری ایک کزن بازار گئی، وہاں کسی کے سامان میں سے لیس گر گئی، کزن نے اسے دینے کیلئے اٹھائی، لیکن اتنے میں جس کی لیس تھی وہ آگے نکل گئی، پھر وہ لیس کزن نے اپنے قمیص کی آستین پر لگالی، اور مسجد کے چندہ والے بکس میں لیس کی قیمت کے بقدر روپے ڈال دیئے۔ کیا اس نے صحیح کیا؟ کم از کم کتنے روپے کی چیز لقطہ کے حکم میں آتی ہے؟

سائل ...... محمود بشیر، میلسی

الجواب

اس کا اٹھانا تو درست تھا لیکن اس کے پیسے مسجد کے غلہ میں ڈالنا درست نہیں تھا، بلکہ کسی غریب کو وہ لیس یا اس کے پیسے صدقہ کرنا ضروری تھا، اور اگر وہ خود مستحق تھی تو اس سے خود بھی نفع حاصل کرسکتی تھی۔ فینتفع الرافع بها لو فقيراً والا تصدق بها على فقير (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۴۲۷)

اگر تو وہ اتنی معمولی اور اس قسم کی چیز ہے کہ اس کا مالک اسے تلاش نہیں کرے گا تو اسے اٹھا کر استعمال کرلیں، بصورت دیگر اس کی تشہیر ضروری ہے۔

لما في الهندية: نوع يعلم ان صاحبه لايطلبه كالنوى ...... في هذا الوجه له ان ياخذ وينتفع بها (الخ) (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۹۰) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۹/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

التخريج: (۱)......ثم ما يجدالرجل نوعان نوع يعلم ان صاحبه لايطلبهٗ كالنوى.........في هذاالوجه له ان يأخذوينتفع بها.........ونوع آخريعلم ان صاحبهٗ يطلبهٗ كالذهب والفضة وسائرالعروض واشباههما،وفي هذاالوجه له' ان ياخذها ويحفظهاويعرفها حتىٰ يوصلها الى صاحبها. (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۹۰)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اگر بڑی رقم ملے تو اخبارات ورسائل کے ذریعہ کم ازکم سال بھر وقفہ وقفہ سے تشہیر کی جائے:

بازار، گھر، جنگل اور کسی بھی موقع پر سونا، چاندی، مال اسباب مل جائے تو کیسے حلال ہوگا؟

سائل ...... لیاقت علی، ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب

اگر گری پڑی چیز مل جائے تو اس کے مالک تک پہنچانا ضروری ہے، اخبارات وغیرہ میں اعلانات کئے جائیں، بڑی رقم ہونے کی صورت میں کم ازکم ایک سال تک تشہیر کی جائے۔ اگر پھر بھی مالک معلوم نہ ہوسکے تو کسی غریب مستحق کو دیدے۔ ثم بعد التعریف المذکور الملتقط مخیّر بین ان یحفظھا حسبة وبین ان یتصدق بھا. (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۸۹)

وفی الھندیة: فان لم یعرفوا اربابه تصدقوا به (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۹)

اگر خود مفلس ہو تو خود بھی استعمال کرسکتا ہے۔ لمافی الدر المختار: فینتفع الرافع بھا لو فقیراً والا تصدق بھا علیٰ فقیر (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۴۲۷)

البتہ اگر مالک بعد میں آجائے تو اسے ضمان لینے کا حق حاصل ہوگا۔

لمافی الدر المختار: فان جاء مالکھا بعد التصدق خیّر بین اجازة فعله ولو بعد ھلاکھا وله ثوابھا او تضمینه (جلد ۶، صفحہ ۴۲۸) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۴/۷/۱۴۰۳ھ

اگر اسپیکر اور ریڈیو میں اعلانات کے باوجود مالک نہ آئے تو ملنے والی رقم کا کیا کیا جائے؟

تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل مورخہ پانچ دسمبر کو مجھے اپنی دوکان کے پھٹے کے قریب بازار میں کچھ رقم ملی، جو کہ ہزاروں میں ہے، میں نے اپنے شہر لیہ کے انجمن تاجران کے اسپیکروں کے ذریعے تقریباً

تین دن اعلان کرایا، اس کے بعد اپنے شہر کے ریڈیو اسٹیشن جو کہ F-M کے نام سے ہے کے ذریعے بھی اعلان کرایا، لیکن کوئی آدمی رقم لینے والا ابھی تک نہیں آیا اور نہ ہی اس رقم کے مالک کا پتہ چل سکا۔ برائے مہربانی یہ ارشاد فرمائیں کہ مزید کتنا عرصہ انتظار کروں یا اس رقم کو کسی بھی دینی ضرورت، مثلاً اشاعتِ دین وغیرہ یا اپنی جائز ضروریات مثلاً عمرہ وغیرہ پر خرچ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

سائل ...... محمد عبداللطیف، سبحان جنرل سٹور، لیہ

الجواب

صورت مسئولہ میں ملتقط پر لازم ہے کہ ایک سال اعلان وتشہیر کرے، یہاں تک کہ یقین ہو جائے کہ مالک نے تلاش چھوڑ دی ہوگی۔ چنانچہ بدائع میں ہے: اما مدّة التعريف فيختلف قدر المدّة لاختلاف قدر اللقطة ان كان شيئاً له قيمة تبلغ عشرة دراهم فصاعداً يعرفه حولاً وان كان شيئاً قيمته اقل من عشرة يعرفه اياماً على قدر مايرى، وروى الحسن بن زياد عن ابى حنيفة انه قال: التعريف على خطر المال، ان كان مائة ونحوها عرفها سنة، وان كا عشرة و نحوها عرفها شهراً، وان كان ثلاثة ونحوها عرفها جمعة اوقال عشرة. (بدائع، جلد ۵، صفحہ ۲۹۸، ط: رشیدیہ)

ایک سال کے بعد اگر وہ خود فقیر ہے تو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے، اگر وہ غنی ہے تو اس لقطہ کو فقراء پر صدقہ کرے۔ کما فی الدر المختار: فينتفع الرافع بها لو فقيراً والا تصدق بها على فقير ولو على اصله وفرعه وعرسه (جلد ۶، صفحہ ۴۲۷)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۱/۱۴ھ

گاڑی سے ملنے والا سامان بلا تشہیر خود استعمال کرنا:

چند ماہ قبل ایک جاننے والے کو چند چیزیں گاڑی سے ملی ہیں جو کسی حاجن کی لگتی ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے: دو عدد عربی فلمیں دوربین والی، چار عدد ٹافیاں، چار عدد لاٹو، پانچ عدد عطر کی شیشیاں چھوٹی، ایک بڑی شیشی، ایک عدد تسبیح، کپڑے، چوڑیاں، سفید رومال، دستر خوان، ایک عدد گفٹ ہار اور آٹھ عدد سرمہ کی شیشیاں، ان تمام چیزوں کی مجموعی قیمت ایک ہزار روپے بنتی ہے، یہ تمام چیزیں کافی دنوں سے میرے پاس پڑی ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ہمارا بچوں اور بچیوں کا مدرسہ بھی ہے، آیا میں ان چیزوں کو طلباء اور طالبات میں تقسیم کر سکتا ہوں، اگر کوئی چیز بطور تحفہ کسی صاحبِ حیثیت کو دیدی جائے تو کیا جائز ہے، اگر کوئی چیز خود رکھ لوں اور اس کی قیمت اندازے کے حساب سے ادا کردوں تو کیا یہ صحیح ہے؟

سائل ...... قاری محمد امین، مدرسہ تحسین القرآن، اٹک

الجواب

مذکورہ اشیاء لقطہ ہیں ان کی تشہیر اور مالک کو تلاش کرنا ضروری ہے مایوسی کی صورت میں مالک کی طرف سے غرباء اور مستحقینِ زکوٰۃ میں تقسیم کردی جائیں، اگر اٹھانے والا غریب ہو تو خود استعمال کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ **اللقطة امانة اذا اشهد الملتقط انه یاخذها لیحفظها او یردها علیٰ صاحبها فان کانت عشرة فصاعداً عرّفها حولاً فان جاء صاحبها فبها و الا تصدق بها** (ہدایہ، جلد ۲، صفحہ ۵۹۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۶/۱۶ھ

چوری کے قرآن مجید برآمد ہوئے اور چور بھاگ جائے تو ان کا صحیح مصرف کیا ہے؟

ایک اجنبی شخص ناواقف نے ایک مسجد میں سوال کیا کہ میں پردیسی ہوں میرے پاس پیسے نہیں ہیں مجھے روٹی کھلاؤ بعد میں جب کافی نمازی موجود تھے، اس کے پاس سے گیارہ عدد قرآن شریف مترجم بمعہ غلافوں کے پکڑے گئے، نمازیوں اور امام صاحب نے کہا کہ شبہ ہے کہ یہ قرآن مجید چوری کے ہیں، چار قرآن مجید سندھی زبان میں ترجمہ شدہ ہیں اور باقی تاج کمپنی کے عمدہ استعمال شدہ ہیں، وہ تمام قرآن مجید امام صاحب نے اپنے پاس رکھ لیے اور اس کو کہا کہ ان کی رسیدیں دکھاؤ، ورنہ پولیس کے حوالے کردیئے جاؤ گے، رات کو مسجد میں رہا اور صبح وہ چائے ناشتہ کے بعد روپوش ہوگیا، اب تک وہ واپس نہیں آیا اور نہ ہی اس کا پورا پتہ ہے کہ کس گاؤں کا رہنے والا ہے، ہاں اتنا پتہ ہے کہ وہ آزاد کشمیر کا مسافر تھا، اب وہ قرآن مجید بمعہ غلافوں کے امانت پڑے ہیں۔ کیا وہ استعمال کرسکتے ہیں یا کسی درس میں دے دیویں یا کوئی خاص عابد پرہیز گار جو پڑھنے والا ہو اس کو دیدیں، کیا کیا جائے کیا امام صاحب بھی استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... راجہ محمد عباس خان عباسی، چھکا گلی، مری

الجواب

غالب گمان یہ ہے کہ یہ قرآن مجید مسروقہ ہیں اور مالک ان کا معلوم نہیں، تو لقطہ کے حکم میں ہوں گے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ اولاً اس کی خوب تشہیر کی جائے کہ ''ہمیں اس طرح قرآن مجید ملے ہیں جس کے ہوں وہ نشانی بتلا کر وصول کرلے''۔ مناسب ہے کہ بعض دینی رسائل میں بھی یہ اعلان کرادیا جائے۔ جب مالک ملنے سے مایوسی ہوجائے تو مالک کی طرف سے غرباء پر صدقہ کردیئے جائیں، اور اگر اس کے بعد مالک مل جائے تو اس کو ان قرآن مجیدوں کی قیمت ادا کرنی پڑے گی، یا اس سے معاف کرالیا جائے، امام صاحب اگر خود غریب ہوں تو وہ بھی ان میں سے ایک رکھ سکتے ہیں، کسی دینی مدرسہ کو اگر یہ قرآن مجید دیئے جائیں تو اہل مدرسہ کو پوری تفصیل بتادی جائے کہ یہ قرآن مجید اس

طرح ہمارے پاس پہنچے ہیں تا کہ وہ انہیں صحیح مصرف پر خرچ کر سکیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۷۹/۳/۱۲ھ

اگر چور کو مالک کا علم نہ ہو یا مالک دور ہو تو ادائیگی کیسے کرے؟

زید میں یہ بری عادت تھی کہ وہ لوگوں کی گری پڑی چیزیں اٹھا کر کھا لیتا تھا، اور کبھی کبھار چوری بھی کر لیتا تھا، اب اس کیلئے گم شدہ چیز اور سرقہ کردہ چیز کا تعین بھی مشکل ہے اور یہ بھی علم نہیں کہ ایسی مشتبہ چیزیں کتنی کھا چکا ہے پس اب وہ اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ چیزیں اتنی رقم کی ہوں گی سرقہ کردہ اکثر چیزوں کے ایک ایک مالک کے پاس گیا اور ان کو اپنے اندازے کے مطابق رقم دے چکا ہے، اکثر چیزوں کے مالک فوت ہو چکے تھے، مگر ان کی ذریت کو یہ ادائیگی کی، مگر ایک شخص معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا اور رہتا بھی بہت دور ہے، اس کی کوئی اولاد بھی نہیں، اور رشتہ داروں کا بھی علم نہیں، سرقہ شدہ چیز کی قیمت زیادہ سے زیادہ بیس پچیس روپے ہے جبکہ وہاں جانے کا کرایہ آٹھ سو روپے سے زائد ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ شخص حیات ہے یا فوت ہو چکا

التخریج: (۱)......لما فی الهندیة: واذارفع اللقطة یعرّفها فیقول التقطت لقطة او وجدت ضالة او عندی شئ فمن سمعتموه یطلب دُلّوه علیّ ، کذا فی فتاویٰ قاضی خان ویعرّف الملتقط اللقطة فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علی ظنه ان صاحبها لایطلبها بعد ذالک .... ثم بعد تعریف المدة المذکورة الملتقط مخیّر بین ان یحفظها حسبة وبین ان یتصدق بها فان جاء صاحبها فأمضی الصدقة یکون له ثوابها وان لم یمضها ضمن الملتقط او المسکین ان شاء لو هلکت فی یده (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۲۸۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

ہے۔اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا صورتوں میں یہ شخص کس طرح آخرت کے مؤاخذہ سے بچ سکتا ہے، جن چیزوں کے مالکوں کو وہ رقم دے چکا ہے ان کا تو زید کو علم تھا اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اس کے ذہن سے محو ہو چکے ہوں گے۔

سائل ...... حافظ عبدالرؤف، عربی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول، گوجرانوالہ

الجواب

شخص مذکور کا اگر صحیح پتہ معلوم ہو تو منی آرڈر کے ذریعے بھیج دے یا کسی آنے جانے والے دیانت دار کے ہاتھ بھیج دے۔اگر رسائی ممکن نہ ہو یا مالک معلوم نہ ہو تو اس صورت میں مالک کی طرف سے صدقہ کردے۔فان لم یعرفوا اربابه تصدقوا به (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۹)۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۰/۷/۱۴۲۴ھ

گھڑی ساز کے پاس جو گھڑیاں سالوں سے پڑی ہیں اور مالک معلوم نہیں ان کا کیا، کیا جائے؟

میں گھڑی ساز ہوں میرے پاس لوگ گھڑیاں مرمت کرنے کیلئے رکھ دیتے ہیں اور بعض مرتبہ واپس لینے کیلئے نہیں آتے اور ان گھڑیوں کی قیمت ۸۰ روپے سے لے کر ۸۰۰ روپے تک ہوتی ہے۔اب میرے لیے کیا حکم ہے کہ میں کتنی دیر تک مالک کا انتظار کروں؟

سائل ...... محمد عارف

الجواب

جب مالک کے ملنے کی امید باقی نہ رہے تو آپ یہ گھڑیاں یا ان کی قیمت فقراء پر ان کے مالک کی طرف سے صدقہ کردیں، اس طرح کرنے سے آپ بری ہو جائیں گے، آپ پر اخروی کوئی پوچھ گچھ

نہ ہوگی۔فان لم یعرفوا اربابه تصدقوا به (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۹)۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۲/۸ھ

تاہم آئندہ کیلئے نام پتہ لکھنے کا اہتمام کیا جائے تا کہ آئندہ ایسی صورت پیش نہ آئے، نیز اگر صدقہ کرنے کے بعد مالک واپس آجائے اور ضمان کا مطالبہ کرے تو اس کو ضمان دینا لازم ہے۔

لما في الدر المختار: فانجاء مالكها بعد التصدق خير بين اجازة فعله ولو بعد هلاكها وله ثوابها او تضمينه (جلد ٦، صفحہ ۴۲۸) .... والجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

مالک معلوم نہ ہونے کی صورت میں لقطہ کا ایک مصرف مدرسہ بھی ہے:

قیام پاکستان سے قبل ہندوستان میں ایک مسلمان ہندوؤں سے تجارت کرتا تھا، اس سلسلے میں مسلم نے ہندو کے سات سو روپے دینے تھے، پھر مسلم پاکستان چلا آیا، اب ہندو لاپتہ ہے۔اس صورت میں اس رقم کا کیا کرنا چاہیے؟ شرعی فیصلہ سے مطلع فرمائیں۔

سائل ...... منیر احمد، پاکستان بک سنٹر، گھنٹہ گھر ملتان

الجواب

کسی دینی مدرسہ کو یہ روپیہ دیدیا جاوے۔(۱) .... فقط واللہ اعلم

یہ لقطہ میں شمار ہوگا۔والجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۶/۴/۳۰ھ

التخريج: (۱) ...... لما في الهندية: فان لم يعرفوا اربابه تصدقوا به (جلد ۵، صفحہ ۳۴۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

لقطہ والی انگوٹھی میں مزید سونا شامل کرلیا تو اس زیور کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

ایک شخص کے پاس ایک لڑکا کام کرتا ہے، ایک دن اس نے آکر کہا، کہ میں کسی شادی سے آرہا ہوں، وہاں میں نے جب وہ پیسے لُوٹے (جو عموماً لوگ دولہا وغیرہ پر لُٹاتے ہیں) تو اس جگہ مجھے ایک انگوٹھی گری ہوئی ملی، اس آدمی کو وہ انگوٹھی اچھی لگی، تو اس نے وہ انگوٹھی لڑکے سے خرید لی، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ انگوٹھی سونے کی ہے۔ اب اس آدمی نے کچھ سونا مزید شامل کر کے اس سونے سے زیور بنوایا ہے۔ کیا اس شخص کے اہل خانہ کیلئے اس زیور کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو وہ شخص اس سونے کا کیا کرے؟

سائلہ ...... بنت محمد اشرف، جامعہ تعلیم النساء خیر المدارس، ملتان

الجواب

مذکورہ انگوٹھی لقطہ تھی، اسے مالک تک پہنچانے کا حکم تھا، اگر مالک تشہیر (سال بھر اعلانات) کے بعد بھی نہ ملتا تو اسے صدقہ کرنے کا حکم تھا، جبکہ پانے والا غنی ہو فقیر ہونے کی صورت میں اپنے استعمال میں بھی لاسکتا ہے۔ اسے خریدنا اور اس میں مزید سونا شامل کر کے دوسرا زیور بنوالینا غصب کے حکم میں ہے، اس خلط کی وجہ سے سائل سونے کا مالک بن گیا ہے۔

ہندیہ میں ہے کہ: **فما لایمکن التمییز بینهما بالقسمة کخلط دهن الجوز بدهن البذر ......فالخالط ضامن ولاحق للمالک فی المخلوط بالاجماع.** (ہندیہ، جلد۵، صفحہ ۱۳۲)

لہٰذا زیور استعمال کرنے کی گنجائش ہے اور سونے کی قیمت مالک تک پہنچائیں اور مالک نہ ملنے کی صورت میں اس کی قیمت صدقہ کر دی جائے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۱/۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

لقطہ کی ایک عجیب صورت کا حکم:

میں مسمّی فقیر شاہ کراچی میں رہتا ہوں تقریباً ۱۹۹۰ء سے کراچی، کلفٹن کے ایک سکول میں چوکیداری کرتا ہوں، اور یہ سکول عیسائی لوگوں کا ہے جس میں صرف لڑکیاں پڑھتی ہیں اور صرف استانیاں پڑھاتی ہیں، اور اس سکول میں پڑھنے والی اور پڑھانے والی نہایت ہی مالدار ہیں اگر ان طالبات سے کوئی پین، سیاہی، کاغذ، کاپی، پنسل، پیمانے، برتن، کپڑے، پانی پینے کے کولر یا دیگر کوئی شئے وغیرہ رہ جائے یا ہاتھ سے گر جائے تو یہی لڑکیاں دوبارہ اٹھانے کو عار اور شرم محسوس کرتی ہیں اور دوبارہ ان چیزوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتیں اور خواہ وہ چیز کتنی ہی قیمتی کیوں نہ ہو اور نہ ہی ان چیزوں کے متعلق پوچھتی ہیں، کہ میری فلاں چیز کہاں ہے؟ اگر ان مذکورہ اشیاء کو سکول کے چوکیدار لے لیں اور اپنے استعمال میں لائیں تو کیا چوکیدار کیلئے مذکورہ اشیاء استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اگر سکول میں کوئی چیز اِدھر اُدھر سے جمع ہو جائے تو سکول کی پرنسپل وہ چوکیداروں پر تقسیم کر دیتی ہیں اور اس کے بعد بھی بچ جائیں تو یہی پرنسپل اپنے ماتحت کم درجے والے عیسائی سکول میں بھیج دیتی ہیں تاکہ عیسائی لوگ ترقی کریں اور مسلمانوں کے سکول میں نہیں بھیجتیں، اشیاء کو بھیجنا یعنی مذہب عیسائیت کو تقویت دینا ہے۔

اگر مذکورہ اشیاء کے استعمال میں خدانخواستہ چوکیدار کیلئے شبہ ہو تو پھر چند سوالات کے جواب مطلوب ہیں!

(۱)............ میں ۱۹۹۰ء سے چوکیدار ہوں تو میں نے مذکورہ اشیاء سے اکثر چیزیں لی ہیں اور استعمال بھی کی ہیں۔ تو ان میں سے اکثر چیزیں میرے پاس موجود ہیں اور زیادہ نہیں اگر میں ان تمام کے بدلے قیمت لگا کر رقم دیدوں تو کیا میرے ذمہ سے جو حق ہے وہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(۲)............ اگر یہ رقم مدرسہ کے طالب علم کو دے دوں جس سے وہ دینی کتب لے لیں تو کیا یہ جائز

ہے یا نہیں؟ یا اس کے علاوہ کسی دینی ادارے میں یہ رقم دیدی جائے؟

سائل ...... محمد فقیر شاہ، حال مقیم کلفٹن کراچی

الجواب

ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی کہ وہ لوگ گری ہوئی چیز کو اٹھانے میں عار محسوس کریں اور پتہ ہونے کے باوجود نہ اٹھائیں، تاہم اگر واقعی ایسا ہو اور ان اشیاء کو مالک تلاش نہ کرے تو آپ کا ان چیزوں کو اٹھا کر استعمال کرنا جائز ہے۔ ثم ما یجد الرجل نوعان: نوع: یعلم ان صاحبه لایطلبه کالنوی فی مواضع متفرقة ...... فی هذاالوجه له ان یاخذها وینتفع بها (الخ) (ہندیہ، جلد۲، صفحہ ۲۹۰) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۱۱/۱۱ھ

لاوارث ملنے والی بچی کی پرورش کا تو حق ہے لیکن نابالغی کی حالت میں نکاح کرنے کا حق نہیں:

(۱)...... ۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقع پر ایک عورت ایک لاوارث لڑکی کو جبکہ اس کا کوئی وارث نہ ملا، اپنے ہمراہ پاکستان لے آئی اور اس کی پرورش کی، ابھی وہ بالغ نہیں ہوئی تھی کہ اس عورت نے اس لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کر دیا۔ آیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(نوٹ): بچے کی عمر چند سال کی تھی، دودھ پلانے کی مدت گذر چکی تھی۔

(۲)...... بعض حضرات کہتے ہیں کہ بغیر ولی کے نابالغ کا نکاح درست نہیں ہے، مگر اس لڑکی کا بوقت نکاح بھی کوئی خاندانی ولی یا وارث نہ مل سکا، صرف پرورش کنندہ عورت نے اپنی رضامندی سے نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کر دیا۔ جواب بالصواب سے مطلع فرمائیں۔

سائل ...... عبدالرحیم

الجواب

صورت مسئولہ میں لڑکی مذکورہ کا عقد نکاح اس کی نابالغی کی حالت میں عورت مذکورہ کے لڑکے سے درست نہیں ہوا، کیونکہ لڑکی مذکورہ کی ولایت حکومت کو حاصل ہے۔

كما في العالمگيرية: واللقيط حرٌّ وولیّه السلطان حتی ان الملتقط اذا زوّجه امرأة او كانت جارية فزوّجها من آخر لم يجز كذا في خزانة المفتين (عالمگیریہ جلد ۲، صفحہ ۲۸۵)

اب لڑکی بالغ ہو چکی ہے تو اس کی رضامندی سے لڑکے مذکور سے نکاح ہو سکتا ہے، اور اگر نابالغ ہے تو حکومت سے اجازت حاصل کر کے نکاح جدید کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
معین مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۷۵/۱۱/۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

رحمۃ اللہ علیہ

﴿کتاب الوقف﴾

صرف ارادۂ وقف شرعاً وقف نہیں ہے:

پانچ سال قبل قرعہ اندازی میں میری امی کے نام حیدرآباد میمن ٹاؤن میں ایک زمین ۱۲۰ گز ملی تھی اور میری امی نے کہا تھا کہ میں یہ زمین مسجد کو دوں گی اس وقت لوگوں نے ہمیں کہا کہ آپ کے حالات صحیح نہیں ہیں اس لئے یہ زمین فروخت کر کے اپنے لئے ایک فلیٹ خرید لو، مگر میری امی نے کہا کہ میں نے نیت کر لی ہے کہ زمین مسجد کو دینی ہے اور اس وقت بھی زمین مسجد کو دینے کا ارادہ ہے لوگوں نے میری امی کو سمجھایا کہ اس زمین کے قریب دوسری مسجد ہے اس لئے یہاں مسجد بنانا صحیح نہیں تم اس زمین کو فروخت کر کے زمین کی قیمت کا ایک حصہ قریب والی مسجد کو چندہ دے دو تاکہ اس میں چھت کا کام اور دوسرے ضروری کام ہیں وہ مکمل ہو جائیں، مگر میری امی نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ اس جگہ مسجد بنے اور اس مسجد کا نام میرے مرحوم شوہر کے نام پر ہو، حالات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اس وقت ہمیں پریشانی کا سامنا ہے۔ میرے شوہر سے میری نہ بن سکی اس وجہ سے میں گھر بیٹھی ہوئی ہوں، میرا اور میری چھوٹی بہن کا بوجھ امی جان پر ہے جبکہ میری امی کی آمدنی ۲۲۰۰ روپے ہے اور پنشن ۱۳۰۰ روپے ہے اس کے علاوہ کوئی آمدنی نہیں۔ اب آپ ہمیں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا حل بتائیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کہ زمین کو مسجد کے لئے وقف کر دیں یا اس کو فروخت کر کے اس کی رقم کا کچھ حصہ مسجد میں چندہ دے دیں اور باقی رقم اپنی ضرورت میں استعمال کر لیں۔

سائلہ..... انیلہ بنت عثمان مرحوم، کراچی

الجواب

مذکورہ پلاٹ چونکہ فی الحال وقف نہیں ہوا اس لئے آپ کی والدہ ہر قسم کے تصرف کی

شرعاً مجاز ہے، اپنا مکان بنانے کی بھی شرعاً اجازت ہے، فروخت کر کے رقم اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔لما فی الاشباہ: منہا: الوقف، ولو مسجد الجامع لابد من التلفظ الدال علیہ (صفحہ ٥٢)............................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
٣/٩/١٤٢٨ھ

زمین کے کنارے کھڑے ہو کر کہا "یہاں سے مسجد کے لئے دونگا" کیا زمین وقف ہوگئی؟

ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اپنی مملوکہ زمین میں سے پانچ مرلے زمین مسجد کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں ابھی بنیاد نہیں رکھی تھی، پھر وہ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو فروخت کر کے کسی مسجد یا مدرسے کو رقم دے دوں، کیونکہ وہاں نمازی نہیں ہیں۔ کیا یہ جائز ہے ان پانچ مرلوں کو باقی زمین میں سے علیحدہ نہیں کیا گیا ہے، اور نہ ہی ابھی وہاں کسی نے نماز وغیرہ پڑھی ہے مگر اس نے بیگھے کے کنارے پر کھڑے ہو کر یوں کہا تھا کہ یہاں سے دوں گا؟

سائل ...... فریاد علی ککڑ ہٹہ، کبیر والا

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ یہ وقف تام نہیں ہوا۔[1] لہٰذا مالکِ زمین اس کو

التخریج: (١)......لما فی الدر المختار: وشرطہ شرط سائر التبرعات وان یکون منجزاً لا معلقاً الا بکائن ولا مضافاً ولا موقتاً (الدر المختار، جلد ٦، صفحہ ٥٢٢)

ولما فی الاشباہ: منہا: الوقف، ولو مسجد الجامع لابد من التلفظ الدال علیہ (صفحہ ٥٢)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد یا مدرسے پر خرچ کر سکتا ہے۔......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۴/۳/۳۰ھ

دوکان کو مسجد کے نام کرنے کا حکم دیا ابھی عمل درآمد نہیں ہوا تھا کہ انتقال ہوگیا، کیا یہ دوکان وقف ہوگئی؟

ہماری والدہ نے بیماری کی حالت میں اور بیماری کی حالت کے بعد یہ ذکر کیا کہ "یہ دوکان مسجد کے نام کردیں" اور بیماری کے بعد تقریباً ایک سال زندہ رہیں مگر اس پر عمل درآمد نہیں کروایا گیا بات زبان پر ختم ہوگئی، اب والدہ فوت ہوچکی ہیں۔ اب شریعت اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟

سائل ...... محمد سعید، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں صرف خط کشیدہ الفاظ کہنے سے محض ارادہ معلوم ہوتا ہے اس لئے یہ دوکان وقف نہیں ہوئی[1]۔ اس میں تمام ورثاء کا شرعاً حصہ ہے۔ البتہ اگر تمام ورثاء اپنی والدہ کے اس ارادے پر راضی ہو جائیں اور وہ دوکان مسجد کے نام کردیں تو ان کو اختیار ہے اور ان کو ثواب ملے گا۔...................................... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۹/۱۱/۱۹ھ

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: وشرطه (ای شرط صحة الوقف)......ان یکون منجزا مقابله المعلق والمضاف (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۲۲)

ولما فی الاشباه: منها: الوقف، ولو مسجد الجامع لابد من التلفظ الدال علیه (صفحہ ۵۲)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

''یہ مکان مسجد کو دیتی ہوں'' کہنے سے مکان وقف نہیں ہوا:

مسماۃ وزیراں مائی نے میاں غلام رسول و میاں عبداللطیف کو گھر بلا کر ان کو کہہ دیا کہ میں ''اپنا یہ مکان مسجد کو دیتی ہوں کیونکہ میرے گذارے کیلئے اور مکان ہے یہ مکان فارغ ہے اس لئے یہ مکان میں مسجد کو دیتی ہوں'' اس مکان میں ایک شخص مائی کی اجازت سے بیٹھا ہوا تھا، غلام رسول وعبداللطیف مائی کے پاس سے اٹھ کر اس شخص کے پاس آئے کہ یہ مکان مائی نے مسجد کو دے دیا ہے اب یہ مکان مسجد کا ہے، شخص مذکور نے کہا کہ ''مکان اگر مسجد کو مل گیا ہے تو کہو تو ابھی فارغ کر دوں چاہو تو قیمت لے لو'' انہوں نے کہا کہ اچھا مشورہ کر کے تمہیں بتا دیں گے۔

پنچائت کے فیصلہ سے مکان کی قیمت ایک سو پچاس روپے مقرر ہوئی، دس بارہ دن کے بعد کہنے لگی کہ میں مکان مسجد کو نہیں دیتی، جمعہ کے دن فروخت کرنے کا ارادہ تھا لیکن مائی اس سے پہلے منحرف ہوگئی۔ جناب یہ تحریر فرما دیں کہ یہ مکان مسجد کا حق ہے یا نہیں؟

سائل ...... حافظ محمد یوسف، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ مائی مذکورہ جب دس بارہ دن کے بعد اپنی بات سے منحرف ہوگئی اور مکان پر اس وقت تک اہل محلہ کا قبضہ نہیں ہوا تھا کیونکہ اہل محلہ نے اس آدمی سے (جو کہ مائی کی اجازت سے اس میں بیٹھا ہوا تھا) فارغ کرا کر حاصل نہیں کیا، لہٰذا یہ ہبہ تام نہیں ہوا اس لئے یہ مکان مسجد کا نہیں بلکہ مائی ہی کا ہے۔

کما فی العالمگیریة: ولو قال وهبت داری للمسجد او اعطیتها له صح ویکون تملیکا فیشترط التسلیم (جلد۲، صفحہ۴۶۰) **وفیه ایضاً: ویعتبر فی التسلیم ان یکون المبیع مفرزا غیر مشغول بحق غیره** (جلد۳، صفحہ۱۶)...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۶/۴/۲۰ھ

"آئندہ میری ملکیت میں جو زمین بھی آئے وہ وقف ہوگی" کہنے کا حکم:

زید نے ایک تحریر لکھی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آئندہ جو زمین میری ملکیت میں کسی طریقے سے بھی آئے وہ وقف ہوگی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح لکھنے سے یا کہنے سے وہ زمین وقف ہو جائے گی جو بعد میں ملکیت میں آئے گی؟

سائل ...... محمد خادم، قادر پورراں

الجواب

وقف کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائیداد واقف کی ملک ہو۔

لما فی الشامیة: قوله: "شرطه شرط سائر التبرعات" افاد ان الواقف لا بد ان یکون مالکاً له وقت الوقف ملکاً باتاً (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۲۲، ط: رشیدیہ جدید)

صورت مسئولہ میں مذکورہ شرط مفقود ہے لہٰذا مذکورہ بالا مضمون لکھنے یا زبان سے کہنے کی وجہ سے آئندہ حاصل ہونے والی جائیداد شرعاً وقف نہیں ہوگی، اس پر عمل کی صورت یہ ہے کہ مِلک میں آنے کے بعد وقف کر دے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

"اگر فلاں زمین میرے نام پر آ گئی تو مسجد کو وقف کر دوں گی" کہنے کا حکم:

ہندہ کے نام کچھ انتقال شدہ زمین ہے لیکن وہ اس کی مِلک میں نہیں ہے ہندہ یہ کہتی ہے کہ جب وہ زمین میرے نام پر آئے گی تو میں مسجد کو وقف کر دوں گی، لیکن اب اس کا خیال ہے کہ وہ اپنی زمین چھوٹی ہمشیرہ کو جو کہ شادی شدہ ہے دیدے اور اس کی چھوٹی ہمشیرہ کا خاوند غریب بھی

نہیں ہے۔ آیا وہ اپنی زمین چھوٹی ہمشیرہ کو دے سکتی ہے یا نہیں؟

سائل مولوی محمد اکرم، متعلم خیر المدارس، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر ہندہ صرف ارادہ رکھتی ہے تو وہ ارادہ بدل سکتی ہے اور اگر اس نے یوں کہہ رکھا ہو کہ اگر میں مالک ہو جاؤں یا زمین میری ملک میں آجائے تو مسجد کو دوں گی تو محض اس طرح کہنے سے وقف نہیں ہوتی البتہ نذر منعقد ہوگئی ہے اب اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔(١)..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد صدیق عفا اللہ عنہ
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	مدرس خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	١٣٩٢/٩/٢٨ھ

وقف کے لئے تحریر ضروری نہیں:

ایک شخص نے کچھ زمین خریدی اور اس کی زمین پر تقریباً اسی سال پرانی مسجد تعمیر تھی اب دوبارہ زمین خریدنے والے نے کئی آدمیوں کے رو برو کہا کہ "میں یہ زمین مسجد کو وقف کرتا ہوں" اور اس مسجد کے امام نے درس دیا اور ان کے لئے دعا بھی کی کہ اے اللہ ان کی یہ زمین قبول فرمالے۔ اب وہ آدمی دوبارہ چند رشتہ داروں کے ساتھ زمین پر آگیا اور کہا کہ یہ جگہ میں آباد کرتا ہوں اپنی زمین کے ساتھ اور اس نے مسجد کی چار دیواری بھی گرادی اور مسجد کی لیٹرینیں بھی گرادیں

التخریج: (١)......لما فی الهندیه: ولو قال اذا قدم فلان او اذا کلمت فلانا فارضی هذه صدقة فان هذا یلزمه وهو بمنزلة الیمین والنذر واذا وجد الشرط وجب علیه ان یتصدق بالارض ولایکون وقفا کذا فی المحیط (عالمگیریہ جلد ٢، صفحہ ٣٥٦) (مرتب بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

جس پر لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے جب مسجد وقف کر دی ہے تو دوبارہ آپ کیوں لیتے ہیں مگر وہ بضد ہے کہ یہ جگہ جس پر لیٹرینیں بنی ہوئی ہیں میں نہیں دیتا میں آباد کرونگا جو جگہ گرائی ہے اس جگہ بچے بھی پڑھتے ہیں اور غسل خانے بھی ساتھ بنے ہوئے ہیں مگر یاد رہے کہ وقف صرف زبانی ہے کوئی تحریر اس پر موجود نہیں ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے مسجد کی دیواریں یا لیٹرینیں گرائی ہیں ان کا شرعاً کیا حکم ہے؟ انہوں نے زبانی طور پر وقف کی ہے اس صورت میں شرعاً دوبارہ واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... غلام ربانی

الجواب

صورت مسئولہ میں اس شخص نے جتنے حصے کے وقف ہونے کا اقرار کیا اتنا حصہ وقف ہو گیا، وقف کے لئے تحریر ہونا ضروری نہیں وجعله ابویوسفؒ کالاعتاق واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسهل، بحر (درمختار، جلد۶، صفحہ۵۳۶، ط: رشیدیہ جدید)

وفی الشامیة: واختاره المصنف تبعاً لعامة المشائخ وعلیه الفتویٰ وکثیر من المشائخ اخذوا بقول ابی یوسفؒ وقالوا ان علیه الفتویٰ (شامیہ، جلد۶، صفحہ۵۳۶، ط: رشیدیہ جدید) .... فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۲/۷/۱۴۲۱ھ

انتقال کے بغیر صرف زبانی وقف کرنے سے بھی شرعاً زمین وقف ہو جاتی ہے:

ہمارے شہر میں عرصہ بیس پچیس سال سے ایک مدرسہ عربیہ صدیقیہ قائم ہے اور ابھی تک یہ جگہ مدرسہ کے نام انتقال نہیں ہے جب بھی اس جگہ کے مالک ناصر کو کہتے ہیں کہ مدرسہ کے نام

انتقال کروائیں تو یہ شخص تیار نہیں ہوتا اور کہتا ہے یہ جگہ میری ذاتی ملکیت ہے اور میں اس کا مالک ہوں جب تک شہر والے چلائیں یہ مدرسہ ہے اور جب چھوڑ دیں گے یہ جگہ میری ذاتی ملکیت ہے۔ حالانکہ پہلے شروع سے یہ جگہ مدرسہ کے لئے زبانی اقرار کرتے ہوئے وقف کر دی تھی اور یہ شخص مدرسہ کا مہتمم بھی ہے اور فخریہ انداز میں کہتا ہے کہ میں مہتمم رہوں گا اور میرا مدرسہ ہے حالانکہ تمام شہر والے اس شخص کو مدرسہ کا مہتمم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں بار بار اسے جگہ کے انتقال کے بارے میں کہا گیا لیکن آمادہ نہیں ہے، نیز اس شخص نے اپنی تمام جائیداد اپنی تمام اولاد کے نام انتقال کر دی ہے وہ (ان کی اولاد) بھی انتقال کے لئے تیار نہیں، آیا شرعی لحاظ سے اس مدرسہ (جگہ) پر خرچ کرنا کیسا ہے؟ اسے قائم رکھیں یا چھوڑ دیں، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات اور عشر قابل قبول ہے یا نہیں؟

سائل ...... سلمان، مظفر گڑھ

الجواب

اگر شہادت شرعیہ سے مسمّٰی ناصر کا زبانی وقف کرنا شرعاً ثابت ہے تو وہ جگہ شرعاً وقف ہو چکی ہے کیونکہ مفتی بہ قول کے مطابق صرف زبان سے کہنے سے بھی وقف ہو جاتی ہے۔

ہندیہ میں ہے: **اذا کان الملک یزول عندھما یزول بالقول عند ابی یوسف وھو قول الائمة الثلاثة وھو قول اکثر اھل العلم وعلی ھذا مشائخ بلخ وفی المنیة وعلیه الفتویٰ** (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۳۵۱)

اگر مسمّٰی ناصر یا اس کی اولاد کی طرف سے مدرسہ کی عمارت وغیرہ پر قبضہ کا کوئی خطرہ نہ ہو تو مدرسہ بدوں انتقال کے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ بصورت دیگر مدرسہ دوسری جگہ منتقل کرنے کی فکر کی جائے مدرسہ کا تمام سامان کتب وغیرہ دوسری جگہ منتقل ہو جائیں اور تعمیر کی اگر صحیح قیمت ناصر ادا کر دے تو اس کے ہاتھ فروخت کر دی جائے بصورت دیگر تعمیر بھی اکھیڑ لیں اور اسی نام سے مدرسہ قائم ہو جائے۔ جید علماء پر مشتمل مجلس شوریٰ بنائی جائے جو مدرسہ کا نظام چلائے اور

تعلیم کی نگرانی کرے۔.................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۸/۸/۱۴۲۵ھ

بدوں قبضۂ متولی بھی شرعاً وقف صحیح ہے:

ایک شخص نے ایک دینی درسگاہ کے لئے ایک دوکان اور ایک مکان وقف کیا اور یہ کہا کہ میں تا زیست اس مکان میں رہوں گا وقف سرکاری کاغذات میں مکمل کر دیا گیا اور قبضہ بھی کاغذات میں تحریر کروا دیا گیا محکمہ مال کے کاغذات میں اندراج بھی ہو چکا ہے۔ اب کچھ ایسے حالات پیش آئے ہیں کہ مالک دوبارہ رجوع کرنے کا مقدمہ کر چکا ہے، اب درسگاہ کے متولی کیا کریں؟ مقدمہ کی پیروی کرتے ہیں تو رشوت دینی پڑتی ہے۔ کیا وقف بغیر قبضۂ خارجیہ کے تام ہو چکا ہے، مالک کو حق رجوع ہے یا نہیں؟

سائل ...... مولانا محمد ظریف مدرس دار العلوم، فیصل آباد

الجواب

صورت مسئولہ میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق وقف تام ہو چکا ہے کیونکہ امام ابو یوسفؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر علماء کے نزدیک صرف زبانی وقف کرنے سے بھی وقف صحیح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہندیہ میں ہے: **اذا كان الملك يزول عندهما يزول بالقول عند ابي يوسفؒ وهو قول الائمة الثلاثة وهو قول اكثر اهل العلم وعلى هذا مشائخ بلخ، وفي المنية "وعليه الفتوىٰ" كذا في فتح القدير وعليه الفتوىٰ كذا في السراج الوهاج (جلد۲، صفحہ۳۵۱)**

حضرات فقہاء نے وقف کی تعریف (جو صاحبین نے کی تھی اسے) نقل کر کے وقف کو

لازم قرار دیا ہے۔ وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولايباع ولايوهب ولايورث كذا فى الهدايه وفى العيون واليتيمة ان الفتوىٰ على قولهما (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۰)

نیز وقف تصدق کی ایک اعلیٰ قسم ہے اور صدقہ میں رجوع کی اجازت نہیں۔

ہدایہ میں ہے: لارجوع فى الصدقة لان المقصود هو الثواب وقد حصل (جلد ۳، صفحہ ۲۹۵)

اس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ موقوفہ اراضی میں رجوع کی اجازت نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۹/۱۱/۳ھ

معلق بالشرط وقف صحیح نہیں:

مسمّٰی زید لاولد ہے اور اپنی جائیداد وقف کرنا چاہتا ہے لیکن یہ شرط کرتا ہے کہ "اگر میری اولاد پیدا ہوگئی تو وقف نہیں بلکہ میری اپنی اولاد وارث ہوگی اگر اولاد نہ پیدا ہوئی تو پھر یہ وقف ہے" تو آیا اس شرط کے ساتھ وقف کر سکتا ہے یا نہیں؟ سائل ...... غلام حسین

الجواب

اس طرح وقف صحیح نہیں۔[1] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

اصغر علی عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۷۵/۸/۱۱ھ

التخريج: (۱)......لما فى الشامية: قوله: "لامعلقا" كقوله: اذا جاء غد او اذا جاء رأس الشهر ...... يكون الوقف باطلا لان الوقف لايحتمل التعليق بالخطر لكونه مما لايحلف به كما لايصح تعليق الهبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۲۳، ط: رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اپنی مملوکہ دو دکانیں ایک خاص شرط کے ساتھ وقف کرنے کا حکم:

تبلیغی مرکز وہاڑی والوں کے پاس ایک بھائی آیا اور اس نے بتایا کہ ”میں نے اپنی ساری جائیداد اپنے بچوں اور اپنی بچیوں کے نام کردی ہے اور اپنے لئے ”دو“ دو کانیں رکھی ہیں ان دوکانوں کا کرایہ مبلغ ۳۰۰۰ روپے مجھے ملتا ہے میرے بچے میرے ساتھ تعاون نہیں کررہے کیونکہ وہ اس لئے ناراض ہیں کہ بچیوں کے نام جائیداد کیوں کرائی، میں ان دوکانوں کو ذخیرۂ آخرت بنانا چاہتا ہوں لیکن میں یہ دوکانیں اس شرط پر مرکز کی ضروریات کے لئے مرکز کے نام وقف کرتا ہوں کہ مجھے آپ ماہانہ تین ہزار روپے میری زندگی تک دیتے رہیں“ ہم نے اس بھائی کی شرط منظور کر لی اور ان دوکانوں کو فروخت کردیا اور ان کی رقم سے ہم نے مرکز کی مسجد مقروض تھی وہ قرض ادا کردیا اور اب ہم مرکز کی طرف سے عطیات کی مد سے اس بھائی کا ماہانہ تین ہزار روپیہ دے رہے ہیں کیونکہ اس کے بغیر اس بھائی کے پاس گذارہ اور خرچہ کی کوئی صورت نہیں ہے اور اب وہ صاحب جائیداد بھی نہیں ہیں۔ اب یہ بتلایا جائے کیا یہ سارا معاملہ شرعاً جائز ہے؟ اس کے بارے میں مکمل وضاحت فرماویں۔

سائل ...... محمد بشیر، کارخانہ بازار، وہاڑی

الجواب

مذکورہ شرط کے ساتھ وقف شرعاً جائز نہیں حضرات فقہاء نے اس کی جو صورت تجویز فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ”واقف وقف کے وقت یہ کہے کہ میں یہ دوکان وقف کرتا ہوں مدرسہ یا مسجد کے لئے اس شرط پر کہ اس کی آمدنی زندگی بھر میں لوں گا اور میرے مرنے کے بعد فلاں مسجد یا مدرسہ کے طلباء پر خرچ کی جائے“ **اذا وقف ارضا او شيئا آخر وشرط الكل لنفسه او شرط البعض لنفسه مادام حيا وبعده للفقراء قال ابويوسف الوقف صحيح ومشائخ بلخ رحمهم الله اخذوا بقول ابی يوسف وعليه الفتوىٰ** (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۹۷)

اپنے گذارے کے لئے موقوف علیہ پر گذارہ الاؤنس کی شرط لگانا جائز ہے، یہ بھی سابقہ

شرط کے قریب قریب بن جاتی ہے

ہندیہ میں ہے: وقف ضیعة له علی رجل علی ان یعطی له کفایته کل شهر ولیس له عیال فصار له عیال یعطی له ولعیاله کفایتهم (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۹۹)

وقف ایک مد میں اور ماہوار عطیہ کی شرط دوسرے پر جائز نہیں کیونکہ یہ شرط فاسد ہے جیسا کہ خود موقوف پر قرض کی شرط فاسد ہے۔ لو وقف ارضا علی رجل ان یقرضه دراهم جاز الوقف ویبطل الشرط (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۹۹)

باقی بیع اور مسجد کے قرض کی ادائیگی سب درست ہے کیونکہ مالک کی اجازت سے سب کچھ ہوا تھا مسجد کے فنڈ یا عام عطیات سے دینے کی بجائے اس مقصد کے لئے مستقل چندہ کرلیا جائے۔ ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲/۷/۱۴۲۴ھ

وفات تک خود کرایہ وصول کرنے کی شرط کے ساتھ دوکان وقف کرنے کا حکم:

ایک شخص نے بحالت صحت ایک دوکان بنام مدرسہ جامعہ قاسمیہ وقف کی اور گواہان کے سامنے اقرار نامہ اسٹام پر لکھ دیا اور شرائط یہ طے پائیں۔

(۱)...... جب تک مقر زندہ رہیگا کرایہ دوکان کا لیتا رہے گا اور وفات کے بعد کرایہ کی وصولی کا ذمہ دار مدرسہ ہوگا۔

(۲)...... یہ دوکان علی الدوام وقف ہوگی اس کا مالک خرید و فروخت کا مجاز نہ ہوگا کرایہ صرف مدرسہ میں خرچ ہوتا رہے گا۔

(٣)......مقر کی وفات کے بعد مقر کے وارثوں کو مداخلت کا حق نہ ہوگا اگر کوئی وارث دعویٰ کرے تو وہ باطل ہوگا۔

اب ''مقر'' وفات پا چکا ہے۔ کیا اس کے ورثاء کو کسی قسم کا حق شرعاً ہے؟

سائل ...... عدیل امجد، خان بیلہ

الجواب

اگر اقرار کنندہ بوقت اقرار تندرست تھا تو پھر دوکان مدرسہ کے نام وقف ہوگئی ہے۔

ہدایہ میں ہے: **والوقف فی الصحة من جمیع المال** (جلد۲، صفحہ۶۱۶، ط: رحمانیہ)

عالمگیریہ میں ہے: **اذار وقف ارضاً اوشیئاً آخر وشرط الکل لنفسه او شرط البعض لنفسه مادام حیاً وبعده للفقراء قال ابویوسفؒ الوقف صحیح ومشایخ بلخ رحمهم الله اخذوا بقول ابی یوسفؒ وعلیه الفتویٰ** (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۹۷)

البتہ اگر وہ بوقت اقرار مریض تھا تو پھر یہ اقرار وصیت ہے جس کا حکم یہ ہے کہ متوفی کے تہائی مال میں نافذ ہوگی۔ اگر یہ دوکان تہائی ترکہ سے کم ہے تب بھی یہ دوکان مدرسہ کے نام وقف ہوگئی ہے اور اگر تہائی ترکہ سے اس کی قیمت زیادہ ہے اور متوفی کے ورثاء اس وصیت سے راضی نہ ہوں تو ایک تہائی سے زائد ورثاء واپس لے سکتے ہیں۔

ففی الهدایة: ولووقف فی مرض موته قال الطحاوی هو بمنزلة الوصیة بعدالموت والصحیح انه لایلزمه عندابی حنیفة وعندهما یلزمه الا انه یعتبر من الثلث (جلد۲، صفحہ۶۱۶، ط: رحمانیہ)..............................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
١٣٩٤/١١/١٣ھ

اگر واقف مشترکہ پلاٹ میں سے اپنا حصہ الگ کر کے متولی کے حوالے کر دے تو اس صورت میں بالاتفاق یہ وقف درست ہے:

ایک پلاٹ چار بھائیوں میں مشترکہ ہے تین نے یہ پلاٹ مدرسہ کے لئے وقف کر دیا جبکہ چوتھے بھائی نے وقف کرنے سے انکار کر دیا آیا یہ پلاٹ وقف ہو گیا یا نہیں؟ اگر وہ پلاٹ وقف ہو گیا ہے تو ایسی جگہ پر مسجد بنانا ضروری ہے یا پلاٹ بیچ کر مختلف مدرسوں یا کسی ایک مدرسہ میں وہ رقم خرچ کر سکتے ہیں؟

سائل ...... محمد امیر خان، مدرسہ جواہر القرآن، سیالکوٹ

الجواب

مشاع کے وقف میں اختلاف ہے کہ امام محمدؒ قابل تقسیم موقوفہ اشیاء میں غیر مشاع ہونے کو شرط قرار دیتے ہیں اور دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے تاہم متاخرین نے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے، چنانچہ ہندیہ میں ہے، **والمتاخرون افتوا بقول ابی یوسفؒ انه یجوز وهو المختار،** (ہندیہ، جلد۲، صفحہ ۳۶۵)

لہٰذا اگر چوتھا ساتھی وقف کرنے کے لئے آمادہ نہیں تو باقی تینوں ساتھی اپنا حصہ الگ کر کے متولی کے سپرد کر دیں، اس صورت میں وقف بالاتفاق صحیح و تام ہو جائے گا، کیونکہ امام محمدؒ غیر مشاع عند القبض کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ شامیؒ ایک مسئلہ کی تفصیل میں ارشاد فرماتے ہیں: **لان المانع من الجواز عند محمدؒ هو الشیوع وقت القبض لا وقت العقد** (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۳۵، ط: رشیدیہ جدید)

جب یہ وقف درست ہو جائے گا تو اسے فروخت کرنے کی اجازت نہیں بلکہ یہاں ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جو اصحاب صفہ کے اوصاف اور علوم کا پرتو ہو۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۰/۱۲/۴ھ

مشاع زمین میں سے اپنے حصے کا وقف شرعاً جائز ہے:

بکر اور زید کی کچھ زمین مشترکہ ہے زید کا حصہ دو آنے اور بکر کا حصہ چودہ آنے ہے زمین کا بٹوارہ نہیں ہوا اور زمین کا مال گذاری زید نے کبھی نہیں ادا کیا زید کی زمین کی قیمت زیادہ سے زیادہ دو سو روپے اور بکر کی زمین کی قیمت چودہ سو روپے ہوگی زید نے انجمنِ اسلام نامی ایک دینی ادارہ کو وہ زمین وقف کردی زمین انجمن والوں کے مکان کے قریب ہے انجمن والے اگر زبردستی کچھ حصہ داخل کرنا چاہیں تو بکر کچھ بھی نہیں کر سکتا اور واقف کا حاصلِ کلام بھی یہی ہے کہ انجمن بکر کی ناراضگی کے باوجود پورا حصہ یا کچھ حصہ زمین کا اگر داخل کرلیں تو بکر کچھ بھی نہیں کر سکتا اس طرح کے فاسد خیال کی بناء پر وقف کرنا یا بکر کی اراضی کی آمدنی کسی نیک کام میں خرچ کرنا کیا جائز ہے؟ زید اگر چاہتا تو اس کو بٹوارہ کر کے وقف کر سکتا تھا لیکن جھگڑا کرنا مقصد ہے اور خود جھگڑے سے علیحدہ ہو کر ادارہ کے سر جھگڑا اسپرد کرنا چاہتا ہے۔

سائل ...... عبدالرحمٰن، لیاقت پور

الجواب

زید کا اپنے حصہ کی زمین کو بلا تقسیم کرائے کسی انجمن کے لئے وقف کرنا درست ہے امام ابو یوسفؒ وقف مشاع کے جواز کے قائل ہیں، والمتاخرون افتوا بقول ابی یوسفؒ انه یجوز وهو المختار کذا فی خزانة المفتیین (الخ) (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۳۶۵)

اگرچہ مشائخ بخارا نے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے جو ایسے وقف کے عدم جواز کا ہے۔

وقف المشاع المحتمل للقسمة لایجوز عند محمدؒ وبه اخذ مشائخ بخاریٰ وعلیه الفتویٰ کذا فی السراجیة (ہندیہ جلد۲، صفحہ ۳۶۵)

واقف کے فسادِ نیت سے وقف پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ حصولِ ثواب نیت پر موقوف ہے، اہل انجمن پر لازم ہے کہ وہ صرف زید کے موقوفہ حصے سے منتفع ہوں بکر کو نقصان پہنچانا یا اس

کے حصے کو بھی غصب کرنا حرام اور صریحاً ظلم ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
عبد اللہ عفا اللہ عنہ | معین مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان | ۱۳۷۸/۱۲/۳۰ھ

وقف میں رجوع یا واپسی جائز نہیں:

زید نے اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ بقائمی ہوش وحواس بلا اجبار واکراہ بصمیم قلب ایک مسجد کے نام وقف کردی اس کے کچھ عرصہ بعد زید اس موقوفہ جائیداد کی واپسی کا مطالبہ کسی بہانے سے کرتا ہے۔ کیا شرعاً اس کو حق پہنچتا ہے کہ جائیدادِ مذکورہ مسجد سے واپس لینے کا مطالبہ کرے اور کیا کوئی شخص اس وقف شدہ جائیداد کو واپس کرسکتا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائی جائے؟

سائل ...... حاجی رحیم بخش، خانیوال

الجواب

وفی الدرالمختار: وعند هما هو حبسها علی حکم ملک اللّٰه تعالیٰ وصرف منفعتها علی من احب ولو غنیاً فیلزم، فلایجوز له ابطاله ولایورث عنه، وعلیه الفتویٰ۔ (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۱۸)

وفیه: الملک یزول عن الموقوف (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۲۶)

وفیه: لایتم الوقف حتی یقبض......... ویفرز فلایجوز وقف مشاع یقسم خلافاً للثانی، ویجعل آخره لجهة قربة لاتنقطع .... واختلف الترجیع، والاخذ بقول الثانی احوط واسهل. بحر. وفی الدرر وصدر الشریعة: "وبه یفتی" واقره المصنف (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۳۹-۵۴۴)

وفی ردالمحتار: تحت قوله "وجعله ابویوسفؒ کالاعتاق" فلذالک لم یشترط

القبض والافراز(الخ) ح، ای فیلزم عنده بمجرد القول کالاعتاق بجامع اسقاط الملک، قال فی الدرر : والصحیح ان التأبید شرط اتفاقاً لکن ذکره لیس بشرط عند ابی یوسف (شامیہ،جلد٦،صفحہ٥٣٦)

عبارات بالا سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مفتی بہ قول یہی ہے کہ ملکِ واقف شی موقوف سے زائل ہو جاتی ہے محض قول کے ساتھ، اس پر اکثر فقہاء نے فتویٰ دیا ہے پس صورت مسئولہ میں شخص مذکور کا اس جائیداد کو واپس لینے کا مطالبہ درست نہیں۔..........فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	١٥/ ٧/ ١٣٨٨ھ

واقف کے ورثاء وقف زمین واپس لینے کے شرعاً مجاز نہیں:

ایک شخص نے بقائی ہوش وحواس اپنی زندگی میں عیدگاہ کے لئے کچھ اراضی زبانی اعلانیہ وقف بحق جماعت اہل سنت والجماعت حنفی کر دی۔ اب یہ اراضی عرصہ تیس سال سے عیدگاہ اور جنازہ گاہ چلی آرہی ہے۔ مہتمم صاحب نے فوری طور پر حد بندی قائم کرنے کے لئے اسکی دیوار بھی دیدی تھی تا کہ اس کا محراب بنا کر عیدگاہ کی شکل بن جاوے جو کہ اب ویسے ہی قائم ہے۔

اب یہ عیدگاہ ریکارڈ میں بھی عیدگاہ مقبوضہ اہل اسلام شروع ہی سے چلی آرہی ہے اس شخص نے اپنی بقیہ ساری زندگی عیدگاہ میں نمازیں ادا کیں۔ اس کی وفات کے پندرہ برس بعد اس کے ورثاء اب تک عیدگاہ میں حسب معمول نمازیں ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ اب یہ اراضی واپس اپنے استعمال میں لے کر اس میں مارکیٹ وغیرہ بنانا چاہتے ہیں۔

(١)......کیا یہ ورثاء پندرہ بیس برس بعد یہ اراضی واپس اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں؟

(۲)......کیا اس اراضی کو عید گاہ کے علاوہ کسی اور مصرف میں لا سکتے ہیں؟

(۳)......کیا عید گاہ، جنازہ گاہ اور مسجد کی زمین قابل تقسیم ورثاء ہے؟

(۴)......کچھ اراضی برلب سڑک ہے اس شخص کے ورثاء وہاں پر دوکانیں وغیرہ بنانے کے حقدار ہیں؟

سائل ...... عبدالحمید، مہتمم مدرسہ نور الہدیٰ، پھلن شریف

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق مذکورہ زمین وقف ہو چکی ہے اور واقف کی ملک سے خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کی ملک ہو چکی ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف زبان سے کہہ دینے سے واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک وقف کے الفاظ کہنے کے بعد متولی کے حوالے کرنے سے وقف تام ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ زمین واقف کی ملک سے نکل چکی ہے۔ اب اس کے ورثاء کا اپنے استعمال میں لانا اور مارکیٹ وغیرہ بنانا شرعاً جائز نہیں، نیز اس میں وراثت بھی جاری نہ ہوگی۔ عندھما حبس العین علی حکم ملک اللّٰہ تعالی علی وجه تعود منفعته الی العباد فیلزم ولایباع ولایوھب ولایورث......وفی العیون و الیتیمة "انّ الفتویٰ علی قولهما" (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۵۰)

وفیه ایضا: واذا کان الملک یزول عندھما یزول بالقول عند ابی یوسفؒ وھو قول الائمة الثلاثة ...... وقال محمدؒ لایزول حتی یجعل للوقف ولیاً ویسلم الیه وعلیه الفتویٰ (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۵۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۴/۱۶ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

خود واقف بھی رجوع کرنے کا شرعاً مجاز نہیں:

ایک شخص نے بارہ کنال زمین مدرسہ کے نام کرادی قانونی طور پر یہ مدرسہ کے نام ہوگئی اور اس پر مدرسہ کا خرچہ بھی ہوا اور کچھ وقت مدرسہ کا قبضہ بھی رہا، اب وہ واقف ارض موقوفہ واپس لینا چاہتا ہے۔ آیا شرعی طور پر واپس لے سکتا ہے؟

سائل ...... محمد رفیق، جامعہ مظاہر العلوم، قصور

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق مذکورہ زمین وقف ہوچکی ہے اور واقف کی ملک سے خارج ہوکر اللہ تعالیٰ کی ملک ہوچکی ہے۔

ہندیہ میں ہے: **عندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولايباع ولايورث ولايوهب كذا في الهدايه، وفي العيون واليتيمة ان الفتوىٰ على قولهما** (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۰)

واقف کی ملک کا زوال امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف زبان سے کہہ دینے سے ہو جائیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک وقف کے الفاظ کہنے کے بعد متولی کے حوالے کرنے سے وقف تام ہوگا۔ **اذا كان الملك يزول عندهما يزول بالقول عند ابي يوسفؒ وهو قول الائمة الثلاثة .... وقال محمدؒ لايزول حتىٰ يجعل للوقف ولياً ويسلم اليه وعليه الفتوىٰ** (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۱)

الحاصل: یہ زمین واقف کی ملک سے خارج ہوچکی ہے اور یہ عقد لازم ہو چکا ہے لہٰذا رجوع کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۴/۱۶ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

وقف زمین کسی قیمت پر واپس نہیں ہو سکتی:

زید نے ایک دینی مدرسہ مظاہر العلوم کو کچھ رقبہ وقف کیا جو مشترک اور غیر منقسم ہے ابھی تک اس کے بھائیوں کا قبضہ ہے کچھ حصہ واقف کے اجداد نے گیارہ جون ۱۸۹۶ء کو بغیر قبضہ دیئے رہن رکھا تھا ابھی تک قرض کی ادائیگی نہیں ہوئی، مرتہن کی اولاد نے زائد از میعاد ہونے کی بناء پر بے دخلی کا دعویٰ (بعد از انتقال مدرسہ) کیا ہوا ہے معاشی حالات سے مجبور ہو کر واقف رجوع کرنا چاہتا ہے، کیا وہ شرعاً رقبہ واپس لے سکتا ہے؟ بعض کاغذات میں وقف کے بجائے ہبہ لکھا ہے کیا مدرسہ و مسجد میں ہبہ بھی وقف کے حکم میں ہوتا ہے؟ وقف نامہ مدرسہ کے پاس تحریری طور پر موجود ہے ایک اور دار العلوم کو کچھ رقبہ وقف کیا ہوا ہے وہ رقبہ رہن نہیں ہے۔ یہ رقبہ بھی مشترک غیر منقسم بھائیوں کے قبضے میں ہے اس رقبہ کو بھی واپس لینا چاہتا ہے۔ شرعی حکم مطلوب ہے یہ واضح رہے کہ قابضین نے ایک ہزار روپیہ سالانہ دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن ابھی تک دیا کچھ نہیں انتقال اور وقف نامہ تحریری طور پر مدرسہ کے پاس ہے

سائل ...... حضرت مولانا محمد مسعود صاحب، مدرسہ عربیہ، کوٹ ادو

الجواب

صورت مسئولہ میں امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق یہ وقف درست اور لازم ہو چکا ہے، پس اس کا واپس کرنا جائز نہیں قبضہ لینے کی کوشش کی جائے۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۱۴/۳/۲۳ھ

التخریج: (۱)...... واذا کان الملک یزول عندھما یزول بالقول عند ابی یوسف وھو قول الائمۃ الثلاثۃ وھو قول اکثر اھل العلم وعلی ھذا مشائخ بلخ (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۱)

وفی الشامیۃ: قولہ "وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق": فلذلک لم یشترط القبض والافراز ای: فیلزم عندہ بمجرد القول کالاعتاق بجامع اسقاط الملک (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۳۶) (مرتب بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

تعمیر مسجد کے لئے وقف کردہ رقم واپس نہیں ہو سکتی:

ایک مائی صاحبہ نے تقریباً اڑھائی سال پہلے مبلغ ۹۰،۰۰۰ روپے مسجد کی تعمیر کے لئے وقف کئے اور مسجد کی تعمیر مسجد کی جگہ کرایہ داروں کے خالی نہ کرنے کی وجہ سے شروع نہ ہو سکی، اب امید ہے کہ چند دنوں میں یہ جگہ انتظامیہ کو مل جائیگی اور انتظامیہ کا مسجد تعمیر کرانے کا پروگرام ہے لیکن گذشتہ رات مائی صاحبہ نے اپنی وقف شدہ رقم کی واپسی کا اصرار کیا ہے کہ وہ اس رقم سے کسی کی شادی کرائے گی اور ایک مریض کا علاج کرائے گی۔

علاوہ ازیں اس رقم میں سے ۲۷۰۰۰ روپے ابتداء میں وہ جگہ خالی کرانے اور تعمیر کرانے میں صرف ہو چکے ہیں وہ اس رقم کا بھی مطالبہ کر رہی ہے۔اس مسئلہ پر راہنمائی فرمائیں۔

سائل ...... عابد حسین، محلہ اعوان پورہ، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں شرعاً مذکورہ رقم واپس لینا جائز نہیں کیونکہ تعمیر مسجد میں رقم دینا تصدق علی المسجد ہے اور صدقہ میں رجوع جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے: **لا رجوع فی الصدقة لان المقصود هو الثواب وقد حصل** (ہدایہ، جلد۳، صفحہ۳۹۰، ط: امدادیہ ملتان)

مسجد کی انتظامیہ مذکورہ رقم صرف تعمیر مسجد پر خرچ کر سکتی ہے کیونکہ معطی (واقف) کی شرط کا لحاظ رکھنا شرعاً ضروری ہے۔ درمختار میں ہے: **قولهم شرط الواقف كنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به** (جلد۶، صفحہ۶۶۴، ط: رشیدیہ جدید)

دوسرے مصرف پر خرچ کرنا موجب ضمان ہوگا۔ ...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۳/۲/۲۴ھ

مملوکہ جگہ میں گلی بنانے کے بعد اسے بند کرنا:

ایک شخص اپنی زمین مملوکہ میں کوچہ گذرگاہ برائے ہمسایگان چھوڑتا ہے اور ہمسائے اس کوچہ میں اپنے دروازے بھی نکال لیتے ہیں اور گذرگاہ بھی بنالیتے ہیں اس کے بعد وہ مالک اس کوچہ کو بند کرنے یا اس کی اولاد اُسے بند کرنے کی شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟ یا وہ کوچہ وقف کے حکم میں آ کر ''الوقف لایملک ولایملک'' کے حکم میں آ جاتا ہے؟

سائل ...... عنایت اللہ، اوچ شریف

الجواب

فی العالمگیریة: اما تعریفه فهو فی الشرع عند ابی حنیفة حبس العین علیٰ ملک الواقف والتصدق بالمنفعة علی الفقراء او علی وجه من وجوه الخیر بمنزلة العواری کذافی الکافی، فلایکون لازماً وله ان یرجع ویبیع...... ولایلزم الا بطریقین احدهما قضاء القاضی بلزومه، والثانی ان یخرج مخرج الوصیة فیقول اوصیت بغلة داری هذه فحینئذ یلزم الوقف کذا فی النهایة...... وعندهما حبس العین علی حکم ملک الله تعالیٰ علی وجه تعود منفعته الیٰ العباد فیلزم ولایباع ولایوهب ولایورث کذا فی الهدایة، وفی العیون والیتیمة ان الفتویٰ علیٰ قولهما (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۰)

اس عبارت کے دیکھنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ شخص مذکور کے اس طرح کرنے سے یہ جگہ وقف کے حکم میں نہیں آئی بلکہ بدستور اس کی ملک میں ہے اس لئے اب یا تو اس کو راضی کرلیا جاوے کہ وہ اس کو بند نہ کرے یا کچھ پیسے دے کر اس سے وہ جگہ حاصل کر لی

جاوے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۶/۵/۲۲ھ

کسی زمین کے وقف کرنے سے اس میں موجود تعمیر اور درخت بھی وقف ہو جائیں گے:

ہم پانچ بھائی اور پانچ بہنیں ہیں میرے (احمد سعید) کے کہنے پر والد صاحب نے ہوش وحواس میں خوشی کے ساتھ ایک کنال رقبہ مسجد کے نام کیا تھا جس میں اس وقت سے دو کمرے بنے ہوئے ہیں اور ایک میں ایک بھائی کی رہائش ہے۔ اب والد صاحب وفات پا چکے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جگہ کا اب کیا حکم ہے کیا ان کے وقف کرنے سے وہ مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟

سائل ...... احمد سعید خان

الجواب

جب مکمل کنال وقف کی تو وہ کمرے بھی ضمناً وقف ہو گئے۔[2] وہ کمرے خالی کر کے مسجد

(۱)......تاہم شخص مذکور یا اس کے ورثاء کو گلی بند کرنے کا شرعاً اختیار نہیں۔ شامیہ میں ہے: وان یکون المراد ما اذا کان له حق المرور فی ارض غیره الی ارضه فباع ارضه مع حق مرورها الذی فی ارض الغیر (شامیہ، جلد۷، صفحہ۲۷۷)

(۲)......لما فی الشامیة: قال فی الاسعاف ویدخل فی وقف الارض ما فیها من الشجر و البناء دون الزرع والثمرة کما فی البیع (جلد۶ صفحہ۵۵۴، ط: رشیدیہ جدید)

وفی العالمگیریة: ذکر الخصاف اذا وقف الرجل ارضا فی صحته علی وجوه سماها......فانه یدخل فی الوقف البناء والنخیل والاشجار کذا فی المحیط (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۶۲)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کے حوالے کر دیں............................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — محمد انور عفی عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۴۲۱/۱۲/۷ھ

(۱): منقولی اشیاء وقف کرنے کا حکم:

(۲): وقف کو موت کے ساتھ معلق کرنے کا حکم:

(۳): مرض الموت اور تندرستی میں وقف کرنے میں فرق:

(۱)......کن کن چیزوں کا وقف کرنا جائز ہے؟

(۲)...... وقف کو موت کے ساتھ معلق کرنا مثلاً یہ کہنا کہ زندگی میں تو زمین وغیرہ میری ملکیت رہے گی اور مرنے کے بعد وقف ہوگی جائز ہے یا ناجائز؟

(۳)......مرض الموت اور اس سے پہلے کی حالت میں وقف کرنے میں کوئی فرق ہے یا نہیں یعنی مرض الموت سے پہلے کتنی جائیداد وقف کرسکتا ہے اور مرض الموت میں کتنی کرسکتا ہے؟

سائل ...... فیاض الرحمٰن، خیرپور

الجواب

(۱)......اشیاء غیر منقولہ جیسے زمین، گھر، دوکان وغیرہ ان کا وقف کرنا جائز ہے اسی طرح وہ اشیاء منقولہ جو ان اشیاء غیر منقول کے تابع ہیں جیسے زمین کے لئے آلاتِ حرث اور بیل، ٹریکٹر وغیرہ ان کا وقف بھی جائز ہے۔ اور اشیاء منقولہ میں سے گھوڑے اور جنگی ہتھیاروں کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ اور ان کے علاوہ جن اشیاء منقولہ کے وقف کرنے کا عرف ہو جیسے جنازہ کے لئے چارپائی مدرسہ کے لئے کتابیں، قرآن مجید، ان کا وقف کرنا بھی جائز ہے اور جن اشیاء منقولہ کا عرف نہیں جیسے حیوان، کپڑے وغیرہ ان کا وقف جائز نہیں۔ لما فی العالمگیریة: یجوز وقف العقار مثل

الارض والدار والحوانیت ...... وكذا يجوز وقف كل ماكان تبعاً له من المنقول كما لو وقف ارضاً مع العبيد والثيران والآلات للحرث (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۶۰)

واما وقف المنقول مقصوداً فان كان كراعاً او سلاحاً يجوز وفيما سوى ذالك ان كان شياً لم يجر التعارف بوقفه كالثياب والحيوان لايجوز عندنا وان كان متعارفاً كالفأس والقدوم والجنازة وثيابها وما يحتاج اليه من الاواني والقدور في غسل الموتىٰ والمصاحف لقرأة القرآن قال ابويوسفؒ انه لايجوز وقال محمدؒ يجوز واليه ذهب عامة المشايخ منهم الامام السرخسي...... وهو المختار والفتوىٰ على قول محمدؒ (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۶۱)

(۲)......جائز ہے۔لما في العالمگيريه: ولو علق الوقف بموته بان قال اذامتّ فقد وقفت داري على كذا ثم مات صح ولزم اذا خرج من الثلث وان لم يخرج من الثلث يجوز بقدر الثلث (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۵۱)

(۳)......حالت صحت میں تو جتنا چاہے وقف کر سکتا ہے ثلث مال کی مقدار ہو یا اس سے زیادہ ہو، لیکن اگر وقف کو موت کے ساتھ معلق کیا ہے کہ "میں جب تک زندہ ہوں یہ میری زمین ہے اور میرے مرنے کے بعد وقف ہے" تو پھر اگر زمین موقوفہ کل مال کے ثلث کے برابر ہوگی تو ٹھیک ہے اور اگر زیادہ ہے تو مقدار ثلث وقف ہوگی اور باقی ورثاء کی ہوگی اور حالت مرض الموت میں فقط ثلث مال کا وقف کرنا جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں۔متى صح الوقف بان قال جعلت ارضي هذه صدقة موقوفة مؤبدة او اوصيت بها بعد موتي فانه يصح حتى لايملك بيعه ولايورث عنه لكن ينظر ان خرج من الثلث يجوز وان لم يخرج عن الثلث يجوز بقدر الثلث (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۵۲)

یہ تو ضابطہ ہے ورنہ مناسب یہ ہے کہ حالت صحت ہو یا حالت مرض الموت ہو ثلث سے

زائد وقف نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے: انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالة یتکففون الناس ،(ترمذی شریف، جلد۲، صفحہ ۴۷۶)

ترجمہ: تحقیق چھوڑے تو اپنے ورثاء کو مالدار یہ بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو چھوڑے تنگدست کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں.................. فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۲۷/۴/۱۴۱۷ھ

خانقاہ کے سامان کو دوسری جگہ منتقل کرنا کیسا ہے؟

منقولی اشیاء کا وقف بھی صحیح ہے:

ایک روحانی پیشوا (پیر صاحب) کا انتقال ہوگیا، اب خانقاہ کا سامان جو مہمانوں اور اہل ذکر کے لئے وقف تھا، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۱)......سامان، دیگیں، غلہ، گندم، چاول، مرچ، مصالحہ، بستر، کمبل اور لحاف مویشی وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲)......اس بزرگ کے کتب خانہ کا کیا حکم ہے؟

(۳)......سامان مستعملہ میں سے بعض پر بعض لوگوں کا دعویٰ ملکیت ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت کے ہاں تبرعاً استعمال ہوتا تھا نہ کہ وقفاً و تملیکاً ان صاحب کے پاس گواہ بھی موجود ہیں؟

(۴)......مرحوم کے بعد سامان وقف کا متولی کون ہوگا؟ متولی کے لئے متوفی کا تعین ضروری ہے یا بعد از وفات دوسرے اصحاب بھی اس کا تعین کر سکتے ہیں یا ان کو متعین من جانب المتوفی کے ردوبدل کا اختیار ہے یا نہیں؟

(۵)......ان سامان وقف کی منتقلی دوسری خانقاہ میں ہوسکتی ہے جہاں اس خانقاہ کا متولی منتقل ہوگیا ہو؟

سائل ...... فقیر محمد معصوم، غریب آباد، ڈیرہ غازی خان

الجواب

(۱)......دیگیں، بستر اور کمبل کا وقف صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مالکان نے ان کو وقف کر دیا ہو جیسا کہ امام محمدؒ نے جنازہ اور اس کے کپڑے کلام پاک وغیرہ کے وقف کو صحیح کہا ہے اور یہی مختار ہے،

ففی الهندیة: واما وقف المنقول مقصوداً .... وان كان متعارفاً كالفاس والقدوم والجنازة وثيابها وما يحتاج اليه من الاوانی والقدور فی غسل الموتیٰ والمصاحف لقرأة القرآن قال ابویوسفؒ انه لایجوز وقال محمدؒ یجوز واليه ذهب عامة المشائخ .... وهو المختار والفتویٰ علی قول محمد رحمه الله تعالیٰ (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۶۱)

البتہ لنگر میں جو غلہ، گندم، چاول، مرچ مصالحہ وغیرہ موجود ہے یہ اسی مصرف میں صرف کیے جائیں جس میں اس بزرگ کی زندگی میں صرف کئے جاتے تھے، بظاہر یہ اشیاء دینے کا مقصد تملیک نہیں بلکہ لنگر کی اعانت ہے۔

(۲)......کتب خانہ اگر مملوک تھا تو اب ترکہ بن کر سب وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر موقوف تھا تو اب بھی وقف تصور کیا جائے گا۔

(۳)......ان اشیاء کے وقف ہونے کا اگر کافی ثبوت موجود نہ ہو تو مدعیوں کا دعویٰ اس وقت مسموع ہوگا جب ان کے اس دعویٰ پر شرعی شہادت موجود ہو۔

(۴)......اہل خانقاہ کسی دیانتدار کو متولی بنالیں جو کہ کام سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہو، (کذا فی الهندیة[۱]) جبکہ متولی نے کسی اہل کو یہ کام سپرد نہ کیا ہو۔

التخریج: (۱)......وفی الاسعاف: لایولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۴۰۸)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

(۵)...... تاوقتیکہ خانقاہ آباد ہے اس کے موقوفہ سامان کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

عالمگیری میں ہے کہ: رباط یستغنی عنه وله غلة فان کان بقربه رباط صرفت الغلة الی ذالک الرباط (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۴۷۸)...................... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۹/۸/۵ھ

سوال مثل بالا:

تقریباً ۳۵ سال سے ایک جگہ مسجد میں ایک خانقاہ بنائی گئی، ایک بزرگ خلیفۂ حضرت اقدس رائے پوریؒ نے اپنا خلیفہ وہاں بٹھایا اور آپ خود سرپرستی فرماتے رہے خانقاہ میں دینی دوست احباب برتن، بستر، گدے، پنکھے، کولر، فریزر اور استعمال کی چیزیں دیتے رہے، اب ایک سال سے وہ خلیفہ اپنے پیر بھائیوں کے حسد و عناد کی وجہ سے رائے ونڈ منتقل ہو گئے اور خانقاہ کا سامان بھی ساتھ لے آئے، اب خانقاہ مستقل رائے ونڈ میں بنالی ہے۔ اب یہ حکم فرمائیں کہ سامان اور چیزیں شرعاً نئی خانقاہ میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ خلیفہ صاحب اس سامان کو اپنی ملکیت نہیں سمجھتے بلکہ خانقاہ ہی کی ملکیت سمجھتے ہیں۔ اب جو شرعی فیصلہ ہو بیان فرما کر مشکور فرمائیں۔

سائل ...... بندہ ظفر احمد، رائے ونڈ

الجواب

اگر اب پہلی خانقاہ بے آباد ہے تو جن افراد نے یہ سامان دیا تھا ان کی اجازت سے یہ سامان آپ نئی خانقاہ میں استعمال کر سکتے ہیں۔[1] اور اگر پہلی خانقاہ آباد ہے تو پھر یہ سامان واپس

التخریج: (۱)......رباط یستغنی عنه وله غلة فان کان بقربه رباط صرفت الغلة الی ذالک الرباط (ہندیہ، ۲/ ۴۷۸) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کرنا ضروری ہے، اگرچہ پہلی خانقاہ والوں نے نیا سامان ہی کیوں نہ بنا لیا ہو۔ **قوله "ومثله حشيش المسجد" ...... قال الزيلعي وعلى هذا حصير المسجد وحشيشه اذا استغنى عنهما يرجع الى مالكه عند محمدؒ وعند ابى يوسفؒ ينقل الى مسجد آخر ...... وصرح في الخانية بان الفتوىٰ على قول محمدؒ قال في البحر وبه علم ان الفتوىٰ على قول محمدؒ في آلات المسجد......والمراد بآلات المسجد نحو القنديل والحصير** (شامیہ، جلد۶، صفحہ ۵۵۱) ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۲/۹ھ

کتنا مال وقف کرنا چاہیے؟
کیا ساری جائیداد وقف کرنا صحیح ہے؟

ہمارے والد نے دس سال پہلے چودہ مرلے جگہ ایک مسجد کے لئے چھوڑی ہوئی ہے، اب جو رقم ان کے پاس موجود ہے اس ساری رقم سے دوسری مسجد کے لئے جگہ خریدنا چاہتے ہیں، جبکہ ان کی اولاد کو رقم کی سخت ضرورت ہے، اب آپ شرعی حکم بتلائیں کہ کیا وہ تمام رقم مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

سائل ......محمد عبداللہ، ملتان

الجواب

سارا مال وقف نہیں کرنا چاہیے خصوصاً جبکہ پہلے بھی جگہ مسجد کے لئے چھوڑی ہوئی ہے زیادہ سے زیادہ ثلث تک اللہ کے راستے میں خرچ کر لیا جائے اور باقی ورثاء کے لئے چھوڑ دیا جائے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے پوچھنے پر ایسا ہی فرمایا۔ **عن عامر ابن سعد عن ابيه قال مرض مرضاً اشفى فيه فعاده رسول الله**

صلی اللّٰہ علیه وسلم قال" یا رسول اللّٰہ ان لی مالاً کثیراً ولیس یرثنی الا ابنتی افا تصدق بالثلثین" قال "لا" قال "فبالشطر" قال "لا" قال "فبالثلث" قال "الثلث والثلث کثیر" (الحدیث) (ابوداؤد شریف، جلد ۲، صفحہ ۴۷)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ	الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۴۲۲/۱۱/۷ھ	رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

کیا شاملاتِ دِہ کا وقف شرعاً درست ہے؟

موضع سجادل پور میں دیہی شاملات ہیں اور اس میں تقریباً سات سو افراد کی آبادی ہے یہ شاملات دراصل ایک زمیندار مسمّی رحیم خان کی ہے جس میں آبادکاری کا اذن عام ہے موضع مذکورہ میں سائل حبیب الرحمٰن کے والد نور محمد اور ان کے آباؤ اجداد آباد ہیں، اب سائل حبیب الرحمٰن کے والد اپنے لڑکوں سے ناراض ہو چکے ہیں اور وہ اپنے لڑکوں کو ان دیہی شاملات سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ سائل کے والد اپنے لڑکوں کو ان دیہی شاملات سے نکالنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں جبکہ مذکورہ شاملات سرکاری کاغذات میں موصوف کے نام پر نہیں ہے صرف قبضہ کا حق ان کو حاصل ہے جیسا کہ عام لوگ اسی جگہ آباد ہیں اسی طرح سائل اور ان کے بھائی بھی آباد ہیں۔ اب سائل کے والد نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنی اولاد کو نافرمانی کی وجہ سے اپنی اس جائیداد سے محروم کرتا ہوں اور مسجد میں بطور وقف دیتا ہوں۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

سائل ...... حبیب الرحمٰن، شجاع آباد، سجادل پور

الجواب

فی الشامیة: افاد ان الواقف لابد ان یکون مالکاً له وقت الوقف ملکاً باتاً ولو

بسبب فاسد (شامیہ، جلد۶، صفحہ۵۲۲، ط: رشیدیہ جدید)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ واقف کی اس شئی پر (جس کو وقف کرنا چاہتا ہے) ملکیت لازم ہے جب ہی وقف صحیح ہوگا پس صورت مسئولہ میں جبکہ وہ زمین از قبیلۂ شاملاتِ دِہ ہے اس لئے شخص مذکور کا اس کو مدرسہ یا مسجد کے نام پر وقف کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۷/۱۳۹۲ھ

کیا منقولی اشیاء اور ایسے ہی روپیہ پیسہ کا وقف صحیح ہے؟

غیر منقولہ جائیداد کے علاوہ جو منقولہ اشیاء مثلاً کتابیں وغیرہ وقف کی جاتی ہیں یا بطور چندہ جو رقوم ملکی ادارے یا کسی شخص کو مساجد آباد کرنے کے لئے یا مدرسوں کو چلانے کے لئے یا کسی انجمن کو چلانے کے لئے یا کسی اور شرعی مقاصد کے لئے دی جاتی ہیں کیا یہ وقف ہیں؟

سائل ...... محمود خان، سیکرٹری اوقاف بورڈ لاہور

الجواب

غیر منقولہ جائیداد کے علاوہ منقولہ اشیاء کا وقف بھی ہوسکتا ہے جن کے متعلق مسلمانانِ اہل علاقہ کا تعامل ہو۔ چنانچہ علماء احناف کی مشہور و معروف کتاب درمختار میں ہے: **وکما صح ایضاً وقف کل منقول قصداً فیہ تعامل للناس کفأس وقدوم بل و دراھم و دنانیر** (جلد۶، صفحہ۵۵۷)[1]

مذکورہ بالا عبارت سے صاف واضح ہوا کہ کتابیں اور الماریاں اور دوسرا سامان (میزیں، کرسیاں، مہمانوں کیلئے لحاف، چارپائیاں وغیرہ) وقف ہو سکتے ہیں اور جو رقوم بطور چندہ کے انجمنوں اور اداروں کو امداد کے لئے دی جائیں وہ اگر کسی مدِ تعمیر یا مدِ اطعام وغیرہ کے لئے مخصوص

کردی جائیں تو یہ بھی جائز ہے اور وہ رقم اسی مد میں صرف کرنا ارباب انجمن کو لازم ہوگا زکوٰۃ کا روپیہ اگر انجمن یا مدارس میں دیا جائے تو شرعی مصارف حسب تفصیل فقہاء بمع شرائط تملیک کا لحاظ کرتے ہوئے صرف کرنا لازم ہوگا اور اگر دراہم اور دنانیر کو وقف کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔[1] پھر اس میں وہ روپیہ بطور مضاربت کسی شخص کو دے کر اسکا منافع اس انجمن یا مدرسہ کے اوپر صرف ہوگا اور رأس المال کو محفوظ کرنا لازم ہوگا۔ فتاویٰ شامیہ میں ہے: **لماجری التعامل فی زماننا فی البلاد الرومیة وغیرها فی وقف الدراهم والدنانیر دخلت تحت قول محمدؒ المفتی به فی وقف کل منقول فیه تعامل** (جلد ۶، صفحہ ۵۵۷)

وفیه ایضاً: و عن الانصاری(وکان من اصحاب زفرؒ) فیمن وقف الدراهم او مایکال او یوزن: أیجوز ذلک؟ قال" نعم" قیل: وکیف؟ قال یدفع الدراهم مضاربة ثم یتصدق بها فی الوجه الذی وقف علیه، وما یکال او یوزن یباع ویدفع ثمنه لمضاربة او بضاعة انتهی (جلد ۶، صفحہ ۵۵۸)............فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۲/۷/۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

وقف کی بیع یا استبدال جائز نہیں:

"بابو نیاز احمد" نے تحصیل وہاڑی ضلع ملتان میں ایک قطعہ اراضی مدرسہ "خیر المدارس"

التخریج: (۱)......وفی العالمگیریة: رجل اعطیٰ درهماً فی عمارة المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد صح (جلد ۲، صفحہ ۴۶۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کے نام وقف کی ہے۔ جس کی رجسٹری لف ہے۔ ملاحظہ فرماویں کہ ایسی صورت میں اس زمین کو:

(۱)...... مدرسہ کے کسی مفاد کے تحت فروخت کیا جا سکتا ہے؟

(۲)...... مہتمم صاحب مدرسہ کے مفاد کے لئے کسی اور زمین کے ساتھ تبدیل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... دفتر مدرسہ خیر المدارس، ملتان

الجواب

یہ اراضی حسب دستاویز ھٰذا وقف ہے اور تمامیت وقف کے بعد اراضی موقوفہ میں تصرف (انتقال ملکیت، بیع، ہبہ وغیرہ) منع ہے تاوقتیکہ واقف نے وقف میں اس کا اختیار نہ دیا ہو۔

قال في الدر المختار: لایملک ولایملک ولایعار ولایرھن (جلد۶، صفحہ ۵۴۰)

وفي العالمگیریة: ولو کان الوقف مرسلاً لم یذکر فیه شرط الاستبدال لم یکن له ان یبیعها ویستبدل بها وان کانت ارض الوقف سبخة لاینتفع بها کذا في فتاویٰ قاضیخان (جلد۲، صفحہ ۴۰۱)

اور دستاویز ھٰذا میں چونکہ اس قسم کا کوئی اختیار متولی کو نہیں دیا گیا ہے، لہٰذا عام حالات میں متولی اراضی موقوفہ ھٰذا کو فروخت کرنے یا تبدیل کرنے کا شرعاً مجاز نہیں ہاں بعض خاص صورتوں میں دیندار قاضی و حاکم استبدال کی اجازت چند شرائط کے ساتھ دے سکتا ہے جو بظاہر صورت مسئولہ میں موجود نہیں۔........................ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۹۰/۶/۶ھ

وقف زمین کو کب بیچا جا سکتا ہے؟

ایک شخص نے مدرسہ کے لئے اپنی زرعی زمین سے دس مرلے یہ کہہ کر وقف کئے کہ اس میں مدرسہ کی تعمیر کر کے قرآن مجید اور دیگر دینی علوم کی تعلیم شروع کر دی جائے ارض موقوفہ تک

پہنچنے کے لئے راستہ کی سہولت نہیں باوجود کوشش کے ہمسایگان معاوضہ لے کر بھی ارض موقوفہ تک آمدورفت کا راستہ دینے کے لئے تیار نہیں راستہ کے بغیر یہ وقف ناکارہ ہے۔ کیا اس کو بلا استعمال پڑا رہنے دیں یا اس کو بیچ کر اس کے متبادل موزوں قابل انتفاع جگہ خرید کر مدرسہ کی تعمیر شروع کر دی جائے جبکہ موجودہ وقف کے ناقابل انتفاع ہونے کی وجہ سے واقف اس کو بیچنے پر بھی راضی ہے از روئے شرع شریف اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

سائل.....عبدالغفار، جامعہ عثمانیہ شاہ صدر دین ڈیرہ غازیخاں

الجواب

ہندیہ میں ہے: **ولو كان الوقف مرسلا لم يذكر فيه شرط الاستبدال لم يكن له ان يبيعها ويستبدل بها ...... ولو صارت الارض بحال لاينتفع بها والمعتمد انه يجوز للقاضي بشرط ان يخرج عن الانتفاع بالكلية وان لايكون هناك ريع للوقف يعمر به وان لايكون البيع بغبن فاحش** (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۰۱)

وفي الشامية: اعلم ان الاستبدال على ثلثة اوجه: الاول ...... والثاني: ان لايشرطه سواء شرط عدمه او سكت لكن صار بحيث لاينتفع به بالكلية بان لايحصل منه شئ اصلا او لايفي بمؤنته فهو ايضاً جائز على الاصح اذاكان باذن القاضي ورأى المصلحة فيه (شامیہ جلد ۶، صفحہ ۵۸۹)

مذکورہ بالا جزئیات سے معلوم ہوا کہ اگر اسے قابل انتفاع بنانے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں قاضی (انتظامیہ کمیٹی) اسے بیچنے یا استبدال کا مجاز ہے۔ لہٰذا اگر عدالت کے ذریعے سے راستہ نہ مل سکتا ہو تو پھر فروخت کرنے کی گنجائش ہے۔.....فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۲/۲۵ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

وقف میں تبدیلی کی اجازت نہیں:

ایک آدمی نے مسجد کے لئے کچھ زمین وقف کی ہے لیکن آبادی سے کچھ دور ہونے کی وجہ سے ویران پڑی ہے مسجد بھی تعمیر نہیں ہوئی ہے صرف مٹی ڈال کر باقی زمین سے کچھ اونچی کر رکھی ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کو فروخت کر کے دوسری جگہ آبادی کے قریب زمین خرید کر مسجد بنائی جائے تاکہ آبادی بھی ہو اور مسلمانوں کی ضرورت بھی پوری ہو۔

سائل ...... مختار احمد، تحصیل کہروڑپکا، ضلع لودھراں

الجواب

شخص مذکور کے زبانی وقف کر دینے سے یہ زمین وقف ہو گئی ہے اب اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔[1] اسی جگہ مسجد بنائی جائے اور اس کو آباد کیا جائے۔ واذا کان الملک یزول عندھما یزول بالقول عند ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ وھو قول الائمة الثلاثة وھو قول اکثر اھل العلم وعلی ھذا مشائخ بلخ وفی المنیة وعلیه الفتویٰ کذا فی فتح القدیر (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۵۱)............ .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۷/۷/۱۴۲۳ھ

مدرسہ کی وقف دوکان کو دوسری دوکان سے بدلنے کا حکم:

ایک دوکان بنام مدرسہ وقف ہے کچھ حضرات اس وقف شدہ دوکان کو دوسری دوکان

التخریج: (۱)......ولو کان الوقف مرسلا لم یذکر فیه شرط الاستبدال لم یکن له ان یبیعھا ویستبدل بھا وان کانت ارض الوقف سبخة لاینتفع بھا (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۴۰۱) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ)

سے بدلنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ وقف جائیداد کا تبادلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... مقبول احمد، لودھراں

الجواب

یہ تبادلہ جائز نہیں ہے مدرسہ پر جو دو کان وقف ہے اس کو نہ فروخت کر سکتے ہیں اور نہ ہی تبدیل کر سکتے ہیں۔[1] ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۴۱۹/۶/۱۴ھ

موقوفہ زمین کے بدلے اگر دوگنی زمین بھی ملتی ہو تب بھی اسکو بیچنا یا تبادلہ کرنا جائز نہیں:

ہمارے گاؤں چک نمبر 88/12-L میں مسجد کو کسی شخص نے ایک ایکڑ زمین وقف کر دی تھی، اب وہ زمین آبادی سے ملحق ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت دو ایکڑ کے برابر ہو گئی ہے اگر ہم اس مسجد والے ایکڑ کو پلاٹوں میں فروخت کریں تو ہمیں دو ایکڑ زمین دوسرے مربع سے ملتی ہے، اب مسجد کو ایک ایکڑ کا ٹھیکہ ملتا ہے، اگر دو ایکڑ ہو جائیں گے تو مسجد کا سالانہ ٹھیکہ دوگنا ہو جائے گا، لہٰذا اگر ایک ایکڑ کے بدلے میں دو ایکڑ زمین ہو جائے گی تو مسجد کا دوگنا فائدہ ہوگا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل ...... بابا صدی محمد چک 88/12-L

التخریج: (۱)......لما فی العالمگیریۃ: ولو کان الوقف مرسلا لم یذکر فیه شرط الاستبدال لم یکن له ان یبیعها ویستبدل بها وان کانت ارض الوقف سبخة لاینتفع بها کذا فی فتاویٰ قاضیخان (جلد ۲، صفحہ ۴۰۱)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

صورت مسئولہ میں مسجد کے لئے موقوفہ زمین کو نہ ہی بیچنا جائز ہے اور نہ ہی کسی دوسری زمین کے ساتھ اس کا تبادلہ جائز ہے۔لما فی الدر المختار: فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک، ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیک الخارج عن ملکہ (الخ) (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ٦، صفحہ ٥٤٠)

وفی الشامیة : اعلم ان الاستبدال علی ثلثة اوجه:الاول ان یشرطہٗ الواقف لنفسہٖ اولغیرہٖ فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح وقیل اتفاقا ...... والثالث: ان لا یشرطہٗ ایضاً ولکن فیہ نفع فی الجملة، وبدله خیرہ منه ریعاً ونفعاً، وھذا لایجوز استبداله علی الاصح المختار (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ٥٨٩، ط: رشیدیہ جدید)

وفی العالمگیریة:ولو کان الوقف مرسلاً لم یذکر فیه شرط الاستبدال لم یکن له ان یبیعھا ویستبدل بھا وان کانت ارض الوقف سبخة لاینتفع بھا (جلد ٢، صفحہ ٤٠١)

وفیه ایضاً: ولیس للقیم ولایة الاستبدال الا ان ینص له ذالک (عالمگیریہ، جلد ٢، صفحہ ٤٠٠)..............................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
٢/١١/١٣٢٨ھ

وقف کے بعد خود واقف بھی ردوبدل کا شرعاً مجاز نہیں:

ایک مسلمان بھائی نے مسجد کے لئے پانچ مرلہ جگہ کارنر کی تقریباً چار پانچ ماہ قبل وقف کی اور خود آ کر باپ بیٹے نے پیمائش کر کے بھائی محمد لطیف کے سپرد کر دی کہ آپ مسجد بنالیں، بھائی محمد لطیف نے مسجد کی بنیادیں وغیرہ نکلوالیں اور اس میں بجری وغیرہ اور کچھ اینٹیں وغیرہ بھی بھر دیں۔اب یہ شخص

مسجد کی جگہ میں ردوبدل کرنا چاہتا ہے اس جگہ کے بدلہ میں دوسری جگہ دینا چاہتا ہے حالانکہ نئی جگہ کہیں گھٹیا ہے اور کارنر کی نہیں ہے مسجد کی بنیادوں پر تقریباً دس ہزار روپے خرچ آچکے ہیں کیا وہ مسجد کی جگہ وقف کرنے کے بعد ردوبدل کرسکتا ہے اور اس کے بدلے میں گھٹیا جگہ دے سکتا ہے؟

سائل ...... محمد لطیف، ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب

یہ جگہ مسجد کے لئے وقف ہو چکی ہے اس لئے اس میں تبادلہ جائز نہیں [1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

۱۴۲۲/۷/۲

وقف کے وقت زبان سے استبدال کی شرط لگائی لیکن وقف نامہ میں لکھنا بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

ایک شخص نے ایک مدرسے کے لئے تقریباً ساڑھے سات ایکڑ زمین وقف کی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر اس بستی سے کہیں دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا تو یہ زمین فروخت کر کے اس رقم سے دوسری جگہ مدرسہ بنایا جائے گا اس کے بارے میں ایک وصیت نامہ بھی لکھا گیا لیکن اس میں تبدیلی کی نیت کے بارے میں لکھنا بھول گیا پھر یہ زمین اپنے ایک لڑکے اور تین پوتوں کے نام فرضی بیع کر کے لگادی حالانکہ یہ حقیقت میں وقف ہے۔ کیا اب اس کو بیچ کر دوسری بستی میں اس کے بدلے

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: واما الاستبدال بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی وشرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالکلیة......والمستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۹۱)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

زمین لینا صحیح ہے؟ سائل ...... عبداللہ، نواب شاہ

الجواب

اگر واقفہ وقف کے وقت تبدیلی کا تذکرہ کیا تھا تو تبدیلی جائز ہے۔

ہندیہ میں ہے: **وكذا (اى يجوز) لو شرط ان يبيعها ويستبدلها بثمنها مكانها وفي واقعات القاضي الامام فخرالدين قول هلال مع ابی یوسف وعليه الفتوی** (جلد۲، صفحہ۳۹۹)............................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۴۰۴/۱۱/۱۱ھ

مدرسہ کی زمین اور عمارت کو تبلیغی مرکز کیلئے مختص کرنا اور مدرسہ بند کرنے کا حکم:

ایک شخص نے ایک قطعہ اراضی بغرض مسجد و مدرسہ وقف کیا چنانچہ وہاں مدرسہ قائم ہو گیا اور مسجد کا سنگ بنیاد رکھ کر تعمیر شروع کر دی اور اس جگہ پر تبلیغی مرکز بھی قائم کر لیا گیا اب تبلیغی جماعت کے با اختیار احباب نے مدرسہ مذکورہ کو حکماً بند کر دیا ہے اور قطعہ اراضی بمع تعمیرات کے صرف تبلیغی مرکز کے لئے مختص کر لیا گیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدرسہ کے لئے وقف شدہ اراضی جس پر مدرسہ قائم بھی ہے کو مدرسہ بند کر کے اس کو کسی اور مصرف میں لایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

سائل ...... صوفی حفیظ الدین، میاں چنوں

الجواب

جماعت والوں کو اس طرح کی تبدیلی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے واقف کے منشاء کے مطابق

اس کو استعمال میں لانا لازم ہے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۷/۷/۱۴۲۴ھ

مدرسہ کی وقف زمین تبلیغی مرکز کو دینا:

ایک مدرسہ کی ضرورت کے لئے یعنی مدرسہ کے مدرسین کے مکانات کے لئے ایک قطعہ اراضی مدرسہ کی رقم سے قیمتاً خریدی گئی اور باقاعدہ قانونی طور پر مدرسہ کے نام ہوگئی اور انتقال بھی مدرسہ کے نام ہو گیا آٹھ سال تک یہ زمین مدرسہ کے نام رہی جس کے لئے یہ جگہ خریدی وہ مدرسہ جاری اور ترقی پذیر ہے اور اس زمین کی مدرسہ کو شدید ضرورت بھی ہے لیکن زید (جو کہ اس مدرسہ کی انجمن کا رکن ہے) نے مدرسہ کے متعلق بعض افراد سے ذاتی رنجش ہونے کی وجہ سے انتہائی خاموشی اور راز داری سے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے یہ قطعہ اراضی مقامی تبلیغی مرکز کے نام منتقل کرا دیا ہے۔ دریافت طلب امور یہ ہیں!

(۱)...... شرعاً صورت مذکورہ کا کیا حکم ہے؟

(۲)...... جن کو یہ زمین منتقل کی گئی ہے ان کو یہ زمین قبول کرنے اور استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... ذوالفقار، فیصل آباد

التخریج: (۱)......لما فی الشامیة: انهم صرّحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (جلد ۶ صفحہ ۶۸۳)

وفی الدر المختار: شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (جلد ۶ صفحہ ۶۶۴)

مدرسہ وہیں رکھا جائے اور مرکز کو منتقل کرنے کی فکر کی جائے۔ (مرتب بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

(١)......مذکورہ تصرف شرعاً جائز نہیں یہ قطعہ اراضی مدرسہ کو واپس کرنا لازم ہے۔[1]

(٢)...... جائز نہیں۔.............................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
١٤٢٤/١/٤ھ

ایک مدرسہ کے نام زمین وقف کرنے کے بعد اقرأ والوں کو دینا جائز نہیں؟

قصور شہر میں ایک جگہ خرید کر مدرسۃ البنات کے لئے وقف کی گئی ہے عرصہ دراز سے وہ جگہ پڑی رہی مختلف وجوہات کی بناء پر کام کی کوئی شکل نہ بن سکی اب مسئلہ درپیش یہ ہے کہ کراچی کی ایک تنظیم اقرأ والوں نے اس شخص سے بات کی جس نے وہ جگہ خرید کر دی تھی تو وہ شخص ان کو دینے پر رضا مند ہو گیا جبکہ اس کی رجسٹری مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات کے نام ہو چکی ہے اور ہمارے پاس موجود ہے، اور اب وہ اس وقف کو تنظیم اقرأ کے نام منتقل کر رہے ہیں اور شوریٰ کے سارے ارکان اس اقرأ کے نام منتقل کرانے پر رضا مند ہو چکے ہیں اور دستخط بھی ہو چکے ہیں سوائے ایک شخص ناصر کے وہ یوں کہہ رہا ہے کہ میں اس کے متعلق شرعی مسئلہ پوچھوں گا اگر شرعاً کوئی قباحت نہ ہو تو میں دستخط کروں گا ورنہ نہیں اگر اس کے دینے میں کوئی شرعی قباحت ہے تو واضح فرمائیں، دوسرے یہ کہ اس شخص کا دستخط نہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عمر، مدہانی والا

التخریج: (١)......لما فی الشامیة: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (جلد ٦، صفحہ ٦٨٣)
وفی الدر المختار: وقف ضیعة علی الفقراء وسلمها للمتولی ثم قال لوصیه اعط من غلتها فلانا کذا وفلانا کذا، لم یصح لخروجه عن ملکه بالتسجیل (درمختار، جلد ٦، صفحہ ٥٥١) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

بر تقدیر صحت سوال اس جگہ کو مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات کے لئے وقف کرنے کے بعد اسی مقصد کے لئے استعمال کریں کسی اور تنظیم وغیرہ کے حوالے نہ کریں، نیز مسمّٰی ناصر کا دستخط نہ کرنا بالکل صحیح ہے۔(۱) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	محمد انور عفی عنہ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان	مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۲/۴/۱۷ھ

ایک مسجد کے لئے پلاٹ وقف کرنے کے بعد دوسری مسجد کو دینا درست نہیں:

وقف کے مصرف میں تبدیلی نہیں ہوسکتی:

ایک چوہدری صاحب نے دس مرلہ کا پلاٹ ایک زیر تعمیر مسجد "جامعہ خلفاء راشدین" کو وقف کردیا اور مہتمم کو اختیار دیا کہ اس کو فروخت کرکے قیمت جامعہ کی مسجد پر لگا دیں، کچھ عرصہ بعد ایک اور مہتمم اس کو ملا اور کہا کہ اس کو میرے مدرسہ پر لگائیں چنانچہ وہ اس پلاٹ کو اونے پونے میں بیچ کر ہضم کرنا چاہتا تھا کہ میں نے اس کو منع کیا اور مسئلہ بتایا کہ ایک مسجد کو وقف کردیں تو پھر کسی اور کو نہیں دے سکتے چنانچہ وہ رک گئے پھر چونکہ مذکورہ پلاٹ کی مناسب قیمت نہیں لگ رہی تھی اس لئے ہم نے ابھی تک اس کو فروخت نہیں کیا تھا کہ چوہدری صاحب نے پھر کسی اور مسجد کو دینے کا وعدہ کرلیا ہے کہ اس کو فلاں مسجد پر لگادیں۔ شریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ کیا وہ ایک مسجد کو

التخریج: (۱)......لما فی الشامیۃ: ولایجوز له ان یفعل الا ما شرط وقت العقد......وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییره ولا تخصیصه بعد تقرره ولاسیّما بعد الحکم (جلد۶، صفحہ۷۰۲، ط: رشیدیہ جدید)

وفی الدر المختار: وقف ضیعة علی الفقراء وسلمها للمتولی ثم قال لوصیّه اعط من غلتها فلاناً کذا وفلاناً کذا لم یصح لخروجه عن ملکه بالتسجیل (درمختار، جلد۶، صفحہ۵۵۱) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

دینے کے بعد دوسری مسجد کو دے سکتے ہیں؟

سائل ...... محمد اسلم شاد، مدرسہ خلفاء راشدین، فورٹ عباس

الجواب

پہلے جس مسجد کی تعمیر کے لئے پلاٹ وقف کیا ہے اسی مسجد کے لئے وقف ہو گیا اس کے بعد کسی دوسری مسجد کو دینے کا شرعاً حق نہیں۔ کیونکہ وقف کے بعد وہ قطعہ واقف کی ملک سے خارج ہو گیا ہے، لہٰذا وہ تصرف کا مجاز نہیں۔ لما فی الدرالمختار: **وقف ضیعة علی الفقراء وسلمها للمتولی ثم قال لوصیه اعط من غلتها فلاناً کذا وفلاناً کذا لم یصح لخروجه عن ملکه بالتسجیل** (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۵۱)

وفی الشامیة: ولایجوز له ان یفعل الا ما شرط وقت العقد .... وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییره ولاتخصیصه بعد تقرره ولاسیّما بعد الحکم (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۷۰۴) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۲/۴ھ

مصارفِ وقف پر اگر بینہ نہ ہوں تو استصحاب حال سے بھی فیصلہ درست ہے:

چند آدمیوں کی شہادت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ زید نے اپنی زمین سے کچھ وقف کیا ہے جس کا تعین شاہدوں کی شہادت سے تقریباً تین ایکڑ کم وبیش ہے واقف تقریباً سو سال پہلے فوت ہو چکا ہے وقف کے متولی واقف کی اولاد میں سے ہیں، اب بعض متولیان اور شاہدوں کا بیان ہے کہ وقف قبرستان کے لئے تھی لیکن بعض کہتے ہیں کہ قبرستان اور عیدگاہ دونوں کے لئے تھی، اب اس وقت کچھ قبرستان ہے اور کچھ حصہ میں مسجد اور متولی کی جگہ ہے جن کو تقریباً سو سال گذر چکے ہیں

ر کچھ حصہ جس میں عمر رسیدہ لوگوں کی شہادت کے مطابق پہلے کوئی قبر نہ تھی اور نہ اب ہے متولیان
نے اس ٹکڑے کو عیدگاہ کے لئے متعین کر دیا تھا جس کو تقریباً اٹھارہ برس ہو چکے ہیں۔ اب مسئول
نہ بات یہ ہے کہ یہ تصرف متولیان کا عیدگاہ والا صحیح ہے یا نہیں؟

سائل ...... صوفی اللہ دتہ

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر شرعی بیّنہ اس امر پر موجود ہیں کہ اراضی مذکورہ قبرستان اور عیدگاہ
ونوں کے لئے وقف کی گئی تھی تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جانا ضروری ہے بیان جہت کے لئے
ہادت بالتسامع بھی کافی ہے جیسا کہ اصل وقف کے لئے ایسی شہادت کو معتبر مانا جاتا ہے۔

ما في تنوير الابصار: وبيان المصرف من اصله، قال في ردالمحتار: مبتدأ وخبر اى
قبل الشهادة على المصرف بالتسامع كالشهادة على اصله. (شامیہ، جلد ۶ صفحہ ۶۳۴)

اور جن لوگوں کا یہ بیان ہے کہ یہ صرف قبرستان کے لئے تھی بیّنہ شرعی کے مقابلے میں ان
ا یہ قول قابل التفات نہ ہوگا کیونکہ بیّنہ مثبتہ شرعاً راجح ہوتے ہیں۔ اور اگر بیّنہ موجود نہیں تو بھی
ا ہر بدلیل استصحاب حال متولیوں کے سابقہ تصرف کو باقی رہنے دینا چاہیے تاوقتیکہ اس کے
لاف دلیلِ شرعی سے کوئی امر محقق نہ ہو جائے خصوصاً جبکہ تقریباً بیس برس سے یہ صورت موجود ہے
ر متولیان نے اس پر اتفاق کیا تھا .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۹/۴/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

طلق دینی مصالح کے لئے وقف کردہ زمین کا مصرف مساجد و مدارس وغیرہ ہیں:

ایک محلہ میں ایک آدمی نے ایک جگہ مسجد کے لئے وقف کر دی اور وقف شدہ جگہ پر کوئی چار

دیواری وغیرہ نہیں بنائی گئی پہلے وقف کرنے والے کے رشتہ دار نے کہا کہ تمہاری جگہ کم ہے میں اپنی جگہ جو کہ اس سے زیادہ ہے وقف کرتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ پہلی وقف شدہ جگہ اب بیچی جاسکتی ہے یانہیں؟ اور دوسری جگہ جہاں مسجد بنائی جارہی ہے اس کی تعمیر پر اس پہلی وقف شدہ کی رقم لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اور پہلی وقف شدہ جگہ پر کوئی نماز ادا نہیں کی گئی اور نہ ہی مسجد وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

سائل ...... محمد اسحاق، متعلم جامعہ ہٰذا

الجواب

اگر واقف نے جائیداد مطلق دینی مصالح کے لئے وقف کی تھی اگرچہ زبانی کہا تو یہ وقف صحیح ہو گیا اور اس کے بعد اس موقوفہ جائیداد کو مسجد و دینی مدارس اور دوسرے دینی مصرف میں خرچ کرنا درست ہے اور اگر وقف کرتے وقت تخصیص مسجد کی کر دی تو اب اس موقوفہ زمین میں مسجد ہی بنائی جائے۔ **وفی الاسعاف ولا یجوز له ان یفعل الا ما شرط وقت العقد ......وفی فتاویٰ الشیخ قاسم: "وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییرہ ولا تخصیصه بعد تقررہٖ ولا سیّما بعد الحکم" فقد ثبت ان الرجوع عن الشروط لا یصح** (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ٧٠٤) (فتاویٰ محمودیہ، جلد ١٢، صفحہ ٢٨٦) ......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

١٦/٦/١٤١٧ھ

وقف جائیداد کی آمدنی کو واقف کی منشاء کے مطابق خرچ کرنا ضروری ہے:

ایک شخص نے کسی دینی ادارے کو اپنی کچھ جائیداد اس شرط پر وقف کی تھی کہ اس کی آمدنی اس ادارے کے طلباء پر خرچ کی جائے گی۔ تو کیا اس موقوفہ جائیداد کو اس دینی ادارے کی انتظامیہ

فروخت کرسکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... عبداللہ مظفر گڑھ

الجواب

وقف کی جائیداد کو فروخت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔[1] اس کی آمدنی واقف کی منشاء کے مطابق خرچ کرنا ضروری ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۵/ ۷/ ۱۴۲۸ھ

حکومت وقف زمین کسی کو الاٹ کرنے کی شرعاً مجاز نہیں:
حکومت کسی زمین کی وقف والی حیثیت ختم نہیں کرسکتی:

زمین کا ایک حصہ جو سینکڑوں برسوں سے قبرستان کہلاتا ہے اور اس زمین میں قبرستان بھی واقع ہے اور کچھ زمین قبروں سے فاضل ہے لیکن پتہ نہیں کہ واقف کون ہے اور کن شرائط پر وقف کیا گیا ہے لیکن بعد میں علاقے کے بعض لوگوں نے بطور شفعہ انگریز سرکار کے دور میں اس زمین کو حاصل کرنے کی درخواست کی تھی لیکن حکومت نے درخواست دہندگان کو بتایا کہ یہ پورا رقبہ قبرستان کے لئے وقف ہے بعد میں ایک آدمی نے اس رقبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ہائی کورٹ نے اس کو بطور وقف قبرستان کے بحال رکھا اور علاقہ کے چند معزز لوگوں کو بطور متولی ممبر مقرر کردیا اب چند لوگوں نے موجودہ حکومت کو درخواست دی ہے کہ یہ زمین ہمیں دی جائے ابتدائی کاغذات ان

التخریج: (۱)......لما فی العالمگیریة: وعندهما حبس العین علی حکم ملک اللہ تعالیٰ علی وجه تعود منفعته الی العباد فیلزم ولا یباع ولا یوهب ولا یورث کذا فی الهدایة (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۳۵۰)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کے نام تیار کئے گئے ہیں لیکن ابھی تک کاغذات ان کے نام منتقل نہیں ہوئے علاقہ کے عوام اور ممبروں نے ان کے خلاف اپیل دائر کر دی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ایک حکومت اس زمین کو کسی خاص مقصد کے لئے وقف قرار دیتی ہے تو دوسری حکومت اس کی وقف والی حیثیت کو ختم کر سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... اللہ بخش، سندھ

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ جب ابتداء سے ہی یہ زمین قبرستان پر وقف چلی آرہی ہے اور ہائی کورٹ نے بھی اس زمین کے بارے میں وقف کا فیصلہ بحال رکھا تو اب کسی کو اس پر ملکیت کا دعویٰ کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۲/۱۰/۱۳۹۳ھ

اسی طرح حکومت بھی شرعاً مجاز نہیں کہ قبرستان کی وقف فالتو زمین کسی جماعت کو یا فرد کو الاٹ کرے۔[2] .... والجواب صحیح

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۲/۱۰/۱۳۹۳ھ

التخریج: (۱)......لما فی الشامیة: فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک، ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیک الخارج عن ملکہ (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۴۰)

(۲)......لما فی البحر الرائق: والحاصل ان تصرف القاضی فی الاوقاف مقید بالمصلحة لا انہ یتصرف کیف شاء فلو فعل ما یخالف شرط الواقف فانہ لایصح (جلد ۵، صفحہ ۳۷۹) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

غاصب سے مسجد کی وقف زمین کی قیمت وصول کرنا:

ایک شخص محمد ابراہیم نامی نے اپنی زندگی کے اندر اپنے گھر والی زمین ایک مسجد کے نام انتقال کرادی کچھ عرصہ کے بعد اس کی بیوی بھی فوت ہوگئی۔ اب وہ زمین قانونی طور پر مسجد کے نام ہے لیکن اب اس عورت کا بھانجا ''ناصر'' اور بھتیجا اس زمین پر قابض ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ ''ہم اس زمین کی قیمت مسجد کے متولی کو دیں گے'' لیکن متولیٔ مسجد کہتا ہے کہ ''ہم قیمت نہیں بلکہ زمین ہی لیں گے'' آیا اب وہ اس زمین کی قیمت کو مسجد پر صرف کر کے زمین اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد احمد، میاں چنوں

الجواب

وقف تام ہو جانے کے بعد موقوفہ زمین کی بیع، ہبہ وغیرہ سب ناجائز ہے۔

ہدایہ میں ہے: لایباع ولا یوھب ولا یورث (جلد ۲، صفحہ ۶۱۵، ط: رحمانیہ)

بلکہ مذکورہ زمین کا کسی دوسری زمین سے تبادلہ بھی جائز نہیں۔

درمختار میں ہے: واما الاستبدال بدون الشرط فلایملکہ الا القاضی (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۹۱)

لہٰذا ناصر پر لازم ہے کہ وہ فوراً مسجد کی زمین انتظامیہ کے حوالے کر دے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۵/۸/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

وقف زمین کے بدلے پیسے لے کر صلح کرنے کا حکم:

ایک شخص نے پانچ ایکڑ اراضی ایک مدرسہ کے لئے وقف کی لیکن اس کے بھتیجوں و دیگر رشتہ داروں نے مذکورہ پانچ ایکڑ اراضی پر قبضہ کر لیا اور عدالت میں مدرسہ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا

مدرسہ جوابِ دعویٰ کی صورت میں خرچ کرتا رہا، اب باہمی فیصلہ سے ان لوگوں نے اراضی مذکورہ پانچ ایکڑ کا عوض اور عدالت میں خرچ شدہ رقم کی واپسی کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیا ہے جو کہ مدرسہ کی کمیٹی کے پاس ہے مدرسہ کی آمد زکوٰۃ وعشر وغیرہ تعمیرات پر خرچ تو نہیں ہو سکتی کیا مذکورہ رقم ایک لاکھ روپیہ از روئے شریعت مدرسہ ومسجد کی تعمیر پر خرچ ہو سکتا ہے یا طلباء کرام پر خرچ کیا جائے؟

سائل ...... اراکین کمیٹی مدرسہ عربیہ دار العلوم، کہروڑ پکا

الجواب

اگر مذکورہ پانچ ایکڑ کا وقف شرعی طریقہ سے مکمل ہو چکا تھا تو اس کی واپسی یا اس سے کسی رقم پر مصالحت کرنا شرعاً جائز نہیں، وقف زمین تا قیامت وقف رہتی ہے اس کی بیع، شراء وہبہ وغیرہ ہرگز جائز نہیں۔ ہندیہ میں ہے: **فیلزم لا یباع ولا یوھب ولا یورث کذا فی الھدایہ،** (جلد ۲، صفحہ ۳۵۰)

مدرسہ کی انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ قابضین کا قبضہ چھڑا کر زمین مدرسہ کے قبضہ میں لیں۔..............................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱/۸ھ

محکمۂ ہاؤسنگ والوں سے وقف زمین چھڑانا ناممکن ہو جائے تو اس کے بدلے میں زمین لینے کی گنجائش ہے:

ایک مدرسہ کی وقف شدہ زمین میں محکمہ ہاؤسنگ والوں نے سیوریج لائن بچھا دی اور سڑک بنا دی تقریباً اٹھارہ سال سے کیس چلا آ رہا ہے اب محکمہ ہاؤسنگ والے اہل مدرسہ سے صلح

کرنا چاہتے ہیں اس شرط پر کہ مدرسہ والے جگہ چھوڑ دیں اور اس سے متصل پیچھے پلاٹ لے لیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مدرسہ والوں کے لئے ایسا کرنا درست ہے یا نہیں محکمہ سے مدرسہ کی زمین فارغ کرانا ناممکن ہے۔

سائل ...... محمد خالد، ڈیرہ غازیخان

الجواب

محکمہ ہاؤسنگ کا مدرسہ کی وقف شدہ زمین پر قبضہ کرنا ایک جرم و گناہ ہے محکمہ کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس کی تلافی کرے تلافی کی ایک صورت اس کے معاوضہ میں زمین دینا بھی ہے اگر محکمہ اس کے بدلے میں کوئی متبادل جگہ دے تو عند الضرورت لینے کی شرعاً اجازت ہے۔

لما فی الدر المختار: لایجوز استبدال العامر الا فی اربع وفی الشامیة: الاولیٰ: لو شرطه الواقف، الثانية: اذا غصبه غاصب واجریٰ علیه الماء حتی صار بحراً فیضمن القیمة ویشتری المتولی بها ارضاً بدلاً، والثالثة: ان یجحده الغاصب ولا بینة، ای واراد دفع القیمة، فللمتولی اخذها لیشتری بها بدلها (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۹۴) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۲/۱۳ھ

وقف زمین فروخت کر کے شہر میں مدرسہ کھولنا:

متوفی خان حبیب اللہ خان نے اپنی زندگی میں گاؤں کی مسجد و مدرسہ کی آبادی کے لئے ستائیس ایکڑ رقبہ وقف کیا تھا، اور اپنی زندگی میں مسجد و مدرسہ کو وہ خود ہی چلاتے رہے ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے سعید اللہ خان نے مسجد و مدرسہ کو چلایا لیکن غلط انتظام ہونے کی وجہ

سے مدرسہ مقروض ہو گیا جس کی وجہ سے تقریباً ایک سال تک بند کر دیا گیا، اب سال کے بعد کھول دیا گیا ہے اب متولئ وقف اور کچھ دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ مدرسہ دیہات میں ہے اس لئے نہیں چل سکتا جبکہ آمدنی کافی ہے لہٰذا وقف شدہ رقبہ کچھ بیچ کر شہر میں مدرسہ بنایا جائے جو مذکورہ گاؤں والے مدرسہ کی شاخ کہلائے گا اور باقی رقبہ کی آمدنی کچھ یہاں خرچ کی جائے اور کچھ شہر میں۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں!

(۱)......مذکورہ صورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا وقف شدہ رقبے کو بیچنا جائز ہے؟

(۲)......اگر متولی موقوفہ رقبے کو بیچ کر مذکورہ گاؤں کی مسجد و مدرسہ تعمیر کرادے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳)......کیا موقوفہ اراضی کا تبادلہ بالاراضی جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... مولوی ریاض احمد، بورے والا

الجواب

(۱۔۲)......صورت مسئولہ میں نہ بیچ کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی تبادلہ جائز ہے کیونکہ تبادلہ کی اجازت صرف دو صورتوں میں ہے!

(الف)......وقف کرتے وقت تبادلہ کی شرط لگا دی جائے۔

(ب)......وقف زمین کسی لحاظ سے بھی قابل انتفاع نہ رہے۔

جبکہ صورت مسئولہ ان میں سے نہیں ہے۔

شامیہ میں ہے کہ: اعلم ان الاستبدال علی ثلثة اوجه: الاول: ان یشرطه الواقف لنفسه اولغیره...... فالاستبدال فیه جائز علی الصحیح وقیل اتفاقاً والثانی: ان لایشرطه سواء شرط عدمه او سکت لکن صار بحیث لاینتفع به بالکلیة بان لایحصل منه شئ اصلا او لایفی بمؤنته فهو ایضاً جائز علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأی المصلحة فیه، والثالث: ان لا یشرطه ایضاً ولکن فیه نفع

فی الجملة وبدله خیرمنه ریعاً ونفعاً، وهذا لایجوز استبداله علی الاصح المختار (شامیہ، جلد۶، صفحہ۵۸۹، ط: رشیدیہ جدید) ولما فی الهدایة: اذا صح الوقف لم یجز بیعه و لا تملیکه (جلد۲، صفحہ۶۱۹) ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیرالمدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۱/۵ھ

وقف شدہ مکان پر نہ غاصبانہ قبضہ جائز ہے اور نہ ہی فروخت کرنے کی اجازت ہے:

ایک شخص جس کا نام حاجی ابراہیم ہے اس نے اپنی زندگی میں اپنا مکان ایک مسجد کے نام وقف کروادیا تھا عدالتی کاغذات بھی ہمارے پاس ہیں اور اس کی ایک بیوہ تھی وہ اس مکان میں رہتی تھی وہ بھی اللہ کو پیاری ہوگئی، اب حاجی ابراہیم کے بھانجے نے اس مکان پر قبضہ کرلیا ہے وہ کہتا ہے یہ مکان میرا ہے، اس کی وضاحت کریں کہ یہ مکان مسجد کو ملنا چاہیے یا حاجی صاحب کی بیوی کے بھانجے کو ملنا چاہیے اور اس بات کی بھی وضاحت کریں کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ یہ مکان کم قیمت پر حاجی صاحب کی بیوی کے بھانجے کو فروخت کردو جبکہ مسجد والے کہتے ہیں کہ ہم یہاں مدرسہ بنائیں گے یا مسجد کی دوکانیں بنائیں گے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس مکان کو فروخت کرکے اس شہر کی تمام مساجد میں اس کی قیمت کو تقسیم کیا جائے۔ یہ صحیح ہے یا غلط حاجی صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک میری بیوی زندہ رہے گی وہ اس میں رہائش رکھے گی۔ سائل ...... محمد افضل

الجواب

مذکورہ مکان مسجد کے لئے وقف ہو چکا ہے اب وہ مسجد کی ملک ہے۔

ہندیہ میں ہے: واذا کان الملک یزول عندهما یزول بالقول عند ابی یوسفؒ وهو قول الائمة الثلاثة وهو قول اکثراهل العلم وعلی هذا مشائخ بلخ وفی المنية

وعلیه الفتویٰ کذا فی فتح القدیر (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۵۱)

جب مکان مسجد کے لئے وقف ہو چکا ہے تو اس کو فروخت کرنا یا کسی کا اس پر ناجائز تسلط شریعتِ مطہرہ کی نظر میں جرم ہے اسے صرف مسجد کی ضروریات میں استعمال کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۱/۸/۹ھ

مغصوبہ زمین کے بدلے میں غاصب کو زمین دے کر مغصوبہ زمین میں مدرسہ بنانے کا حکم:

ایک شخص نے دو لڑکیوں کی زمین غصب کی ہے دوسرا شخص غاصب کو زمین کے بدلے میں زمین دے کر غصب شدہ زمین کو مدرسہ کے لئے وقف کرنا چاہتا ہے۔ از روئے شریعت وضاحت فرمائیں کہ آیا اس زمین کے ساتھ تبادلہ کر کے اس زمین کو مدرسہ کے لئے وقف کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد صادق، خانیوال

الجواب

ان دونوں لڑکیوں کی رضامندی حاصل کیے بغیر مغصوبہ اراضی کو حاصل کر کے اس میں مدرسہ بنانا اور وقف کرنا شرعاً جائز نہیں۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۱/۶ھ

التخریج: (۱)......لما فی الشامیة: قوله: وشرطه شرط سائر التبرعات، افادان الواقف لا بد ان یکون مالکا له وقت الوقف ملکاً باتاً ولو بسبب فاسد وان لایکون محجوراً عن التصرف، حتی لو وقف الغاصب المغصوب لم یصح وان ملکه بعد بشراء او صلح (شامیہ، جلد۶، صفحہ۵۲۲، ط: رشیدیہ جدید)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد یا مدرسہ کے لئے خریدی ہوئی زمین وقف کرنے سے پہلے فروخت ہوسکتی ہے:

ایک قطعہ اراضی کو مسجد بنانے کے لئے خریدا گیا ہے لیکن اس پر ابھی تعمیر نہیں ہوئی لیکن اب قریب دوسری جگہ تعمیر مسجد کے لئے زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے نیز اس کا رقبہ بھی وسیع ہے اس لئے خیال ہے کہ پہلی جگہ کو فروخت کر کے دوسرا رقبہ خرید لیا جائے جو زیادہ موزوں ہے۔ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ سائل ...... احمد نواز، لودھراں

الجواب

اگر زمین خریدنے کے بعد مسجد کے لئے وقف نہیں کی تو اسے فروخت کرنے کی شرعاً گنجائش ہے کیونکہ "لایباع ولایوھب ولایورث" وقف کا حکم ہے چونکہ یہ زمین وقف نہیں صرف مسجد کی نیت سے خریدی گئی ہے مسجد کی نیت سے خریدنا شرعاً وقف شمار نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کی بیع کی اجازت ہے۔..فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۵/۲۰ھ

مسجد کے لئے زمین وقف کرتے وقت اس میں اپنے لئے دروازہ کھولنے کی نیت کرنا:

(۱)......ایک آدمی زمین وقف کرتا ہے بنام مسجد و مدرسہ اور چار دیواری کھینچتا ہے اور اس میں نگرانی کے لئے دروازہ رکھنے کی نیت کرتا ہے۔ کیا یہ نیت اس وقت کرسکتا ہے؟

(۲)...... اسی مذکور شخص نے ایک شاہراہ وقف کی تھی اب کسی مصلحت کی بناء پر اسے بند کرسکتا ہے؟

سائل ...... محمد دین، ملتان

الجواب

(۱)......یہ نیت کرنا درست ہے۔ عالمگیریہ میں ہے: اذا وقف ارضاً او شیئاً آخر وشرط

الکل لنفسہ او شرط البعض لنفسہ مادام حیاً وبعدہ للفقراء قال ابویوسف الوقف صحیح......وعلیہ الفتویٰ ترغیباً للناس فی الوقف (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۹۷)

(۲)...... اس شاہراہ کو بند کرنا درست نہیں تا کہ واقف کو اس پر آمدورفت کا ثواب ملتا رہے۔

.... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۴/۱۱/۴

واقف کی شرائط نص شارع کی طرح واجب العمل ہیں:

میرے بھائی نے وصیت کی تھی کہ اسکی جائیداد میں سے ''سواچھ'' ایکڑ رقبہ مدرسہ کے طلباء کے لئے وقف ہے ان کا خوردونوش اس رقبہ سے حاصل کیا جائے۔ دوسرا اس نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ اس رقبہ کو فروخت نہیں کرنا صرف طلباء کے خوردونوش کی اجازت ہے۔ لیکن اب مدرسہ والے اس رقبہ کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان کے لئے اس رقبہ کو فروخت کرنا جائز ہے؟

سائل ...... رفیق احمد، مکان نمبر ۲۴۱، لیہ

الجواب

موقوفہ زمین کو فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں۔ ہندیہ میں ہے: لایباع ولا یوھب ولا یورث کذا فی الھدایہ (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۳۵۰)

نیز واقف کی شرائط پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہے۔ درمختار میں ہے: شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفھوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ (درمختار، جلد ٦، صفحہ ٦٦٤)

لہٰذا اس رقبہ کی آمدنی کو طلباء پر خرچ کیا جائے رقبہ فروخت کرنے کی ہرگز اجازت

نہیں۔.........................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۱۵/۱/۳ھ

مسجد کی وقف زمین میں سرکاری سکول بنانا اور ایک مفتی صاحب کا غلط فتویٰ:

مسجد کے لئے وقف شدہ زمین شہر کے کچھ بڑوں نے سرکاری پرائمری سکول کے لئے دے دی اور اس پر سکول بنا دیا گیا ہے ایک مفتی صاحب نے کہا کہ اگر وہ سکول کبھی کبھار تمہارے کام آتا ہے تو جائز ہے لیکن ہم نے اس سکول کو صرف ایک مرتبہ جلسہ پر علماء کو بٹھانے کے لئے استعمال کیا ہے جبکہ ہماری ضرورت اس کے علاوہ بھی پوری ہو جاتی ہے۔

سائل ...... محمد احمد، رحیم یار خاں

الجواب

مسجد کے لئے وقف اراضی پر سکول بنانا جائز نہیں ہے۔[1].........فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۲/۶/۵ھ

وقف مال بطور قرض دینے کا حکم:

متولی مدرسہ چرم وغیرہ یا عطیات میں سے کسی کو رقم بطور قرض دے سکتا ہے یا نہیں؟

التخریج: (۱)......لما فی الشامیة: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (جلد ۶ صفحہ ۶۸۳)

مذکورہ مفتی صاحب کا یہ قول محل نظر بلکہ غلط ہے۔ (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

نیز اس بارے میں بھی مفصل تحریر فرمائیں کہ متولی مال میں وکیل ہے یا نہیں؟

سائل ...... حافظ محمد عباس، جنڈ والہ، بھکر

الجواب

قیمت چرمہائے قربانی کسی سے تملیک کرانے سے قبل اس میں کوئی قرض وغیرہ کا تصرف کرنا مہتمم کے لئے جائز نہیں ہے اور دیگر عطیات، چندہ میں اس زمانے کے اندر اصل تو یہی ہے کہ قرض نہ دیا جائے کیونکہ وصولی دشوار ہو جاتی ہے اور رقم کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن اگر کسی معتمد کو جہاں ضیاع کا اندیشہ نہ ہو قرض دیا تو اس کی بھی فی الجملہ شرعاً گنجائش ہے۔

اراد المتولی ان یقرض ما فضل من غلة الوقف ذکر فی وصایا فتاوی ابی اللیث رجوت ان یکون ذالک واسعا اذا کان اصلح واجریٰ للغلة (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۹۰)

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ قرض فاضل آمدنی سے دیا جائے نیز یہ کہ اس میں وقف کا فائدہ بھی ہو۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۶/۱/۹ھ

مسجد یا مدرسہ کا چندہ گم ہو جائے تو وجوب ضمان میں تفصیل:

زید انجمن کا تنخواہ دار سفیر ہے اس کے پاس فراہم کی ہوئی چندہ کی رقم ہے جو اس نے اپنی جیب میں رکھی ہوئی ہے تا کہ انجمن تک پہنچا دے راستے میں رقم کسی جیب کترے نے اڑا لی تو بحوالہ کتب بتلائیں کہ ایسی رقوم سفیروں کے پاس امانت ہوتی ہیں یا نہیں؟ کیا انجمن کو شرعاً اختیار ہے کہ اس سفیر کی درخواست پر یہ رقم معاف کر دے؟

سائل ...... عمر فاروق

الجواب

سفیر کو جو روپیہ چندہ کا ملتا ہے وہ اس کے پاس امانت ہوتا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ اگر سفیر نے اس چندہ والے روپے میں کسی قسم کا ذاتی تصرف نہیں کیا تھا سوائے اس کے کرایہ اتنا خرچ کیا جتنی اس کو ضرورت تھی باقی روپیہ اس نے بعینہٖ محفوظ رکھا نہ اس کو ذاتی ضروریات میں خرچ کیا اور نہ اس کو ذاتی روپیہ کے ساتھ ملایا تب تو وہ شخص امین ہی رہا اس پر ضمان نہیں ہے۔ لیکن اگر اس نے کچھ روپیہ اپنی ذاتی ضروریات میں خرچ کر لیا تھا کہ گھر پہنچ کر واپس دیدونگا یا ذاتی روپیہ سے خلط کر دیا تب یہ شخص مستقرض ہو گیا اب چندہ کا روپیہ اس پر قرض ہو گیا دریں صورت اس پر ضمان واجب ہوگی۔(۱)..........................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۶۹/۱/۱ھ

مشترکہ طور پر بنایا گیا مہمان خانہ وقف کی تصریح کے بغیر وقف شمار نہ ہوگا:

میرے والد محترم (مرحوم) محمد صدیق (قوم راجپوت سکنہ کلور کوٹ ضلع بھکر) نے ایک عدد پلاٹ محکمہ بحالیات کو قیمت ادا کر کے حاصل کیا اس کے کچھ عرصہ بعد ہماری برادری کے کچھ لوگوں کو یہ ضرورت پیش آئی کہ محمد صدیق مذکور کے پلاٹ پر مہمانوں کے قیام کے لئے مشترکہ خرچہ سے ایک کمرہ تعمیر کریں۔ پس نو (۹) افراد (جس میں محمد صدیق بھی شامل ہے) نے مشترک طور

التخریج: (۱).....لما فی العالمگیریة: رجل جمع مالاً من الناس لینفقه فی بناء المسجد فانفق من تلک الدراهم فی حاجته ثم ردّ بدلها فی نفقة المسجد لایسعه ان یفعل فان فعل ..... اما الضمان فواجب كذا فی الذخیرة (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۰) و کذا فی البحر الرائق: (جلد ۵، صفحہ ۴۲۰) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

پر یہ کمرہ تعمیر کرادیا اور اس طرح یہ کمرہ مہمان خانہ کے طور پر استعمال ہونے لگا، برادری کے جن لوگوں نے کمرے کی تعمیر میں حصہ ڈالا تھا اب ان میں سے سات افراد بشمول میرے والد صاحب مرحوم وفات پاچکے ہیں اس مرحلہ پر میں اپنی اولاد کیلئے میں اپنے والد مرحوم کے ملکیتی پلاٹ پر رہائشی کمرے تعمیر کرانا چاہتا ہوں اور میرے والد مرحوم نے برادری کے لوگوں کے جو نام لکھوائے تھے کہ وہ بطور بیٹھک اس جگہ کو استعمال کرتے رہیں ان کو میں ایک کمرے کی موجودہ قیمت تقریباً ''چون ہزار روپے'' (۵۴۰۰۰) ادا کرنے کے لئے تیار ہوں اس وقت پلاٹ پر مکمل میرا قبضہ ہے اب میں چاہتا ہوں کہ ان افراد کو جن کے نام لکھے ہوئے ہیں یا ان کے ورثاء جو موجود ہیں ان کو اس پلاٹ پر تعمیر کئے گئے کمرے کی موجودہ قیمت چون ہزار روپے برابر تقسیم کردوں جو کہ فی کس ''چھ ہزار'' روپے بنتا ہے۔ اب اس معاملہ میں شرعی فتویٰ صادر فرمادیں۔

سائل ...... محمد یامین، محلہ مبارک کلور کوٹ، بھکر

الجواب

فقہاء کرام نے وقف کی صحت کے لئے جن شرائط والفاظ کا ذکر کیا ہے ان کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مذکورہ کمرہ وقف نہیں ہوا، لہٰذا مذکورہ کمرہ کی قیمت کی ادائیگی کے بعد سائل کمرہ کا مالک ہوگا اور تصرف کرنے میں خود مختار ہوگا۔

لما فی البدائع: ومنها ان یخرجه الواقف من یدہ ویجعل له قیماً ...... ومنها ان یجعل اخرہ بجهة لاتنقطع ابداً (الخ) (جلد۲، صفحہ۲۲۰)

وفی الدر المختار: ورکنه الالفاظ الخاصة کارضی هذہ صدقة موقوفة مؤبدة علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفة اللّٰه تعالی او علی وجه الخیر او البرّ واکتفی ابویوسف بلفظ موقوفة فقط (جلد۶، صفحہ۵۲۱)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۲/۱۲/۱۴۲۷ھ

مدرسہ کے لئے وقف لاؤڈ اسپیکر کو مسجد کے لئے بلا معاوضہ استعمال کرنا:

ایک لاؤڈ سپیکر جو ایک اسلامی درسگاہ کے نام وقف ہے اس کو بلا معاوضہ دوسری جگہ (شہر کی جامع مسجد) میں لگانا جس کے لگانے سے درسگاہ کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے حالانکہ اسلامی درسگاہ خود مالی مشکلات میں پھنسی ہوئی ہے ایسی حالت میں بلا معاوضہ لاؤڈ اسپیکر شہر کی جامع مسجد میں لگا کر درسگاہ کو نقصان پہنچانا جائز ہے یا ناجائز؟

(نوٹ) درسگاہ اور جامع مسجد کی انتظامیہ کمیٹی ایک ہی ہے۔

سائل ...... ہیڈ ماسٹر مدرسہ عربیہ دار العلوم الاسلامیہ اشاعت القرآن ڈگری

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت سوال جبکہ یہ لاؤڈ سپیکر اسلامی درسگاہ کے نام وقف ہے اور واقف نے بوقت وقف اسے جامع مسجد میں استعمال کرنے کا ذکر نہیں کیا تو اب اسے اسلامی درسگاہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ میں بلا معاوضہ استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
١١/١/١٣٧٩ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

محکمہ اوقاف میں ملازمت کا حکم:

پاکستان کے اندر جتنے مزارات ہیں ان کے اوپر غیر اللہ کے نام کا پیسہ جمع ہوتا ہے نیز یہ

التخریج: (١)......لما فی الشامیة: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ٦٨٣)

وفی البحر: وفی القنیة: سبل مصحفاً فی مسجد بعینه للقرأة لیس له بعد ذالک ان یدفعه الی آخر من غیر اهل تلک المحلة (البحر الرائق، جلد ٥، صفحہ ٣٨٢) (مرتب بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

پیسہ تمام اوقاف کے اندر کام کرنے والے ملازمین کو دیا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے نیز اس کے اندر اوقاف کی مساجد کے علماء بھی شریک ہیں؟

سائل ...... فیاض ندیم، بہاول نگر

الجواب

چونکہ محکمہ اوقاف کی بہت سی مدات ہیں اور اکثر آمدن ناجائز بھی نہیں ہے اس لئے اوقاف کے محکمہ میں ملازمت جائز ہے اور تنخواہ لینا بھی جائز ہے، کمافی احسن الفتاویٰ (جلد ۶، صفحہ ۴۱۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۶/۲۷ھ

پڑھنے کے بعد وقف کرنے کی نیت سے خریدی گئی کتب وقف نہیں جب تک کہ زبان سے وقف نہ کرے:

اگر کوئی شخص دینی کتب اس نیت سے خریدے کہ پڑھنے کے بعد انہیں وقف کر دوں گا یہ نیت اس نے زبان سے بھی کی ہو لیکن بعد میں ان کو بیچ کر قیمت اپنے استعمال میں لے آیا ہو ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل ...... محمد فہیم بستی خداد، ملتان

الجواب

اس نیت کے ساتھ خریدنے سے وہ کتب وقف نہیں ہوں گی۔[1] لہٰذا ان کتابوں کو فروخت

التخریج: (۱)...... لما فی الشامیة: وان یکون منجزاً مقابله المعلق والمضاف (جلد ۶ صفحہ ۵۲۳)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کر کے ان کی قیمت کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔..........فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۱/۳ھ

مدرسہ کی زائد از ضرورت کتب کا دوسرے مدرسہ کے ہاتھ فروخت کرنا یا مفت ہبہ کرنا:

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے کتب خانہ میں وقف کی کتابیں ہیں اب ان میں سے کچھ کتب مدرسے کے استعمال کے قابل نہیں بوجہ قدیم ہونے کے یا غیر درسی ہونے کے یا ایسی کتب ہیں جن پر حاشیہ ہے اور اب وہ طلبہ کو نہیں دی جاتیں بلکہ بلا حاشیہ والی کتب (نحو کی ابتدائی) دی جاتی ہیں اب ان کی ضرورت نہیں رہی۔ آیا اب ان کو بیچنا یا کسی دوسرے مدرسے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... حبیب الرحمٰن، مدرسہ عربیہ رائیونڈ

الجواب

ایسی کتب جو قدیم اور بوسیدہ ہونے کی وجہ سے بالکل نا قابل انتفاع ہیں تو ان کو بیچنا یا کسی کو ہبہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ حشیش المسجد اذا خرج من المسجد ایام الربیع ان لم یکن له قیمة لاباس بطرحه خارج المسجد ولا بأس بدفعه والانتفاع به (خلاصۃ الفتاویٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۲۵)

اور ایسی کتب جو اگرچہ غیر درسی ہیں لیکن قابل انتفاع ہیں تو ان کو بیچنا یا کسی کو ہبہ کرنا یا کسی مدرسے کو دینا جائز نہیں۔ اذا وقف کتباً وعین موضعها فان وقفها علی اهل ذالک الموضع لم یجز نقلها منه لالهم ولا لغیرهم (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۶۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبد الحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۹/۱۱/۲۸ھ

مسجد کیلئے وقف کتبِ حدیث کو صندوق میں بند کر کے رکھنا اور کسی کو مطالعہ کیلئے نہ دینا کیسا ہے؟

ہمارے چک نمبر R-10/123 جدید میں تقریباً ۱۹۷۴ء سے احادیث کی متعدد کتب کسی شخص نے ہماری مسجد کو دے دیں وہ کتب اس وقت سے ایک صندوق میں مقید ہیں ایک آدمی نے اس صندوق کو تالا لگایا ہوا ہے۔ ان کتبِ احادیث کا شرعی رو سے کیا حل ہے اور ان کتبِ احادیث کو مقید کرنے کا گناہ کس پر لازم ہوگا۔ آیا یہ کتب کسی درس میں دے دی جائیں یا ان کو عام پڑھنے کے لئے رکھ دیا جائے ان کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

سائل ...... محمد عبداللہ

الجواب

ان کتب کو بند کر کے نہ رکھا جائے بلکہ عام افراد کے مطالعہ کے لئے باہر رکھ دیں۔[1]

فقط واللہ اعلم ....

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۰/۱۱/۷ھ

اقوام متحدہ کے تیار کردہ تالابوں سے نفع اٹھانا کیسا ہے؟

قبل از قیامِ پاکستان کچھ غیر مسلموں نے خلقِ خدا کو نفع پہنچانے کے لئے کچھ رفاہی کام کیے مثلاً کنویں، چشمے، تالاب وغیرہ اور آج کل پرائیویٹ غیر مسلم تنظیمیں اقوام متحدہ کے فنڈ سے یا

التخریج: (۱)......لما فی الشامیة: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

وفیه ایضاً: وان وقفها علی طلبة العلم فلکل طالب الانتفاع بها فی محلها (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۶۱)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اپنے ممالک کی گرانٹ سے آب نوشی کی سکیمیں بناتے ہیں ہمارے مسلمان بھائی ان سے پانی پیتے ہیں اور کچھ لوگوں نے اس کے لئے اپنی زمینیں وقف کر رکھی ہیں۔ اب پہلا سوال یہ ہے کہ ان کا پانی پینا حلال اور جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......جن لوگوں نے اپنی زمینیں وقف کی ہیں وہ عنداللہ ماً جور ہوں گے یا نہیں؟

(۳)......ان غیر مسلموں سے اظہار تشکر از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

سائل......حاجی عبدالغفار، ملتان

الجواب

(۱)......کافر ذمی کا وقف شرعاً درست ہے۔ ہندیہ میں ہے: **اما الاسلام فلیس بشرط فلو وقف الذمی علی ولدہ ونسلہ وجعل آخرہٗ للمساکین جاز ویجوز ان یعطی المساکین المسلمین واھل الذمة** (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۳۵۲)

مذکورہ بالا جزئیہ سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کے وقف سے مسلمان منتفع ہو سکتے ہیں، لہٰذا مذکورہ تالابوں وغیرہ سے پانی پینے کی گنجائش ہے لیکن ان کی سازشوں کا شکار نہ ہوں۔

(۲)......زمین کا وقف بھی جائز ہے اوران شاء اللہ عنداللہ ماً جور ہوں گے۔

(۳)......غیر مسلم کا شکریہ ادا کرنے کی گنجائش ہے تاہم حد سے تجاوز نہ کرے۔ نیز علماء اور دوسرے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ وہ رفاہی ادارے عوام الناس کے ایمان سے نہ کھیلیں۔......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۳/۱۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

کیا وقف زمین کی پیداوار سے عشر نکالنا ضروری ہے؟

(۱)......رائے ونڈ مرکز کی تقریباً دس مربع زمین ہے جہاں ہر سال سالانہ اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ اس زمین پر ہر سال دو فصلیں کاشت کی جاتی ہیں جبکہ یہ زمین ٹیوب ویل کے ذریعے سینچی جاتی ہے یہ وقف شدہ زمین ہے اور اس کا ایک متولی بھی مقرر ہے۔ آیا اس وقف شدہ زمین کا عشر نکالنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲)......اس کے عشر کا مصرف کیا ہوگا؟

سائل ......مولوی حبیب الرحمٰن، مدرسہ عربیہ رائیونڈ

الجواب

(۱)......وقف شدہ زمین کی پیداوار سے بھی عشر نکالنا شرعاً واجب ہے۔

لما فی الدر المختار: ویجب (العشر) مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف وفی الشامیة: قوله "ووقف" افاد ان ملک الارض لیس بشرط وانما الشرط ملک الخارج لانه یجب فی الخارج لا فی الارض فکان ملکه له وعدمه سواء، بدائع (درمختار مع الشامیہ، جلد۳، صفحہ۳۱۴)

اور چونکہ یہ زمین ٹیوب ویل کے پانی سے سینچی جاتی ہے، لہٰذا اس میں نصف عشر نکالنا واجب ہے۔ لما فی الدر المختار: ویجب نصفه فی سقی غرب ای دلو کبیر ودالیة ......لکثرة المؤنة، وفی کتب الشافعیة: او سقاه بماء اشتراه، وقواعدنا لا تأباه (جلد۳، صفحہ۳۱۶)

(۲)......اس عشر کا مصرف بھی وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

لما فی الدر المختار: باب المصرف ای مصرف الزکوٰة والعشر..........هو فقیر (الخ) (درمختار، جلد۳، صفحہ۳۳۳)

وفی الشامیة: قوله "ومصرف الجزیة والخراج" قید بالخراج لان العشر مصرفه

مصرف الزکاۃ (شامیہ، مطلب فی مصارف بیت المال، جلد ۶، صفحہ ۳۳۵)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

کتبہ: محمد ابوالدرداء عفی عنہ
متخصص فی الفقہ
۱۴۱۸/۳/۲۳ھ

وقف ووصیت کی ایک عجیب صورت:

زید نے (جو غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے لاولد ہے) اپنی جائیدادِ منقولہ اور غیر منقولہ کے متعلق روبرو گواہان یہ لکھ دیا کہ ''اگر کسی جگہ میری شادی ہو جائے اور اولاد پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں صرف چوتھا حصہ اس کا ہوگا اور باقی تین حصے منقولہ وغیر منقولہ کو وقف بنام فلاں ادارہ کرتا ہوں جائیدادِ موقوفہ سے میرا تعلق صرف تازیست آمدنی دفروختگی سے ہوگا اور اگر شادی اور اولاد نہ ہوئی تو سالم جائیداد وقف تصور ہوگی'' پھر اس زید نے جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ اپنے قبضے میں رکھی۔ اب چند سوال ہیں!

(۱)......شرعاً زید کے بیان مذکورہ کی حیثیت وصیت نامہ کی ہے یا وقف نامہ کی؟

(۲)......اس بیان کے بعد زید اپنی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ یا اس کا کچھ حصہ فروخت کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ زید نے اس بیان کے بعد اپنی زندگی میں جائیداد کا کچھ حصہ فروخت کر دیا تھا اور رقم وغیرہ اپنی ذات پر صرف کرتا رہا نیز بعض دینی اداروں کو چندہ بھی دیتا رہا۔

(۳)......کیا وہ اپنی ''جائیداد'' ادارۂ مذکورہ کے بجائے کسی دوسرے دینی ادارہ کے نام وقف کر سکتا ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ زید نے جس ادارے کے نام جائیداد وقف کی تھی اس ادارے کے منتظم کو قبضہ بھی دے دیا تھا۔

سائل ...... حافظ محمد بلال، لوہاری گیٹ، لاہور

الجواب

بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مذکورہ تحریر کی حیثیت وصیت نامہ کی ہے کیونکہ زید

نے تازیست فروختگی اور آمدنی کا حق اپنے لئے رکھا ہے اور حق فروختگی صحتِ وقف سے مانع ہے۔

ہندیہ میں ہے: ومنها ان لایذکر معه اشتراط بیعه وصرف الثمن الی حاجته فان قاله لم یصح الوقف فی المختار کما فی البزازیة (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۵۶)

وفیه ایضاً: ان کان الواقف قال فی اصل الوقف علی ان ابیعها ...... قال هلال: "هذا الشرط فاسد یفسد به الوقف" (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۹۹)

مذکورہ بالا جزئیات سے معلوم ہوا کہ فروختگی کا حق رکھنے کی صورت میں وقف درست نہیں ہوتا۔ البتہ خط کشیدہ الفاظ سے وارث شرعی ہونے کی صورت میں تیسرا حصہ (۱/۳) وقف سمجھا جائے گا ورثاء کی اجازت یا وارث شرعی نہ ہونے کی صورت میں کل جائیداد موت کے بعد وقف ہوگی۔

ہندیہ میں ہے: ولو علق الوقف بموته بان قال اذا متُّ فقد وقفت داری علی کذا ثم مات صح ولزم اذا خرج من الثلث وان لم یخرج من الثلث یجوز بقدر الثلث ویبقی الباقی الی ان یظهر له مال آخر او تجیز الورثة فان لم یظهر له مال آخر ولم تجز الورثة تقسم الغلة بینهما اثلاثاً ثلثها للوقف والثلثان للورثة (جلد۲، صفحہ۳۵۱)

الحاصل: مذکورہ تحریر گویا وقف کی وصیت ہے لہٰذا زندگی میں فروختگی کا حق حاصل ہے مذکورہ بالا حکم تحریرِ وقف کا ہے اور اگر زید کسی دوسرے ادارے کو اس تحریر سے پہلے وقف کر چکا ہے اور منتظم کو قبضہ بھی دے چکا ہے تو سابقہ وقف صحیح ولازم ہو جائے گا زید کی بیع وشراء اور مذکورہ تحریر کالعدم ہو گی۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف زبان سے کہہ دینے سے وقف صحیح ہو جاتا ہے۔ اذا کان الملک یزول عندهما یزول بالقول عند ابی یوسفؒ...... وقال محمدؒ لایزول حتی یجعل للوقف ولیاً ویسلم الیه (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۵۱)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۷/۲/۲۴ھ

مسجد کے لئے زمین وقف کر دینے کے بعد اُس سے خود منتفع ہونا جائز نہیں خواہ ابھی تک مسجد نہ بنائی گئی ہو:

مسجد کی جو زمین وقف شدہ ہے اور واقف نے ابھی تک اس میں مسجد نہیں بنوائی تو اس وقف شدہ زمین سے منفعت اٹھانا جائز ہے (مثلاً گندم بونا یا چارہ وغیرہ کاشت کرنا)؟

سائل ...... محمد ابراہیم

الجواب

واقف کی مِلک چونکہ اس سے زائل ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب جو منفعت بھی اس زمین سے حاصل کرے گا وہ مصالح مسجد میں استعمال ہوگی۔ **والملک یزول عن الموقوف باربعة بافراز مسجد** (الخ) (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۲۶)..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

کتبہ: محمد ابوالدرداء
متخصص فی الفقہ
۱۴۱۸/۱۱/۱۲ھ

اگر وقف پر شہادتِ شرعیہ موجود ہو تو اُسے وقف شمار کریں گے اگرچہ کوئی تحریر موجود نہ ہو:

حاجی محمد اکبر مرحوم نے تقریباً پچیس بیگھے رقبہ بمعہ باغ بحق مدرسہ مبارک العلوم (قادر پور، راداں) وقف کیا تھا جس کی تحریر نہیں ہے، مگر گواہان موجود ہیں۔ آیا وارثانِ واقف میں سے کوئی ایک اپنا حصہ اس رقبہ میں سے لے سکتا ہے کہ نہیں؟

سائل ...... محمد اصغر عرف محمد سعید قادر پور، راواں، ملتان

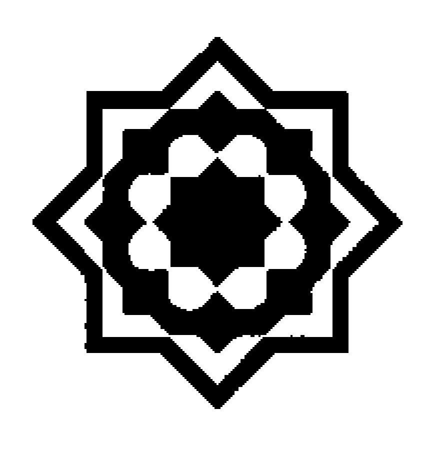
الجواب

برتقدیر صحت واقعہ یہ اراضی بحق مدرسہ مبارک العلوم وقف ہوگئی ہے۔[1] اور اب اس موقوفہ اراضی سے متوفی کے ورثاء کو شرعاً کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ ...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۱/۹/۲۰ھ



التخریج: (۱)...... وتقبل فيه الشهادة على الشهادة، وشهادة النساء مع الرجال، والشهادة بالشهرة لاثبات اصله (الدر المختار، جلد ٦، صفحہ ٦٢٩)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

مایتعلق بتولیت الوقف

مسجد کا متولی اور خزانچی کیسا ہونا چاہیے؟

خائن اور فاسق کو متولی نہ بنایا جائے:

کمیٹی والے خزانچی سے حساب کتاب کا جائزہ لیتے رہیں تاکہ وہ خیانت کا مرتکب نہ ہو:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسجد کا خزانچی مسجد کی رقم کھا جائے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ انتظامیہ پر شرعاً کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے مسجد کی تولیت کا اہل کون ہے اور خزانچی کس طرح کا ہونا چاہیے؟

سائل ...... عبدالرحمٰن، فیصل آباد

الجواب

مسجد کی رقم کھانا اور اس میں خیانت کرنا سخت گناہ کا کام ہے، خدانخواستہ مسجد کا خزانچی مسجد کی رقم میں خیانت کرے اور اس کا شرعی ثبوت بھی ہو جائے تو ایسے شخص کو معزول کرنا ضروری ہے ایسا شخص مسجد کی تولیت کی اہلیت نہیں رکھتا۔لقولہٖ تعالیٰ :انما یعمر مساجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ (توبہ)

ولما فی الدرالمختار: وینزع وجوباً ......لو الواقف ...... (فغیرہ بالاولیٰ) غیر مأمون او عاجزاً وقال ابن عابدینؒ تحت قولہٖ "وینزع وجوباً" مقتضاہ اثم القاضی بترکہٖ والاثم بتولیۃ الخائن لاشک فیہ (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۳)

۲......متولی اور مسجد کا خزانچی ایسے شخص کو بنائیں جو متقی اور پرہیزگار ہو صوم وصلوٰۃ کا پابند، امانت

داراور وقف کے احکام سے واقف ہو، خائن اور فاسق کو مسجد کا متولی اور خزانچی ہرگز نہ بنائیں۔

لما فی الشامیة: قال فی الاسعاف ولا یولی الا امینٌ .... لان الولایة مقیدة بشرط النظر، ولیس من النظر تولیة الخائن (الخ) (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۴)

اور کمیٹی والوں کو چاہیے کہ خود حساب کتاب کا جائزہ لیتے رہیں تا کہ وہ خیانت کا مرتکب نہ ہو۔

لما فی البحر الرائق: وینبغی للقاضی ان یحاسب امنائه فیما فی ایدیهم من اموال الیتامیٰ لیعرف الخائن فیستبدله، وکذا القوّام علی الاوقاف (جلد ۵، صفحہ ۴۰۶)

.... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۹/۱۷ھ

جو واقف یا متولی خائن ہو اُسے تولیت سے معزول کر دیا جائے:

ایک شخص نے عربی مدرسہ بنوایا اور ایک دوکان اور خالی پلاٹ زرعی اراضی اس کے متعلق وقف کر دی۔ وقف نامہ میں اس کے خاندان کا جو آدمی اہل علم دیانت دار ہو اس کو تولیت سپرد کر گیا۔ محکمہ اوقاف نے مدرسہ کو اپنی تحویل میں کر لیا اور مدرسہ ویران ہو گیا۔ مدرسہ سے متصل جامع مسجد کے خطیب اور نمازیوں نے اس کو حکومت سے آزاد کرا لیا پھر کمیٹی نے واقف مرحوم کے پوتے کو اس کا نگران مقرر کر لیا، مگر ایک عرصہ ہو گیا ہے نگران نے پوری جائیداد اپنی ذات کے لئے استعمال کرنا شروع کر دی۔ اگر جائیداد، محکمہ مال کے کاغذات میں مدرسہ کے نام انتقال کا اس کو کہا جاتا ہے تو تیغ پا ہو جاتا ہے اور وہ اس کوشش میں ہے کہ مدرسہ کی ساری جائیداد اپنے نام منتقل کرا لے۔ سوال یہ ہے کہ اس کو تولیت ادارہ سے ہٹانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... مولانا الٰہی بخش، خطیب جامع مسجد ارائیاں، احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

الجواب

متولی وقف کو لازم ہے کہ شریعت کے موافق نہایت امانت وانتظام وخیر خواہی اور دلسوزی سے وقف کا بندوبست کرے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے کچھ اپنی ملکیت نہیں ہے کہ ہر طرح کا اختیار حاصل ہو پس اگر متولی یا نگران (عرفاً دونوں کے ایک ہی معنی ہیں) کچھ خیانت یا بدانتظامی یا کوئی تصرف خلاف شرع کرے اس کو معزول کرنا ضروری ہے بلکہ اگر وقف کرنے والا خود ہی متولی ہے اور اس سے کوئی خیانت ظاہر وثابت ہو جائے وہ بھی قابل معزولی ہے غیر تو بدرجہ اولیٰ سزاوارِ عزل ہوگا۔لما فی الدر المختار: وینزع وجوباً لو الواقف (ای لو کان المتولی ہو الواقف) فغیرہ بالاولیٰ، غیر مأمون او عاجزاً او ظہر بہ فسق. (درمختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۳، ط: رشیدیہ جدید)۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۶۱/۱۱/۱۱ھ

اس دور میں متولی کا تقرر حکومت سے نہ کروایا جائے:

احق بالتولیت واقف کی اولاد ہے بشرطیکہ اہلیت موجود ہو:

زید نے چند ایکڑ اراضی دو مسجدوں کے نام وقف کی انتقالِ اراضی میں صرف یہ درج کرایا کہ احاطہ نمبر ۴۳ والی مسجد کے حصہ جات چودہ اور احاطہ نمبر ۲۷ والی مسجد کے پانچ، کل حصے انیس ہیں زمین نہری ہے، اس نظریہ سے اس نے ہر دو مساجد کے ایکڑوں یعنی کھیتوں کے نمبر علیحدہ علیحدہ درج نہیں کرائے کہ آمدنی حصہ وار تقسیم ہو جایا کرے واقف نے باشندگان میں سے کسی کو تحریری اختیار نہیں دیا کہ گاؤں والے جیسے چاہیں تقسیم کر لیا کریں، اور نہ ہی اپنی اولاد کے بارے میں کچھ لکھا کہ میری اولاد متولیٔ ہر دو مساجد رہے گی، پہلے یہ اراضی بینک میں تھی اور اب

واگذار ہوئی ہے۔ دریافت طلب امور مندرجہ ذیل ہیں!

(۱)...... باشندگان میں سے اس وقف کا متولی کس کو بنایا جائے، اگر واقف کی اولاد بھی موجود ہو اور وہ اہتمام کے اہل بھی ہوں۔

(۲)...... اس وقف کی آمدنی باشندگان اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ واقف کی اولاد موجود ہے۔

(۳)...... جائیداد علیحدہ علیحدہ ہر دو مساجد کی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ جائیداد نہری ہو اس صورت میں دونوں مساجد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

(۴)...... اگر حاکم کی طرف رجوع کیا جائے کہ باشندگان میں سے کسی شخص کو متولی منتخب کرے حاکمِ وقت اپنی مرضی سے فیصلہ دے یا شرعی امور کا خیال رکھے؟

سائل ...... جلیل احمد، سمندری، ضلع لائلپور (فیصل آباد)

الجواب

(۱)...... واقف کی اولاد میں جبکہ ایسے صالح اور دیانتدار موجود ہیں جو کہ موقوفہ زمین کا انتظام بھی اچھی طرح کر سکتے ہیں تو وقف کا متولی انہی میں سے کسی شخص کو بنایا جائے۔

تنویر الابصار میں ہے: **وما دام احد يصلح للتولية من اقارب الواقف لايجعل من الاجانب لانه اشفق** (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۶۵۰، ط: رشیدیہ جدید)

(۲)...... وقفِ مذکورہ کی آمدنی سب سے پہلے خود موقوفہ زمین کی اصلاح کے لئے صرف کی جائے اس کے بعد متولی ہر دو مساجد کی اہم ضروریات میں خرچ کرے گا بہتر یہ ہے کہ اس کی تفصیل سوال کر کے دریافت کی جائے۔

(۳)...... موقوفہ زمین کو ہر دو مساجد کے لئے تقسیم کرنا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے: **فلا يقسم الوقف بين مستحقيه اجماعاً درر، كافي، خلاصة وغيرها؛ لان حقهم ليس في**

العین وبه جزم ابن نجیم فی فتاواہ (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۴۵، ط: رشیدیہ جدید)

نیز یہ تقسیم اس وجہ سے بھی ناجائز ہے کہ ایسا کرنا خود غرضِ واقف کے خلاف ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اور غرضِ واقف کی رعایت کرنا شرعاً ضروری ہے۔

(۴)......اس زمانے میں انتخابِ متولی کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ گاؤں کے نیک اور معزز لوگ مل کر مشورہ کیساتھ واقف کی اولاد میں سے کسی ایک شخص کو وقفِ مذکور کا متولی بنالیں اور حاکم کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ شامیہ میں ہے: ان اهل المسجد لو اتفقوا علی نصب رجل متولیاً لمصالح المسجد فعند المتقدمین یصح، ولکن الافضل کونه باذن القاضی، ثم اتفق المتأخرون ان الافضل ان لایعلموا القاضی فی زماننا لما عرف من طمع القضاۃ فی اموال الاوقاف (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۴۵، ط: رشیدیہ جدید)

اور اگر اس معاملہ میں کسی مجاز حاکم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پڑے تو حاکم کو شرعی امور کا خیال کرنا لازم ہے، اپنی مرضی سے نہیں کرسکتا۔..........فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	معین مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۷۸/۱۲/۲۰ھ

تولیت کے لئے واقف کی اولاد کو ترجیح دی جائے گی بشرطیکہ اہل ہوں:

مسمّی حاجی غوث بخش صاحب مرحوم نے عرصہ زائد از پچاس سال قبل ''۴۸ کنال اور ۱۲ مرلے'' زرعی اراضی ایک مدرسہ ''حفظ القرآن'' کے لئے وقف کی اور ایک مکان جو حاجی صاحب اور تین دیگر افراد میں مشترک تھا تمام شرکاء نے یہ مکان مدرسہ کے لئے وقف کیا۔ مدرسہ اس مکان میں قائم رہا اور گراں قدر خدمات انجام دیتا رہا، اراضی موقوفہ کی آمدنی اسی مدرسہ پر صرف ہوتی رہی۔ مدرسہ کے انتظام کے لئے ایک نئی کمیٹی تشکیل دی گئی جو حاجی غوث بخش صاحب

کے علاوہ متعدد دیگر متدینن اور معاملہ فہم اہل علم اور صلحاء پر مشتمل تھی۔تولیت کے سلسلہ میں حاجی صاحب نے یہ شرط عائد کی کہ ''تا حیات وہ خود متولی رہے گا اور اس کی وفات کے بعد اس کے جدی ورثاء میں سے جو شخص اس منصب کے قابل ہوگا ممبرانِ انتظامیہ اسے مقرر کریں گے، بجز جدی رشتہ دار کے دوسرا کوئی متولی مقرر نہ کیا جائے گا'' اب صورت حال یہ ہے کہ قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد حاجی غوث صاحب فوت ہو گئے۔اسی دوران میں سابق ریاست بہاولپور میں محکمہ امور مذہبیہ قائم ہو گیا جس نے اوقاف کو اپنی تحویل میں لے لیا۔مدرسہ ھذا کی اراضی پر بھی محکمہ نے قبضہ کرلیا بعد میں اس محکمہ کا ریکارڈ مغربی پاکستان کے پاس چلا گیا، مگر محکمہ نے نہ تو اغراضِ واقف کو ملحوظ رکھا اور نہ ہی زمین کی آمدنی مدرسہ پر صرف کی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدرسہ اجڑ گیا نہ معلم رہے اور نہ متعلم، اور ادھر انتظامیہ کمیٹی کے ممبران بھی ایک ایک کر کے فوت ہو گئے۔زمین کی آمدنی کا کچھ پتہ نہیں حاجی غوث بخش صاحب (واقف) کی اولاد میں ایسے افراد موجود ہیں جو مدرسہ کو بخوبی چلا سکتے ہیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت کا شرعاً کیا حکم ہے؟ شرائطِ واقف اور اغراضِ واقف کی رو سے اس اراضی اور جائیدادِ مدرسہ کا متولی بننے کا کون حقدار ہے؟

سائل ...... مولانا محمد اکبر، مدرسہ اشرفیہ نزد قباء والی مسجد، احمد پور شرقیہ

الجواب

واقف کی شرائط واجب العمل ہیں، بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہوں، علامہ شامیؒ نے ''فتح'' کے حوالے سے نقل کیا ہے: **فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالك فله ان يجعل ماله حيث شاء مالم يكن معصية،** (شامیہ، جلد۶ صفحہ ۵۲۶، ط: رشیدیہ جدید)

فقہاء نے متولی کے لئے چند شرطیں بیان کی ہیں، امین ہو، خود یا نائب کے ذریعے سے کام کرنے پر قادر ہو، ظاہر الفسق نہ ہو، عاقل وبالغ ہو وغیرہ۔**لما فی الشامیة: ولا يولى الا امين قادر بنفسه او بنائبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن**

لانه یخل بالمقصود، وکذا تولیة العاجز (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۴، ط: رشیدیہ جدید)

وفی العالمگیریة: الصالح للنظر من لم یسأل الولایة ولیس فیه فسق یعرف .... ویشترط للصحة بلوغه وعقله (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۰۸)

اگر مذکورہ شرائط کا حامل واقف کی اولاد میں موجود ہو تو اسے ترجیح دی جائے گی۔

لما فی الدر المختار: وما دام احد یصلح للتولیة من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب لانه اشفق وتحته فی الشامیة: ومفاده تقدیم اولاد الواقف وان لم یکن الوقف علیهم بان کان علی مسجد او غیره (جلد ۶، صفحہ ۶۵۰)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۰۶/۵/۱۴ھ

واقف کے اقارب احق بالتولیت ہیں:

ایک مسجد ہمارے خاندان میں ایک سو سال سے زیرِ تولیت چلی آ رہی ہے موجودہ متولی عبدالرحمٰن ہے جو باشرع اور دیندار ہے اور اس میں تولیت کی لیاقت بھی ہے نماز باجماعت کا پابند ہے اور مسجد میں حاضر رہ کر مسجد کی ضروریات کا تکفل کرتا ہے وغیرہ لک امام مسجد نے آہستہ آہستہ اس مسجد پر قبضہ جما لیا ہے اور اسے لاوارث قرار دیتے ہوئے چند فرضی ممبر لکھوا کر اپنے نام رجسٹرڈ کرا دی ہے۔ کیس مارشل لاء میں مسجد کے متولی نے بھیج دیا ہے۔ اب شرعاً متولی کون ہے؟

سائل ...... محمد عامر

الجواب

برتقدیرِ صحت واقعہ صورتِ مسئولہ میں شرعاً حقِ تولیت مسمّٰی عبدالرحمٰن کو حاصل ہے دوسرے کی

فرضی کاروائی سے اس کی تولیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔[1] شرعاً کسی وقف کے لاوارث ہونے کی صورت میں بھی تولیت کے حقدار اولاً واقف کے اقارب ہوتے ہیں چہ جائیکہ وہ پہلے ہی سے متولی بنا ہوا ہو، الحاصل مسمّٰی عبدالرحمٰن ہی بدستور متولی ہے۔[2] ....فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۰۵/۱۰/۵ھ

اگر واقف بوقت وقف کسی کو متولی مقرر نہ کرے تو وہ خود ہی متولی شمار ہوگا:

ایک شخص نے ایک رقبہ مدرسہ کیلئے وقف کر دیا اور واقف نے بوقتِ وقف کسی کو متولی اور نگران نہیں بنایا تھا صرف وقف کیا تھا۔ کیا اب خود متولی بن سکتا ہے؟

سائل ...... عبدالقیوم

الجواب

اگر واقف نے وقف کے وقت کسی کو متولی نہیں بنایا تو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واقف خود متولی شمار ہوگا وہ اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کر سکتا ہے تاہم مہتمم صاحب سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ رجل وقف وقفاً ولم یذکر الولایۃ لاحد قیل الولایۃ للواقف

التخریج: (۱) ......اذا کان للوقف متول من جهة الواقف او من جهة غيره من القضاة لايملک القاضی نصب متول آخر بلا سبب موجب لذالک وهو ظهور خيانة الاول او شیء آخر (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۶، ط: رشیدیہ جدید)

(۲) لما فی الدرالمختار: وما دام احد يصلح للتولية من اقارب الواقف لايجعل المتولی من الاجانب (الدرالمختار، جلد ۶، صفحہ ۶۵۰)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

وهذا على قول ابی یوسفؒ لان عنده التسليم ليس بشرط (ہندیہ، جلد۲، صفحہ ۴۰۸)

..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۵/۱۳ھ

متولی کا بیٹا قاضی یا انتظامیہ کمیٹی کے انتخاب کے بغیر خود متولی نہ بنے گا:

(۱)...... شریعت کی نظر میں مسجد کے متولی کی کیا صفات ہونی چاہئیں؟

(۲)......مسجد کی جگہ کسی شخص نے وقف کی، اور محلے کے لوگوں کے تعاون سے مسجد تعمیر ہوئی۔ اہل محلّہ نے باکردار باشرع نمازی کو مسجد کا متولی منتخب کیا نظام چلتا رہا، اب متولی کا انتقال ہو گیا ہے تو اس کے بیٹے کے اندر مذکورہ صفات بھی نہیں پائی جاتیں اسکے باوجود اس نے باہر کے چند بے نمازیوں کو ساتھ ملا کر اپنے آپ کو عدالت سے ''متولی'' رجسٹرڈ کروالیا ہے جبکہ مسجد کے اکثر نمازی اس سے اتفاق نہیں کرتے کیا اس صورت میں ایسا آدمی شریعت کی روشنی میں مسجد کا متولی بن سکتا ہے؟

سائل ...... عبدالکریم و دیگر نمازیانِ مسجد مذکورہ

الجواب

متولی مقرر کرنے کا اختیار واقف یا قاضی (عدالت) کو ہے متولی درج ذیل صفات کا حامل ہونا چاہیے عاقل ہو، بالغ ہو، انتظام کرنے کی اس میں اہلیت ہو، دیانت دار ہو، فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو، وغیر ذالک۔ ہندیہ میں ہے: لايولى الا امين قادر بنفسه او بنائبه...... ويشترط للصحة بلوغه وعقله (ہندیہ، جلد۲، صفحہ ۴۰۸)

متولی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا خود بخود متولی نہ بنے گا بلکہ مسجد کی انتظامیہ جسے مقرر کرے

گی وہی متولی بنے گا۔شامیہ میں ہے: انهم (اهل محلة) اذا اجتمعوا علی رجل وجعلوه متولیاً بغیر امر القاضی یکون متولیاً. بحرونهر. (شامیہ،جلد۲،صفحہ۵۱۶،ط:رشیدیہ جدید)

الحاصل: متولی کا بیٹا ازخود شرعاً متولی نہیں بن جاتا بالخصوص جبکہ اس میں متولی کی شرائط بھی مفقود ہوں، لہٰذا کسی اہل کو متولی مقرر کیا جائے.........................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۴۲۶/۲/۲۳ھ

جب تک متولی اور منتظم کی خیانت ثابت نہ ہو جائے اسے معزول کرنا جائز نہیں:

ایک جامع مسجد مع ملحقہ درس گاہ کا زید متولی و منتظم چلا آرہا تھا، عرصہ دس سال تقریباً ہوئے بکر پارٹی نے حملہ کر دیا اور آمادۂ فساد ہوئے زید نے عدالت دیوانی میں استقرارِ حق کا دعویٰ کیا عرصہ تقریباً دس سال میں ابتدائی عدالت دیوانی سے لے کر عدالت عالیہ تک زید کے حق میں فیصلہ ہوتا چلا گیا کہ زید ہی متولی و منتظم ہے اور حکم امتناعی بھی عطاء ہوا کہ بکر پارٹی زید کے حقوقِ تولیت و نظامت میں دخل اندازی سے تادوام باز رہیں۔استدعا ہے کہ شرعی فتویٰ صادر فرمایا جاوے کہ بموجب شرع محمدی کون جامع مسجد مع ملحقہ درسگاہ کا متولی و منتظم ہے اور کس کو امام، خطیب اور مدرسین وغیرہ مقرر کرنے اور انتظام کرنے کا حق ہے؟

سائل ...... حاجی محمد

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ جامع مسجد مذکور اور اس کے ساتھ ملحقہ درسگاہ کا جب پہلے سے ہی زید متولی اور منتظم چلا آرہا ہے اور عدالت کی جانب سے بھی تولیت اسی کے سپرد ہے اور تا حال اس میں

کوئی خیانت وغیرہ بھی ظاہر نہیں ہوئی تو شرعاً بھی بلا وجہ اس کو تولیت سے معزول نہیں کرنا چاہیے۔[1]

لہٰذا زید بدستور اس وقف کا متولی ہے اور امام، خطیب اور مدرسین کی تقرری کا اسی کو اختیار ہے۔.................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	مفتی خیر المدارس، ملتان	۲۶/۱۰/۱۳۸۷ھ

بدون کسی شرعی وجہ واقف کے مقرر کردہ متولی کو نہیں ہٹایا جا سکتا:

ایک عالمِ دین نے مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کے نام کچھ زمین خود خرید کر کے وقف کی، بعد اس کے ایک اور شخص نے اسی مسجد کے نام کچھ زمین وقف کر دی۔ اس کے بعد وہ عالمِ دین و متولی و بانی مسجد خدا اللہ کو پیارے ہو گئے۔ قبل از انتقال، مرحوم اپنے درمیانے صاحبزادے کے لئے امامتِ مسجد اور اس کی متعلقہ جائیداد کی تولیت کی وصیت کر گئے۔ اس کا جو دوسرا شخص واقف تھا اس نے درمیانے صاحبزادے کے خلاف بیان دیئے کہ متولیٔ مسجد بڑا صاحبزادہ ہونا چاہیے، حالانکہ اس شخص نے وقف کرتے وقت کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ اس شخص نے رجسٹری میں یہ تحریر کروایا ہے کہ بعد متوفی پیش امام صاحب موصوف جو کوئی پیش امام ہو گا وہ متولی ہو گا۔ کیا اس شخص کو حق حاصل

التخریج: (۱)...... لما فی الشامیة: اذا کان للوقف متول من جهة الواقف او من جهة غیره من القضاة لایملک القاضی نصب متول آخر بلاسبب موجب لذالک، وهو ظهور خیانة الاول او شیء آخر (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۶)

وفی البحر: وقدمنا انه لایعزله القاضی بمجرد الطعن فی امانته ولا یخرجه الا بخیانة ظاهرة (جلد ۵، صفحہ ۲۴۱)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

ہے کہ اپنی وقف شدہ زمین کا متولی کسی اور کو بنائے جو غیر موصیٰ لہ ہے؟

سائل ...... مولانا حافظ عبدالحی ،شجاع آباد، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ متولی وبانی مسجد مذکور نے جس لڑکے کو مسجد کا متولی بنادیا ہے وہی اس مسجد کا متولی رہیگا، دوسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ متولی وبانی مسجد کے بنائے ہوئے امام کو ہٹادے؛ کیونکہ اس نے رجسٹری میں یہ تحریر کردیا ہے کہ "بعد وفات پیش امام صاحب جو کوئی پیش امام ہوگا وہی متولی ہوگا" پس متولی مرحوم کا یہ تصرف واقف مذکور کی شرط کے موافق ہے، لہٰذا اس کو اس پر عمل کرنا لازم ہے[1]......................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۸/۳/۳۰ھ

متولی تولیت سے دستبردار ہوسکتا ہے، البتہ بدوں حق تفویض دوسرے کو متولی نہیں بنا سکتا:

ایک شخص نے کچھ زمین فی سبیل اللہ وقف کر کے ایک آدمی کے نام رجسٹری کردی اور اس کو مسجد اور مدرسہ کا متولی اور مہتمم بنادیا۔ اب وہ آدمی بلا کسی عذر، کسی دوسرے کو رجسٹری کر کے

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفھوم والدلالة ووجوب العمل به (جلد ۶، صفحہ ۶۶۴) وفیہ ایضاً: ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه (جلد ۶، صفحہ ۶۴۵)

وفی الشامیة: اذا کان للوقف متول من جهة الواقف او من جهة غیرہ من القضاة لایملک القاضی نصب متول آخر بلاسبب موجب لذالک وھو ظھور خیانة الاوّل (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۶)

ولما فی البحر الرائق: وفی جامع الفصولین من الثالث عشر، القاضی لایملک نصب وصیّ وقیم مع بقاء وصی المیت وقیمه الا عند ظھور الخیانة منھا (البحر الرائق: جلد ۵، صفحہ ۳۷۹) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

دے سکتا ہے یا نہیں، جبکہ پہلے بخوشی یہ ذمہ داری قبول کی؟

سائل ...... منور پاشا، چشتیاں

الجواب

اگر متولی، مسجد کے ضروری کام کرنے سے عاجز ہو اور مسجد سے متعلقہ امور کی نگرانی نہ کرسکتا ہو تو وہ تولیت سے دستبردار ہو سکتا ہے مگر کسی دوسرے کو متولی بنانے کا حق واقف یا قاضی کو ہے۔

درمختار میں ہے: **ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه...... ثم للقاضي** (جلد ۶ صفحہ ۶۴۵)

البتہ اگر واقف نے متولی کو متولی مقرر کرنے کا اختیار بھی سپرد کیا تھا تو اس کا تولیت منتقل کرنا جائز ہے۔ درمختار میں ہے: **اراد المتولي اقامة غيره مقامه في حياته وصحته ان كان التفويض له عاماً صح والا لا** (الدرالمختار، جلد ۶، صفحہ ۶۵۰، ط: رشیدیہ جدید)

وفي الشامية: وفي القنية: للمتولي ان يفوّض فيما فوّض اليه ان عمّم القاضي التفويض اليه، والافلا (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۵۱، ط: رشیدیہ جدید)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی خیر المدارس، ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۴۲۲/۱۱/۶ھ	رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

سود خور کو مسجد کمیٹی کا ممبر یا صدر بنانا کیسا ہے؟

کیا سود خور، سودی رقم سے کاروبار کرنے والا شخص مسجد کا ممبر یا چیئرمین بن سکتا ہے ، اور ''سود خور'' مسجد کی تعمیر یا انتظامی اخراجات کے لئے چندہ میٹریل وغیرہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد افضل

الجواب

ایسے شخص کو مسجد کی انتظامیہ کا ممبر یا چیئرمین بنانا شرعاً جائز نہیں۔[1] مسجد کی انتظامیہ کے تمام ارکان نیک اور متقی ہونے چاہییں۔اسی طرح ناجائز آمدنی بھی مسجد پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔[2] ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۴/۱۱/۲۸ھ

متولی یا نگران تعمیر مسجد میں بطور مزدور (اُجرت کے ساتھ) کام نہیں کرسکتا:

مسجد کا متولی اگر مسجد کی تعمیر میں بطور مزدور کام کرے یا مزدوروں کے کام میں تعاون کرے تو کیا یہ متولی شرعاً اجرت کا مستحق ہوگا؟

سائل ......عبدالرحمٰن شاہ، سرگودھا

الجواب

بحرالرائق میں ہے:قالوا اذا عمل القیم فی عمارة المسجد والوقف کعمل الاجیر لایستحق الاجر لانہ لایجتمع لہ اجر القوامة واجر العمل،(جلد۵،صفحہ۳۶۳)

وفیہ ایضاً: والمتولی اذا اجر نفسہ فی عمل المسجد واخذ الاجرة لم یجز فی ظاہر الروایة،وبہ یفتی، وفی جامع الفصولین:اذلایصلح مؤاجراً ومستأجراً

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار:وینزع وجوبا لوالواقف غیر مأمون او عاجزاً او ظهر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ (الخ)(جلد۶،صفحہ۵۸۳،ط:رشیدیہ جدید)

(۲)......اما لو انفق فی ذالک مالاً خبیثاً او مالاً سببہ الخبیث والطیب فیکرہ، لان اللہ تعالی لایقبل الا الطیب، فیکرہ تلویث بیتہ بما لا یقبلہ،(شامیہ،جلد۲،صفحہ۵۲۰)(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ)

وصح لو امره الحاکم بعمل فیه (جلد ۵، صفحہ ۴۰۲)

وفی الشامیة: لو عمل المتولی فی الوقف باجرٍ جاز، ویفتیٰ بعدمه اذ لایصلح مؤجراً ومستاجراً (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۶۶)

مذکورہ بالا جزئیات سے معلوم ہوا کہ وہ اجرت کا مستحق نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۶/۵/۶ھ

مسجد کی تولیت اور انتظامی امور کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ:

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش ہے کہ "جامع مسجد عبداللہ اورنگی ٹاؤن نمبر ۴/ میرے تایا ذکر الرحمٰن صاحب نے قائم کی تھی اور میرے والد صاحب کو اس کا متولی بنایا تھا" بندہ اس کے متعلق ایک استفتاء آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہے جو دراصل میرے بھائی حافظ ذکاء الرحمٰن کی طرف سے پوچھا گیا ہے لیکن مضمون اس کا میرا تیار کردہ ہے اس لئے کہ بھائی صاحبان اور خود والد صاحب بھی تحریری کاموں میں کمزور ہیں بلکہ مفتیانِ کرام اور فیصلہ کرنے والے حضرات کے سامنے اپنے مقدمے کی صحیح وکالت بھی نہیں کر پاتے جو جامعہ بنوریہ کراچی میں زیر تصفیہ ہے میں چونکہ حیدرآباد میں ملازم ہوں اور کراچی میں صحیح حقائق پیش کرنے اور سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہوں جبکہ فریق مخالف پوری طرح چوکس ہے، لہٰذا اپنے طور پر یہ استفتاء آپ کی خدمت میں اپنی جانب سے پیش کر رہا ہوں اخیر میں میرے تایا ذکر الرحمٰن صاحب کا مؤقف بھی منسلک ہے جو انہوں نے فیصل حضرات کے سامنے پیش کیا ہے۔

سوالات کا مختصر خاکہ یہ ہے!

(۱)...... مسجد کے انتظامی امور میں بانیانِ مسجد کا حق زیادہ ہے یا کمیٹی والوں کا جبکہ ان حضرات کا

تعلق اہل محلہ سے بھی نہیں، نیز یہ کمیٹی خود بانیان کی قائم کردہ ہے؟

(۲)...... بانیانِ مسجد کو گھر گھر بدنام کرنا، جھوٹے مقدمات میں ملوث کرنا اور اپنی مرضی سے اذان واقامت نیز تقرری امام پر قابض ہوجانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

(۳)...... مسجد ومدرسہ جو ملحقہ دارالعلوم کراچی سے منسوب ہے اس کا الحاق ''اپنی مرضی سے کسی اور ادارہ سے کرنا'' کیا حکم رکھتا ہے کیا یہ الحاق مؤثر ہوگا؟

(۴)...... متولی کا زائد پیسہ بغرض حفاظت تجارت میں لگانا جبکہ اس میں نقصان کا اندیشہ نہ ہو کیا یہ عمل غبن کہلائے گا؟

(۵)...... متولی اگر خدمت کا اہل نہ رہے تو کیا واقف کو اختیار ہے کہ دوسرا متولی اپنی صوابدید سے مقرر کر دے؟

(۶)...... احاطۂ مسجد میں ایک حجرہ قائم ہے جس میں دادا جان حاجی عبداللہ صاحب قیام پذیر ہیں یہ حجرہ مسجد بنانے سے قبل ہی اس پلاٹ پر قائم ہے ابا جان نے ان کی سہولت کے لئے باقی حصہ کو مسجد بنا دیا تاکہ نزدیک رہے اب موجودہ اراکین (فریق مخالف) اس کو بالجبر شاملِ مسجد کرنا چاہتے ہیں اور جگہ کی تنگی کا عذر کرتے ہیں کیا یہ عذر قبول اور یہ عمل جائز ہے؟

(۷)...... قیام مسجد سے اب تک رمضان کی تراویح ہمارے گھر کے حفاظ نے ہی پڑھائیں لیکن اس دفعہ خطرہ ہے کہ ہمیں اس کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ کیا یہ استحقاق ترجیحاً ہمیں حاصل ہے یا نہیں؟

(۸)...... فریق مخالف کے پاس سب سے بڑا ہتھیار یہ ہے: اول یہ کہ متولی نے مسجد کی رقم کو کاروبار میں لگایا اور ثانی یہ ہے کہ آئین میں ترمیم کردی، اول کی حقیقت یہ ہے کہ متولی نے ایسا کیا تاکہ رقم محفوظ ہوجائے اور جب ضرورت ہو وہ پلاٹ جو مسجد کی اس رقم سے بغرض تجارت خریدا گیا ہے بیچ کر مسجد میں صرف کردی جائے اس کی ذمہ داری لوگوں کے سامنے متولی کے بڑے لڑکے

یعنی مستفتی نے بارہا اٹھائی مگر فریق مخالف اس پر مطمئن نہیں اس لئے کہ خود متولی بننا چاہتا ہے۔

ثانی کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے مرتکب خود یہ لوگ ہوئے ہیں اس لئے کہ والد صاحب نے آئین بنا کر انگریزی کروانے کے لئے انہیں دیا تو انہوں نے والد صاحب کو ان پڑھ سمجھ کر آئین کا حلیہ تبدیل کر دیا۔ والد صاحب نے مجھے لا کر دکھایا اور میں نے مطالعہ کیا تو وہ ششدر رہ گئے اور ان کی خیانت ظاہر ہوئی بہر حال ہم نے دوبارہ آئین کو اس کی اصلی حالت کے مطابق انگریزی میں لکھ کر رجسٹرڈ کروالیا جب انہوں نے بھی اس کا مطالعہ کیا تو اپنی ترمیمات نہ پاکر مشتعل ہوئے اور پہلی بات کو بہانہ بنا کر غبن کا الزام لگایا اور اس الزام کے ثبوت کے لئے امام مسجد (جو انہوں نے ہمارے امام کو ہٹا کر خود رکھا) سے حلفیہ بیان دلوایا حالانکہ وہ ان واقعات کے بہت بعد رکھے گئے ہیں انہوں نے اس حلفی بیان میں والد صاحب کے ساتھ مجھے بھی شامل کیا حالانکہ انہوں نے مجھے اس سے پہلے دیکھا تک نہیں ہے۔ امید ہے کہ مہربانی فرما کر ان تمام سوالات کا جواب حضرات اساتذہ کرام وعلماء کرام کے دستخطوں کے ساتھ عنایت فرمائیں گے۔

سائل ...... نائب متولی، عطاء الرحمٰن ولد ضیاء الرحمٰن

الجواب

(۱)......واقف اگر اپنے وقف کے لئے کچھ شرائط مقرر کر دے تو ان شرائط کی تعمیل بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہوں واجب ہے اور ان کے خلاف قاضی کا فیصلہ بھی معتبر نہ ہوگا مثلاً متولی کا تقرر، کسی ادارہ سے الحاق، تعمیری امور وغیرہ اوقاف کی ولایت کا حق اولاً واقف کو ہے خواہ خود سنبھالے یا اپنے کسی نائب کے توسط سے کرے بعدہ یہ حق اس کی اولاد کو اور اہل خاندان کو ہوگا ان کی موجودگی میں کسی اور کو ترجیح نہیں ہوگی الا یہ کہ نا اہل ہوں ایسی صورت میں کسی اہل کو یہ انتظام سونپا جائے گا تاوقتیکہ اہل خاندان میں سے کوئی اہلیت حاصل کر لے۔

(۲)......امور انتظام میں سے کسی امر میں اگر اشتباہ واقع ہو تو واقف کی طرف رجوع کیا جائے گا

اور اس کی توضیح کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اس کی عدم موجودگی میں اگر اس کی کوئی واضح تحریر موجود ہو تو وہ قابل عمل ہو گی بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو جیسا کہ گذر چکا۔

(۳)...... مسجد کی تعمیر، اس میں امام و مؤذن کا تقرر اور دیگر انتظامی امور میں بانی مسجد سب سے مقدم ہے، البتہ امام کے تقرر میں اختلاف ہونے کی صورت میں اس امام کو ترجیح ہو گی جو منصب امامت کے زیادہ لائق ہو جس کا فیصلہ اہل علم پر موقوف ہے۔

(۴)...... بصورت اہلیت امامت واذان کا زیادہ حقدار بانی مسجد خود ہے یا اس کی اولاد و اہل خاندان۔

(۵)...... عبداللہ صاحب کا حجرہ اگر امام و مؤذن کے لئے یا دیگر امورِ مسجد کے لئے ہے تب تو وہ مسجد کا حجرہ ہے جس کا استعمال غیر متعلق شخص کے لئے جائز نہیں اور اگر بانی مسجد نے اس کو شامل مسجد نہیں کیا تو یہ بدستور انہی کی ملکیت ہے لہٰذا بانی مسجد کا بیان اس بارہ میں فیصلہ کن ہو گا۔

(۶)...... بصورت شاملِ مسجد نہ ہونے کے دیکھا جائے گا کہ اگر مسجد تنگ ہو رہی ہے اور اوپر نیچے سے بھر جاتی ہے، نیز علاقہ میں کوئی اور مسجد بھی نہ ہو جس سے بوقت ازدہام یہ تنگی دفعہ ہو سکے تو پھر دائیں بائیں یا آگے پیچھے کی جگہیں بقدر ضرورت بالاصرار خرید کر شامل مسجد کر دی جائیں گی اگرچہ یہ حجرہ اس کی زد میں آ جائے۔ اور اگر ایسی صورت نہیں تو پھر جائز نہیں کہ اس حجرہ کو اور نہ ہی کسی اور جگہ کو زبردستی خرید کر شاملِ مسجد کیا جائے البتہ پڑوسیوں کے لئے اولیٰ ہے کہ سخت مجبوری کے بغیر بھی متوقع تنگی سے نمازیوں کو بچانے کے لئے اپنی جگہ مسجد کو فروخت کرنے میں مانع نہ بنیں جبکہ متولی خریداری میں دلچسپی رکھتا ہو۔

(۷)...... سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق امام مسجد کا غیر واقعی یا غیر معلوم احوال کی واقفیت کا دعویٰ اور اس پر حلفیہ بیان موجبِ فسق ہے اندریں صورت ان کا امامت پر برقرار رہنا مکروہ تحریمی ہے اِلّا یہ کہ توبہ کریں، صاحب واقعہ سے معافی مانگیں اور آئندہ کیلئے ان امور سے مجتنب رہیں۔ قولهم شرط الواقف كنص الشارع اى فى المفهوم والدلالة ووجوب

العمل به (درمختار، جلد۶ ،صفحہ۶۶۴)

فما كان من عبارة الواقف من قبيل المفسر لايحتمل تخصيصاً ولاتأويلاً يعمل به ، وما كان من قبيل الظاهر كذالک وماحتمل وفيه قرينة حمل عليها، وما كان مشتركاً لايعمل به ...... وان كان حياً يرجع الى بيانه (شامیہ، جلد۶ ،صفحہ۶۶۶)

وفيه ايضاً: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد۶ ،صفحہ۶۸۳)

وفيه ايضاً: ان القضاء ينقض عندالحنفية اذا كان حكماً لادليل عليه وما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص وهو حكم لادليل عليه (شامیہ، جلد۶ ،صفحہ۶۶۰)

وفي الهداية: ان المتولى انما يستفيد الولاية من جهته (اى الواقف) بشرطه فيستحيل ان لايكون له الولاية، وغيرهُ يستفيد الولاية منه، ولانه اقرب الناس الى هذا الوقف فيكون اولىٰ لولايته كمن اتخذ مسجداً يكون اولى بعمارته ونصب المؤذن فيه (ہدایہ، جلد۲ ،صفحہ۶۲۳، کتاب الوقف) قال ابن الهمامؒ :قوله"ولانه اقرب الناس الى الوقف" فان القاضي ليس اقرب منه اليه (فتح القدیر، جلد۵ ،صفحہ۴۴۲)

وفيه ايضاً: واما نصب المؤذن والامام فقال ابو نصر: فلاهل المحلة، وليس البانى احق منهم بذالک وقال ابوبكر الاسكاف: البانى احق بنصبها من غيره كالعمارة قال ابو الليث: "وبه ناخذ" الا ان يريد اماماً ومؤذناً والقوم يريدون الاصلح فلهم ان يفعلوا ذالک كذا في النوازل (فتح القدیر، جلد۵ ،صفحہ۴۴۲)

وفي البحر: تنازع اهل المحلة والبانى فى عمارته او نصب المؤذن او الامام فالاصح ان البانى اولىٰ به الا ان يريد القوم ما هو اصلح منه ...... والبانى احق بالامامة والاذان، وولدهُ من بعده وعشيرته اولىٰ بذالک من غيرهم وفي المجرد عن ابى حنيفة رضى الله عنه انّ البانى اولى بجميع مصالح المسجد

ونصب الامام والمؤذن اذا تأهل للامامة (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۲۱۸، ط: کوئٹہ)

ومادام احد يصلح للتولية من اقارب الواقف لايجعل المتولي من الاجانب لانه اشفق ومن قصده نسبة الوقف اليهم (تنویر الابصار مع الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۶۵۰)

وفي الشامية: فان لم يجد فيهم من يصلح لذالک فجعله الى اجنبي ثم صار فيهم من يصلح له صرفه اليه ومفاده تقديم اولاد الواقف (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۵۰، ط: رشیدیہ جدید)

وفي الدرالمختار: تؤخذ ارض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق على الناس بالقيمة كرها (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۸۱)

وفي الشامية: قال في نور العين: ولعل الاخذ كرها ليس في كل مسجد ضاق بل الظاهر ان يختص بما لم يكن في البلد مسجد آخر اذ لو كان فيه مسجد آخر يمكن دفع الضرورة بالذهاب اليه نعم فيه حرج لكن الاخذ كرها اشد حرجا منه ويؤيد ما ذكرنا فعل الصحابة اذ لامسجد في مكة سوى المسجد الحرام (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۱)

(۸)..... مسجد کے مال کو تجارت میں لگانا اس طریق پر کہ پیسہ کی حفاظت بھی ہو اور آمدن کا ذریعہ بھی جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ مسجد کی رقم سے خرید کردہ چیز کی فروخت اصل قیمت سے کمی کے ساتھ نہ ہو زیادتی کے ساتھ ہو، چنانچہ اس غرض سے اس رقم کو قرض میں دینا بھی جائز کہا گیا ہے جبکہ اپنے پاس حفاظت اتنی نہ ہو جتنی کہ قرض میں، البتہ مالِ مسجد کو تجارت میں لگانا فی زماننا خلافِ احتیاط ہے۔ اشترى المتولي بمال الوقف دارا للوقف لاتلحق بالمنازل الموقوفة ويجوز بيعها في الاصح، قوله بمال الوقف، اى بغلة الوقف (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۳۸)

وللمتولي ان يشترى بما فضل من غلة الوقف اذا لم يحتج الى العمارة مستغلا ولايكون وقفا في الصحيح حتى جاز بيعه (فتح القدیر، جلد ۵، صفحہ ۴۴۹)

وفیه ایضاً: وفي النوازل: في اقراض ما فضل من مال الوقف قال ان کان احرز للغلة ارجوا ان یکون واسعا (فتح القدیر، جلد ۵، صفحہ ۴۵) وبمثله في البحر (جلد ۵، صفحہ ۲۰۱)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ امداد المفتین میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں "دوکانوں کی آمدنی سے جو حاصل ہوا اگر وہ ضروریات سے زائد ہو تو مسجد کے نفع کے لئے اس کو تجارت میں لگانا جائز ہے .... بلا نفع کسی کو نہ دیا جائے اس خرید و فروخت کی غرض مسجد کا نفع ہونا چاہیے" (امداد المفتین، جلد ۲، صفحہ ۶۰۵ کتاب الوقف) .... فقط واللہ اعلم

بندہ رفیع احمد

متخصص جامعہ خیر المدارس ملتان

خادم انجمن مکہ مسجد ریشم بازار، حیدر آباد

۴، شعبان المعظم / ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح

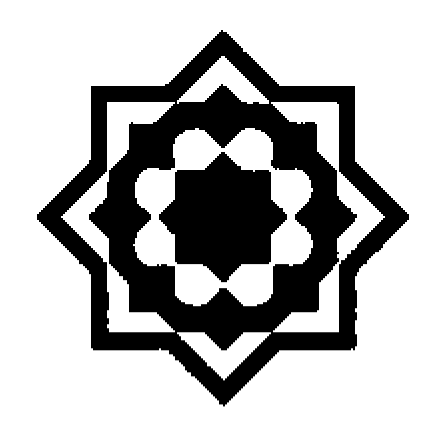
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان



احکام المساجد

مایتعلق ببناء المسجد وتعمیرہ وتوسیعہٖ

<u>ضرورت کے موقع پر مسجد بنانا مسلمانوں کا شرعی حق ہے حکومت یا کسی محلہ دار کو رکاوٹ بننے کا حق نہیں:</u>

ایک شخص اپنی ذاتی ملکیت کے ایک عدد مکان کو فی سبیل اللہ وقف کر کے مسجد تعمیر کرانا چاہتا ہے اہل محلہ میں سے ایک دو آدمی حکومت کی آڑ لے کر مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ کیا انہیں یا کسی اور آدمی کو مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ بننے کا حق حاصل ہے؟ اگر نہیں تو ایسے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(نوٹ) واضح رہے کہ واقف سنی مسلک کے ہیں اور روکنے والے شیعہ مسلک کے ہیں۔

سائل ...... محمد ساجد رفیق

الجواب

ضرورت کے موقعہ پر مسجد بنانا مسلمانوں کی شرعی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے: امر عمرؓ ببناء المسجد (جلد۱، صفحہ۶۴)

مسجد بنانا اور اُن کو آباد کرنا اہل ایمان کا کام ہے گویا یہ ایمان کی علامت ہے۔

لقولہ تعالیٰ: انما یعمر مساجد اللّٰہ من آمن باللّٰہ (الآیہ) (توبہ، پارہ ۱۰، آیت نمبر ۱۸)

مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کی سنت ہے۔

بخاری شریف میں ہے: حتی اتی علی ذکر بناء المسجدفقال کنا نحمل لبنة لبنة وعمار لبنتین لبنتین (الحدیث) (بخاری شریف، جلد ۱، صفحہ ۶۴)

مسجد سے روکنے والے کو اللہ جل شانہ نے سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ (الآیہ) (بقرہ، پارہ ۱، آیت نمبر ۱۱۴)

الحاصل: جب اکثر آبادی اہل سنت والجماعت کی ہے تو عند الضرورت انہیں مسجد بنانے کا پورا حق حاصل ہے نیز جو جگہ مسجد کے لئے وقف ہو جائے اسے بیچنا یا کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں۔

اذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه (ہدایہ، جلد ۲، صفحہ ۶۱۹، ط: رحمانیہ، لاہور)

لہٰذا وقف کے بعد اس جگہ مسجد بنانا ضروری ہے اسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے اگر ان حضرات کو مسجد کا قرب گوارہ نہیں تو انہیں نقل مکانی کا سوچنا چاہیے، مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈالنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔.................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۶/۱۰ھ

مسجد شرعی بننے کیلئے نہ تعمیر شرط ہے اور نہ ہی نماز پڑھنا شرط ہے:

(ا)...... مسجد شرعی کی تعریف کیا ہے؟

(ب)...... ہمارے علاقے میں چند لوگوں نے مل کر زمین مسجد کے لئے وقف کی، انتظامیہ مسجد نے موقوفہ جگہ میں مسجد کی نیت سے صرف دو تین فٹ اونچی بنیاد رکھ دی اور یہ بنیاد صرف ہال کمرے کی

رکھی گئی پھر کئی سال تک کام رکا رہا، لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ انتظامیہ مسجد بوجہ ضرورت اس موقوفہ جگہ (جہاں بنیاد رکھی گئی تھی) کی بجائے ساتھ دوسری جگہ پر مسجد منتقل کرنا چاہتی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ "صرف کسی جگہ کو مسجد کے لئے وقف کرنے سے یا موقوفہ جگہ میں صرف بنیاد رکھنے سے وہ شرعی مسجد بن جاتی ہے؟ یا شرعی مسجد بننے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ اذان و اقامت سے اس جگہ باجماعت نماز ادا کی جائے یا صرف وقف کی نیت ہی شرعی مسجد بننے کے لئے کافی ہے" واضح رہے کہ یہ پروگرام باہم مشورے سے طے پایا ہے اور دوسری جگہ جہاں مسجد منتقل کرنے کا ارادہ ہے پہلی موقوفہ جگہ کے بدلے میں لی ہے یعنی موقوفہ جگہ دوسری جگہ کے مالک کو دیدی اور ان کی زمین مسجد کے لئے بدلے میں لے لی، اور مسجد منتقل کرنے کی ضرورت یہ پیش آئی کہ پہلی جگہ مدرسہ سے دور تھی انتظامیہ نے سوچا کہ مدرسہ کے قریب مسجد بنا کر مدرسہ سے انیچ کر لی جائے ویسے مسجد مدرسہ سے خارج ہی ہے ایک راستہ باہر گلی سے بھی مسجد کو جاتا ہے۔ آیا یہ جگہ شرعی مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟

سائل ......ابومعاویہ، سرگودھا

الجواب

جب مسجد کے لئے وقف زمین پر متولی یا انتظامیہ نے مسجد کی بنیاد رکھ دی تو وہ جگہ مسجد شرعی بن گئی اگرچہ وہاں ایک نماز بھی ادا نہ کی گئی ہو۔ اذا سلم المسجد الی متول یقوم بمصالحه یجوز وان لم یصل فیه هو الصحیح كذا في الاختيار شرح المختار وهو الاصح كذا في المحيط السرخسي (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۴۵۵)

مسجد شرعی کو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وقف شدہ زمین کا تبادلہ بھی تب ہوسکتا ہے جبکہ عندالوقف تبادلہ کی شرط لگائی ہو ورنہ نہیں۔ ففي الشامية: والثالث: ان لايشرطه ايضاً ولكن فيه نفع في الجملة، وبدله خير منه ريعاً ونفعاً وهذا لايجوز استبداله

علی الاصح المختار، (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۹) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ　　　　مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان　　　　۱۴۲۴/۱۱/۵ھ

نئی مسجد کی تعمیر سے اس لیے روکنا کہ اس کی وجہ سے دوسرے محلے کی مسجد بے رونق ہو جائے گی:

بندہ کا اپنے محلے میں مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ ہے، لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی وجہ سے دوسرے محلہ کی مسجد کے نمازی کم ہو جائیں گے، اگر اسطرح وہ مسجد بے آباد ہو گئی تو اسکے ذمہ دار تم ٹھہرو گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا دوسرے محلے کی مسجد کو بھرنے یا آباد رکھنے کی ذمہ داری دور والے محلے والوں پر عائد ہو سکتی ہے؟

سائل ...... عبدالسلام ساہیوال

الجواب

صورت مسئولہ میں آپ ارادہ کے مطابق جگہ مذکور میں مسجد کی تعمیر شروع کر دیں۔

من بنی للہ مسجداً صغیراً او کبیراً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ (ترمذی شریف، جلد ا، صفحہ ۱۸۲) حدیث شریف کے تحت آپ ثواب کے مستحق ہونگے آپ پر مسجد بنانے کی وجہ سے پہلی مسجد کو بے آباد کرنے کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ　　　　نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان　　　　۱۳۹۲/۳/۱۶ھ

کیا اس وقت مسجد ضرار کا وجود ہے:

آج کل کے دور میں روئے زمین پر کوئی مسجد ضرار ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر کوئی مسلمان مسجد بناتا ہے تو بعض علماء فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ مسجد ضرار ہے دلائل سے جواب دیں؟

سائل ...... محمد اسحاق، مردان

الجواب

شرعاً تعمیرِ مساجد میں کوئی تحدید نہیں بلکہ ضرورت وحاجت و نیک نیتی پر اس کا دارومدار ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اخلاص و نیک نیتی سے ایک مسجد کے قرب میں دوسری مسجد بنائے تو وہ شرعاً مستحق اجر ہے اور جب یہ بات معلوم ہوئی کہ شرعاً کوئی تحدید مساجد کے بارے میں نہیں بلکہ مدار ضرورت و نیک نیتی پر ہے تو جملہ مساجد بنا کردہ مؤمنین مساجد شرعیہ ہیں مسلمانوں کی بنائی ہوئی مساجد پر مسجدِ ضرار کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ مسجد ضرار کفار و منافقین کی بنائی ہوئی تھی اور ان کی بدنیتی اور فساد و تفریق کے لئے بنانا نص قطعی سے معلوم ہو گیا تھا پس مسلمانوں کی بنا کردہ مساجد پر یہ حکم کیسے جاری ہو سکتا ہے جبکہ بناء مساجد کو حق تعالیٰ نے علامت ایمان قرار دیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ (الآیہ) (توبہ، پارہ ١٠، آیت نمبر ١٨)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من بنی للہ مسجداً صغیراً او کبیراً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ (ترمذی شریف، جلد ١، صفحہ ١٨٢)................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
١٣٩١/٣/٢٣ھ

دوسری مسجد کتنے فاصلے پر بنائی جائے:

ایک مسجد کے آس پاس دوسری مسجد بنانے کے لئے کسی رقبے یا آبادی کی تعیین وتحدید شرع شریف میں موجود ہے کہ کتنے فاصلے پر دوسری مسجد بنائی جائے یا کتنی آبادی کے بعد دوسری مسجد بنائی جائے؟ عام طور پر لوگ اگر ایک مسجد سے کچھ فاصلے پر دوسری مسجد بنائی جائے تو اس کو مسجد ضرار کا نام دیدیتے ہیں اور دوسری مسجد بنانے والوں پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے۔

سائل ...... محمود احمد، اقبال نگر

الجواب

قرآن کریم، حدیث پاک، حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین سے اس سلسلہ میں کوئی تحدید ثابت نہیں اس کا مدار ضرورت پر ہے ضرورت کے وقت ایک محلّہ میں دو تین مساجد بھی بن سکتی ہیں، جبکہ محلّہ بڑا ہو پہلے سے تعمیر شدہ مساجد نمازیوں کے لئے ناکافی ہوں اور نیک نیتی اور اخلاص سے بنائی جائیں۔

جب شریعت مطہرہ میں فاصلہ کی کوئی تحدید نہیں تو دوسری مسجد کو مسجد ضرار سے تعبیر کرنا ہرگز جائز نہیں جبکہ نیک نیتی سے بنائی گئی ہو کیونکہ مسجدِ ضرار کفار ومنافقین کی بنا کردہ تھی ان کی بدنیتی نص قطعی سے معلوم ہوگئی تھی، جبکہ مسلمانوں کے بارے میں "ظنوا المؤمنین خیرًا" کا حکم ہے۔..................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۶/۵/۱۰ھ

مغصوبہ زمین میں بنائی گئی مسجد کو گرانا درست ہے:

ایک شخص نے دوسرے کے مکان پر ناجائز قبضہ کرلیا ہے کیس عدالت میں چل رہا ہے

قابض اس مکان سے ایک حصہ مسجد کے نام بیچ کر مسجد بنانا چاہتا ہے۔کیا یہ حصہ مسجد کے حکم میں آ جائیگا اور اس پر نماز جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عارف، ملتان

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ جب تک قابض شخص اس کا مالک نہیں قرار دیا جاتا اس وقت تک اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اس مکان کا کچھ حصہ مسجد کو فروخت کرے اگر وہ اس طرح کرے گا تو وہ حصہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوگا اس کا گرانا جائز ہوگا[1]............... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۹/۲۰ھ

جعل سازی سے مدرسہ کا پلاٹ مسجد کے نام منتقل کرنے سے مدرسہ کا استحقاق ختم نہ ہوگا:

مدرسہ اشاعت العلوم (رجسٹرڈ) چشتیاں جامع مسجد چشتیاں کے قریب واقع ہے تقریباً بیس سال سے بتصدیق بلدیہ، بلدیہ کے پلاٹ پر مدرسہ قائم ہے، اس کی صورت حال یوں ہوگئی ہے کہ جس پلاٹ پر مدرسہ قائم ہے اس کا انتقال غیر آئینی طور پر مسجد کے نام محکمہ اوقاف نے کر دیا ہے اب جب ہمیں پتہ چلا تو اس غیر آئینی انتقال کو ختم کرنے کے سلسلے میں ہم نے تگ ودو شروع کر دی، ادھر محکمہ اوقاف والے مدرسہ کو گرا کر مارکیٹ بنا کر مسجد کی توسیع کرنا چاہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ والے اپنے قبضہ کی بنا پر انتقال مدرسہ کے نام پر کروانا چاہتے ہیں جبکہ صدر مملکت

التخریج: (۱)......لما فی العالمگیریة: وان غصب داراً فجعلها مسجداً لایسع لاحد ان یصلی فیه ولا ان یدخله (الخ) (جلد۵، صفحہ ۳۲۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفااللہ عنہ)

سے حکام بلدیہ کو چٹھی آ چکی ہے کہ سرکاری اراضی پر قابض مدارس کو قبضہ ملکیت دیدیا جائے اور اوقاف والے اپنے غیر آئینی انتقال کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ مدرسہ کو گرا کر مارکیٹ بنا کر مسجد کی توسیع کر دی جائے۔ لہٰذا آپ تحریر فرماویں کہ اس سلسلہ میں حق بجانب کون ہے مدرسہ والے یا مسجد والے؟ واضح رہے کہ انتقال کرواتے وقت پلاٹ کو خالی ظاہر کیا گیا تھا۔

سائل ...... عبدالعزیز، بہاولنگر

الجواب

اگر واقعۃً عرصہ بیس سال سے مذکورہ پلاٹ پر مدرسہ قابض ہے اور آئینِ حکومت بھی یہی ہے کہ اتنے عرصہ سے مقبوضہ جگہیں مدارس کو منتقل کر دی جائیں تو صورت مسئولہ میں مدرسہ ہی اس پلاٹ کا جائز اور آئینی مستحق ہے دروغ بیانی کے ذریعے سے مسجد کے نام منتقل کرا لینے سے مدرسہ کا استحقاق ختم نہیں ہوا۔ لقوله عليه السلام: لاضرر و لاضرار في الاسلام او كما قال عليه السلام

آباد دینی مدرسہ کو گرا کر بازار و مارکیٹ بنانا (جبکہ پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ: ابغض البلاد الى الله اسواقها (مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۲۳۶) کسی طرح بھی دین اسلام کی خدمت نہیں گو یہ مارکیٹ برائے مسجد ہو۔..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۹/۳/۱۸ھ

سرکاری کاغذات میں جگہ اگرچہ کسی کے نام ہو جب اس کی اجازت سے مسجد بن گئی تو وہ مسجد شرعی ہے:

ایک مسجد کے لئے زمین خریدی گئی تو وہ زمین دو آدمیوں کے نام کر دی گئی کہ چلو جب

تک مسجد نہیں بنے گی اس وقت تک یہ زمین انہی دو آدمیوں کے نام پر رہے گی تاکہ کوئی قبضہ نہ کرلے جب مسجد بن گئی تو ایک فریق تو کہتا ہے کہ میں وقف کرنے کے لئے تیار ہوں اور دوسرا شخص (ناصر) کہتا ہے کہ "میں تیار نہیں ہوں کیونکہ لوگ قبضہ کرلیں گے لہٰذا مسجد میرے نام پر رہے" کیا ایسی مسجد میں نماز وغیرہ جائز ہے؟

سائل ...... محمد عنایت اللہ، اوکاڑہ

الجواب

مذکورہ مسجد، مسجد شرعی بن چکی ہے خواہ سرکاری کاغذات میں کسی کے نام پر بھی ہو کیونکہ اگر کوئی شخص ذاتی زمین پر مسجد تعمیر کرے اور لوگوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کی اجازت دیدے تو یہ جگہ مسجد شرعی بن جاتی ہے خواہ وقف کرنے کا زبان سے یا تحریر سے تذکرہ نہ کرے۔

لما فی الشامیة: اذا بنیٰ مسجداً واذن للناس بالصلوٰۃ فیه جماعة فانه یصیر مسجداً (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ۵۴٦)

اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے مسجد کا ثواب ملے گا ہمارے ملک میں ایک مخصوص گروہ نے باقاعدہ منظم طور پر مسجدوں پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے کئی مساجد پر وہ قابض بھی ہو چکے ہیں خدانخواستہ ایسی صورت حال پیش آجانے پر اگر زمین کاغذات میں کسی کے نام پر ہو تو قبضہ ختم کرانا سہل ہوتا ہے اس لئے قانونی طور پر ناصر کی بات شاید درست ہو اس کے بعد اس کے ورثاء سے بھی کوئی خطرہ نہیں، کیونکہ تعمیر شدہ مسجد کا گرانا کوئی آسان کام نہیں۔...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۲/۲٦ھ

ناصر کے ورثاء سے یہ تحریر کرالیا جائے کہ یہ قطعہ ہمارے والد کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ مسجد کے لئے وقف ہے ہمارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔...... والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

کسی تالاب کے نزدیک تعمیر شدہ مسجد کا حکم:

ایک پرانے زمانے کے کنویں کے ساتھ نماز پڑھنے کی جگہ ہے جس کی کوئی چار دیواری نہیں اور نہ ہی مسجد کے نام سے وقف ہے، صرف نشان لگایا ہوا ہے۔ اب جبکہ کنواں ختم ہو چکا ہے اور وہ جگہ ویران پڑی ہے اس جگہ کو اپنے استعمال میں لایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عاشق، پاک گیٹ ملتان

الجواب

جو جگہ کسی کنویں یا تالاب کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے بنائی جائے وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی جگہ کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔[1] ......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۱۲/۲۳ھ

اگر قبلہ کی طرف قبرستان ہو تو وہاں مسجد بنانے کا حکم:

ہم مسجد بنا رہے ہیں اور مغرب کی جانب قبرستان ہے کیا مسجد بنانا درست ہے؟

سائل...... محمد ایوب، احمد پور سیال

الجواب

مذکورہ جگہ پر مسجد بنانا شرعاً درست ہے کیونکہ محراب کی دیوار کی وجہ سے قبروں کو سجدہ کرنا

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: فحل دخوله لجنب وحائض كفناء مسجد ورباط ومدرسة ومساجد حياض واسواق وفي الشامية: قوله "ومساجد حياض" مسجدالحوض مصطبة يجعلونها بجنب الحوض حتى اذا توضأ احد من الحوض صلى فيها (درمختار مع الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۱۹) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

لازم نہیں آئے گا۔[1] ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
جامعہ خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۱/۲۳ھ

عارضی مسجد شرعی مسجد نہیں اسے ختم کرنا شرعاً درست ہے:

ایک سکول کا ایک کمرہ چوکیدار کے لیے تھا تو محلے والوں کے کہنے پر سکول کے ہیڈ ماسٹر نے اس مکان میں نماز پڑھنے کے لئے عارضی طور پر اجازت دی تھی جب تک کہ دوسری مسجد نہیں بن جاتی اب جبکہ ساتھ والے دوسرے سکول میں بڑی مسجد تعمیر ہوگئی ہے تو مذکورہ کوارٹر جس میں تعمیر ہونے تک عارضی طور پر نماز پڑھتے تھے یہ جگہ مسجد کے لئے وقف یا مقرر نہیں کی گئی تھی تو اس جگہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کا سامان اسپیکر الماری اور پنکھے وغیرہ نئی مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں؟

سائل ...... ماسٹر محمد شریف، وہاڑی

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مذکورہ کوارٹر کی حیثیت سکول کی دوسری عمارت کی

التخریج: (۱)......لما فی العالمگیریة: وتکلموا ایضاً فی معنی الکراهة الی القبر قال بعضهم لان فیه تشبهاً بالیهود وقال بعضهم لان فی المقبرة عظام الموتی، وعظام الموتی انجاس وارجاس، وهذا کله اذا لم یکن بین المصلی وبین هذه المواضع حائط او سترة اما اذا کان، لایکره ویصیر الحائط فاصلاً (ہندیہ جلد ۵، صفحہ ۳۱۹،۳۲۰)

وفی البحر الرائق: ویکره ان یکون محراب المسجد نحو المقبرة او المیضاة او الحمام، اس پر محشی لکھتے ہیں: هذا اذا لم یکن حائل کجدار، اما معه فلاکراهة کما ذکره فی شرح منیة المصلی (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۴۲۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

طرح ہے وہ مسجد شرعی نہیں۔[1] چندہ دہندگان اور انتظامیہ کی اجازت سے یہ اشیاء دوسری مسجد میں لگانے کی گنجائش ہے۔.................................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴/۵/۱۴۱۱ھ

افغان مہاجرین کی بناء کردہ مسجد کو گرانے کا حکم:

قبائلی علاقوں میں آج سے پندرہ یا اٹھارہ سال پہلے افغانستان کے مہاجرین نے ایک شخص سے ایک وسیع مکان کرایہ پر لیا اور اس میں اپنی ضروریاتِ دین کے لئے ایک مسجد اور ایک مدرسہ قائم کیا جبکہ مالک مکان نے نہ تو وہ زمین مسجد کیلئے وقف کی اور نہ ہی مدرسہ کے لئے اب جبکہ وہ مہاجرین یہ مکان چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور ہم نے وہ مکان مالکِ مکان سے خرید لیا ہے جب ہم نے مالک مکان سے کہا کہ اس میں تو مسجد اور مدرسہ ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ فتویٰ حاصل کر لیں میں اس کو گرادوں گا کیونکہ میں نے نہ تو مسجد کے لئے یہ زمین وقف کی تھی اور نہ ہی مدرسہ کے لئے بلکہ وہ تو انہوں نے عارضی طور پر بنائی تھی۔ اب آیا وہ مسجد اور مدرسہ شہید کر دیا جائے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

سائل ...... گل شیرین، وزیرستان

الجواب

بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں جب مالک اراضی نے اس کو وقف نہیں کیا بلکہ کرایہ داروں نے عارضی طور پر اپنے لئے اس میں مسجد و مدرسہ بنا لیا تھا، لہٰذا اس مسجد و مدرسہ کو

التخریج: (۱)...... مندوب لکل مسلم ان یعد فی بیتہ مکانا یصلی فیہ، الا ان ھذا المکان لا یاخذ حکم المسجد علی الاطلاق لانہ باق علی حکم ملکہ، (عالمگیریہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

وقف کے احکام حاصل نہیں ہیں۔[1] اب جبکہ خریدار نے اس اراضی کو مکانات بنانے کے لئے خرید لیا ہے اس لئے اس مسجد اور مدرسہ کو ختم کرنا شرعاً درست ہے اور اس جگہ پر ذاتی رہائش کیلئے مکان تعمیر کرنا جائز ہے............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

١٤٢٣/٤/٣ھ

سرکاری زمین میں تعمیر شدہ مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے:

کوئی سرکاری رقبہ گورنمنٹ کی جانب سے برائے رفاہ عامہ وقف شدہ ہو اور اس پر سن ١٩٣٥ء سے انسان اور حیوانات کے لئے پانی پینے کا کنواں تعمیر شدہ ہو اور عوام الناس کے آرام کرنے کے لئے مخصوص جگہ ہو ان سب چیزوں کو زبردستی گرا کر اور مسمار کر کے بلا ادائے رقم اس جگہ میں مسجد تعمیر کر دی جائے حالانکہ یہ جگہ مسجد کے لئے منظور نہیں ہے۔ تو کیا اس تعمیر شدہ مسجد میں نماز درست ہے؟ سائل ...... ارشد کلاتھ ہاؤس، ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب

نماز اس مسجد میں جائز ہے سرکاری کاغذات کی تکمیل کرا لی جائے۔[2] فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

١٤١٤/٧/٢٤ھ

التخریج: (١)......لما فی العالمگیریة: واما شرائط (ای شرائط صحة الوقف) فمنها العقل...... ومنها الملک وقت الوقف (جلد ٢، صفحہ ٣٥٣،٣٥٢) ولما فی الشامیة: قوله: "وشرطه شرط سائر التبرعات" افاد: ان الواقف لا بد ان یکون مالکا له وقت الوقف ملکا باتا (جلد ٦، صفحہ ٥٢٢)

(٢)......لان الطریق للمسلمین والمسجد لهم ایضا (البحر الرائق، جلد ٥، صفحہ ٤٢٨)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

سرکاری زمین پر مسجد کے غسل خانے تعمیر کرنے کا حکم:

آج سے تقریباً ۲۵ سال قبل مسجد سے ملحقہ کچھ سرکاری زمین سفید ٹکڑا تقریباً ۹۰۰ مربع فٹ پڑی ہوئی تھی زید نے اس کو بلا اجازت سرکار مسجد کے فوائد کے لئے استعمال کیا یعنی غسل خانے، کنواں، دوکانات اور حجرہ تعمیر کرائے کچھ حصہ خالی چھوڑ دیا گیا جس وقت مسجد کے فوائد کے لئے زمین مذکورہ پر قبضہ کیا گیا تھا اس وقت یہ علاقہ ایک ریاست تھی اور حکومت ایک والئی ریاست کی تھی اب والئی ریاست کا اقتدار ختم ہو چکا اور ون یونٹ بن چکا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسی زمین پر مسجد کے فوائد کے لئے قبضہ کرنا جائز ہے؟ اگر قبضہ کرنا ناجائز ہے تو زید کے ذمہ جو حق العباد باقی ہے اس کی ادائیگی کی شرعاً کیا صورت ہے؟ اور اس جگہ جو لوگ نماز پڑھتے رہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سائل...... حاجی احمد بخش، احمد پور شرقیہ

الجواب

شارع عام حکومت یا بادشاہ وقت کی ذاتی مملوک نہیں ہوتی بلکہ عام اہل اسلام کے لئے ہوتی ہے، اس لئے اگر مسلمان شارع عام میں سے کچھ حصہ مسجد کی توسیع کے لئے شامل کریں تو راستہ تنگ نہ ہونے کی صورت میں اس کی شرعاً اجازت ہے۔

لما فی الخانیة: طریق للعامة ھی واسع فبنی اھل المحلة مسجداً للعامة ولا یضر ذالک بالطریق قالوا لا بأس به وھکذا روی عن ابی حنیفة لان الطریق للمسلمین والمسجد لھم ایضاً (خانیہ علی ہامش الہندیہ، جلد ۳، صفحہ ۲۹۲)

پس صورت مسئولہ میں اگر قطعہ مذکورہ بھی اسی نوعیت کا تھا تو ضروریات مسجد اور عامۃ المسلمین کے لئے غسل خانے وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں حضرت تھانویؒ ایسے ایک استفتاء کے

جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان روایات سے ثابت ہوا کہ طریق عام بادشاہِ وقت کا مملوک نہیں بلکہ حقِ عامہ ہے اور اگر مسجد میں حاجت ہو اور راہگیروں کو تنگی نہ ہو تو اہل محلہ کے اکثر یا افضل لوگوں کی رائے سے طریق کو مسجد میں ملا لینا جائز ہے۔'' (امداد الفتاویٰ، جلد۲، صفحہ۶۸۹)

البتہ اگر اس قطعہ اراضی کی نوعیت اس سے مختلف ہو یعنی والی ریاست کی ذاتی ملکیت ہو تو ایسی صورت میں یہ غصب ہوگا اور والئی ریاست سے معاف کرانے کی صورت میں برأت ذمہ ہو جائیگی۔ ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ | نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان | ۱/۷/۱۳۸۳ھ

مسجد کو فراخ کرنے کے لئے شارع عام کو تنگ کرنا:

ایک مسجد تعمیرِ جدید کے لئے منہدم کی گئی تعمیر جدید میں بقدر ایک فٹ زمین شارع عام پر اور پانی کی نالی پر دیوارِ مسجد و دو کانات ملحقہ مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی اہل محلہ نے گلی کے تنگ ہو جانے کا کمیٹی کو اعتراض کیا اور بعدالتِ سول جج صاحب حکم امتناعی بابت تعمیر حاصل کر لیا۔ جواب طلب امور یہ ہیں!

(۱)......کیا گلی وسیع کرنے کے لئے مسجد کی دیوار منہدم کی جائے گی؟

(۲)......کیا مغصوبہ زمین پر مسجد کی تعمیر جائز ہے؟

(۳)......کیا اس مسجد میں اور مغصوبہ زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۴)......مسجد کو فراخ کرنے کے لئے شارع عام کو تنگ کرنا جائز ہے؟

الجواب

شارع عام عوام الناس کا حق ہے اگر مسجد میں ضرورت ہو اور گزرنے والوں کو تکلیف اور تنگی کا موجب نہ ہو تو محلہ کے بااثر لوگوں کی رائے لے کر راستہ کا کچھ حصہ مسجد میں ملا لینا جائز ہے۔[1] کمیٹی کی اجازت کی ضرورت بمصلحت ہے یہ تو نفس مسئلہ ہے، رہا یہ کہ صورت مسئولہ میں جو کچھ کیا گیا ہے یہ درست ہے یا نہیں، اب دیوار گرائی جائے یا نہ، یہ زمین مغصوبہ ہے یا نہیں ان سوالوں کا جواب مکمل تفصیل معلوم ہونے کے بعد دیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۸/۸/۶ھ

کس مسجد کیلئے جبراً زمین لینا درست ہے؟

قصبہ مخدوم عالی میں لوگ ایک مسجد کی توسیع کر رہے ہیں کیونکہ رمضان شریف میں جمعہ کے دن لوگ سما نہیں سکتے قریب ہی لوگوں کے مکان ہیں وہ نہیں دیتے، باوجود اس کے کہ ان کو معاوضہ بھی دیا جارہا ہے۔ کیا از روئے شریعت ان لوگوں سے جبراً زمین لے سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... حافظ شبیر احمد، ملتان

التخریج: (۱)...... لما فی العالمگیریۃ: ذکر فی المنتقیٰ عن محمدٍ فی الطریق الواسع بنی فیہ اھل المحلۃ مسجداً و ذالک لایضر بالطریق فمنعھم رجل فلاباس ان یبنوا کذا فی الحاوی، (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۴۵۶)

وفیہ ایضاً: قوم بنوا مسجداً واحتاجوا الی مکان لیتسع المسجد واخذوا من الطریق وادخلوہ فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لایجوز وان کان لایضرّبھم رجوت ان لایکون بہ باس (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۴۵۶)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

اگر صرف رمضان المبارک کے جمعہ میں لوگوں کو تنگی ہوتی ہو تو اس کے رفع کرنے کا کوئی دوسرا انتظام کرنا چاہیے پڑوسیوں کے مکانات جبراً لے کر مسجد میں شامل کرنا درست نہیں ہوگا، البتہ انہیں رضامند کر لیا جائے تو جواب ظاہر ہے، مسجد کے لئے "جبراً" اراضی حاصل کرنے کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ شہر میں دوسری مسجد نہ ہو۔ **قال فی نور العین: ولعل الاخذ کرھا لیس فی کل مسجد ضاق، بل الظاهر ان یختص بما لم یکن فی البلد مسجد آخر اذ لو کان فیه مسجد آخر یمکن دفع الضرورة بالذهاب الیه نعم فیه حرج لکن الاخذ کرها اشد حرجاً منه** (شامیہ، جلد۶، صفحہ ۵۸۱)

"**نعم فیه حرج**" سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ یہ جزئیہ اس مسجد کے بارے میں ہے جس کے اندر پانچ وقت نماز کے لئے تنگی ہوتی ہے کیونکہ جمعہ اور عیدین کے لئے جامع مسجد یا عیدگاہ میں جانا باعث حرج نہیں۔ مطلوب مامور شرعی ہیں۔............فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۷/۱/۱۸ھ

مسجد کی دو کانوں میں کچھ سرکاری جگہ شامل کرنے کا حکم:

کوٹ ادو شہر میں ایک مسجد "مسجد قاسمیہ" عرصہ ۵۰ سال سے آباد چلی آرہی ہے آج کل نقشہ جدید کے مطابق مسجد زیر تعمیر ہے متولی مسجد اور انتظامیہ نے محراب کی جانب (مسجد کے مغربی جانب) دیوار کے ساتھ سرکاری زمین پر چند فٹ تجاوز کر کے دو کانیں تعمیر کر دی ہیں جبکہ مسجد جدید نقشہ پر بھی سابقہ جگہ پر ہی تعمیر کی گئی ہے اور مسجد کی جگہ دو کانوں میں شامل نہیں ہوئی، دو کانیں

صرف اس غرض سے تعمیر کی گئی ہیں کہ ان کی آمدنی سے مسجد کا انتظام چلایا جا سکے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا شرعاً واخلاقاً درست ہے؟ کیا اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے؟ کیا اس غیر شرعی حرکت پر مسجد کی انتظامیہ اور متولی عنداللہ مسئول اور گنہگار ہوں گے؟

سائل ...... اظہر ضیاء شوز، مین بازار کوٹ ادو

الجواب

مذکورہ مسجد میں نماز پڑھنا شرعاً درست ہے کیونکہ مسجد اپنی پہلی جگہ پر ہے مسجد کی جگہ مغصوبہ نہیں ہے حضرات فقہاء کی کلام سے دوکانوں کے لئے تجاوز کا حکم صراحتاً نہیں ملا، البتہ مسجد میں راستے کا کچھ حصہ شامل کرنے کا حکم لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مسجد میں تنگی ہو اور اس تجاوز کی وجہ سے راستہ تنگ نہ ہو ان دو شرطوں کے ساتھ اس کی گنجائش ہے۔

قوم بنوا مسجداً واحتاجوا الی مکان لیتسع المسجد واخذوا من الطریق وادخلوه فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لا یجوز وان کان لایضر بهم رجوت ان لایکون به باس (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۶)

بہرحال مذکورہ تجاوز مناسب نہیں۔.............................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۱۲/۶ھ

ہندوؤں کی زمین میں بلا اجازتِ حکومت مسجد کی تعمیر درست نہیں:

ہندوؤں کی زمین میں مسجد بنانا بلا اجازتِ حکومتِ پاکستان اور بلا اجازتِ مالکان کیسا ہے؟

سائل .... صوفی اللہ دتہ موچی

الجواب

ہندوؤں کی زمین میں بغیر اجازت تحریری حکومت پاکستان یا بغیر اجازت مالکان مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم مدرسہ ھٰذا

الجواب صحیح
بندہ عبدالرحمٰن غفر اللہ لہ
مدرس مدرسہ خیر المدارس، ملتان

بندہ عبداللہ غفر اللہ لہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۷ رجب/ ۱۳۶۸ھ

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسمار کر کے مسجد بنانے کا حکم:

ایک غیر مسلم کی عبادت گاہ کو مسمار کر کے مسجد بنانا چاہتے ہیں اگر اس کو مسمار کر کے مسجد تعمیر کی جائے گی تو شرعاً وہ مسجد بن جائے گی؟

سائل ..... عبدالحمید، گوجرانوالہ

الجواب

اگر حکومت نے ایسے مقامات کے باقی رکھنے کا معاہدہ نہ کر رکھا ہو تو صورت مسئولہ میں اس جگہ شرعی مسجد بن جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وفد کو فرمایا تھا کہ ''اذا اتیتم ارضکم فاکسروا بیعتکم وانضحوا مکانها بهٰذا الماء واتخذوها مسجدا'' (مشکوٰۃ شریف، جلد ۱، صفحہ ۶۹) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۲/۲/۲۶ھ

چونکہ ہر دو حکومتوں کا معاہدہ عبادت گاہوں، مسجدوں اور مندروں کی حفاظت کا ہو چکا ہے، لہٰذا ان کو مسمار کر کے مسجد بنانے کی اجازت ''بنا بر معاہدہ'' نہیں دی جا سکتی۔ والجواب صحیح

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۲/۲/۲۶ھ

غیر مسلم کی متروکہ زمین پر مسجد و مدرسہ تعمیر کرنا:

سائل کے گاؤں میں ایک قطعہ اراضی متروکہ غیر مسلم کا ہے جس پر عرصہ ۱۵/۱۶ اسال سے شہر کے بااثر اور اعلیٰ خاندان کے ایک فرد کا قبضہ چلا آرہا ہے، پرانے وقت میں ہندو لوگ انہی کے خاندان کی رعایا تھے۔ قابض کا دعویٰ ہے کہ یہ رقبہ اس کی اپنی ملکیت ہے کیونکہ اس کے آباء واجداد نے ہندو رعایا کو دیا تھا اس لئے قابض نے وہ رقبہ سائل کو بیع قطعی کر کے زر بیع نقد وصول پالیا ہے اور قبضہ حوالے کر دیا ہے۔ اب سائل اپنے محلہ میں ایک مسجد اور ایک اسلامی مدرسہ تعمیر کرنا چاہتا ہے کیا ایسی اراضی میں مسجد یا اسلامی مدرسہ تعمیر کرنا شرعاً جائز ہے؟

سائل ...... ماسٹر محمد نواز، خوشاب

الجواب

اگر یہ زمین فی الواقع بائع کی ملکیت تھی تو یہ بیع صحیح ہوگئی مشتری اس میں مسجد وغیرہ جو چاہے تعمیر کر سکتا ہے اور اگر یہ زمین کسی ہندو کی مملوکہ تھی موجودہ قابض نے ہی اس کو ہبہ کی ہوئی تھی تو اس جگہ مسجد وغیرہ بنانے کے لئے حکومت سے اجازت بھی حاصل کر لینا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۸/۸/۷ھ

وقف قبرستان میں مسجد بنانا جبکہ قبروں کیلئے جگہ کی تنگی بھی ہو:

ہمارے ہاں ایک قبرستان ہے اس کی صورتحال یہ ہے کہ جگہ بہت تنگ ہے قبروں کے لئے مزید جگہ کی ضرورت ہے اس قبرستان کے درمیان تھوڑی سی جگہ باقی ہے جبکہ اردگرد قبریں ہیں۔ آیا اس جگہ پر مسجد بنانا درست ہے کہ نہیں جبکہ قبرستان کے باہر دو مسجدیں موجود ہیں اور

بنانے کا پس منظر یہ ہے کہ بنانے والے کو کسی پیر کی زیارت ہوئی ہے کہ یہاں پر مسجد بنائیں۔ اب اہل علاقہ کا آپس میں جھگڑا ہو گیا ہے کہ مسجد بنائی جائے یا نہ بنائی جائے تو معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ اگر علماء یہ فرمادیں کہ مسجد بنانا درست نہیں تو ہم مسجد نہیں بنائیں گے۔

سائل ...... حافظ نذیر احمد، لودھراں

الجواب

اگر یہ جگہ قبرستان کے لئے وقف ہے اور قبروں کے لئے ضرورت بھی ہے تو اس جگہ مسجد بنانا درست نہیں خصوصاً جبکہ ضرورت بھی نہیں ہے قریب آس پاس مساجد موجود ہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ | نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان | ۱۴۲۸/۱/۷ھ

مجبوری کے وقت قبرستان کی زمین مسجد میں شامل کرنا باذن قاضی درست ہے:

ایک مسجد جس کے مغرب اور جنوبی طرف متصل قبرستان کی جگہ ہے البتہ قبریں صرف مغربی طرف ہیں اور وہ بھی مسجد سے تقریباً ۸۰ یا ۱۰۰ فٹ دور ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب اس مسجد کو توسیع کی اشد ضرورت ہے۔ تو آیا قبرستان کی جگہ میں مسجد کی توسیع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز مسجد کے مشرق اور شمال کی جانب شارع عام ہے اس طرف سے ایک فٹ کی بھی گنجائش نہیں ہے فقط توسیع قبرستان کی طرف ہی ہو سکتی ہے۔

سائل ...... سیف الرحمٰن طارق

التخریج: (۱)......انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں تنگیٔ مسجد کے وقت وقف کی زمین قاضی کی اجازت سے مسجد میں شامل کرنا درست ہے۔ لما فی الشامیة: فی الفتح: ولو ضاق المسجد وبجنبه ارض وقف علیه .... جاز ان یؤخذ ویدخل فیه زاد فی البحر عن الخانیة بامر القاضی۔ (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۱)[1] ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۹/۲/۱۵ھ

مسجد یا مدرسہ کی وقف زمین میں متولی وغیرہ کی قبر بنانا کیسا ہے؟

سندھ اور پنجاب کے دیہاتوں میں بہت سے لوگ مسجدوں میں قبریں بنا دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اس طرح وہ شخص یقیناً جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ برائے مہربانی بتائیں کہ اسلام میں اس فعل کی کیا حیثیت ہے؟

سائل ...... محمد عاصم تونسہ شریف

الجواب

مسجد کی وقف زمین میں قبر بنانا شرعاً جائز نہیں۔ کیونکہ واقف کی شرائط کو ملحوظ رکھنا شرعاً واجب ہے۔ حضرات فقہاء فرماتے ہیں: شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم

التخریج: (۱)......وفی الشامیة: وتقییده بقوله "وقف علیه" ای: علی المسجد یفید انها لو کانت وقفاً علی غیره لم یجز لکن جواز اخذ المملوکة کرهاً یفید الجواز بالاولی لان المسجد لله تعالیٰ والوقف کذالک ولذا ترک المصنف فی شرحه هذا القید وکذا فی جامع الفصولین (جلد ۶، صفحہ ۵۸۱)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

والدلالة ووجوب العمل به (الخ) (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۶۶۴)

واقف نے مسجد یا مدرسہ کے لئے وقف کی ہے، لہٰذا ز مین اسی مصرف پر لگنی چاہیے اسے قبر کے لئے استعمال کرنا واقف کی غرض کے خلاف ہے..................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۰۰۶/۸/۲۸

واقف، متولی یا امام صاحب کی قبر مسجد میں بنانا جائز نہیں:

میری والدہ نے ایک قطعہ دو کنال کا رقبہ مسجد کو وقف کر دیا ہے اب اس پلاٹ کو قبرستان یا دوسرے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... چوہدری نذیر، ساہیوال

الجواب

یہ پلاٹ صرف مسجد کے مصارف کے لئے استعمال کرنا ضروری ہے اس میں کسی کو دفنانا درست نہیں، خواہ وقف کرنے والی عورت کی میت ہو یا کسی قریبی رشتہ دار کی ہو یا خود امام صاحب کی میت ہی کیوں نہ ہو۔(۱) ....فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۶/۲۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

التخریج: (۱)......الهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۶۸۳)

وفي العالمگيرية: ولا يجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار بستانا ولا الخان حماما (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۹۰)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

قبروں کے اوپر چھت ڈال کر مسجد کی توسیع جائز ہے:

(۱)...... مسجد کے گرد قبریں ہیں جو مسجد کی توسیع میں مانع ہیں آیا قبروں پر چھت ڈال کر مسجد وسیع کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲)...... مسجد کا نچلا حصہ مدرسہ میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... مسعود احمد

الجواب

(۱)...... ایسا کرنا جائز ہے۔ عینی شرح بخاری میں ہے: قال ابن القاسم: لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم ار بذلك باساً، وذلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعناهما على هذا واحد (عمدۃ القاری، جلد ۴، صفحہ ۲۶۵، ط: رشیدیہ کوئٹہ)

(۲)...... مسجد کے نچلے حصے کو مدرسہ بنانا درست نہیں اس میں مسجد کے آداب کی رعایت نہیں ہوتی خصوصاً چھوٹے بچوں کا مسجد میں جانا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: ويحرم ادخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم والا فيكره (جلد ۲، صفحہ ۵۱۸)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۴/۲۱ھ

سوال مثل بالا:

ایک مسجد کی شمالی دیوار کے ساتھ قبریں ہیں چونکہ مسجد مذکور بہت تنگ ہے اس لئے

متولیان مسجد کا خیال ہے کہ اگر قبروں کے ورثاء کی اجازت سے ان قبروں پر ایک گز اونچی پختہ دیوار بنا کر اس کو چھت بنا دیا جائے اور چھت نہایت مضبوط ہو پھر اس پر مسجد کا ایک کمرہ بنا کر مسجد کو بڑھا دیا جائے تو کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟

سائل ...... گل محمد، مظفر گڑھ

الجواب

جائز ہے۔[1] بشرطیکہ قبروں کو پورے طریق سے بند کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۷۸/٦/۱۳ھ

مسجد کے صحن میں موجود قبر کو مسمار کر کے مسجد کی توسیع کرنا:

"بلال مسجد" بستی مانگا نزد لنگر سرائے جھنگ روڈ مظفر گڑھ میں واقع ہے مسجد کے صحن میں نامعلوم فرد کی قبر ہے جو کافی پرانی ہے جعلی پیر اس قبر پر دربار بنانا چاہتا ہے، اور ہم مسجد کی توسیع کرنا چاہتے ہیں کیا قبر کو مسمار کر سکتے ہیں؟ قرآن سنت کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

سائل ...... قاری محمد ریاض، بستی مانگا

الجواب

اگر قبر اتنی پرانی ہے کہ اس میں میت بالکل مٹی بن چکی ہے تو مسجد کی توسیع کرتے ہوئے

التخریج: (۱)...... لو ضاق المسجد وبجنبه ارض وقف عليه ...... جاز ان يؤخذ ويدخل فيه وتقييده بقوله "وقف عليه" اى على المسجد يفيد انها لو كانت وقفاً على غيره لم يجز لكن جواز اخذ المملوكة كرها يفيد الجواز بالاولى لان المسجد لله تعالىٰ والوقف كذالك ولذا ترك المصنف فى شرحه هذا القيد وكذا فى جامع الفصولين (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ۵۸۱)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اس قبر کو مسمار کر سکتے ہیں اس قبر کا نشان باقی رکھنا کوئی ضروری نہیں۔ درمختار میں ہے: جاز زرعه والبناء عليه اذ ابلی وصار ترابا (درمختار، جلد ۳، صفحہ ۱۷۱)........... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۱۰/۱۵ھ

سوال مثل بالا

ایک ولی کامل کی میت کو پندرہ برس ہو گئے ہیں بجائے قبرستان کے مسجد کے صحن میں دفن کیا گیا اب بستی والے ان کی آل واولاد کو تنگ کرتے ہیں جبکہ آل واولاد تقریباً دو میل دور رہتی ہے کیا اب وہ بستی والوں سے تنگ آ کر اپنے والد یا دادا جی جن کو فوت ہوئے پندرہ برس گذر چکے ہیں ان کی ہڈیاں وغیرہ نکال کر عام قبرستان میں دفن کر دیں؟

نیز اس اللہ کے ولی نے دو مسجدیں بنائی تھیں دوسری مسجد میں ان کی اولاد مقیم ہے تو کیا اجازت ہو سکتی ہے کہ دوبارہ وہاں لے جا کر دفن کر دیں اور کچی قبر کی شکل دیدیں۔ ورنہ کوئی بڑا نقصان ہونے کا خدشہ ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا حل بتلا کر ممنون فرمائیں۔

سائل...... محمد احمد نعیم، بہاولنگر

الجواب

اگر یہ قبریں مسجد کی وقف زمین میں ہوں اور متولیان کو تعمیر وغیرہ کی ضرورت ہو تو ان کو برابر کر کے ان پر تعمیر کر سکتے ہیں۔ ويخير المالك بين اخراجه ومساواته بالارض كما جاز زرعه والبناء عليه اذا بلیٰ وصار ترابا (الدر المختار، جلد ۳، صفحہ ۱۷۱، ط: رشیدیہ جدید)

اس قبر کو کھولا نہ جائے قبر کا نشان ختم کر کے تعمیر کی اجازت ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | بندہ محمد انور عفی عنہ
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ | مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان | ۱۴۲۰/۵/۲۸ھ

نیچے مارکیٹ اور اوپر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

مسجد کے نیچے مکمل مارکیٹ بنادی جائے تاکہ مسجد کے لئے مستقل آمدنی ہو اور اوپر چھت پر مسجد بنادی جائے کیا اس طرح مسجد بنائی جاسکتی ہے جبکہ تمام زمین مسجد کے لئے خریدی گئی ہو یا واقف نے تمام زمین مسجد کے لئے وقف کی ہو؟

سائل ...... ابو تراب، سندھ

الجواب

جائز تو ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ درمیان میں اگر ہوسکے تو کچھ جگہ خالی چھوڑ دی جائے جس پر کلیۃً مسجد ہو اور اردگرد مارکیٹ بن جائے اور اوپر مسجد بنادی جائے۔(۱) ...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | الجواب صحیح | بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ | محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ | نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان | صدر مفتی خیر المدارس، ملتان | ۱۳۷۸/۶/۱۳ھ

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: واذا جعل تحته سرادبا لمصالحه ای المسجد جاز کمسجد القدس ولو جعل لغیرها...... لا یکون مسجدا (جلد۶، صفحہ ۵۴۸)

وفی الشامیة: واذا کان السرادب او العلو لمصالح المسجد او کانا وقفا علیه صار مسجدا ...... قال فی البحر حاصله: ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجدا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ "وانّ المساجد للّٰه" بخلاف ما اذاکان السرادب و العلو موقوفا لمصالح المسجد، فهو کسرادب بیت المقدس (شامیہ، جلد۶، صفحہ ۵۴۹) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد بنانے کا حکم:

بھائی شیر محمد صاحب نے ایک پلاٹ خریدا اور اسے مدرسہ اور مسجد کے نام وقف کر دیا اور وقف کرتے وقت نیت کی کہ بیسمنٹ اور گراؤنڈ فلور پر مدرسہ بناؤں گا اور فرسٹ فلور پر مسجد بناؤں گا، وقف نامہ تحریر کر دیا اور اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ "میں یعنی شیر محمد تاحیات مسجد و مدرسہ کا متولی رہوں گا اور آئندہ میری وصیت کے مطابق متولی مقرر ہوگا" اب بھائی شیر محمد صاحب مسجد کا انتظام اپنے پاس رکھ کر مدرسہ کا انتظام کسی عالم دین کے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور عالم دین کو مدرسہ کا متولی بنانا چاہتے ہیں۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں!

(۱)...... کیا شرعاً بیسمنٹ اور گراؤنڈ فلور پر مدرسہ بنانا جائز ہے؟

(۲)...... کیا شیر محمد صاحب مدرسہ کا متولی مقرر کرنے کا اختیار رکھتے ہیں؟

(۳)...... مسجد کے متولی خود رہیں اور مدرسہ کا انتظام کسی اور کے حوالے کر دیں کیا یہ جائز ہے؟

(۴)...... مدرسہ تقویٰ (مذکور) کو دوسرے مدرسہ حقانیہ کی شاخ بنا دینا کیسا ہے؟

سائل ...... عبدالشکور حقانی

الجواب

صورت مسئولہ میں نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد بنانے کی گنجائش ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق مذکورہ مسجد مسجد شرعی بھی ہوگی۔ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: وان بنی علی السطح مسجداً وسکن اسفله فهو میراث عندهما وقال ابویوسفؒ یکون مسجداً (جلد۲، صفحہ۲۵)

جب مسجد کے نیچے ذاتی مکان باقی رہ سکتا ہے تو دینی مصالح کے لئے مدرسہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ نیز مساجد میں مدارس قائم کرنے کا عرف بھی ہے اور ابتداءً مسجد کے مصالح کے لئے مسجد کے نیچے تہہ خانہ یا دوکانیں بنانے کی شرعاً اجازت ہے۔

چنانچہ ہندیہ میں ہے: ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد

بیت المقدس کذا فی الھدایہ، (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۵)

الحاصل: حضرت امام ابو یوسفؒ کی تحقیق کے پیش نظر علو وسفل میں دو الگ الگ جہتیں ممکن ہیں لہٰذا ان دونوں (مسجد اور مدرسہ) میں تولیت تقسیم کرنے کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ مدرسہ کا نیا متولی تحریر کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور کسی دوسرے ادارے سے الحاق کی بھی گنجائش ہے۔ ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۵/ ۷/ ۱۴۲۳ھ

تعمیر جدید میں مسجد کے نیچے دوکانیں وغیرہ بنانا شرعاً ممنوع ہے:

ہماری مسجد ''الفاروق'' عنایت محلہ میں عرصہ پچاس سال سے بنی ہوئی تھی ہائی وے والوں نے سڑک کی دو طرفہ اونچائی کی جس سے مسجد نیچے ہوگئی اور بارش وغیرہ کا پانی مسجد کو گندا کر دیتا ہے اس مسجد کو ہم اونچا کرنا چاہتے ہیں۔ اب اگر ہم مسجد کو یوں اونچا کریں کہ نیچے دوکانیں بنا دیں جس سے مسجد کی آمدنی بھی ہوگی اور مسجد بھی اونچی ہو جائے گی تو کیا دوکان کی چھت پر نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

سائل ...... صوفی احمد دین

الجواب

اگر مسجد بنانے سے پہلے نیچے دوکانیں وغیرہ بنا کر اوپر مسجد بنائی جائے تو اس کی گنجائش ہے لیکن ایک مرتبہ مکمل مسجد بنا کر پھر اس کو منہدم کر کے نیچے دوکانیں، تہہ خانہ، گودام وغیرہ بنانا اس کی شرعاً گنجائش نہیں۔ لو بنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۴۹) وقال الشامیؒ تحت قولہ: ''اما

لو تمت المسجدية" وعبارة التاتر خانية وان كان حين بناه خلى بينه وبين الناس ثم جاء بعد ذالک يبنى لايترک (جلد ۶، صفحہ ۵۴۹، ط: رشیدیہ جدید)......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۵/۵/۱۹ھ

مسجد کے نیچے بنی ہوئی دوکانیں بھی مسجد پر وقف کردی جائیں تو وہ مسجد شرعی بن جائے گی:

ایک شخص کی دوکانیں ملکیت ہیں اور دوسری منزل پر مسجد بنائی ہے، اب اگر یہ شخص دوکانیں وقف بشرط کردے یعنی اس طرح کہ مسجد کا انتظام میرے ہاتھ میں رہے گا، تازندگی میں خود متولی رہوں گا اور دوکانوں سے کرایہ میں خود وصول کروں گا وغیرہ۔ کیا اس طرح وقف باشرط جائز ہے؟ اور یہ مسجد وقف ہوگی یا نہیں؟ اور نماز پڑھنے والوں کو مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

سائل ...... حاجی نصیر الدین

الجواب

جب دوکانیں بھی مسجد پر وقف کردی جائیں گی تو اب سابقہ مسجد شرعاً مسجد بن جائیگی کیونکہ علو وسفل سب مسجد کے لئے ہوگیا اس کے کسی جزو میں کسی انسان کی ملکیت نہیں رہی [1]۔ اور اس طرح اپنے لئے تولیت اور آمدنی کی شرط کر لینا بھی جائز ہے۔ وجاز جعل غلة الوقف اوالولاية

التخریج: (۱)......لما في الشامية: واذا كان السرادب او العلو لمصالح المسجد او كانا وقفا عليه صار مسجداً (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۴۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

لنفسه عند الثانی و علیه الفتوی (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۸۸)۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۴/۲/۷ھ

تعمیر جدید میں سابقہ مسجد کی جگہ میں وضوء خانہ یا بیت الخلاء بنانے کا حکم:

ہم نے چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اب نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اس لئے کچھ اور زمین مسجد کے لئے خرید لی ہے تو پرانی مسجد کو وضوء خانہ یا طہارت خانہ بنا سکتے ہیں؟

سائل ...... سعید احمد، ملتان

الجواب

جو جگہ ایک مرتبہ مسجد شرعی بن جائے وہ تا قیامت مسجد ہی ہے، اسے مسجد سے خارج کرنا شرعاً جائز نہیں۔لہٰذا مسجد کی جگہ کو نماز کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں نہیں لا سکتے[1]۔ بیت الخلاء یا وضوء خانہ کے لئے استعمال کرنے سے تلویث مسجد لازم آئیگی...........فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۴/۷ھ

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتی (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۵۰)

وفیه ایضاً: وکره تحریماً الوطئ فوقه والبول والتغوط لانه مسجداً الی عنان السماء وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۱۶، احکام المساجد) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد کے سابقہ صحن میں بیت الخلاء بنانا اگرچہ جگہ کی تنگی ہو جائز نہیں:

ہمارے گاؤں کی مسجد کو گرا کر اسے وسیع کیا گیا ہے ایک طرف جگہ بچ گئی تھی جو کہ پہلے والی مسجد کا صحن تھی جہاں نماز پڑھی جاتی تھی اب اس صحن میں لیٹرینیں بنائی جارہی ہیں ایک آدمی کہتا ہے کہ اس جگہ پر بیت الخلاء بنانا درست نہیں اور دوسرا آدمی کہتا ہے کہ جگہ کی کمی کی وجہ سے مجبوراً بیت الخلاء بنانا درست ہے جس طرح روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہے اب جو اس آدمی نے روضۂ رسول کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے جبکہ پنچایت کے روبرو اس نے مذکورہ الفاظ کا انکار کیا لیکن دوسرے دن پنچایت کے روبرو اقرار کر لیا اور معذرت کی اور مسجد میں معافی مانگی۔

سائل ...... حافظ نور احمد

الجواب

جو جگہ ایک مرتبہ مسجد شرعی بن جائے وہ تا قیامت مسجد ہی رہتی ہے اسے مسجد سے خارج کرنا ہرگز جائز نہیں وہاں بیت الخلاء بنانا گویا مسجد میں لوگوں کو پیشاب پاخانہ کی اجازت دینا ہے کیونکہ وہ جگہ مسجد ہے مسجد کے کوڑا کرکٹ کا بھی احترام ضروری ہے عام گندگی کی جگہ پر اس کا ڈالنا جائز نہیں۔ چنانچہ ہندیہ میں ہے: **لاترمیٰ براية المستعمل لاحترامه كحشيش المسجد و كناسته لايلقي في موضع يخل بالتعظيم** (عالمگیریہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۴)

جس شخص کے بدن پر نجاست ہو وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ **لايدخل الذی علی بدنه نجاسة المسجد** (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

ناپاک پانی سے بنائے ہوئے گارے سے مسجد کی لپائی جائز نہیں۔ **ويكره ان يطين المسجد بطين قد بل بماء نجس** (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۱۹)

الحاصل: کسی بھی غرض کے لئے مسجد سے کسی حصہ کو خارج کرنا جائز نہیں قرآن و حدیث میں کہیں بھی اس کی اجازت نہیں ہے باقی مذکورہ صورت کے جواز میں روضۂ اقدس (علی صاحبہا الف الف

التحیۃ والسلام) کو پیش کرنا جہالت اور حماقت کا مظاہرہ ہے۔.................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۲/۲۵ھ

تعمیر جدید میں نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد تعمیر کرنا:

(۱)......ایک قدیم مسجد کو شہید کر کے برابر سے ایک اور جگہ خریدی تا کہ مسجد بڑی بن جائے اب منتظمین کا ارادہ ہوا کہ اس مسجد کے نیچے زمین کی کھدائی کر کے نیچے زمین دوز مدرسہ بنایا جائے اور اس کے اوپر چھت ڈال کر مسجد بنا دی جائے اور مدرسہ بھی قائم ہو جائے گا۔کیا شرعاً پرانی مسجد کو شہید کر کے اس کے نیچے مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور منتظمینِ مسجد گنہگار تو نہیں ہوں گے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲)......اگر نیچے زمین دوز بھی مسجد کی نیت کر لیں اور پھر اوپر مسجد بنا لیں اور دونوں جگہ نماز و جمعہ وعیدین بھی ہو اور نیچے دینی تعلیم بھی بچوں کو دی جاتی ہو جبکہ استاد تنخواہ لیں گے۔کیا تنخواہ لیکر بچوں کو مسجد میں دینی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟ سائل ..... محمد کاشف ملک

الجواب

(۱)......جائز نہیں ہے، جو جگہ ایک دفعہ مسجد میں داخل ہو جائے وہ اوپر نیچے تحت الثریٰ تک مسجد کا حکم رکھتی ہے، لہٰذا مدرسہ کے لئے الگ جگہ حاصل کریں۔[1]

(۲)......یہ بھی تجویز صحیح نہیں کیونکہ یہ اوپر نیچے تک تمام مسجد ہی بن گئی ہے اور مسجد میں باتنخواہ آدمی کے لئے پڑھانا درست نہیں البتہ بدرجہ مجبوری جب تک متبادل جگہ کا انتظام برائے مدرسہ نہ ہو جائے

التخریج: (۱)......شامی میں ہے: و کرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء و کذا الی تحت الثری (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۱۶)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

قاری صاحب بانخواہ مسجد میں بیٹھ کر پڑھا سکتے ہیں جونہی متبادل انتظام ہو جائے مدرسہ وہاں منتقل ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے۔(۲) مسجد بنانے کی دوسری تجویز قابل عمل ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۱۵/۵/۶ھ

وضوء خانہ اور استنجاء خانہ وغیرہ کے اوپر قرآن کریم کی درسگاہ بنانا کیسا ہے؟

ایک مکان مسجد، ایک حجرہ و استنجاء خانہ و غسل خانہ اور برآمدہ برائے ٹوٹیاں (وضوخانہ) کے اوپر ایک درسگاہ برائے تعلیم قرآن درج ذیل نقشہ کے مطابق بنانے کا خیال ہے تا کہ بجائے مسجد شریف کے قرآن کی تعلیم وہاں دی جائے اس کا راستہ بھی مسجد سے باہر ہوگا۔ کیا ایسے برآمدہ میں قرآن کی تعلیم دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ سائل ...... احمد یار، مظفر گڑھ

(نقشہ برائے درسگاہ)

درسگاہ برائے تعلیم قرآن			
استنجا خانے	غسل خانے	برآمدہ برائے ٹوٹیاں (وضوخانہ)	مکان (حجرہ)

الجواب

مندرجہ بالا نقشہ میں جو درسگاہ برائے تعلیم قرآن بنانے کا خیال ہے وہ درست اور صحیح ہے

(۲)......ولوجلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلابأس به لانه قربة وان کان بالاجرة یکره الا ان یقع لهما الضرورة کذا فی محیط السرخسی (ہندیہ، جلد۵، صفحہ۳۲۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اور بلا شبہ اس میں تعلیم قرآن دینا شرعاً جائز ہے مکان کے اوپر کے حصے کا حکم شرعاً نیچے والے حصے سے علیحدہ ہے نیچے استنجاء خانہ اور غسل خانہ وغیرہ ہوں اور اوپر قرآن کی تعلیم کی درسگاہ ہو اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔[1] ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ احمد عفا اللہ عنہ
نائب مفتی قاسم العلوم، ملتان
۱۳۸۳/۳/۱۳ھ

مسجد کی چھت پر ڈاکخانہ اور اس کے دفاتر بنانا کیسا ہے؟

کیا ایک نئی تعمیر شدہ مکمل پختہ دو منزلہ مسجد کو شہید کر کے اسی جگہ پر نیچے ایک منزلہ مسجد اور مسجد کے اوپر گیارہ منزلہ ڈاک خانے کے دفاتر کے لئے بلڈنگ تعمیر کی جا سکتی ہے؟ مفصّل اور مدلّل جواب مع حوالہ جات تحریر فرمائیں۔

سائل ...... محمد ایوب، کراچی

الجواب

مسجد مکمل ہو جانے کے بعد اس کے اوپر کسی دوسری عمارت کو تعمیر کرنا جائز نہیں۔

قال فی الدر المختار: اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع، وفی الشامیة: وان کان حین بناه خلیٰ بینه وبین الناس ثم جاء بعد ذالک یبنی لایترک (جلد۶، صفحہ۵۴۹)

التخریج: (۱)......لایکره ما ذکر (ای من الوطی والبول والتغوط) فوق بیت جعل فیه مسجد (ای موضع اعد للسنن والنوافل) لانه لیس بمسجد شرعاً ...... فهو کما لوبال علی سطح بیت فیه مصحف وذالک لایکره کما فی جامع البرهانی (الدر المختار مع الشامیة، جلد۲، صفحہ۵۱۹، ۵۱۷) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

پس عمارت مذکورہ ہرگز تعمیر نہ کی جائے اور مسجد کو بحال رکھا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۷/۸/۱ھ

مسجد کی جگہ میں درسگاہ، وضوء خانہ یا امام کیلئے حجرہ یا مکان بنانا:

حکومت کی طرف سے سات مرلہ سکیم میں دو پلاٹ مسجد کے لئے رکھے گئے ہیں اس میں ایک پلاٹ میں مسجد اور دوسرے پلاٹ میں وضوء کی جگہ، لیٹرین اور ایک درسگاہ بچوں کی تعلیم کے لئے بنائی گئی ہے کیا یہ درست ہے؟ اور یہ پلاٹ مدرسہ کے کام میں لگا سکتے ہیں یا موجودہ پلاٹ مسجد کا ہی رہیگا جبکہ مدرس صاحب کو تنخواہ دی جاتی ہے۔

سائل ...... اللہ وسایا، خیر پور ٹامیوالی

الجواب

مسجد کے ساتھ وضوء خانہ اور مدرسہ بنانا صورت مسئولہ میں جائز ہے[1]۔ کیونکہ ان چیزوں کا مساجد کے ساتھ ہونے کا تعامل ہے اور یہ بھی ضروریات اور مصالح مسجد میں شمار ہیں۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبد الحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱۱/۲۵ھ

التخریج: (۱)...... واذا جعل تحته سردابا لمصالحه ای المسجد جاز کمسجد القدس، وفی الشامیة: قوله سردابا هو بیت یتخذ تحت الارض لغرض تبرید الماء وغیره (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ٦ صفحہ ۵۴۸)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

مدرسہ کی زمین میں طلباء کی ضرورت کیلئے مسجد بنانا:

ایک شخص نے دینی ادارہ ''فتح العلوم'' کے لئے زمین دی اس پر مدرسہ بنایا گیا پھر اس پر عملہ اور طلباء کے لئے مسجد بنائی گئی، آبادی کے بڑھنے کے بعد اس مسجد میں خود واقف کی زندگی میں توسیع کی گئی اب واقف فوت ہو گیا ہے تو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جتنے حصہ میں مسجد بنائی گئی ہے اتنے حصہ کی قیمت مسجد کے فنڈ سے مدرسہ کو دینی چاہیے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... مولوی نور محمد، چنیوٹ

الجواب

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف نے مدرسہ کو خود مختار بنا دیا ہے جس کی دلیل خود سوال سے ظاہر ہے کہ واقف کی زندگی میں مسجد بنائی گئی اور واقف نے نکیر نہیں کی لہٰذا یہ مدرسہ کی مصالح میں شامل ہے اس لئے مسجد کے فنڈ سے مدرسہ کو قیمت ادا کرنا ضروری نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۶/۴/۲۹ھ

مسجد کی دوکانوں کو کشادہ کرنے کیلئے مسجد شرعی کے کسی حصہ کو شامل کرنا جائز نہیں:

ایک مسجد جسے دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے شہید کر دیا گیا ہے اس مسجد کی تین دوکانیں ہیں انہیں بھی گرایا گیا ہے تا کہ نئے سرے سے دوکانیں بنائی جائیں۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی زمین کے حصے سے دو دو فٹ جگہ دوکانوں کو دیدی جائے تا کہ دوکانیں وسیع ہو جائیں اور مسجد کی

التخریج: (۱) ......والذی یبدأ بہ من ارتفاع الوقف عمارتہ .... ثم ما ھو اقرب الی العمارۃ واعم للمصلحۃ کالامام للمسجد والمدرس للمدرسہ .... ثم السراج والبساط کذلک الیٰ آخر المصالح (البحر الرائق، جلد ۵ صفحہ ۳۵۶) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

سائل ......اہلیان محلہ، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں مسجد کی حدود میں دوکانیں بنانا شرعاً ناجائز ہے شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ لما فی الهندیه: **قیم المسجد لایجوز له ان یبنی حوانیت فی حدّ المسجد او فی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتاً و مسکناً تسقط حرمته وهذا لایجوز** (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۴۶۲)۔[1] ....فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۸/۲۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

مسجد کے ہال میں مسجد کی ضروریات کیلئے کمرہ بنوانا کیسا ہے؟

ہمارے گاؤں میں مسجد کے اندر ایک طرف دو دیواریں تعمیر کر کے مسجد کی ضرورت کیلئے ایک کمرہ بنا دیا گیا ہے، جس میں مسجد کا سامان وغیرہ رکھا جاتا ہے۔ آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد اشفاق، چیچہ وطنی

الجواب

مسجد کے ہال کے اندر ایسا کمرہ نہ بنایا جائے کیونکہ امام کا محراب کے وسط میں کھڑا ہونا ضروری ہے۔ لمافی الشامیة: **السنة ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکره** (شامیہ، جلد۲، صفحہ۳۷۱)

وفیه ایضاً: الاتری ان المحاریب ما نصبت اِلّا وسط المساجد وهی قد عینت لمقام الامام (شامیہ، جلد۲، صفحہ۳۷۲)

ہال کے کونے میں کمرہ بنانے سے محراب درمیان میں نہ رہے گا یہ خرابی برآمدہ یا صحن میں کمرہ بنانے سے لازم نہیں آتی، لہٰذا برآمدے یا صحن میں عندالضرورت بنانے کی گنجائش ہے۔ **ولا بأس بان یتخذ فی المسجد بیتاً توضع فیه البواری** (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۱۱۰)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱/۴/۱۴۲۷ھ

مسجد کی وقف زمین میں طلباء کیلئے رہائشی کمرے تعمیر کرنے کا حکم:

ایک قطعہ زمین جو کہ وقف ہے اس کے کچھ حصے میں مسجد تعمیر ہو چکی ہے اور کچھ حصہ مسجد کی دیواروں سے باہر خالی ہے۔ تو آیا اس وقف زمین کے خالی حصہ میں دینی مدرسہ کے طلباء اور امام مسجد کی اقامت کے لئے حجرے بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد نذیر، ملتان

الجواب

اگر قطعہ زمین جو اس وقت فارغ ہے اسی تعمیر شدہ مسجد کے لئے وقف نہیں ہے تو پھر اس میں دینی مدرسہ کے طلباء کے رہنے کے لئے کمرے بنانا جائز ہے اور اگر اسی مسجد کی ضرورت کیلئے اس زمین کو وقف کیا گیا ہے تو پھر اس میں امام مسجد کے لئے مکان بنانا تو جائز ہے۔[1] لیکن طلباء

التخریج: (۱)...... لما فی البحر الرائق: والذی یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف او لا، ثم ماهو اقرب الیٰ العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیهم الیٰ قدر کفایتهم (جلد۵، صفحہ۳۵۶)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کے رہنے کے لئے کمرے بنانا درست نہیں۔[۲]..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۸/۵/۳ھ

مسجد کی دیوار پر درسگاہ کا شہتیر رکھنا:

(۱)......ایک زمین مدرسہ کے نام وقف ہے اب اس میں طلباء کی ضرورت کے لئے مسجد بنائی جا رہی ہے اور مسجد کے ساتھ ہی درسگاہ اور کمرے وغیرہ ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد اور درسگاہ وغیرہ کی دیوار مشترک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۲)......نیز اگر مسجد پہلے سے تعمیر شدہ ہے اب اس کے متصل درسگاہ تعمیر ہو رہی ہے تو کیا درسگاہ وغیرہ کا شہتیر یا گارڈر مسجد کی دیوار پر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳)......درسگاہ پہلے سے تعمیر شدہ ہے اب مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے تو کیا مسجد کے شہتیر وغیرہ درسگاہ کی دیوار پر رکھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر مذکورہ بالا تینوں صورتیں ایسی صورت میں ہوں کہ مدرسہ اور مسجد کی زمین علیحدہ علیحدہ وقف ہو تو ان کا کیا حکم ہوگا؟ اسی طرح اگر مسجد کی زمین کے ساتھ ذاتی زمین ہو اور اس میں مذکورہ بالا تینوں صورتیں پیش آئیں تو ان کا کیا حکم ہوگا؟

سائل...... صوفی احمد دین

الجواب

مسجد کی دیوار کو کسی صورت میں درسگاہ یا کمروں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں خواہ مسجد

---

(۲)......لما فی البحر الرائق: واذا کان اصل البقعة موقوفا علی جهة قربة، فبنی علیها بناءً ووقف بنائها علی جهة قربة اخریٰ اختلفوا فیه وظاهره ان الصحیح عدم الجواز مطلقاً (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۳۴۰)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

پہلے سے ہو یا اب بنائی جا رہی ہو کیونکہ دونوں الگ الگ وقف ہیں اور دونوں کے مصرف الگ الگ ہیں، لہٰذا ایک دوسرے کیلئے ان کو استعمال نہ کیا جائے۔ ولایوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۵۰)............فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۱/۴ھ

مسجد کی جگہ میں لوگوں کے عام استعمال کیلئے ٹینکی یا جانوروں کو پانی پلانے کیلئے تالاب بنانا:

مسجد شریف کی خالی اور سفید زمین پر عملہ کے لوگوں کی سہولت کے لئے پانی کی ٹینکی اور جانوروں کو پانی پلانے کے لئے تالاب اور اس کے علاوہ عام لوگوں کے استعمال کے لئے لیٹرین بنائی گئی ہیں۔ اگر ان تینوں چیزوں سے ہمسائے کو تکلیف پہنچے تو کیا ہمسائے کی تکلیف دور کرنے کے لئے ان تینوں چیزوں کو یا کسی ایک یا دو کو اپنی جگہ سے ہٹایا یا بالکل ختم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... اللہ نواز

الجواب

(از دارالافتاء مرکزی عیدگاہ ڈیرہ غازی خان)

اگر ٹینکی یا بیت الخلاء مسجد کے مصالح اور عوام الناس کے فائدے کی خاطر تیار کئے گئے ہیں اور وہ عارضی بنائے گئے ہیں پھر تو کوئی حرج نہیں۔ اگر کسی ہمسائے کو اس سے تکلیف ہو رہی ہو یا مسجد کے مصالح کے خلاف ہیں تو ان کو منہدم کر سکتے ہیں۔............ فقط واللہ اعلم

قاضی شمس الدین علوی
مفتی مرکزی عیدگاہ ڈیرہ غازی خان

الجواب

(از دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان)

اگر مذکورہ زمین مسجد کے لئے باقاعدہ وقف شدہ ہے تو مسجد کی ضروریات کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں۔ شامیہ میں ہے: شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه کما صرح به فی شرح المجمع للمصنف (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۰۷)

قاضی صاحب کا فتویٰ محل نظر ہے کیونکہ وہ جزئیہ مصالح مسجد سے متعلق ہے جبکہ مذکورہ ٹینکی اور بیت الخلاء مسجد کی ضروریات میں سے نہیں۔.................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۶/۴/۱۴۱۴ھ

مسجد کے وقف مکان کا مسجد کی طرف دروازہ کھولنا:

مسجد کے متصل خادم یا خطیب صاحب کی رہائش گاہ ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس رہائش گاہ کا دروازہ مسجد کی طرف کھل سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل ...... صفدر رمضان، اوکاڑہ

الجواب

مسجد کے وقف مکان کا دروازہ مسجد کی طرف کھولنے کی شرعاً گنجائش ہے بشرطیکہ اسے صرف نماز کے لئے استعمال کیا جائے۔ ہندیہ میں ہے: لو کان الی المسجد مدخل من دار موقوفة لاباس للامام ان یدخل للصلوٰة من هذاالباب کذا فی

القنیۃ (عالمگیریہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۰) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۰/۷/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

نزاع کو ختم کرنے کیلئے مسجد کو تقسیم کرنے کا حکم:

ایک علاقہ میں ایک مسجد ہے اور اس میں نماز پڑھنے والوں کے دو گروہ ہیں ایک اہلسنت والجماعت اور دوسرے غیر مقلد ہیں اور دونوں میں باہم منافرت اور مخالفت ہے چونکہ دونوں گروہ ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اس لئے آپس میں لڑائی جھگڑے کی نوبت کئی مرتبہ آ چکی ہے اور بارہا معاملہ پولیس اور عدالت تک چلا گیا ہے لیکن اب دونوں فریق روزانہ کے جھگڑوں سے تنگ آ گئے ہیں اور اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ ہر دو فریق کے لئے علیحدہ علیحدہ حصہ متعین کر دیا جائے اور اپنی مسجد میں محدود رہے تاکہ روزانہ کا جھگڑا اور فساد ختم ہو جائے کیونکہ دونوں فریق ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو جھگڑا اور فساد ہوتا ہے جب علیحدہ علیحدہ مسجد متعین ہو جائے گی تو اس کا احتمال ختم ہو جائے گا۔ کیا شرعاً اس طرح کرنے کی گنجائش ہے؟

سائل ...... عبدالستار، شیخوپورہ

الجواب

فساد کو ختم کرنے کیلئے مسجد کو الگ الگ کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ لقولہ تعالیٰ: ان اللہ لایحب الفساد وقولہ تعالیٰ: لاتتبع سبیل المفسدین وقولہ تعالیٰ: لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (الآیۃ) ولما فی البحر الرائق: اھل المحلۃ قسموا المسجد وضربوا فیہ حائطاً ولکل منھم امام علی حدۃ ...... لاباس بہ ...... کما

یجوز لاهل المحلة ان یجعلوا المسجد الواحد مسجدین (جلد ۵، صفحہ ۴۱۹)

اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دونوں مسجد کی تعمیر میں شریک رہے ہوں بصورت دیگر مسجد واقفین یا متولیان کو دینی چاہیے دوسرے فریق کو اپنی علیحدہ مسجد بنانے کا پابند کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۱/۲۱ھ

تعمیر مسجد کیلئے جو قرضہ حاصل کیا گیا اس کے ذمہ دار قرض لینے والے ہیں:

ایک گاؤں کے چند آدمیوں نے مسجد کی تعمیر کے لئے بستی کے چند ایک آدمیوں سے اس شرط پر قرض لیا کہ مسجد کے بھٹہ سے اینٹیں فروخت کر کے ان کا قرض ادا کریں گے چنانچہ اس رقم سے مسجد کے لئے اشیاء خرید لی گئیں۔ بعد ازاں اچانک فسادات کی وجہ سے سب کچھ وہیں رہ گیا۔ اب وہ لوگ پاکستان میں آ کر اپنا قرض طلب کرتے ہیں تو کیا یہ قرض لینے والوں کے ذمہ ہوگا یا تمام گاؤں والوں پر عائد ہوگا؟

(نوٹ) قرض لینے والے اشخاص میں سے ایک فوت ہوگیا ہے۔

سائل ...... حکیم حمید اللہ، خانیوال

الجواب

ضابطہ اور قانون کی بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرض اٹھایا ہے چاہے وہ مسجد کے لئے تھا اور ادائیگی کا بھی مسجد کی اینٹوں کو فروخت کرنے کے بعد وعدہ تھا۔ وہ لوگ اپنے مال سے ادا کریں، کیونکہ قرض ابتداءً عاریت اور صلہ ہے اور انتہاءً معاوضہ ہے، اور معاوضات وغیرہ میں حقوق عاقد اور مباشر کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ کما فی الهداية: لانه اعارة وصلة فی الابتداء .... ومعاوضة فی الانتهاء (جلد ۳، صفحہ ۵۳)

پس اندریں صورت قرضہ اٹھانے والوں پر ادائیگی قرض واجب ہے البتہ اخلاقاً ومروۃً تمام اہل قریہ کو حتی کہ قرض دینے والوں کو بھی چندہ کر کے ادائیگی کی سبیل کرنی بہتر ہے۔...................................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۶۸/۱۰/۲۱ھ

غیر مسلم مستری سے مسجد بنوانا کیسا ہے؟

ہمارے گاؤں چک نمبر ۱۴۳ میں مسجد شہید کر کے دوبارہ بنانی ہے برائے کرم یہ بتائیں قرآن وحدیث کے مطابق اگر مسلمان مستری نہ ملتا ہو یا مسلمان مستری صحیح کام نہ کرتا ہو تو غیر مسلم مستری مسجد کا کام کرسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کے مطابق اسکی اجازت ہے؟

سائل ...... مولوی افتخار احمد

الجواب

کوشش تو یہی کریں کہ کوئی صحیح مسلمان مستری مل جائے اگر نہ ملے تو پھر غیر مسلم مستری سے اگر اس کے مذہب میں یہ قربت ہو اور وہ پاکی کا بھی خیال رکھتا ہو تو اس سے تعمیر کرا سکتے ہیں۔[1] (کذا فی امداد المفتیین واحسن الفتاویٰ)........................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۱/۱۰ھ

التخریج: (۱)......لما فی الشامیۃ: فی البحر عن الحاوی: ولاباس ان یدخل الکافر واھل الذمۃ المسجد الحرام وبیت المقدس وسائر المساجد لمصالح المساجد وغیرھا من المھمات (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۰)
(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد شرعی کو اگر کوئی گرا دے تو اس پر دوبارہ تعمیر کرنا شرعاً لازم ہے:

ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی اس گاؤں کے بڑے مالکان نے اس کو وقف کیا تھا۔ تقریباً ایک صدی سے اس مسجد میں باجماعت نماز پڑھی جا رہی تھی اور اس میں کئی ختم قرآن بھی ہوئے لیکن اس بارے میں معلوم نہیں کہ سرکاری کاغذات میں اس زمین کو مسجد کے نام کرایا گیا تھا یا نہیں، لیکن اس گاؤں کے دو بڑے بزرگوں نے اس جگہ کو وقف کر دیا اور خود بھی پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور مسجد کا مکمل نظام انہیں کے ذمہ تھا۔ اب کچھ لوگ انہی کی اولاد میں سے اس مسجد کو شہید کرنا چاہتے ہیں اور اس جگہ کو اپنے استعمال میں لانا چاہتے ہیں۔ آیا ان کا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں اور انہوں نے مسجد کو شہید کر دیا ہو تو ان پر اس کی تعمیر کا خرچہ لازم ہے یا نہیں؟

سائل ...... رب نواز، جلال پور

الجواب

جو جگہ ایک مرتبہ مسجد کے لئے وقف ہو جائے وہ تا قیامت مسجد ہی رہتی ہے اسے شہید کر کے اپنے استعمال میں لانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

اگر اس کو گرا دیا گیا ہو تو ان پر لازم ہے کہ اس کی تعمیر کریں۔ **وقال ابو یوسف هو مسجد ابداً ابداً الی قیام الساعة لایعود میراثاً ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه اولا** (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۴۲۱)...... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۱/۱۴ھ

مسجد کی اینٹیں بیت الخلاء میں استعمال کرنا خلاف ادب ہے:

ایک مسجد کے فرش کو اکھیڑا گیا ہے آیا اس کی اینٹیں بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر بیچنا جائز ہے تو مشتری اس سے لیٹرین وغیرہ بنا سکتا ہے؟ یا مشتری ان اینٹوں کو کسی اچھی جگہ پر لگائے؟

سائل ...... حافظ محمد اسلم، جہانیاں، خانیوال

الجواب

صورت مسئولہ میں مسجد کے فرش کی اینٹوں کو مسجد ہی پر لگایا جائے اگر اس کی ضرورت ہو، اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو پھر ان کو رکھ دیا جائے ہوسکتا ہے کہ بعد میں کام آ جائیں اگر وہ ایسی ہوں کہ دوبارہ ان کا مسجد میں لگانا متعذر ہو تو اس صورت میں ان کا بیچنا جائز ہوگا پھر ان کی قیمت کو مسجد کے مصارف پر خرچ کیا جائے۔ **وما انهدم من بناء الوقف وآلته صرفه الحاكم في عمارة الوقف ان احتاج اليه وان استغنى عنه امسكه حتى يحتاج الى عمارته فيصرفه فيها لانه لابد من العمارة ليبقى على التأبيد فيحصل مقصود الواقف.......... وان تعذر اعادة عينه الى موضعه بيع وصرف ثمنه الى المرمة صرفا للبدل الى مصرف المبدل** (ہدایہ، جلد ۲، صفحہ ۶۲۰، ط: رحمانیہ)

بیت الخلاء اور لیٹرین وغیرہ چونکہ ناپاک جگہیں ہیں، لہٰذا ایسے مقام میں مسجد کی اینٹوں وغیرہ کو لگانا خلاف ادب ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ ان کو کسی اچھی جگہ لگایا جائے۔ **ولاترمى براية القلم المستعمل لاحترامه كحشيش المسجد وكناسته لايلقى في موضع يخل بالتعظيم اى ما ذكر من الحشيش والكناسة** (درمختار، جلد ۱، صفحہ ۳۵۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۷/۷/۱۴۱۶ھ

مسجد کی پرانی اینٹوں کو مسجد کے غسل خانوں میں استعمال کرنا:

ہمارے ہاں ایک مسجد کو شہید کر کے دوبارہ نئی تعمیر کی جارہی ہے اور اس کے لئے نئی اینٹیں منگوائی گئی ہیں مسجد کی تعمیر چونکہ نئی اینٹوں سے ہوگی اس لئے پرانی اینٹوں کے بارے میں پوچھنا ہے کہ ان کا کیا کیا جائے آیا ان کو غسل خانہ ولیٹرین وغیرہ کی تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... رب نواز، حافظ والہ

الجواب

اصل تو یہ ہے کہ مسجد کی اینٹیں مسجد میں ہی استعمال ہوں تاہم اگر مسجد والی پرانی اینٹیں تعمیر مسجد میں لگنے سے رہ گئیں تو انہیں غسل خانوں میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ تاہم ادب کے خلاف ہے۔ لما فی البحر: لاحرمة لتراب المسجد اذا جمع وله حرمة اذا بسط (جلد ۵، صفحہ ۴۱۹) (کذا فی عزیز الفتاوی، جلد ۱، صفحہ ۲۵۹)............ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۴/۲۰ھ

قبرستان کے درختوں کی قیمت بعض صورتوں میں مسجد پر خرچ ہو سکتی ہے:

قبرستان میں جو درخت موجود ہوں ان کو فروخت کر کے کہاں کہاں رقم خرچ کر سکتے ہیں؟ مسجد یا مدرسہ یا عید گاہ کی مرمت یا قبرستان کی کسی ضرورت کے لئے مثلاً اینٹیں وغیرہ کے لئے اگر کوئی آدمی ذاتی استعمال میں لانا چاہے تو لا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... حافظ محمد عثمان، سرگودھا

الجواب

قبرستان کے درختوں کی رقم صرف قبرستان میں خرچ کرنا ضروری ہے مسجد، مدرسہ یا عیدگاہ

میں خرچ کرنا جائز نہیں قبرستان کے لئے پکی اینٹیں بنانا یا اس کی مرمت کرنا وغیرہ میں خرچ کرنا ضروری ہے بلا قیمت خود استعمال کرنے یا دوسری جگہ دینے کی اجازت نہیں (۱)۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۱۰/۹ھ

چندہ کی شرط پر الیکشن سے دستبردار ہونا

بلدیاتی انتخابات کے موقع پر ہم نے سوچا کہ اختلاف بھی نہ پڑے اور مسجد کی تعمیر بھی ہو جائے اس سلسلہ میں یہ طے ہوا کہ جو سب سے زیادہ رقم دے گا اس کے مقابلے پر کوئی دوسرا کھڑا نہیں ہوگا چنانچہ ایک شخص نے سب سے زیادہ پانچ ہزار روپے کی پیشکش کی اور کہا کہ یہ میں نمبردار کے پاس رکھتا ہوں میرے مقابلے کے لئے کوئی اور درخواست نہ دے اور میں ممبر بن جاؤں اس کے بعد یہ رقم مسجد کے میناروں پر خرچ کر دیں اور وہ آدمی بلا مقابلہ ممبر بن گیا۔اب اس رقم کو مسجد پر لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... ملک محمد عمران

الجواب

بہتر صورت یہی ہے کہ یہ رقم مالک کو واپس کر دی جائے اور پھر اس کو چاہیے کہ اپنی خوشی

(۱)......تاہم اگر قبرستان میں اس رقم کا کوئی صحیح مصرف نہ ہو تو پھر اس رقم کو مسجد پر خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔

لما فی العالمگیریة: سئل ابن نجیم فی مقبرة فیها اشجار هل یجوز صرفها الی عمارة المسجد؟ قال "نعم ان لم تکن وقفا علی وجه آخر" قیل له: فان تداعت حیطان المقبرة الی الخراب یصرف الیها او الی المسجد؟ قال "الیٰ ماهی وقف علیه" (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۴۷۶) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

سے مسجد کے لئے دیدے اور اپنے پاس ہرگز نہ رکھے۔............ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۰۰/۱۱/۱۱ھ

سوال مثلِ بالا

اگر دست بردار ہونے والا ممبر یہ شرط کرے کہ تم اتنا روپیہ مسجد پر خرچ کر دو تو میں دست بردار ہو جاؤں گا۔ آیا یہ شرط لگانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل...... عبداللطیف، ملتان

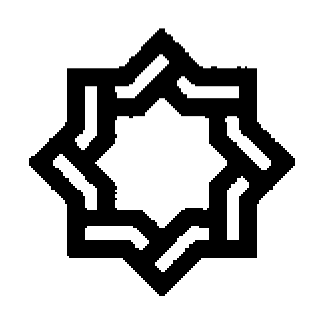
الجواب

الیکشن سے دست بردار ہونے والے کا دست برداری کے عوض میں مسجد پر خرچ کرانا ناجائز ہے۔.. فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۴/۶/۱۸ھ



مایتعلق بصرف مال الکافر والمال الحرام فی المسجد

غیر مسلم کی تعمیر کردہ مسجد مسجد شرعی نہیں، شیعہ سے چندہ لینا منع ہے:

اگر شیعہ سنیوں کی مسجد تعمیر کرے یا سنی کسی مسجد کی تعمیر پر شیعوں سے رقم لے کر خرچ کریں تو کیا یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ حالانکہ باتفاق علماء اہلسنت شیعہ کافر ہیں تو کیا کفار مساجد تعمیر کر سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللّٰہ شاھدین علی انفسھم بالکفر اولئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خلدون** (پ۱۰، سورۃ توبہ، آیت نمبر ۱۱)

تو کیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو قرآن مجید اور حدیث کے حوالوں سے جواب دیکر مطمئن فرمائیں۔

سائل ...... محمد منظور الزمان

الجواب

غیر مسلم کی تعمیر کردہ مسجد، مسجدِ شرعی نہیں۔ ہندیہ میں ہے: **لو جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین وبناہ کما بنی المسلمون واذن لھم بالصلوۃ فیہ فصلوا فیہ ثم مات یصیر میراثاً لورثتہ وھذا قول الکل** (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۵۳)

شیعہ حضرات سے اپنی مسجد کے لئے چندہ لینا بھی مناسب نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۱۲/۴ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

قادیانیوں کی تعمیر کردہ مسجد کو اگر خرید کر وقف کر دیا جائے تو وہ مسجد شرعی بن جائے گی:

کیا فرماتے علماء دین درج ذیل واقعات کے بارے میں:

(۱)...... بستی جلہ ارائیں کے بشیر احمد قادیانی نے مسلم وقادیانی مشترکہ قطعہ اراضی پر قادیانی عبادت گاہ بصورت مسجد تعمیر کی۔

(۲)...... مسلمانوں نے تھانہ میں رپورٹ درج کرائی۔

(۳)...... تھانہ کے ذریعے یہ مسئلہ پنچایت میں رکھا گیا پنچایت نے فیصلہ کر دیا کہ تعمیر کا کوئی ماہر ٹھیکیدار بشیر احمد قادیانی کی تعمیر کردہ مسجد نما عمارت کا تخمینہ لگائے، اور اہلِ اسلام بشیر احمد قادیانی کو تعمیر کا خرچہ ادا کریں۔

(۴)...... چنانچہ مسلمانوں نے قادیانی کو تعمیر کا خرچہ دینا مان لیا اور مسجد نما قادیانی عمارت میں نماز ادا کرنا شروع کر دی۔

از روئے شریعت بتایا جائے کہ مذکورہ واقعات میں کیا پنچایت کا فیصلہ صحیح اور درست ہے یا نہیں؟ کیا خرید کردہ مسجد میں ادا کی جانے والی نمازیں صحیح ہیں؟

سائل ...... سید سبطین شاہ صاحب، جلہ ارائیں، لودھراں

الجواب

کسی غیر مسلم کے مسجد بنانے سے اور مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دینے سے بلکہ مسلمانوں کے اس میں نماز ادا کرنے سے بھی وہ شرعاً مسجد نہیں بنتی۔ **لو جعل ذمی داره مسجداً للمسلمین وبناه کما بنی المسلمون واذن لهم بالصلوٰة فیه فصلوا فیه ثم مات یصیر میراثا لورثته وهذا قول الکل (الخ)** (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۵۳)

لہٰذا قادیانی کی تعمیر کردہ مسجد شرعی مسجد نہیں بلکہ اس کی مِلک ہے۔ البتہ اگر کوئی اسے خرید کر مسجد کے لئے وقف کر دے تو وہ مسجد شرعی بن جائے گی۔

الحاصل: مذکورہ فیصلہ شرعاً درست ہے۔...................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱۰/۲۶ھ

تعمیر مسجد میں غیر مسلم سے چندہ لینا:

کیا نصرانی کا چندہ مسجد کو لگ سکتا ہے یا نہیں؟ جو "امام" مسجد کے لئے چندہ نصرانی سے لیتا ہے اس کا کیا حکم ہے اور کیا اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

سائل...... مولوی غلام مصطفیٰ عابد، بستی ملوک

الجواب

مسجد ایک خالص مذہبی معاملہ ہے اور خالص دینی اور مذہبی معاملے میں ان سے چندہ نہ لیا جائے اگر نصرانی کا چندہ وصول ہو چکا ہو اور واپس کرنا مناسب نہ ہو تو بادلِ نخواستہ بیت الخلاء اور غسل خانے وغیرہ میں استعمال کر لیا جائے۔ وصولِ چندہ کی وجہ سے امامت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (کذا فی فتاوی رحیمیہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
جامعہ خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۰/۱۲/۴ھ

غیر مسلم کا چندہ مسجد میں کن شرائط کے ساتھ قبول کیا جا سکتا ہے؟

غیر مسلم، عیسائی وغیرہ کا چندہ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے ہاں مسجد تعمیر ہو رہی ہے یہاں کے عیسائی لوگ چندہ دیتے ہیں، مگر ہم نے ابھی تک

استعمال نہیں کیا آپ کے فرمان کا انتظار ہے۔

سائل ...... محمد دین، نوشہرہ

الجواب

قال فی الهندیة: واما شرائطه (ای الوقف) .... واما الاسلام فلیس بشرط (جلد۲، صفحہ۳۵۲) وفی کتاب الوقف من شرح التنویر: بدلیل صحته من الکافر، وفی الشامیة: حتیٰ یصح من الکافر، (جلد۶، صفحہ۵۱۹، ط: رشیدیہ جدید)

روایاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اگر کافر ثواب کی نیت سے مسجد کے لئے چندہ دے تو جائز ہے، البتہ اگر اس چندہ سے مسلمانوں پر کفار کے افتخار اور اظہار منت کا اندیشہ ہو تو ان کے اس چندہ کو قبول کرنا جائز نہ ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ کفار کا چندہ اہل اسلام کو اس شرط سے قبول کرنا جائز ہے کہ کل کو وہ اہل اسلام پر احسان نہ رکھیں اور نہ ہی اہل اسلام ان کے ممنون ہو کر ان کے مذہبی شعائر میں شرکت کرنے لگ جائیں۔.................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

مہتمم خیر المدارس، ملتان — ۵/۷/۱۳۸۸ھ

مسلم، غیر مسلم، شیعہ کے مشترکہ چندہ کو مسجد کی ضروریات کیلئے استعمال کرنا:

ایک مسجد کے باہر چندہ کے لئے گلہ لگا ہوا ہے جس میں مختلف قسم کے لوگ چندہ ڈالتے ہیں جس میں یہودی، نصرانی اور شیعہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ کیا اس چندہ کو استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ صورتحال واضح فرمائیں۔

سائل ...... نوید احمد

الجواب

کافر اگر قربت کی نیت سے مسجد کے لئے چندہ دے تو جائز ہے۔

قال فی الھندیۃ: واما سببہ فطلب الزلفیٰ...... واما الاسلام فلیس بشرط (جلد۲،صفحہ۳۵۲)

وفی الدر المختار: لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر، (جلد۶،صفحہ۵۱۹)

وفی الشامیۃ: حتیٰ یصح من الکافر ...... بخلاف الوقف فانہ لابد فیہ من ان یکون فی صورۃ القربۃ وھو معنی ما یأتی فی قولہٖ "ویشترط ان یکون قربۃ فی ذاتہٖ" اذلو اشترط کونہ قربۃ حقیقۃ لم یصح من الکافر (جلد۶،صفحہ۵۱۹)۔فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۶/۶/۲۲ھ

(۱) مسجد کا امام کسی غیر مسلم سے تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) ہندو مسجد کا فرش لگوانا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

(۱)......ایک امام مسجد کو ہندو سے تنخواہ وغیرہ لینی جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس بستی والے مسلمان کوئی چیز نہ دیں۔

(۲)......مسجد کا فرش بنانے کا ارادہ بھی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد بخش، ضلع نواب شاہ

الجواب

(۱)......ہندو کی جب دوسری ملازمت جائز ہے تو اگر وہ امام کو متعین کر کے تنخواہ دے تو اس کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ دین میں مداخلت نہ کرے اور مسائل شرعیہ تبدیل کرنے پر مجبور کرنے کا

احتمال بھی نہ ہو۔

(۲)......مذکورہ ہندو، رقم کسی مسلمان کی ملک کردے اس کے بعد اس رقم سے فرش لگوالیا جائے۔

.... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۴/۱/۳۰ھ

سنی ائمہ کرام کا مرزائی مِل مالک سے تنخواہ وصول کرنا کیسا ہے؟

بھکر شہر میں کپڑا بنانے کی ایک مِل ہے اس مِل سے ملحقہ جتنی مساجد ہیں ان کے اماموں کی تنخواہیں مِل کی طرف سے مقرر ہیں۔ امام صاحب کو مِل میں روزانہ صرف حاضری دینے کے لئے جانا پڑتا ہے کیا امام صاحب کا حاضری کیلئے جانا اور تنخواہ حاصل کرنا درست ہے؟ جبکہ مالکِ مِل مرزائی ہو، ہاں اتنا ضرور ہے کہ مالکِ مِل جمعہ وعیدین ہماری مسجد میں پڑھتا ہے حالانکہ قریب میں مرزائیوں کی مسجد بھی ہے اور نہ ہی کسی مرزائی کو امام مسجد مقرر کرنے پر زور دیتا ہے۔ اب مِل کی رقم سے بڑی مسجد زیرِ تعمیر ہے۔ آپ مفصل تحریر فرماویں کہ اس رقم کو حاصل کریں یا نہ؟

سائل...... محمد شریف نائب مدرس، مدرسہ عربیہ دار الہدیٰ، بھکر

الجواب

یہ بڑی بے حمیتی کی بات ہے کہ مسلمان اپنے امام کو تنخواہ نہیں دے سکتے اور اس کی تنخواہ مرتدین سے وصول کی جاتی ہے۔ اہل مساجد کو چاہیے کہ ایسے ائمہ کی تنخواہیں اپنی جیب سے ادا کریں اور ائمہ کو مِل سے تنخواہ وصول کرنے پر مجبور نہ کریں۔ خود ائمہ کو بھی اس سے احتراز لازم ہے۔ اہل باطل اپنے روپے پیسے کو تالیف قلب کے لئے اکثر اسی طرح خرچ کرتے رہتے ہیں، لیکن ایسی امداد حاصل کرنے والے مسلمانوں کو بالآخر اس کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے یعنی اپنے ایمانوں

سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ لہٰذا مرتدین اور اہل باطل سے اس قسم کے تعلقات نہ رکھے جائیں۔

(نوٹ) اگر یہ صورت ہو کہ امام مذکور واقعہ میں مل کا ملازم ہے جیسے دوسرے مزدور ہوتے ہیں لیکن مل والوں نے اس کے نماز پڑھانے کی وجہ سے اس کی ڈیوٹی معاف کر دی ہے اور امام مذکور کو مل کا ملازم تصور کرتے ہوئے تنخواہ دی جاتی ہے تو اس کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۲/۱۱/۱۳۷۹ھ

امام کا مرزائی شخص یا انجمن سے تنخواہ لینے کا حکم:

مرزائی کا پیسہ مسجد کی تعمیر وغیرہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی مسجد کی تعمیر میں مرزائی کا پیسہ لگایا جائے تو اس مسجد کی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے، نیز جو امام مسجد امامت کی تنخواہ مرزائی سے لیتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ عدم جواز کی صورت میں مقتدیوں کی سابقہ نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عبداللہ، مدرس مدرسہ عربیہ دار الہدیٰ بھکر، میانوالی

الجواب

غلام احمد قادیانی کے متبع خواہ لاہوری پارٹی کے ہوں یا قادیانی جماعت کے ہر دو علی السویہ دائرہ اسلام سے خارج اور قطعاً کافر ہیں۔ اہل اسلام کو ان کے ساتھ میل جول اور تعلقات قائم رکھنا جائز نہیں اور نہ ہی ان لوگوں سے مسجد کی تعمیر میں امداد لینا جائز ہے کیونکہ یہ لوگ اس طرح اعانت اور چندہ کے ذریعے سے اہل ایمان کو بڑی ہوشیاری کے ساتھ عقائدِ سلف صالحین سے متنفر اور بدظن کر دیتے ہیں، البتہ جن مسجدوں کی تعمیر میں ان کا روپیہ لگ چکا ہو آئندہ احتیاط کو مدِ نظر

رکھتے ہوئے ان مسجدوں میں نماز جائز ہے اور ان کے لئے مسجد کا ہی حکم ہے۔

نیز اسی خطرہ کے پیش نظر کسی امام کو بھی مرزائی انجمن یا فرد سے تنخواہ قبول کرنی جائز نہیں جو امام ان کا تنخواہ دار رہا اگر وہ تائب ہو کر آئندہ کے لئے ان سے قطع تعلق نہ کرے تو اسے امامت سے الگ کر دیا جائے، سابقہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں.........فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۰/۳/۲۷ھ

کیا سودی کاروبار کرنے والا امام وخطیب کو تنخواہ دے سکتا ہے؟

ایک جامع مسجد کا ایک خطیب اور امام ہے اور وہ جس سے تنخواہ لیتا ہے وہ آدمی سود کا کاروبار کرتا ہے۔ کیا امام کیلئے اس سود والے شخص سے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیا اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ دونوں صورتوں کی وضاحت فرمائیں۔

سائل ...... محمد عامر

الجواب

سودی رقم سے امام کو تنخواہ دینا شرعاً جائز نہیں۔ (محمودیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۳۷۶)

منتظم کو چاہیے کہ اپنی جائز کمائی سے تنخواہ دے یا پھر کسی سے قرض لے کر تنخواہ دے۔ ان الشیخ ابا القاسم الحکیم کان یأخذ جائزۃ السلطان و کان یستقرض لجمیع حوائجه وما یأخذ من الجائزۃ یقضی بها دیونه (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۲)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۷/۱/۲۷

ہسپتال، پُل یا دیگر رفاہی کاموں میں غیر مسلم سے تعاون لینا جائز ہے جبکہ مسلمانوں کیلئے ابتلاء کا باعث نہ ہو:

کسی غیر مسلم شخص کی رقم مسجد کی تعمیر یا مسجد کے کسی سلسلے میں (اخراجات میں) یا کسی اسلامی کارخیر کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... بقاء اللہ، نشتر ہسپتال، ملتان

الجواب

مسجد کی تعمیر میں کسی غیر مسلم سے چندہ لینا مناسب نہیں ویسے کسی کارخیر میں جو ہمارے نزدیک اور ان کے نزدیک بالاتفاق باعث قربت ہو اس میں غیر مسلم کا وقف وغیرہ جائز ہے۔

شامیہ میں ہے: ان شرط وقف الذمیّ ان یکون قربة عندنا وعند هم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۲۲، ط: رشیدیہ جدید)

الحاصل: ہسپتال، پُل، سڑک اور دوسرے رفاہی کاموں میں غیر مسلم حصہ شامل کرسکتا ہے... فقط واللہ اعلم

غیر مسلم سے چندہ لینے کی صورت میں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ چندہ دے کر کمزوریٔ ایمان و مسلمانوں کے لئے ابتلاء کا باعث نہ بن سکے۔ فقط۔ والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۱۲/۲۵ھ

متولی حرام مال کو مسجد کے لئے قبول کرنے سے انکار کرسکتا ہے:

مشتبہ مال کو مسجد پر خرچ کرنے کے لئے ایک حیلہ:

ایک عورت کا انتقال ہوگیا فوت ہونے سے پہلے اس نے اپنے ترکہ کا ایک حصہ نقدی مسجد

کیلئے وقف کرنے کی وصیت کی کہ اتنی رقم مسجد میں دے دینا، لیکن بعد میں متولی مسجد نے اس رقم کے لینے سے انکار کردیا کہ متوفیہ کی آمدنی حرام مال کی تھی اس لئے مسجد میں اس کو نہیں لگایا جا سکتا، شرع شریف کی روشنی میں بتایا جائے کہ اس وقف رقم کا کیا کیا جائے کسی حیلہ سے یہ رقم مسجد وغیرہ میں لگ جائے، تاکہ متوفیہ کو ثواب پہنچتا رہے۔ اطلاع یہ ہے کہ یہ عورت طوائف میں سے تھی۔

سائل ...... محمد اکبر، کبیروالہ

الجواب

متولی نے حرام کمائی لینے سے جو انکار کیا وہ مستحسن ہے مسجد میں پاکیزہ مال ہی لگنا چاہیے۔ لقوله عليه السلام: لايقبل الله الا الطيب (الحديث) (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۱۶۷)

شامیہ میں ہے: قال تاج الشريعة: اما لو انفق في ذالک ما لا خبيثا او مالا سببه الخبيث والطيب فيكره ؛لان الله تعالىٰ لايقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۰، ط: رشیدیہ جدید)

ایسی رقم مسجد میں لگانے کی صرف ایک صورت ممکن ہے کہ قرض لے کر مسجد میں لگا دیا جائے پھر وہ قرض مذکورہ حرام یا مشتبہ مال سے ادا کردیا جائے۔ ہندیہ میں ہے: ان الشيخ اباالقاسم كان يأخذ من جائزة السلطان و كان يستقرض لجميع حوائجه وما يأخذ من الجائزة يقضي بها ديونه ، والحيلة في هذه المسائل ان يشترى نسيئة ثم ينقد ثمنه من اىّ مالٍ شاء، وقال ابويوسف سألت ابا حنيفة عن الحيلة في مثل هذا فاجابني بما ذكرنا، كذا في الخلاصة (عالمگیریہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۲)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۳/۲ھ

ہیروین کا کاروبار کرنے والوں کا چندہ مساجد اور مدارس کیلئے قبول نہ کیا جائے:

(۱)...... ہیروین کی تجارت سے حاصل کی گئی رقم سے زکوٰۃ کی ادائیگی اور حج بیت اللہ کی سعادت کا حصول کہاں تک درست ہوسکتا ہے؟

(۲)...... ہیروین کے کاروبار اور تجارت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۳)...... کیا خالصتاً ایسی تجارت سے وابستہ لوگوں کو اپنی کمائی ہوئی دولت سے امور خیر جیسے مساجد اور دیگر دینی تعلیمی ادارے تعمیر کرا کے اور پھر ان کی جملہ دیگر ضروریات کو پورا کر کے ثواب دارین کی امید رکھنی چاہیے؟ نیز اپنے طور پر پارسا اور متقی کہلانے والے حضرات کی نمازیں ایسی مساجد یا ان میں بچھے ہوئے قالینوں پر درست ہوسکتی ہیں؟ اور کیا عام نمازی اس ضمن میں اپنے شکوک وشبہات کا ازالہ کیونکر کر سکتے ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

سائل ...... "پیر محمد" ہیڈ ماسٹر چاغی، بلوچستان

الجواب

ہیروین کا کاروبار کرنے والے کا پیسہ مساجد اور مدارس میں قبول نہ کیا جائے۔ ایسے قالین بھی مساجد سے اٹھوا دیئے جائیں۔ لما فی الشامية: قال تاج الشريعة، اما لو انفق فی ذالک مالاً خبيثاً او مالاً سببهٗ الخبيث والطيب فيكره، لان اللّٰه تعالیٰ لايقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۰، احکام المساجد)

ایسی رقم سے حج ادا کرنے سے گو فرض ذمہ سے ساقط ہوجائیگا لیکن اجر وثواب سے محروم رہے گی۔

قال فی البحر: ويجتهد فی تحصيل نفقة حلال، فانه لايقبل بالنفقة الحرام كما ورد فی الحديث، مع انه يسقط الفرض عنه معها (شامیہ، جلد ۳، صفحہ ۵۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۹/۲۵ھ

اگر مسجد کی انتظامیہ نے مسجد کیلئے سود پر قرضہ لیا تو سود کی ذمہ دار کمیٹی ہے مسجد کے فنڈ سے ادائیگی جائز نہیں:

مسجد کی ضروریات واخراجات کے لئے سود پر قرض لینا اور پھر مسجد کے جمع ہونے والے چندہ سے سود کی ادائیگی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... عبدالقادر، ڈیرہ غازیخان

الجواب

سود شرعاً حرام ہے اس پر سخت وعیدیں ہیں اس لئے مسجد کیلئے سودی قرضہ کی ہرگز اجازت نہیں مذکورہ سود کی ذمہ دار انتظامیہ کمیٹی ہے وہ اپنی جیب سے ادا کریں، مسجد کے چندہ سے سود کی ادائیگی ہرگز جائز نہیں۔ لقولہٖ تعالیٰ: واحل اللّٰہ البیع وحرم الرّبوا (الآیۃ)

وفی الشامیۃ: فیکرہ تلویث بیتہٖ بما لایقبلہ (جلد۲، صفحہ۵۲۰)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۵/۲۰ھ

حرام کمائی والے شخص کے عطاء کردہ پنکھے مسجد میں ہرگز نہ لگائے جائیں:

ایک محلہ کی مسجد کے لئے پنکھوں کی ضرورت تھی، اس کیلئے چندہ کیا گیا، لیکن ایک شخص نے کہا کہ پنکھے میں لگوا کر دیتا ہوں لیکن اس شخص کا مال سارا حرام کا ہے سود کا کاروبار کرتا ہے۔ کیا اس کی طرف سے خریدے گئے پنکھے مسجد میں لگائے جاسکتے ہیں یا واپس کردیئے جائیں؟

سائل ...... محمد جنید، مظفر گڑھ

الجواب

حرام مال سے خرید کردہ پنکھے مسجد میں ہرگز نہ لگائیں ایسے پنکھے مسجد میں نصب کرنے سے انتظامیہ گناہ گار ہوگی: حدیث پاک میں ہے: ان اللّٰہ طیب لایقبل الا طیبا (مشکوۃ، صفحہ ۲۴۱)

شامیہ میں ہے: اما لو انفق فی ذالک مالا خبیثا او مالا سببہ الخبیث والطیب فیکرہ، لان اللّٰہ تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بما لایقبلہ شرنبلالیہ۔ (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۰) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۵/۳/۱۴۲۸ھ

جس مسجد میں مندر یا ہندو کے مکان کی اینٹیں استعمال کی گئی ہوں اس میں نماز پڑھنے کا حکم:

کیا مسجد میں مندر کی اینٹیں یا ہندو کے مکانات کی اینٹیں لگانا جائز ہے؟ کیا اس مسجد میں نماز ہوجائیگی؟

سائل ...... ولی محمد، اوکاڑہ

الجواب

اس مسجد میں نماز درست ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۵/۷/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

ہندوؤں کے پرانے کنوئیں کی اینٹیں مسجد میں استعمال کرنے کا حکم:

ایک کنواں جو کہ ہندوؤں کے وقت کا بنا ہوا ہے، اب اس میں پانی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ

کیلئے خشک ہوگیا ہے۔ آیا اس کی اینٹیں مسجد میں استعمال کی جاسکتی ہیں؟

سائل ...... محمد اقبال، مدرسہ خیر المدارس، ملتان

الجواب

مسلمان حاکم کی اجازت سے ان اینٹوں اور اسباب کا استعمال مسجد میں درست ہے۔[1]

فقط واللہ اعلم

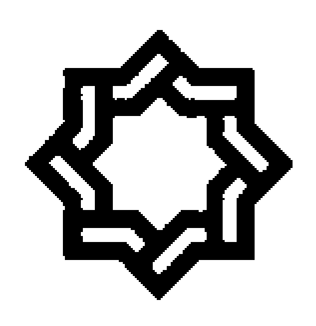
الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۱/٦/۲ھ

التخریج: (۱)......سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس هل للقاضی ان یصرف اوقافه الیٰ مسجد آخر او حوض آخر؟ قال: نعم (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۴۷۸)

وفیه ایضاً: حوض فی محلة خرب فصار بحیث لاتمکن عمارته واستغنی اهل المحلة عنه ان کان یعرف واقفه یکون له ان کان حیاً ولورثته ان کان میتاً وان کان لایعرف واقفه فهو کاللقطة فی ایدیهم یتصدقون به علیٰ فقیر ثم یبیعه الفقیر فینتفع بالثمن (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۴۷۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)



مایتعلق ببیع ارض المسجد واستبدالها واخراجها من المسجد

مسجد کے وقف راستہ کی بیع کرنا:

ایک شخص نے مسجد کے لئے اپنی زمین سے راستہ وقف کیا ہے لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ راستہ ہمیں دیدو ہم مسجد کو اور راستہ دینا چاہتے ہیں۔ تو کیا مسجد کا وقف شدہ راستہ کسی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... غلام مصطفیٰ بستی رام کلی، ملتان

الجواب

مسجد کی جگہ کو راستہ کے لئے لینا جائز نہیں کیونکہ یہ جگہ مسجد کیلئے وقف ہے۔ اور جب ایک راستہ مسجد کے لئے وقف کر دیا جائے تو وقف کرنے والے کے لئے بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ وقف شدہ راستہ کو تبدیل کر سکے۔ ان ارادوا ان یجعلوا شیئاً من المسجد طریقاً للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذالک وانه صحیح (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۷)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۸/۱۰/۲۴ھ

مسجد کی جو زمین آبادی سے دور ہو اس کو بھی فروخت کرنا جائز نہیں؟

ایک آدمی نے زمین کا کچھ حصہ اپنی زندگی میں مسجد کے نام وقف کر دیا اور وہ زمین مسجد سے اور آبادی سے دور ہے اس کو مسجد کا حصہ بنانا ناممکن ہے اور نہ ہی اس پر آبادی ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں اس زمین کو فروخت کر کے اس کی رقم کو مسجد کی تعمیر کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... چوہدری عطاء الحق

الجواب

اگر مذکورہ بالا زمین سے کھیتی باڑی کی صورت میں نفع اٹھایا جا سکتا ہو تو اس وقف شدہ زمین کو فروخت کرنا ناجائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: **وعندهما حبس العين على حكم ملک الله تعالىٰ علىٰ وجه تعود منفعته الىٰ العباد فيلزم ولايباع ولايوهب ولايورث كذا فى الهدايه وفى العيون واليتيمة ان الفتوىٰ علىٰ قولهما كذا فى شرح الشيخ ابى المكارم للنقاية.** (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۰)

وفيه ايضاً: فى الفتاوىٰ النسفية سئل عن اهل المحلة باعوا وقف المسجد لاجل عمارة المسجد قال لايجوز بامر القاضى وغيره كذا فى الذخيرة (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۶۳)

تاہم اس زمین سے حاصل شدہ منافع کو مسجد کی تعمیر پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس زمین پر کھیتی باڑی ممکن نہ ہو تو اس کو بیچ کر حاصل شدہ رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامیؒ میں ہے: **والثانى ان لايشرطه سواء شرط عدمه او سكت لكن صار بحيث لاينتفع به بالكلية بان لايحصل منه شئ اصلاً او لايفى بمؤنته فهو ايضاً جائز على الاصح اذا كان باذن القاضى ورأى المصلحة فيه** (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ۵۸۹)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱۲/۲۰ھ

مسجد کے غسل خانوں کی بیع جائز نہیں:

مسجد کی شمالی جانب مسجد کا غسل خانہ ہے اور اس غسل خانہ کے متصل شمالی جانب گھر ہیں اور دیہاتی ماحول ہونے کی وجہ سے گھر والوں کی عزت مجروح ہوتی ہے۔ اس وجہ سے مالکانِ گھر یہ غسل خانہ خریدنا چاہتے ہیں۔ تو کیا خرید سکتے ہیں؟

سائل ...... محمود احمد

الجواب

اگر غسل خانوں کی جگہ وقف ہے تو ان کی بیع شرعاً جائز نہیں۔[1] بلکہ باطل ہے اس لئے اس کا خریدنا جائز نہیں۔ بے پردگی سے بچنے کے لئے گھر کی دیواریں اونچی کرلیں۔

لما فی الشامیة: ولو قضی الحنفی بصحة بیعه فحکمه باطل...... ولذا قال فی القنیة فالبیع باطل (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۰۵، ط: رشیدیہ جدید)............. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۳/۲۵ھ

مسجد کے لئے وقف زمین کی قیمت کے برابر رقم مسجد پر خرچ کر کے زمین کو اپنی ملکیت میں داخل نہیں کیا جا سکتا:

ایک شخص (طارق) نے ۱۹۸۰ء میں مسجد کے لئے جگہ وقف کی تھی، اور اس پر ایک نگران

التخریج: (۱)...... فاذا تم ولزم لایملک ولایملک، ای: لایقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۴۰)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

مقرر کیا، اب نگران (ناصر) نے وقف شدہ زمین پر اپنے گھر کی تعمیر شروع کر دی ہے اور نگران نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ وقف شدہ زمین کی مالیتی رقم (یعنی جس قدر اس کی قیمت ہے اس کے) برابر رقم ہم نے فلاں مسجد کی تعمیر میں خرچ کر کے اس کو ہم نے اپنی ملکیت میں داخل کر دیا ہے، جبکہ سرکاری کاغذوں میں بھی وہ جگہ وقف ہی ہے اور وقف کرنے والے نے بھی مسجد کی تعمیر کے لئے ہی وقف کی تھی کہ مذکورہ زمین میں مسجد بنائی جائے لیکن واقف دنیا سے رحلت فرما گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ وقف شدہ زمین کی اس طرح بیع اور اس پر مکان کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟ اور موجودہ قابض شخص اس کا شرعی طور پر مالک ہے یا نہیں؟

سائل ...... شاہد مسعود

الجواب

وقف شدہ زمین کی بیع یا دوسری زمین سے تبادلہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جبکہ واقف نے وقف کرتے وقت اس کی اجازت دی ہو اور شرط لگائی ہو۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ زمین کے وقف نامہ میں ایسی کوئی شرط نہیں۔ لہٰذا اس زمین کی قیمت دوسری مسجد میں خرچ کرنے کا نگران (ناصر) شرعاً مجاز نہ تھا، لہٰذا وہ اداشدہ رقم مستّی ناصر کی طرف سے صدقہ شمار ہوگی۔

درمختار میں ہے: **اما الاستبدال...... بدون الشرط فلایملکه الا القاضی** (جلد ۲، صفحہ ۵۹۱)

وفی العالمگیریة: ولو کان الوقف مرسلا لم یذکر فیه شرط الاستبدال لم یکن له ان یبیعها ویستبدل بها وان کانت ارض الوقف سبخة لاینتفع بها (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۰۱)

ناصر پر لازم ہے کہ مسجد کے وقف پلاٹ سے فوراً اپنی تعمیر اکھیڑے اور اسے مسجد کے لئے فارغ کر دے، تعمیرِ مسجد کے لئے کوئی کمیٹی بن جائے تو مناسب ہوگا۔

نیز نگران کا مذکورہ عمل خیانت کے مترادف ہے، لہٰذا اسے تولیت سے بھی فارغ کر دینا چاہیے۔ درمختار میں ہے: **وینزع وجوبا لو الواقف درر فغیره بالاولیٰ غیر**

مامون ...... وان شرط عدم نزعه (جلد ۶، صفحہ ۵۸۳، ط: رشیدیہ جدید)

وفی الشامیة: قال فی البحر: واستفید منه ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولیٰ (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۴، ط: رشیدیہ جدید)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۶/۱۳ھ

مسجد کی وقف جگہ سے گلی دینے کا حکم:

زید کے والد نے یا دادا نے مسجد کی وقف زمین میں اپنے مکان کا دروازہ اس غرض سے لگایا تھا کہ کنوئیں سے پانی لینے اور مسجد میں آنے جانے کے لئے سہولت رہے۔ واضح رہے کہ زید کے مکان کا اصلی دروازہ دوسری گلی میں موجود ہے۔ اب مسجد کی جدید تعمیر کے باعث زید مسجد کی وسعت کی راہ میں حائل ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ "ہمارا یہ دروازہ مسجد کے لئے نہیں بلکہ راستہ کے لئے ہے اور یہ ہمارا قدیمی حق ہے اس لئے ہمیں گلی دی جائے" زید اور اس کے بعض ساتھی گلی کے لئے اصرار کر رہے ہیں سرکاری کاغذات میں یہ وقف ہے۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں!

(۱)...... کیا ازروئے شریعتِ مطہرہ، وقف کی زمین میں سے ہم گلی دینے کے مجاز ہیں؟

(۲)...... کیا گلی کی حمایت کرنے والوں میں سے کوئی حق پر ہے؟

سائل ...... حماد القادری، محلہ سادات، ملتان

الجواب

وقف زمین صرف اسی غرض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے جس غرض کے لئے وقف کی گئی ہے، نیز تکمیلِ وقف کے بعد موقوفہ زمین کسی شخص کی ملکیت کو قبول نہیں کرتی اور نہ ہی اسے عاریت کے طور پر دیا جا سکتا ہے۔ لما فی الدرالمختار: فاذا تم ولزم لایملک

ولا یملک ولا یعار (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۴۰، ط: رشیدیہ جدید)

پس صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت سوال زید کو موقوفہ زمین سے الگ گلی ہرگز نہیں دی جاسکتی نہ تملیکاً نہ عاریتاً اور اہل محلہ ہرگز گلی دینے کے مجاز نہیں۔......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۴/۴/۹ھ

نماز والے حصے کو مسجد سے خارج کرنا کسی صورت میں بھی درست نہیں:

جو جگہ مسجد کے احاطہ میں آ گئی اور اس پر نمازیں پڑھی جانے لگیں ایسی جگہ کا استعمال کسی اور مقصد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً راستہ بنا دینا، جوتے رکھنا اور وضوء کے لئے جگہ بنا دینا وغیرہ؟

سائل ...... محمد مسعود

الجواب

جو جگہ مسجد کے صحن میں آ گئی اس کو اور کسی مقصد کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

کما فی العالمگیریة: ان ارادوا ان یجعلوا شیئاً من المسجد طریقاً للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذالک و انه صحیح کذا فی المحیط (جلد ۲، صفحہ ۴۵۷)۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۸/۸/۷ھ

التخریج: (۱)...... وفی الشامیة: قوله: "لاعکسه" یعنی لا یجوز ان یتخذ المسجد طریقاً ....لو جعل الطریق مسجداً یجوز لاجعل المسجد طریقاً لانه لاتجوز الصلوة فی الطریق فجاز جعله مسجداً ولایجوز المرور فی المسجد فلم یجز جعله طریقاً (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد کے ایک حصہ کو گرا کر راستہ بنانے کے جواز پر استدلال اور اس کا محققانہ جواب:

"نوتک محمد" گاؤں میں عمومی سڑک نکالی جا رہی ہے ابتدائی سروے میں مسجد کا ایک حصہ تقریباً چھ گز سڑک میں آتا ہے اگر مسجد کا یہ حصہ سڑک کو نہ دیا جائے تو دوسری صورت میں یہ سڑک نہ بن سکے گی یا تین میل کا چکر پڑے گا جس میں مسلمانوں کی زمینیں ضائع ہو جائیں گی۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مسجد اوقاف کی ہے اور سڑک بھی وقف زمین ہے اس کا استفادہ عام مخلوق کے لئے ہوگا۔ لہٰذا ایسا کرنا جائز ہے اور کنز الدقائق باب الاوقاف کی عبارت بھی جواز پر دال ہے "کعکسہ" کا لفظ موجود ہے۔ براہ کرم مفصل جواب ارسال فرمایا جائے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... عبدالحی، چوٹی زیریں، ڈیرہ غازی خان

الجواب

مسجد بہر حال مسجد ہی رہے گی اور اس کا کوئی حصہ بھی راستہ یا سڑک میں داخل کرنا جائز نہیں ہے۔ موجودہ زمانے میں جو سڑکیں لمبی چوڑی بنائی جاتی ہیں ان کی وجہ سے احکام شریعہ میں تغیر وتصرّف جائز نہیں ہے، بلکہ لوگوں نے یا حکومتوں نے از خود ضرورتیں بنالی ہیں۔ یہ ضرورتیں شرع شریف کی نظر میں ضرورتیں ہی نہیں ہیں اور "کعکسہ" کا معنی وہ نہیں ہے جو ظاہر عبارت سے مراد لے رہے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مسجد میں مرور کے لئے راستہ بنایا جائے۔

کما فی البحر: ومعنی قوله "کعکسہ" انه اذا جعل فی المسجد ممرّاً فانه یجوز لتعارف اهل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمرّ فیه حتی الکافر الا الجنب والحائض والنفساء لما عرف فی موضعه ولیس لهم ان یدخلوا فیه الدوابّ کذا ذکره الشارح، (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۴۲۸)

بہر حال "کعکسہ" کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں گزرنے کے لئے بوقت ضرورت راستہ بنانا

جائز ہے نہ یہ کہ مسجد کو ہدم کر کے اس کو راستہ بنانا اور اس میں داخل کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۵/۶/۱۳۷۴ھ

مسجد کی زمین کا دوسری زمین سے تبادلہ کرنا:

ایک گاؤں میں مسجد کا احاطہ ہے جس کے نشانات اب مٹ چکے ہیں صرف لوگ بتاتے ہیں کہ یہاں مسجد تھی یہ جگہ راستہ سے کچھ دور ہے اور اس کے اردگرد ایک شخص کی زمین ہے زمیندار کہتا ہے کہ چونکہ یہ مسجد راستے سے دور پڑے گی اس لئے میں دوسری جگہ دے دیتا ہوں وہاں نئی مسجد بنا لی جائے۔ تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اور اگر دوسری مسجد بنا بھی لی تو اس پہلی جگہ کا کیا حکم ہوگا؟

سائل ...... حافظ رحیم بخش، ابدالی مسجد، ملتان

الجواب

دوسری جگہ مسجد بنانے کی بجائے اسی جگہ (مسجد قدیم) کو آباد کیا جائے اس لئے کہ مسجد ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے اس کا احترام اور آبادی بہت ضروری ہے اور تبادلہ جائز نہیں۔

لمافی الدرالمختار: ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتیٰ، حاوی القدسی. قال فی ردالمحتار: فلایعود میراثا ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه او لا، وهو الفتویٰ (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۵۰)...................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۳/۶/۱۴۱۵ھ

مسجد کی جگہ پر مرغی فارم بنا دیا گیا ہے کیا اس کی متبادل جگہ پر مسجد بنا سکتے ہیں؟

حاجی عبدالعزیز مرحوم نے کچھ زمین مسجد کے لئے وقف کی تھی اور ابھی تک مسجد نہیں بنائی گئی۔ اس مسجد کی جگہ پر ایک صاحب نے مرغی فارم بنا دیا ہے۔ اب وہ صاحب اس کے متبادل جگہ دینا چاہتے ہیں۔ کیا متبادل جگہ پر مسجد بنا سکتے ہیں یا اسی وقف کی ہوئی زمین پر بنائیں؟

سائل ...... غلام اکبر، روہیلانوالی

الجواب

زمین کا جو قطعہ مسجد کے لئے وقف کیا گیا ہے مسجد اسی جگہ بنائی جائے اس کا تبادلہ دوسری زمین سے جائز نہیں کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی بیع ہے جبکہ وقف کی ہوئی زمین کی بیع اور ہبہ سب شرعاً منع ہے۔ ہندیہ میں ہے: لایباع ولایوھب ولایورث (الخ) (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۳۵۰)

وفیہ ایضاً: ولو کان الوقف مرسلاً لم یذکر فیہ شرط الاستبدال لم یکن لہ ان یبیعھا ویستبدل بھا وان کانت ارض الوقف سبخۃ لاینتفع بھا (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۴۰۱)

مسجد کی وقف جگہ پر مرغی خانہ یا کچھ اور بنانا شرعاً حرام ہے اسے فوراً مکمل طور پر فارغ کیا جائے اور مسجد کا کل رقبہ واپس لیا جائے .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۹/۱۱/۱۴۲۵ھ

حکومت نے مسجد کی زمین کا جو معاوضہ دیا ہے اس سے مسجد کے لئے زمین خریدنا ضروری ہے:

ایک مسجد کا کچھ حصہ حکومت نے سڑک میں شامل کر کے روڈ بنا دیا ہے اور اس حصہ کا معاوضہ ادا کر دیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو معاوضہ حکومت کی طرف سے متولی کو ملا ہے اس کا کیا کرنا چاہیے آیا زمین خرید کر وقف میں شامل کر دی جائے یا دوسرے مصارف میں اس

کا استعمال کرنا جائز ہے؟

سائل ..... محمد احمد، چیچہ وطنی

الجواب

مسجد و مدرسہ کی وقف زمین روڈ میں شامل کرنا ہرگز جائز نہیں واپس لینے کی کوشش کی جائے مساجد کو نقشوں کے تابع کرنے کی بجائے نقشوں کو مساجد کے تابع کیا جائے نقشہ بناتے وقت اوقاف اور مساجد کو باقی رکھنے کی پوری کوشش کی جائے تاہم اگر واپسی ممکن نہ ہو تو اس رقم سے زمین خرید لی جائے۔ الثانية: اذا غصبه غاصب واجری علیه الماء حتی صار بحراً فیضمن القیمة ویشتری المتولی بها ارضاً بدلاً، والثالثة: ان یجحده الغاصب ولا بینة: ای: واراد دفع القیمة، فللمتولی اخذها لیشتری به بدلاً (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۹۴)

دوسرے مصارف میں یہ رقم خرچ نہ کریں۔............... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۰/۱/۱۴۲۴ھ

مسجد کے قطعہ کا کلیم اپنے نام سے حاصل کرنا:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندو پاک کی تقسیم سے پیشتر ایک مسجد کی توسیع کے لئے ایک غیر مسلم کے مکان کو مسجد کے جمع شدہ چندہ سے خرید کر ایک شخص زید کے نام رجسٹری کرائی گئی۔ بعد از تقسیم زید پاکستان منتقل ہو گیا اور جب حکومتِ پاکستان نے ہندوستان کی جائیداد کے لئے لوگوں سے درخواستیں طلب کیں تو زید نے باوجودیکہ اس کی ہندوستان میں کوئی جائیداد نہ تھی اور اسی مسجد کی رجسٹری کی بناء پر سولہ مرلہ کی درخواست دیدی جو کہ قبول کرلی گئی۔ کیا زید کے لئے یہ جائز ہے اور اب وہ رقم جو منظور ہو گئی ہے کیا زید کے مصرف میں آسکتی ہے یا

نہیں، اوراب رقم کا مصرف کیا ہے؟

سائل ...... محمد عمران ملک

الجواب

زید کے لئے اس رقم کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ رقم اس نے اس زمین کے عوض وصول کی ہے جو کہ مسجد کے لئے خریدی گئی تھی۔ زید کے مقدمہ کی صورت یہ ہے کہ وہ اس زمین یا کلیم کا پورا معاوضہ کسی مستحق مسجد یا مساجد میں صرف کرے یا مسجد کے لئے زمین خریدے۔[1] اورحکومت کو اپنی محتاجی اور ضرورتمندی ظاہر کردے سچائی کے ساتھ کچھ قطعہ اراضی الاٹ کرالے۔.................. فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۵/۳/۱۳۸۴ھ

مسجد کے لئے مخصوص زمین میں کمی کرنا غلط اور خلاف شریعت ہے:

ساہیوال شہر میں محکمہ ہاؤسنگ پنجاب نے سکیم نمبر۲ میں تین پلاٹ شروع سکیم سے ہی مسجدوں کے لئے مخصوص کردیئے۔ گذشتہ تقریباً دس سال کے عرصہ سے یہ پلاٹ مخصوص رہے ہیں۔ اب حال ہی میں ڈسٹرکٹ مسجد کمیٹی نے ۲ پلاٹ تو پورے پورے تقسیم کردیئے جبکہ تیسرا مرکزی پلاٹ برائے جامع مسجد جس کا رقبہ ۴ کنال اور سات مرلہ ہے اس کیلئے ہماری انجمن اسلامیہ نے درخواست الاٹ منٹ دائر کر رکھی ہے یہ درخواست ۱۹۸۰ء سے زیر فیصلہ چلی آرہی ہے۔ اس

التخریج: (۱)......اذا غصبه غاصب او اجری علیه الماء حتیٰ صار بحراً فیضمن القیمة ویشتری المتولی بها ارضاً بدلاً (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ۵۹۴)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

تیسرے پلاٹ میں جامع مسجد کے لئے ڈسٹرکٹ مسجد کمیٹی نے تجویز کیا ہے کہ اس کے سات مرلہ چار کنال رقبہ میں سے صرف دو کنال رقبہ مسجد کے لئے تقسیم کیا جائے اور بقایا سات مرلے دو کنال رقبہ یوٹیلیٹی سٹور یا کسی دوسری غرض کے لئے استعمال یا الاٹ کر دیا جائے۔ حالانکہ شروع سے یعنی دس سال سے یہ سالم چار کنال سات مرلہ رقبہ جامع مسجد کے لئے نامزد اور مخصوص ہے اور خود محکمہ نے تجویز کی ہے بلکہ ایک مرتبہ ۶ جنوری ۱۹۸۹ء کو سالم رقبہ کی تجویز اس وقت کی مسجد کمیٹی نے ہماری انجمن اسلامیہ کے حق میں کر دی تھی ایک دباؤ کے تحت اس فیصلہ کا اعلان اور اس پر عمل درآمد روک دیا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اب شرعاً پلاٹ میں سے صرف دو کنال رقبہ مسجد کو دینا اور سات مرلہ اور دو کنال رقبہ مسجد کے سوا کسی اور غرض کے لئے استعمال یا الاٹ منٹ جائز ہے؟ قانوناً ڈسٹرکٹ کمیٹی یہ کام نہیں کر سکتی بلکہ انہوں نے محکمہ ہاؤسنگ کو تحریک کی ہے۔ اب اس کی شرعی حیثیت دریافت طلب ہے کیونکہ جب رقبہ اتنے سال سے مسجد کے لئے سرکار اور محکمہ نے مخصوص کر رکھا ہے تو کیا اب وہ اسے کم کر کے بقایا رقبہ مسجد کے سوا کسی دوسری غرض کے لئے الاٹ یا استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد فضل کریم، فرید ٹاؤن، ساہیوال

الجواب

محکمہ ہاؤسنگ پنجاب نے جتنی زمین مسجد کے لئے متعین کر دی ہے اس میں کمی نہ کی جائے وہ جگہ مسجد کو ہی ملنی چاہیے۔............................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۲/۹/۱۰ھ

مسجد کی جگہ سابقہ امام صاحب کو بحق الخدمت دینا جائز نہیں؟

ایک قطعہ اراضی شروع آبادی (تقریباً ۱۹۱۸ء) سے مسجد کے لئے وقف ہے۔ اب کچھ

لوگ یہ زمین سابقہ امام صاحب کو بطور حق الخدمت مستقل طور پر ذاتی ملکیت میں دینے کیلئے مصر ہیں جبکہ کچھ لوگ یہ زمین مسجد کیلئے واگزار کرانے کی کوشش کررہے ہیں۔ از روئے شرع شریف کیا حکم ہے کیا مسجد کی یہ زمین سابقہ امام صاحب کو بطور حق الخدمت دی جاسکتی ہے؟ اور فریقین میں سے کون حق پر ہے؟

سائل ...... محمد عمر، منچن آباد

الجواب

جو جگہ ایک دفعہ وقف ہو جائے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا، لہٰذا مسجد کے لئے وہ جگہ صحیح طور پر وقف ہو چکی ہے تو اب وہ تا قیامت وقف ہی رہے گی۔ کسی کو بطور حق الخدمت و بطور تملیک دینا جائز نہیں[1] امام صاحب کے لئے مناسب سمجھیں تو چندہ کر کے خرید لیں جو لوگ مسجد کو مسجد کا حق دلانے میں سعی کرتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۹/۹/۱۴۰۸ھ

(۱) ''امام مسجد'' مسجد کی وقف زمین کو اپنے نام نہیں کرا سکتا:

(۲) مسجد کا پانی، بجلی ذاتی مکان میں استعمال کرنے کا حکم:

(۱)...... ایک پلاٹ مسجد کے لئے وقف شدہ ہے جس کی حد برآری ہو چکی ہے اس پلاٹ کے

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک، ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالۃ تملیک الخارج عن ملکہ (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ٦، صفحہ ۵۴۰)

و فی العالمگیریۃ: وعند ھما حبس العین علی حکم ملک اللہ تعالیٰ علی وجہ تعود منفعتہ الی العباد فیلزم ولا یباع ولا یوھب ولا یورث (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

نصف حصہ پر مسجد تعمیر ہے کچھ حصہ پر امام کے لئے ایک مکان تعمیر کیا گیا تھا جس میں سابقہ امام کی رہائش تھی اس کے بعد دوسرے امام کو مقرر کیا گیا انہوں نے مسجد سے ملحقہ مکان کو گرا دیا اور اس قطعہ زمین کو کنٹونمنٹ بورڈ سے اپنے نام کرا لیا اور اپنے ذاتی خرچہ سے مکان تعمیر کرایا جبکہ جگہ مسجد کے نام وقف ہے کیا ان کے لئے ایسا کرنا اسلامی ضابطہ کے مطابق درست ہے؟

(۲)...... امام مسجد مذکور اپنے گھر پر ذاتی استعمال کے لئے پانی اور بجلی مسجد سے استعمال کرتے ہیں۔ کیا ان کے لئے یہ درست ہے؟

سائل ...... رؤف احمد، شورکوٹ، جھنگ

الجواب

(۱)...... برتقدیر صحت واقعہ وقف ہونے کے بعد کنٹونمنٹ بورڈ سے اپنا نام کرانا جائز نہیں ہے اور اس طرح سے یہ زمین اس کی ملکیت نہ ہوگی۔ یہ زمین بدستور موقوفہ رہے گی۔(۱)

(۲)...... متولیان کی اجازت اور رضامندی سے جائز ہے۔......... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۱۱/۵/۱۱ھ

التخریج: (۱)...... فاذا تم ولزم لایملک ولایملک، وفی الشامیة: ولایملک ای لایقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۴۰)

وفی العالمگیریة: عند ابی حنیفة حکمہٗ صیرورۃ العین محبوسة علی ملکہ بحیث لاتقبل النقل عن ملک الی ملک (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۲) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مایتعلق بانتقال المسجد و امتعته

ویران مسجد کا ملبہ دوسری قریبی مسجد میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

ہمارے گاؤں سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا جو ڈاکوؤں کی زیادتی کی وجہ سے ویران ہو چکا ہے۔ جس میں ایک مسجد بھی تھی گاؤں کے ویران ہونے کی وجہ سے مسجد بھی شہید ہو گئی جس کا ملبہ ویسے ہی پڑا ہے۔ اجڑے ہوئے گاؤں والے کہتے ہیں کہ آیا اس شہید شدہ مسجد کا ملبہ دوسری مسجد کی تعمیر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ لوہے کو زنگ لگ جانے کی وجہ سے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

سائل ...... خیر محمد پٹھان، ضلع دادو، سندھ

الجواب

اصل یہ ہے کہ اسی مسجد کو تعمیر کر کے آباد کیا جائے اور اگر مستقبل میں اس کی امید نہ ہو تو اس کا ملبہ دوسری قریبی ضرورتمند مسجد میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔(۱) اللہ تعالیٰ ان ڈاکوؤں کو ہدایت دے

التخریج: (۱)...... لما فی الشامیة: والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل .... ولاسیما فی زماننا، فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد .... وفی فتاوی النسفی، سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا وتداعی مسجدها الیٰ الخراب، وبعض المتغلبة یستولون علی خشبة وینقلونه الی دورهم هل لواحد لاهل المحلة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفه الیٰ بعض المساجد او الیٰ هذا المسجد؟ قال "نعم" (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۵۲، کذا فی العالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۷۸) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اگر ان کے لئے ہدایت مقدر نہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی ایسے ہی برباد کردے جیسے کہ انہوں نے مسجد کو بے آباد کیا۔.. فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۴/۴/۱۴ھ

جنات کی وجہ سے جو مسجد ویران ہو جائے اس کے سامان کا حکم:

ایک مسجد کے قریب جنات وغیرہ کی شکایت معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں لوگ نماز پڑھنا چھوڑ گئے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اس مسجد کا سامان وغیرہ دوسری مسجد میں لگا دیں کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟

سائل ...... محمد انور، ملتان

الجواب

جانوروں وغیرہ سے اس مسجد کی حفاظت ضروری ہے اگر مسجد کا سامان چوری ہونے کا خوف ہو تو وہ سامان منتقل کر کے دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں۔[1]..................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۴/۱/۳۰ھ

(۱)......اگر واقعۃً جنات کی شکایت ہو تو کسی ماہر عامل جنات کی خدمات حاصل کی جائیں۔ جنات کے تسلط کو ختم کر کے اسے آباد کیا جائے۔ علاج معالجہ سے فائدہ ہو جاتا ہے اسلئے ابتداءً اسکی کوشش کی جائے۔ بصورت دیگر سامان منتقل کیا جائے۔

لما فی الشامیة: ونقل فی الذخیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجد او حوض خرب، ولا یحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف او قافه الیٰ مسجد او حوض آخر؟ فقال: "نعم" ومثله

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مسجد کا سامان اگر ضائع ہو رہا ہو اسے قریبی ضرورت مند مسجد کی طرف منتقل کرنے کی گنجائش ہے:

ویران مسجد کی جگہ کا احترام باقی ہے اس میں زراعت جائز نہیں:

''رودکوہی'' کے رخ بدلنے کی وجہ سے نصف قریہ اور ایک مسجد تباہ و منہدم ہو چکے ہیں اب نصف قریہ کے منہدم شدہ مکانات کو دوسری جگہ تعمیر کیا جا رہا ہے اسی واسطے اہل قریہ دوسری مسجد تیار کرنا چاہتے ہیں کیونکہ پہلی مسجد نصف بلکہ اکثر گر چکی ہے اور باقی بھی گرنے کے قریب ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگایا جا سکتا ہے یا نہیں اگر ویسے رہنے دیا جائے تو ضائع ہونے کا خطرہ ہے نیز اول مسجد کی جگہ مسجد کے حکم میں ہی رہے گی یا حکم بدل جائیگا؟

(۲)......ایک آبادی دوسری جگہ منتقل ہو چکی ہے مکانات وغیرہ گرائے گئے ہیں صرف وہاں ایک مسجد رہ گئی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اس کا سامان ضائع ہو رہا ہے۔ کیا اس مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر سامان دوسری جگہ لگانا جائز ہے تو پہلی مسجد کی جگہ کاشت و زراعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... حاجی اللہ بخش، تونسہ شریف

الجواب

ہر دو سوالوں کا جواب ایک ہی ہے یعنی اگر یہ دونوں مسجدیں گر رہی ہیں اور ان کا سامان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

فی البحر عن القنیة.........ولاسیما فی زماننا ، فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد......وفی فتاوی النسفی، سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا وتداعی مسجدها الیٰ الخراب ، وبعض المتغلبة یستولون علی خشبة وینقلونه الی دورهم هل لواحد لاهل المحلة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفه الیٰ بعض المساجد او الیٰ هذا المسجد؟ قال "نعم" (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۵۲، کذا فی العالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۷۸)۔ فقط بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بوجہ رودکوہی یا کسی اور وجہ سے ضائع ہونے والا ہے تو اس سامان کو منتقل کر کے قریب والی مسجد محتاج میں خرچ کیا جائے۔ وہ جگہ جہاں پہلے مسجد واقع تھی وہ قابل احترام ہے اس میں کاشت وغیرہ کرنا جائز نہیں نشانات وغیرہ لگا کر بقدر استطاعت ان کی حفاظت کی جائے۔[1]

لما فی الشامیة: والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل ...... ولاسیما فی زماننا، فان المسجد او غیرہ من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد ...... ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الیٰ النقل الیه، (شامیہ، جلد ۶ صفحہ ۵۵۲) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۸/۴/۱۳۷۶ھ

مسجد کی زائد از ضرورت مٹی کو فروخت کرنا یا فقراء کو ہبہ کرنا درست ہے:

ایک مسجد پختہ گنبددار جو کہ آبادی بستی "کھاول" میں عرصہ ڈیڑھ سو سال سے بنی ہوئی ہے جس میں نماز جمعہ باقاعدگی سے ادا ہوتی ہے اس وقت قابل مرمت ہے جس کے فرش سے بقدر ڈیڑھ فٹ گہری شورآلود مٹی اٹھا کر دوسری نئی مٹی ڈالی جانی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس مٹی کو کہاں ڈالا جاوے کیونکہ احاطہ مسجد میں اس قدر مٹی کی گنجائش نہیں ہے آیا یہ مٹی آبادی سے دور زرعی اراضی میں گڑھا کھود کر دفن کی جاسکتی ہے؟ سائل ...... غلام علی متولی مسجد بستی کھاول

التخریج: (۱) ...... سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی عن مسجد لم یبق له قوم وخرب ما حوله واستغنی الناس عنه هل یجوز جعله مقبرة؟ قال "لا". (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۷۰)

وفی الدرالمختار: ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عندالامام والثانی ابدا الیٰ قیام الساعة، (جلد ۶، صفحہ ۵۵۰) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

اس تکلیف کی (کہ مٹی نکال کر گڑھا کھود کر دفن کیا جائے) کوئی ضرورت نہیں[1] مسجد کی مٹی نکال کر اگر فروخت ہو سکے تو اس کو بیچ دینا چاہیے اور اس کے پیسے مسجد کی ضروریات میں صرف کئے جائیں اگر فروخت نہ ہو سکے تو مفت فقراء کو دے دی جائے[2] مسجد کی مٹی اکٹھی کر لینے کے بعد محترم نہیں رہتی۔ قاضی خان میں ہے: **وان مسح بتراب فی المسجد ان کان ذالک التراب مجموعاً فی ناحیۃ غیر منبسط لاباس به وان منبسطاً مفروشاً یکرہ لانه بمنزلة ارض المسجد** (خانیہ علی حاشیۃ الہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۶۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۷۹/۲/۱۸ھ

مسجد کی مٹی اور پرانی اینٹیں فروخت کرنے کی اجازت ہے:

مسجد کا کوڑا کرکٹ کہاں پھینکا جائے؟

ایک مسجد کا گنبد گرایا گیا اس کے ملبے کی مٹی اور اینٹیں وغیرہ ضرورت سے زائد ہیں مٹی میں دو حصے روڑیاں ہیں وہ مٹی مسجد کے کسی کام کی نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس مٹی کو فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص اس مٹی کو خریدے تو کیا وہ اسی مٹی کو اپنے مکان وغیرہ کے کام میں لا سکتا ہے یا نہیں اور مسجد کے پیچھے جگہ پست ہے اور بارش وغیرہ کا پانی کھڑا ہو

التخریج: (۱)...... لما فی العالمگیریة: لاحرمة لتراب المسجد اذا جمع (جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

(۲)...... وفی البحر الرائق: اذا رأی حشیش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم یکن له قیمة فان کان له ادنی قیمة لایاخذه الا بعد الشراء (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۴۲۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

جاتا ہے تو کیا اس مٹی کو اگر وہاں ڈال دیا جائے تو از روئے شریعت یہ جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ شارع عام ہے اور لوگ جانور وغیرہ وہاں سے گذارتے ہیں نیز مسجد کا کوڑا کرکٹ وغیرہ کسی اچھی جگہ پر ڈالنا مستحب ہے یا نہیں اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو کوئی گناہ تو نہیں؟

سائل ...... عبدالرحمٰن، ضلع ملتان

الجواب

جو شخص اس مٹی کو خریدے گا وہ اس کو اپنے مکان میں اور صحن وغیرہ میں استعمال کر سکتا ہے۔[1] اور اگر اس مٹی کو اس پست جگہ میں بچھا دیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔[2] اور مسجد کے کوڑا کرکٹ وغیرہ کو جو جھاڑ دینے سے جمع ہوتا ہے ایسی جگہ پر نہیں پھینک دینا چاہیے جہاں اس کی بے حرمتی ہوتی ہو۔ لہٰذا کوئی گڑھا وغیرہ کھود کر اس میں ڈال دینا چاہیے۔[3] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۱/۲/۲۲ھ

مسجد کا پرانا اسپیکر بیچ کر نیا اسپیکر خریدنے کی اجازت ہے:

ایک مسجد کے لئے مسجد کے فنڈ سے لاؤڈ سپیکر خریدا گیا جو کہ دو تین سال سے چل رہا ہے آواز کچھ کم ہے اگر اس کو بیچ دیا جائے اور اس کی قیمت لے کر زائد رقم شامل کر کے نیا لاؤڈ سپیکر خرید

التخریج: (۱)...... فی البحر الرائق: اذا رأی حشیش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم یکن له قیمة فان کان له ادنی قیمة لایاخذه الا بعد الشراء (جلد۵، صفحہ۴۲۰)

(۲)...... لاحرمة لتراب المسجد اذا جمع وله حرمة اذا بسط (البحر الرائق، جلد۵، صفحہ۴۱۹)

(۳)...... لاترمی برایة القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد و کناسته لایلقیٰ فی موضع یخل بالتعظیم (الدر المختار مع الشامیہ، جلد۱، صفحہ۳۵۵) (کذا فی العالمگیریہ، جلد۵، صفحہ۳۲۲) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

لیا جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ سائل صدرالدین شاہ، خانگڑھ

الجواب

متولی المسجد اذا اشتری بمال المسجد حانوتاً او داراً ثم باعها جاز اذا کانت له ولایة الشراء (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۱۷)

اس جزئیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس متولی یا کمیٹی کو مسجد کے فنڈ سے کوئی چیز خریدنے کا اختیار ہو اُسے فروخت کرنے کا بھی اختیار ہے، پس صورت مذکورہ میں لاؤڈ سپیکر ایسے متولی یا مجلسِ منتظمہ کی جانب سے فروخت کر دیا جائے تو گنجائش ہے البتہ بلا ضرورت فروخت نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس کی قیمت کم وصول ہوگی اور نیا پوری قیمت میں خریدا جائے گا۔.......... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ

مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۹/۲/۷ھ

مسجد میں رکھے گئے ضرورت سے زائد قرآن کریم کو فروخت کرنا:

لوگ مسجدوں میں قرآن کریم لا کر جمع کراتے ہیں اور لوگ پڑھتے کم ہیں ویسے ہی پڑے رہتے ہیں کیا ان کو فروخت کر کے اس کے پیسوں کو مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں یا کسی مسجد میں یہ قرآن دے سکتے ہیں؟

سائل ...... سراج احمد، غلہ منڈی، شجاع آباد ملتان

الجواب

ان قرآنوں کو دوسرے کسی مدرسہ میں دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت کو مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے۔ اس لئے موجودہ قرآن پاک کو مسجد میں رکھنا اور اس کی

حفاظت کرنا لازمی ہے۔[1] اور آئندہ کے لئے دہندگان کو سمجھایا جائے کہ وہ مسجد میں قرآن پاک جمع نہ کروائیں اور یہ اعلان ضرور کریں کہ "جو آدمی قرآن پاک دیگا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں استعمال کی جائے گی" تو پھر اس کی قیمت مسجد میں استعمال کرنا درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان	عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳۹۳/۳/۱۸ھ	صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

مسجد کی پرانی دریاں اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسجد کا کچھ سامان ایسا ہے جو مسجد کے کسی کام نہیں آ سکتا مثلاً مسجد کی دریاں پرانی ہوگئی ہیں اور وہ مسجد کے کسی کام نہیں آ سکتیں۔ اب اگر ان دریوں کو مسجد کا متولی یا کوئی اور شخص اپنے ذاتی کاموں کے لئے استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو رقم بھی دے یا نہیں؟

سائل ...... غلام حسین، ملتان

الجواب

ایسی چیزیں جو مسجد کی تعمیر میں داخل نہیں یعنی دریاں چٹائیاں وغیرہ جس وقت مسجد میں کام نہ آئیں پرانی ہو جائیں تو وہ معطی کی ملک ہو جاتی ہیں، لہٰذا ان کی اجازت سے فروخت کر کے مسجد میں اس کا پیسہ لگایا جا سکتا ہے، اگر وہ نہ ہو تو وارث کی اجازت سے فروخت ہو سکتی ہیں۔ اگر وارث معلوم نہ ہو تو پھر اگر ایسی چیزیں مالِ وقف سے ہوں تو منتظمین مسجد فروخت کر کے مسجد پر

التخریج: (۱)...... لما فی الشامیة: لو وقف المصحف علی المسجد ای: بلا تعیین اهله قیل یقرأ فیه: ای یختص باهل المترددین الیه وقیل لا یختص به ای: فیجوز نقله الیٰ غیره وقد علمت تقویة القول الاول بما مر عن القنیة، (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ۵٦١، ط: رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

صرف کر سکتے ہیں۔

لما فی الهندية: ذكر ابو الليث فی نوازله ، حصير المسجد اذا صار خلقا واستغنی اهل المسجد عنه وقد طرحه انسان ان كان الطارح حيا فهو له وان كان ميتا ولم يدع له وارثا ارجوان لاباس بان يدفع اهل المسجد الی فقير او ينتفعوا به فی شراء حصيرٍ آخر للمسجد (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۸)............... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۸/۲/۲۵ھ

(۱) مسجد کی نا قابل انتفاع اور نا قابل فروخت اشیاء پھینکنے کی اجازت ہے:

(۲) ایک مسجد کی اشیاء دوسری مسجد میں استعمال کرنا:

(۱)...... زید مسجد کے بوسیدہ شہتیر لینا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ جب نئی مسجد تعمیر ہوگی تو میں شہتیر لے کر دوں گا۔ آیا اس صورت میں زید کے لئے مسجد کے بوسیدہ شہتیر لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)...... ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... مختار احمد

الجواب

(۱)...... اگر وہ شہتیر وغیرہ مسجد کے کام کے نہ ہوں تو ان کو فروخت کر کے ان پیسوں کو مسجد کی ضروریات میں خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر مسجد کی کوئی چیز قابل فروخت بھی نہ ہو تو اس کو ویسے بھی پھینک سکتے ہیں۔ حشيش المسجد اذا اخرج عن المسجد ايام الربيع ان لم يكن له قيمة لاباس بطرحه خارج المسجد ولاباس بدفعه

والانتفاع به (خلاصۃ الفتاویٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۲۵)

(۲)......جائز نہیں ہے۔ قال الشامیؒ: الفتویٰ علیٰ انّ المسجد لایعود میراثاً، ولایجوز نقله ونقل ماله الیٰ مسجد آخر (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۵۱)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۵/۱/۳۰ھ

مسجد کی چٹائیاں قوالی کی محفل کیلئے لے جانا:

ایک شخص نے مسجد کی چٹائیاں بلا اجازت اٹھا کر قوالی کے لئے فرش بنایا اوران پر حقہ سگریٹ نوشی کی اور کھینچا تانی سے ان کو خراب کر دیا گیا۔ کیا اس پر شرعاً مواخذہ ہے؟ نیز ان چٹائیوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عباس

الجواب

مسجد کی چیز کو مسجد کے علاوہ دوسرے کاموں میں استعمال کرنا خصوصاً ایسے منکرات جس میں قوالی، حقہ اور سگریٹ نوشی بھی ہوتی ہو اور ایسی صورت میں جبکہ ان کو خراب بھی کر دیا گیا ہو حرام اور گناہ ہے[1] جس سے روکنا ضروری ہے شریعت میں اس پر ضمان واجب ہے چٹائیاں اگر نجس ہو چکی ہوں تو ان کو دھونا بھی ضروری ہے اور اگر نجس نہ ہوئی ہوں تو ان کو اسی طرح استعمال کر سکتے ہیں

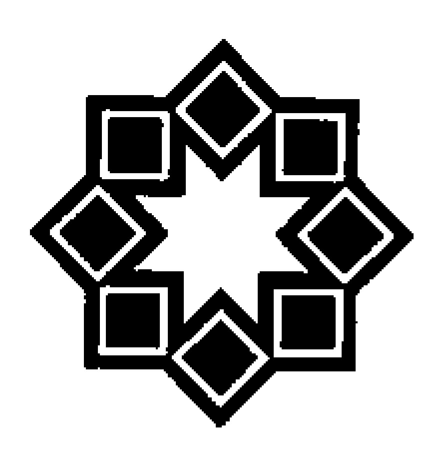
التخریج: (۱)......متولی المسجد لیس له ان یحمل سراج المسجد الیٰ بیته (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۶۲)
وفیه ایضاً: لایحمل الرجل سراج المسجد الی بیته (جلد ۱، صفحہ ۱۱۰) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مگر احتیاط دھو لینے میں ہے۔

علامہ ابن امیر الحاج مدخل جلد ۲، صفحہ ۱۵۴ میں لکھتے ہیں: قالت الحنفية الحواشي برقص عليها لايصلىٰ عليها........................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ عبد اللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۶۹/۱/۱ھ



ما یتعلق باموال المسجد

مسجد کے چندہ میں تبدیلی کرنا، یا اپنی ضرورت میں خرچ کر کے لوٹا دینا کیسا ہے؟

مسجد کے متولی کے پاس اگر چندہ کے پیسے ہوں اور روپیہ کو تبدیل کرے تو کیسا ہے؟

سائل ...... مولوی شیر زادہ

الجواب

متولی کیلئے مسجد کا چندہ اپنے استعمال میں لانا ہرگز جائز نہیں، البتہ اگر کسی مجبوری کی بناء پر مال مسجد صرف کر لے پھر اپنے مال سے اس میں جمع کرے تو ضمان سے بری ہوگا۔

لمافی فتح القدیر: ولو انفق دراهم الوقف فی حاجة نفسه ثم انفق من ماله .... فی الوقف جاز ویبرأ عن الضمان (جلد۵، صفحہ ۴۵۰)[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۳۹۶/۳/۱ھ

التخریج: (۱)...... ولما فی العالمگیریة: ولو اراد ان یصرف فضل الغلة الی حوائجه علی ان یردّه اذا احتیج الی العمارة فلیس له ذالک وینبغی ان یتنزه غایة التنزة فان فعل مع ذالک ثم انفق مثل ذلک فی العمارة اجزت ان یکون ذالک تبریئا له عما وجب علیه وفی فتاویٰ الفضلی انه یبرأ عن الضمان مطلقاً (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۴۹۰) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد کے فنڈ سے تجارت کرنا یا بطور قرض لینا، دینا کیسا ہے؟

زید ہماری مسجد کا خزانچی اپنے پاس مسجد کی رقم بطور امانت رکھنے کیلئے تیار نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ''میں سرکاری آدمی ہوں پیسہ اِدھر اُدھر استعمال ہوتا رہتا ہے میرے لئے رقم بطور امانت رکھنا مشکل ہے ہاں اگر مسجد کی کمیٹی یہ رقم بطور قرض دیدے تو مسجد کو جب اور جتنی ضرورت ہوگی دیتا رہوں گا'' مسجد کی انتظامیہ کو زید پر اعتماد ہے ایسی صورت میں انتظامیہ کمیٹی مسجد کی رقم زید کو بطور قرض دے سکتی ہے؟ اگر ایسا کرنا جائز نہ ہو تو متبادل صورت کیا ہو سکتی ہے؟ کیونکہ عموماً ہر ساتھی یہ رقم بطور امانت رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

سائل ...... غلام مصطفیٰ، ڈیرہ غازی خان

الجواب

مسجد کا فنڈ بینک میں جمع کیا جائے، کھاتہ دو یا تین معتمد ساتھیوں کے نام ہو۔ عند الضرورت بینک سے نکلوالیا جائے۔ لما فی الهداية: **وان اقرض الوصی ضمن لانه لایقدر علی الاستخراج** (ہدایہ، جلد۳، صفحہ۱۴۳)

خزانچی کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ **ولو اراد ان یصرف فضل الغلة الی حوائجه علی ان یرده اذا احتیج الی العمارة فلیس له ذالک وینبغی ان یتنزه غاية التنزه** (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۴۹۰)

اور مضاربت پر دینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ نقصان اور ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

(۱) : متولی مسجد کی رقم بطور قرض نہیں دے سکتا:

(۲) : مسجد کے چندہ سے امام وخطیب کو تنخواہ دینا جائز ہے:

(۱)...... ایک آدمی کے پاس مسجد کا فنڈ ہے اور مسجد کا انتظام بھی اس کے پاس ہے کیا مسجد کے فنڈ سے بطور قرضہ اپنی ضروریات میں خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور کسی ضرورت مند کو مسجد کے فنڈ سے قرضہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲)...... جمعۃ المبارک اور عیدین کے موقع پر مسجد کے نام پر جو چندہ کیا جاتا ہے آیا اس چندہ میں سے خطیب صاحب کی خدمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں

سائل ...... مسعود الرحمٰن، ملتان

الجواب

(۱)...... مسجد کا متولی یا خزانچی مسجد کے فنڈ سے نہ خود بطور قرض خرچ کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی اور کو بطور قرض دے سکتا ہے۔ لما فی البحر الرائق: **لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد .... ولا اقراضه فلو اقرضه ضمن، وكذا المستقرض** (جلد۵، صفحہ ۴۰۱)

(۲)...... مسجد کا چندہ مسجد کی ضروریات کے لئے ہوتا ہے اور امام اور خطیب مسجد کی ضرورت ہیں، لہٰذا ان حضرات کی خدمت کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ لما فی البحر الرائق: **لو وقف علی مصالح المسجد یجوز دفع غلته الی الامام والمؤذن والقیم** (جلد۵، صفحہ ۳۵۴)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴/۱/۱۴۲۵ھ

اگر متولی نے مسجد کا مال قرض پر دیا تو اس کی ضمان متولی پر ہے:

انتظامیہ مسجد کا قرض معاف کرنے کی شرعاً مجاز نہیں:

ایک متولی مسجد نے ایک شخص کو مسجد کی رقم سے کچھ قرض دیا، لیکن اب وہ شخص قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا متولی مسجد نے کمیٹی سے درخواست کی ہے کہ چونکہ یہ شخص غریب ہے اور ادائیگی کی استطاعت نہیں رکھتا اس لئے اس کو مسجد کی رقم معاف کر دی جائے۔ کیا شرعاً متولی اور کمیٹی کے ممبر متفقہ طور پر یہ قرض معاف کرنے کے شرعاً مجاز ہیں یا نہیں؟

سائل ...... محمد اشرف، شہ سلطان پور

الجواب

اولاً تو مسجد کی رقم کسی کو قرض دینا غیر قاضی کے لئے درست ہی نہیں، ثانیاً عدم استطاعت کی وجہ سے انتظامیہ کمیٹی معاف کرنے کی شرعاً مجاز نہیں۔ لما فی البحر الرائق: لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد .... ولااقراضہ فلواقرضہ ضمن، وکذا المستقرض (جلد ۵، صفحہ ۲۰۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۱/۳ھ

متولی مسجد کا فنڈ بطور قرض نہ خود خرچ کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو قرض دینے کا مجاز ہے:

مسجد کا خزانچی مسجد کے فنڈ سے کسی معتمد علیہ شخص کو قرض اس شرط پر کہ "جب بھی مسجد کی تعمیر ہوئی واپس دیگا" دے سکتا ہے؟ یا اسی طرح خود خرچ کر سکتا ہے؟

سائل ...... احمد حسن خان، رشید آباد، ملتان

الجواب

خزانچی مسجد کے فنڈ میں سے اپنی ضرورت کے لئے قرض نہیں لے سکتا اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کو مسجد کی رقم سے قرض دے سکتا ہے خزانچی کو شرعاً یہ اختیار نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۲/۱۰/۱۴ھ

اگر متولی اپنی ذاتی رقم مسجد کی ضروریات میں رجوع کی نیت سے خرچ کرے تو مسجد کے فنڈ سے لینے کا شرعاً مجاز ہے:

زید مسجد کا متولی ہے بعض اوقات مسجد کی ضروریات کے لئے کوئی چیز خریدنی پڑتی ہے یا بجلی کے بل کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے یا تعمیر وغیرہ پر خرچ کرنا ہوتا ہے، لیکن مسجد کا چندہ اس کے لئے ناکافی ہوتا ہے تو زید اپنی جیب سے اس خیال سے خرچ کر دیتا ہے کہ آئندہ مسجد کے چندہ سے واپس لے لوں گا۔ شریعت کی رو سے بتایا جائے کیا زید کا یہ عمل صحیح ہے اور کیا زید وہ رقم واپس لے سکتا ہے جس قدر اس نے اپنی جیب سے شامل کی ہے؟

سائل ...... محمد اشرف، وہاڑی

الجواب

اگر متولی نے واپس لینے کی غرض سے اپنا ذاتی روپیہ خرچ کیا تو اس صورت میں رجوع

التخریج: (۱)...... لما فی البحر الرائق: ان القیم لیس له اقراض مال المسجد ، قال فی جامع الفصولین: لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد......ولا اقراضه فلو اقرضه ضمن وکذا المستقرض (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۴۰۱) (مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔لما فی الشامیة: ان الناظر اذا انفق من مال نفسه علی عمارة الوقف لیرجع فی غلته له الرجوع دیانة (الخ) (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۷۵، ط: رشیدیہ جدید)

وفیه ایضاً: اما لو کان فی یده شئ فاشتری للوقف من مال نفسه ینبغی ان یرجع ولو بلاامر قاض (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۷۵)......................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۰/۵/۱۴۲۴ھ

مسجد یا مدرسہ کا قرض عمومی چندہ سے اتارنا:

(۱)......ایک شخص قرض لے کر مسجد کے لئے زمین خریدتا ہے اور مسجد کے لئے زمین کو وقف کر دیتا ہے۔اب آئندہ مسجد کے لئے جو چندہ جمع ہوگا اس سے قرض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......ایسے ہی اگر کوئی شخص زمین رہن رکھ کر مسجد کی زمین خرید لے بعد میں مسجد کے چندہ سے مرہونہ زمین کو چھڑوا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد رشید احمد، میاں چنوں

الجواب

(۱)......صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے اگر انفرادی طور پر قرض لے کر مسجد کے لئے زمین وقف کی ہے تو اب جو آئندہ چندہ جمع ہوگا اس سے یہ قرض ادا کرنا جائز نہیں۔البتہ اس صورت میں کہ مذکور شخص چندہ جمع کرتے وقت چندہ دہندگان سے یہ بات ظاہر کر دے کہ میں نے قرض لے کر مسجد کے لئے زمین خریدی ہے اب میں مقروض ہو چکا ہوں آپ حضرات مجھے چندہ دیں تاکہ میں قرض کے بوجھ سے سبکدوش ہو سکوں۔اس تصریح کے ساتھ جو چندہ ملے اس سے ادائیگی قرض جائز ہے اور اگر اس

شخص نے انفرادی طور پر بذات خود قرض نہیں لیا بلکہ ایک انجمن اور شوریٰ کے ماتحت اس نے سب کی رائے سے یہ کاروائی کی کہ قرض لے کر زمین خرید کر وقف کر دی تو بھی انجمن کو اس تصریحات کے ساتھ چندہ جمع کرنا چاہیے کہ انجمن تعمیر مسجد کے سلسلہ میں مقروض ہے، لہٰذا انجمن کو لوگ چندہ دیں تا کہ انجمن کے تعمیری کاموں میں ترقی ہو اور قرضہ مرتفع ہو۔ واضح رہے کہ بغیر ان تصریحات کے جو چندہ تعمیر کے لئے جمع ہو گا اس سے سابقہ قرضہ ادا کرنا جائز نہ ہوگا۔[1]

(۲)...... اس باب میں بھی اسی تصریح اور تفصیل کے ساتھ مرہونہ زمین کو فک کروایا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔...................................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۰/۴/۲۱ھ

جس مقصد کے لئے چندہ کیا گیا ہے اسی مقصد پر خرچ کیا جائے:

مسجد کے لئے برآمدہ تعمیر کرنے کے لئے بعض احباب نے رقم دی، مگر بعد میں تعمیرِ برآمدہ کی رائے بدل گئی، لہٰذا وہ رقم ایک صاحب کے پاس بطور امانت ابھی تک موجود ہے، رقم دینے والے حضرات انتقال کر چکے ہیں۔ آیا یہ رقم مسجد کے لئے وقف مکان کی تعمیر میں خرچ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... بشیر احمد، ملتان

التخریج: (۱)...... لمافی الشامیة: ان الناظر اذا انفق من مالِ نفسه علیٰ عمارة الوقف لیرجع فی غلته له الرجوع دیانة، لکن لو ادّعیٰ ذٰلک لایقبل منه بل لابدان یشهدانه انفق لیرجع (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۷۵)

وفی العالمگیریة...... المتولی اذا اراد ان یستدین علی الوقف لیجعل ذالک فی ثمن الرهن فان کان بامر القاضی یملک ذالک والا فلا (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۲۴) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

جس مقصد کے لئے چندہ لیا گیا ہے اور دینے والوں نے دیا ہے اسی مقصد میں وہ روپیہ خرچ کیا جائے دوسرے مقصد میں اس کو خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔[1] لہٰذا اس روپیہ سے مسجد کا ہی کوئی کام کیا جائے۔ مکان یا کسی اور کام میں روپیہ خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۶۳)

البتہ اگر چندہ دہندگان معلوم ہوں تو ان کی اجازت سے مذکور فی السوال کاموں میں ان کا خرچ کرنا درست ہے۔.. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴/۴/۱۴۲۴ھ

کسی خاص مقصد کے لئے جمع شدہ چندہ کو دوسرے مصرف میں خرچ کرنے کیلئے چندہ دہندگان کی اجازت ضروری ہے:

شامیانہ کے لئے چندہ کیا گیا لیکن تھوڑا ہے۔ کیا اس کو کسی اور ضرورت میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا مزید ملا کر شامیانہ ہی خریدا جائے؟

سائل ...... محمد حسین، موتی مسجد، لیہ

الجواب

مزید چندہ جمع کر کے شامیانہ خریدا جائے۔ دوسری جگہ خرچ کرنے کے لئے تمام چندہ

التخریج: (۱)......انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

وفي فتح القدير: واذا كان (الوقف) علىٰ عمارة المسجد لايشترىٰ منه الزيت والحصير ولايصرف للزينة والشرفات ويضمن ان فعل (جلد ۵، صفحہ ۵۴۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

دہندگان سے اجازت لینا ضروری ہے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۷/۱۲/۱۳۹۴ھ

مسجد کو رنگ روغن کرنے کیلئے لیا گیا چندہ متولیوں نے بیت الخلاء پر لگا دیا تو ان پر ضمان واجب ہے:

مسجد کے رنگ کے لئے چندہ جمع کیا گیا اور معاونین حضرات نے بھی خاص مسجد کے رنگ وروغن کے لئے چندہ دیا تھا پھر مسجد کے متولی حضرات نے اس جمع شدہ رقم سے مسجد کے بیت الخلاء تعمیر کرائے۔ کیا معاونین حضرات نے جو رقم خاص رنگ کے لئے دی ہے اس کا استعمال متولی حضرات کے لئے بیت الخلاء کی تعمیر میں خرچ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس کی ضمان متولی حضرات پر آئے گی یا نہیں؟

سائل ...... مولوی شکیل احمد، جلہ آرائیں

الجواب

صورت مسئولہ میں چندہ جس مصرف کے لئے دیا گیا ہے اس میں استعمال کرنا چاہیے۔ غیر مصرف میں اس چندہ کے استعمال کرنے کی وجہ سے متولیان پر ضمان آئے گا۔ اگر چندہ دینے والوں کی اجازت سے کیا ہو تو گنجائش ہے۔ **ان الوقف علیٰ عمارة المسجد ومصالح المسجد**

التخریج: (۱)...... انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

سواءً، واذا کان علیٰ عمارة المسجد لایشتری منه الزیت والحصیر ولایصرف منه للزینة والشرفات ویضمن ان فعل (فتح القدیر، جلد ۵، صفحہ ۴۵۰)............فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۴/۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

مسجد کے فنڈ سے جلسہ کروانا کیسا ہے؟

مسجد کے فنڈ سے دینی جلسہ کیلئے اشتہار چھپوا سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح جس عالم کو بلا رہے ہیں اس کو فیس یعنی تقریر کرنے کا معاوضہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل......علی فراز، ڈیرہ غازی خان

الجواب

جلسہ کی ضرورت کیلئے مستقل چندہ کیا جائے، مسجد کا وقف مال خرچ نہ کیا جائے، بالخصوص جبکہ جلسہ کا مسجد کو کوئی مفاد نہ ہو۔ لما فی الشامیه: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

مدارس کیلئے تو جلسہ مفید ثابت ہوتا ہے اسلئے تملیکِ شرعی کے بعد بقدرِ ضرورت خرچ کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔..............................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۲/۲۴ھ

مسجد کے فنڈ سے جلسہ کروایا گیا تو منتظمین پر اسکی ضمان لازم ہے:

ایک علاقے میں مسجد کے اندر ایک جلسہ منعقد ہوا، بڑے بڑے واعظ اور نعت خواں بلائے گئے اور جلسہ میں روشنی اور سپیکر وغیرہ کا انتظام مسجد کے فنڈ سے کیا گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا مسجد کے فنڈ سے کسی اصلاحی جلسے وغیرہ پر خرچ کیا جا سکتا ہے؟ اور مسجد کی بجلی استعمال کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... سید عبدالرحمٰن، سرگودھا

الجواب

مسجد کا فنڈ ضروریات مسجد کے لئے وقف ہوتا ہے اسے کسی دوسری غرض کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

غیر مصرف پر خرچ کرنا موجب ضمان ہوتا ہے، لہٰذا اس جلسہ پر مسجد کے فنڈ سے جو کچھ خرچ کیا گیا اس کی ضمان منتظمین اپنی جیب سے ادا کریں۔ وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۰)

وفی فتح القدير: واذا كان (الوقف) علىٰ عمارة المسجد لايشترىٰ منه الزيت والحصير ولايصرف للزينة والشرفات ويضمن ان فعل (جلد ۵، صفحہ ۵۴۰)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۹/۷/۱۴۲۹ھ

مسجد کے فنڈ سے مسجد کے غسل خانے بنانے کا حکم:

مسجد کی رقم سے مسجد کے صحن، فرش اور غسل خانے وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... حافظ جلیل احمد، فیصل آباد

الجواب

مسجد کی رقم سے مسجد کا صحن وفرش بنانا جائز ہے کیونکہ یہ بھی مسجد ہے۔

لما فی البحر: والذی یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته..........ثم ما هو اقرب الی العمارة (الخ) (البحر الرائق، جلد۵، صفحہ ۳۵۶)

البتہ غسل خانے وغیرہ بنانے کو "فتاویٰ محمودیہ" میں جائز لکھا ہے۔ (جلد ۱۵، صفحہ ۲۲۶)

مگر "احسن الفتاویٰ" میں اس کو ناجائز لکھا ہے۔ (جلد ۶، صفحہ ۴۶۴)

لہٰذا اس کے لئے مستقل چندہ کیا جائے۔.................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۲/۱۱/۱۱ھ

مسجد کے عمومی چندہ سے بیت الخلاء بنانے کی اجازت ہے:

مسجد کے چندہ سے مسجد کی لیٹرینیں اور غسل خانے وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ مسجد کی لیٹرینیں اور غسل خانے کسی حرام کے پیسے سے بنانے چاہییں۔ مثلاً سود کا پیسہ ہو یا اور کوئی حرام آمدنی کا پیسہ ہو مسجد کے پیسے میں یہ لیٹرینیں وغیرہ نہیں بنا سکتے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

سائل ...... محمد خاں، کوٹ ادو

الجواب

بعض علماء کے نزدیک مسجد کے چندہ سے مسجد کے لئے بیت الخلاء بنانا جائز

ہے۔[۱] (فتاوی محمودیہ، جلد ۱۵، صفحہ ۲۲۶)

اور آدمی کا یہ کہنا کہ حرام مال سے لیٹرین اور غسل خانے بنانا چاہیے یہ درست نہیں ہے۔[۲] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۹/۷/۱۴۲۴ھ

مسجد کے فنڈ سے گندے پانی کو کھپانے کیلئے کنواں بنانا:

مسجد کے غسل خانوں اور طہارت خانوں اور وضوء کا پانی نکل کر باہر جمع ہوتا ہے اور راستے کے متصل ہی پینے کا تالاب ہے اس پانی سے راستہ چلنے والوں کے کپڑوں کے آلودہ ہونے کا اور اس سے چھینٹے اڑ کر اس تالاب میں پڑنے کا خطرہ ہے۔ کیا اس صورت میں مسجد کے چندہ سے اس گندے پانی کو ختم کرنے کیلئے کنواں بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل ...... خلیل احمد

الجواب

اسی مقصد کیلئے مستقل چندہ کر کے یہ کام سرانجام دیا جائے۔[۳] فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۱/۱/۱۳۹۹ھ

التخریج: (۱)......ویبدأمن غلته بعمارته، ثم ماهو اقرب لعمارته کامام مسجد ومدرس ...... ثم السراج والبساط کذالک الی آخر المصالح (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۶۲، کذا فی البحر الرائق، جلد ۵، ۳۵۶)

(۲) ......قال تاج الشریعة: اما لوانفق فی ذالک مالا خبیثا .... فیکره لان الله تعالیٰ لایقبل الاالطیب (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۰)

(۳)......انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد کی ضروریات سے زائد فنڈ کو مدرسہ کے اخراجات میں استعمال کرنا:

چند سال ہو چکے ہیں کہ ایک شخص نے ساڑھے چھ ایکڑ زمین زرعی مسجد کے لئے وقف کی اور بعد میں وہ فوت ہو گیا جس کی آمدنی سے بفضلہٖ تعالیٰ وہ مسجد شریف ہر لحاظ سے تیار ہے۔ اب کوئی قابل ذکر خرچ نہ ہوگا علاوہ ازیں متفرق آمدنی بھی ہوتی ہے اس وقت مبلغ ۳۵ ہزار روپے بچت ہے اور سالانہ اس زمین کی آمدنی ۷۰ ہزار روپے آتی ہے جبکہ اس مسجد کی جماعت نے ایک دینی مدرسہ کی تعمیرات وغیرہ کا کام شروع کر رکھا ہے جس کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے اور اخراجات لاکھوں تک ہوں گے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ باتفاقِ انتظامیہ مسجد، مذکورہ مدرسہ کے اخراجات کے لئے مسجد کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے؟

سائل ...... محمد عبدالکریم نیاز، اشرف المدارس، رحیم یار خان

الجواب

جن صاحب نے مسجد کے لئے زرعی زمین وقف کی تھی اگر وقف کے وقت انہوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ جو روپیہ مسجد کے خرچ سے زائد ہو وہ کسی اسلامی مدرسہ میں یا کسی اور مصرفِ خیر میں صرف کیا جائے تب تو یہ زائد روپیہ مدرسہ پر صرف ہو سکتا ہے اور اگر بوقتِ وقف یہ شرط نہیں کی گئی تو پھر مسجد کا فاضل روپیہ کسی مدرسہ پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ وفی النوازل سئل ابوبکر عن رجل وقف داراً علی مسجد علی ان ما فضل من عمارته فهو للفقراء فاجتمعت الغلة والمسجد لایحتاج الیٰ العمارة هل تصرف للفقراء؟ قال: لاتصرف الی الفقراء وان اجتمعت غلة کثیرة لانه یجوز ان یحدث للمسجد حدث والدار بحال لاتغل قال الفقیه سئل ابو جعفر عن هذه المسئلة فاجاب هکذا ولکن الاختیار عندی انه اذا علم انه قد اجتیج من الغلة مقدار ما لو احتاج المسجد والدار الی العمارة امکن العمارة

منها صرف الزيادة على الفقراء على ما شرط الواقف انتهى (الاشباہ، صفحہ ۲۵۳)

(ماخوذ از امداد المفتیین، جلد ۲، صفحہ ۴۶۱)..............................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء، خیر المدارس، ملتان | ۱۴۱۸/۴/۱۴ھ

مسجد میں قائم مستقل مدرسہ پر مسجد کے فنڈ سے خرچ نہ کیا جائے:

(۱)......ایک مدرسہ میں ایک استاذ اور ایک استانی کو حفظ قرآن کے لئے رکھا گیا ہے اور ان دونوں کی تنخواہ مسجد کی آمدنی سے دیجاتی ہے یہ روپیہ بطور قرض کے لیا جاتا ہے لیکن اس قرض کی ادائیگی کے اسباب نہ تو فی الحال مدرسہ کی انتظامیہ کے پاس موجود ہیں اور نہ ہی آئندہ انتظامیہ والے قرض کو ادا کرنے کی کوئی صورت یا کوئی سبب اپنانے والے ہیں بلکہ اس ادائیگی کے بارے میں شاید کبھی سوچا بھی نہیں ہے یہ بات بھی یاد رہے کہ ناظرہ قرآن پڑھانے کے لئے مسجد کے امام وخطیب الگ موجود ہیں، لہٰذا یہ بتائیں کہ یہ روپیہ لینا ان صورتوں کے ہوتے ہوئے جائز ہے یا ناجائز؟

(۲)......مدرسہ کے مدرس اور استانی کو بھی علم ہے کہ گاؤں والے ہماری تنخواہ مسجد ہی کے پیسے سے ادا کرتے ہیں اور یہ بھی علم ہے کہ انتظامیہ والوں کے پاس مدرسہ کی آمدنی کا ذریعہ سوائے اس کے کوئی نہیں کہ وہ مسجد کا روپیہ پیسہ ہم پر خرچ کرتے رہیں۔ آیا ان دونوں کو ایسے روپے پیسے سے تنخواہ لینا کیسا ہے، اور یہ بات بھی یاد رہے کہ آس پاس شہر میں بے شمار مدرسے ہیں وہاں بخوبی حفظِ قرآن کی تعلیم کا کام ہو رہا ہے۔ تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں۔

سائل...... شہزاد احمد

الجواب

جب مدرسہ مستقل ہے تو اس میں مسجد کا چندہ صرف کرنا شرعاً جائز نہیں۔

لما فی الدرالمختار: وان اختلف احد هما بان بنیٰ رجلان مسجدین اورجل مسجداً ومدرسة ووقف علیهما اوقافاً لایجوزله ذلک (ای لا یجوزله ان یصرف من فاضل غلة احدهما علی الآخر) (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۵۳)

ایسے ہی مسجد کی انتظامیہ کا مسجد کی وقف رقم سے قرض دینا بھی درست نہیں بالخصوص جبکہ وصولی کا امکان بھی معدوم ہو اسی وجہ سے مسجد اور مدرسہ کے فنڈ سے کسی کو قرضہ دینا جائز نہیں۔

لما فی البحر الرائق: ان القیم لیس له اقراض مال المسجد .... لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد ...... ولااقراضه، فلو اقرضه ضمن، وکذا المستقرض (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۴۰۱)

مدرسہ کی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ مدرسہ کے لئے الگ فنڈ قائم کریں اور اس سے تنخواہ دیں مدرسہ میں حفظ کا کام جاری رہنا چاہیے سب مل جل کر مدرسہ چلائیں اور مدرسہ کے فنڈ کو مستحکم کریں۔.................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۲/۲۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

جو مدرسہ مسجد کے تابع ہو حساب کتاب الگ نہ ہو اس پر مسجد کے فنڈ سے خرچ کر سکتے ہیں:

مدرسہ اگر مسجد کے تابع ہو تو مسجد کی اشیاء اور فنڈ مدرسہ میں استعمال ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اور اگر مسجد مدرسہ کے تابع ہو تو مدرسہ کی اشیاء اور فنڈ مسجد میں استعمال ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... کریم بخش، احمد پور شرقیہ

الجواب

اگر مسجد و مدرسہ کا حساب کتاب الگ الگ نہیں بلکہ ایک دوسرے کے تابع ہیں اور چندہ بھی مشترکہ ہوتا ہے تو ایک کا فنڈ دوسرے پر خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۹/۱/۲۸ھ

ذیلی مدرسہ پر مسجد کے فنڈ سے خرچ کرنا کیسا ہے؟

مسجد کمیٹی کی رائے ہے کہ مسجد کی آمدنی سے کچھ حصہ مسجد انتظامیہ کے زیر انتظام جو مدرسہ ہے اس پر خرچ کر دیا جائے۔ کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... توصیف امجد، خان بیلہ

الجواب

لوگوں کو مطلع کر دیا جائے کہ یہ مسجد و مدرسہ ایک ہی ہیں یعنی مدرسہ مسجد کا جزو ہے ان کی آمدنی و خرچ ایک ہی ہے اس کے بعد جو چندہ آئے وہ حسب ضرورت دونوں پر استعمال کرنا جائز ہے[1] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۱/۳/۲۸ھ

التخریج: (۱)......انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ٦٨٣)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد کے درختوں سے مدرسہ کے اخراجات پورے کرنا:

مسجد کے اندر درخت ہیں ان کو فروخت کر کے مدرسہ کے اخراجات پر لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد زاہد، جان محمد کالونی، ملتان

الجواب

سئل نجم الدین عن رجل غرس تالة فی مسجد فکبرت بعد سنین فاراد متولی المسجد ان یصرف هذه الشجرة الی عمارة بئر فی هذه السکة والغارس یقول هی لی فانی ما وقفتها علی المسجد قال الظاهر ان الغارس جعلها للمسجد فلایجوز صرفها الیٰ البئر ولایجوز للغارس صرفها الیٰ حاجة نفسه کذا فی المحیط (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۴۷۷)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ یہ درخت اگر فروخت کر دیئے گئے تو ان کی قیمت مدرسہ کی کتب اور طلباء کرام کے لباس وخوراک میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۵/۷/۳ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

مسجد کے فنڈ سے مدرسہ کیلئے اور مدرسہ کے فنڈ سے مسجد کیلئے قرض لینا کیسا ہے؟

کسی مدرسہ دینیہ کا مِلک شدہ روپیہ مسجد پر یا مسجد کا روپیہ مدرسہ پر بطور قرض حسنہ کے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عباس، میانوالی

الجواب

مسجد کا روپیہ مدرسہ پر اسی طرح مدرسہ کا روپیہ مسجد پر بطور قرضِ حسنہ جبکہ قرض کی ادائیگی یقینی

ہو استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔(۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۳/۱۱/۱۳۸۸ھ

خطیب یا امام اگرچہ خود متولی ہو تنخواہ لے سکتا ہے:

ہماری جامع مسجد میں ایک خطیب مقرر ہے لیکن وہ اسی مسجد کا متولی بھی ہے اور تنخواہ وغیرہ بھی نہیں لیتا، نیز مسجد کا چندہ بھی اس کے پاس ہوتا ہے، ہماری اس مسجد کی کوئی کمیٹی وغیرہ نہیں ہے اگر وہ خطیب اس چندہ میں سے کچھ رقم بطور جمعہ پڑھائی حاصل کرلے تو اس کے لئے یہ جائز ہے یا نہیں اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟

سائل ...... قاضی غلام مصطفیٰ، ڈیرہ غازی خاں

الجواب

خطیب و امام اگرچہ متولی ہو وہ تنخواہ لے سکتا ہے۔ لما فی البحر: لو وقف علی مصالح المسجد یجوز دفع غلته الیٰ الامام والمؤذن والقیم (جلد۵، صفحہ۳۵۴)

وفیه ایضاً: وقوله "الیٰ آخر المصالح" ای مصالح المسجد فیدخل المؤذن والناظر لاناقد منا الهم من المصالح، وقدمنا ان الخطیب داخل تحت الامام لانه امام الجامع (البحر الرائق، جلد۵، صفحہ۳۵۹)

لیکن تنخواہ کا تعین کسی اور سے کرایا جائے جو خدمات اور آمد کا جائزہ لے کر تنخواہ متعین

التخریج: (۱)......وذكر ان القيم لو اقرض مال المسجد لياخذ ه عندالحاجة وهو احرز من امساكه فلاباس به (البحر الرائق، جلد۵، صفحہ۴۰۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کرے، نیز مالیات کے شعبہ میں ایک دو مخلص ساتھیوں کو ساتھ رکھنا چاہیے تاکہ تہمت اور نفس کی شرارت سے حفاظت رہے۔..............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۶/۲۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

مسجد کے عمومی چندہ سے امام وخطیب کو تنخواہ دینا جائز ہے:

(۱)...... مسجد کی وقف املاک کی آمدنی سے امام مسجد، مدرس، خطیب، کو تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲)...... آیا چندہ سے حاصل شدہ فنڈ سے مذکورہ حضرات کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد عبداللہ، خانیوال

الجواب

جس چندہ کے متعلق دینے والے نے مسجد کی خاص مد میں خرچ کرنے کی قید نہ لگائی ہو اس چندہ اور اوقاف مسجد میں سے امام مسجد و مدرس کو تنخواہ دینا جائز ہے۔ **الذی یبدأ به من ارتفاع الوقف عمارته، شرط الواقف ام لا، ثم ما هو اقرب الی العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة، یصرف الیهم قدر کفایتهم.** (الاشباہ والنظائر، صفحہ ۱۹۸) ....فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۶/۳/۱۱ھ

مسجد کیلئے وقف زمین کی آمدنی سے امام کو تنخواہ دینا جائز ہے:

ایک آدمی لاولد نے اپنی زمین کا چوتھائی حصہ مسجد کے لئے دیا تاکہ اس سے مسجد کے اخراجات پورے کئے جا سکیں۔ اب امام ایک غریب آدمی ہے جس کو مقتدی کچھ نہیں دیتے۔ کیا اس رقبہ کی آمدنی سے امام لے سکتا ہے؟

سائل ...... عبدالمجید کراڑی، کوٹ میانوالی

الجواب

اہل محلہ اگر اس زمین کی آمدنی امام مسجد کو دینا چاہیں تو امام اس کی آمدنی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔(۱)..فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۵/۳/۱۳ھ

امام و مؤذن کی تنخواہ کا معیار مقرر کرنے میں کن چیزوں کو ملحوظ رکھا جائے؟

(۱)......ایک مسجد کی کمیٹی جس کو سال کے اختتام پر امام اور مؤذن کی تنخواہ بڑھانی پڑتی ہے چونکہ کمیٹی بھی اس بات کی ذمہ دار ہے کہ وہ کسی کی حق تلفی نہ کرے اور نہ ہی مسجد کے مال کا اسراف کرے اس لئے ازروئے شریعت اس کے کسی اصول، ضابطہ اور معیار سے آگاہ فرمائیں تاکہ اس کی روشنی میں یہ فرض ادا کیا جاتا رہے۔ بعض دفعہ اہل کمیٹی دوسری مساجد کے امام اور مؤذن کی تنخواہوں کو معیار قرار دیتے ہیں حالانکہ خود ان کی کمیٹیاں بھی کسی شرعی ضابطہ سے واقف نہیں ہوتیں۔ اس طرح اگر اہل

التخریج: (۱)...... لما فی البحر الرائق: لو وقف علیٰ مصالح المسجد یجوز دفع غلته الیٰ الامام والمؤذن والقیم (البحر الرائق، جلد۵، صفحہ۳۵۴) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کمیٹی اپنی دوکانوں کے ملازمین کی تنخواہوں کو معیار قرار دیں تو کیسا ہے؟

(۲)......بعض دفعہ وہ امام کسی اور جگہ مدرسہ وغیرہ میں ملازم ہوتے ہیں وہاں سے بھی تنخواہ پاتے ہیں، تو کیا یہ تنخواہ مسجد سے ملنے والی تنخواہ میں محسوب کی جائے گی؟

(۳)......نیز مہنگائی کی بناء پر تنخواہ میں اضافہ کرنا کیسا ہے؟

سائل ...... عبدالمجیب، مدرس جامعہ اشرفیہ، سکھر

الجواب

(۱)......تنخواہ کے بارے میں کمیٹی کو یہ ضابطہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اسراف اور حق تلفی سے بچتے ہوئے امام اور مؤذن کے حالات کو پیش نظر رکھ کر ان کو تنخواہ دینی چاہیے اور اتنی ہونی چاہیے کہ ان کا گذر اوقات اچھی طرح ہو جائے اور اس تنخواہ کا معیار دوسری مساجد کے امام اور مؤذن کی تنخواہ کو نہیں بنایا جائے گا اور نہ ہی اہل کمیٹی اپنی دوکانوں کے ملازمین کی تنخواہ کو معیار قرار دے سکتے ہیں۔

(۲)......اگر امام اپنے اوقاتِ امامت پورے کرتا ہے تو اس کی دوسری تنخواہ کو اس تنخواہ میں محسوب نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہ دوسرا کام فارغ اوقات میں کرتا ہے۔

(۳)......مہنگائی کے تناسب سے اس کے اخراجات بھی بڑھیں گے۔ لہٰذا امام و مؤذن کی تنخواہ ضرور بڑھائی جائے۔...................... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۶/۲/۱۹ھ

امام کی بیٹی اور داماد جو پانی، گیس اور بجلی استعمال کریں اس کا بل جمع کروائیں:

ایک امام اور خطیب کو مسجد کے ساتھ مکان ملا ہوا ہے اس میں بجلی، پانی اور گیس کے کنکشن بھی مسجد سے ملے ہوئے ہیں مسجد محکمہ اوقاف کے تحت ہے مذکورہ چیزوں کے بل محکمہ اوقاف ادا

کرتا ہے اور عملاً تمام مساجدِ اوقاف میں ایسا ہی ہوتا ہے اگرچہ تحریراً آپس میں تعاقد کوئی بھی نہیں ہے ایسی صورت میں ایک امام وخطیب نے اپنے بچوں کی شادیاں کر کے اکثر کو علیحدہ کر دیا ہے ایک لڑکی شادی کے بعد مجبوراً بمعہ شوہر باپ کے گھر پر ہے اور انہوں نے مسجد کے امام وخطیب کے مکان کے صحن میں اپنے خرچ سے ایک عدد کمرہ بنایا اور ساتھ ایک عدد باورچی خانہ بنایا اور ایک عدد بیت الخلاء بنایا حالات کی مجبوری سے کہیں جگہ نہ ملنے پر اس طرح کیا، اب امام وخطیب کے مکان ہی سے گیس، بجلی اور پانی کے کنکشن لیے ہیں ایسے حالات میں ان کے بل امام خطیب مسجد کے ساتھ محکمہ اوقاف ادا کر رہا ہے۔ آپ شرعی حکم بتائیں کہ اس کا کیا حکم ہے جبکہ اوقاف والوں سے اس کی صراحتاً اجازت بھی نہیں ہوئی اور نہ اس کی طرف سے مصرّح طور پر ممانعت ہے اور نہ ان کے ہاں اس طرح کے واضح قوانین ہیں اور نہ اس کے آفیسران کے ایسے اختیارات ہیں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اگر افسران امام وخطیب سے خوش ہوں تو اجازت دیدیں گے اور اگر ناراض ہوں تو اجازت نہ دیں گے۔ فلھذا ان تک معاملہ پہنچایا نہیں گیا آپ مہربانی فرما کر شرعی حکم بتلائیں کہ امام وخطیب کا اپنی شادی شدہ لڑکی کو اس طرح جگہ دینا اور پھر مذکورہ چیزوں کی سہولت جو کہ امام وخطیب کو ملی ہوئی ہے اس کو بھی دینا شرعاً کیسا ہے؟

سائل ...... محمد عبداللہ، مہتمم جامعہ فریدیہ اسلام آباد

الجواب

بیٹی جو بجلی اور گیس وغیرہ استعمال کرے اس کا بل محکمہ اوقاف کو دینا چاہیے۔[1] فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۲/۸/۱۴۱۵ھ

التخریج: (۱)...... لو سکن بلا اذن او اسکنه المتولی بلا اجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معدٍ للاستغلال، به یفتی صیانة للوقف (الدر المختار، جلد ٦، صفحہ ٦٢٥) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد کے تیل کی آمدنی سے امام مسجد کے لئے مکان تعمیر کرنا:

ایک چک کی مسجد کا امام مقرر کیا گیا اور چک والے امام کو رہائش کا مکان بنا کر نہیں دیتے۔اب اگر امام مسجد سے چلا جائے تو مسجد کے ویران ہونے کا خطرہ ہے اور امام کے پاس اتنی رقم نہیں کہ رہائش کے لئے مکان بنائے۔اس حالت میں مسجد میں جو لوگ تیل ڈالتے ہیں وہ تیل ضرورت سے زیادہ ہو تو کیا اس تیل کو فروخت کر کے اس سے حاصل شدہ رقم کو امام مسجد کی رہائش کے لئے صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل ...... محمد ضیاء الحق، یزمان

الجواب

اگر تیل ڈالنے والے حضرات کو یہ معلوم ہے کہ زائد تیل فروخت کر کے اس سے امام مسجد کی خدمت کی جاتی ہے تو پھر یہ رقم امام مسجد پر صرف کرنا درست ہوگا۔.....فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۱/۹/۱۶ھ

مسجد کے فنڈ سے امام مسجد کے مکان کا بجلی بل ادا کرنا:

ایک بستی میں مسجد کے امام کی رہائش کے لئے مکان نہیں تھا بستی والوں نے چار ایکڑ دور مسجد کے فنڈ سے پلاٹ خرید کر مکان بنایا کیونکہ مسجد کے قریب کوئی پلاٹ نہیں اور جو مکان بنایا گیا ہے اس پر تمام خرچہ مسجد کے فنڈ سے کیا گیا ہے اور وہ مکان مسجد کی ملکیت ہے، آٹھ سال سے امام اس مکان میں رہائش پذیر ہے اور امام کی بجلی کا بل مسجد کے فنڈ سے ادا ہو رہا ہے۔اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کہ بجلی کا بل مسجد ادا کرے یا امام ادا کرے جبکہ امام کی ماہانہ تنخواہ نہیں ہے فصل کے موقع پر یا کوئی بارات دے جاتی ہے جو طے شدہ ہے لیکن وہ بھی پوری امام صاحب کو نہیں

دی جاتی۔قرآن وسنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ امام کے مکان کی بجلی کا بل مسجد کے فنڈ سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز امام کے لئے مسجد کے فنڈ سے جو مکان بنایا گیا ہے درست ہے یا نہیں؟

سائل ...... رانا سراج دین، خزانچی مسجد ھٰذا

الجواب

مسجد کی انتظامیہ کی اجازت سے یہ بل مسجد کے فنڈ سے ادا کرنے کی گنجائش ہے جیسے مکان کی سہولت دی گئی ہے اسی طرح بجلی کے مصارف بھی مسجد کے فنڈ میں سے دیئے جاسکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۹/۲/۲۰ھ

تبلیغ میں جانے والے امام کو تنخواہ دی جائے یا نہ؟

اگر مسجد کی انتظامیہ ایسا کرتی ہے کہ امام کو اس کی غیر موجودگی میں تنخواہ دے اور باقی ملازمین جب تبلیغی جماعت کے ساتھ جائیں تو ان کو تنخواہ نہ دے۔ تو کیا انتظامیہ کا یہ عمل جائز ہوگا یا نہیں؟

سائل ...... فیاض ندیم، مروٹ، بہاولنگر

الجواب

اگر چندہ دہندگان کی طرف سے تبلیغ میں جانے والے کو بلا عمل تنخواہ دینے کی اجازت ہو تو

التخریج: (۱)...... لما فی البحر الرائق: والذی یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته، شرط الواقف او لا، ثم ماهو اقرب الیٰ العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة، یصرف الیهم الیٰ قدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح، وظاهره تقدیم الامام والمدرس علیٰ جمیع المستحقین (الخ) (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۳۵۶)

وفیه ایضاً: لو وقف علیٰ مصالح المسجد یجوز دفع غلته الیٰ الامام والمؤذن والقیم (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۳۵۴)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اس صورت میں تنخواہ دینے کی اجازت ہے تاہم اس صورت میں امام وغیرہ کی تفریق محل نظر ہے سب کے لئے ایک ہی اصول ہونا چاہیے، ورنہ عام وقف مال سے تنخواہ دینے لینے کی شرعاً اجازت نہیں۔

لما في الهندية: غاب المتفقه شهراً او شهرين يحرم عليه اخذ المرسوم بلاخلاف ان كان مشاهرة (الخ) (ہندیہ، جلد۲، صفحہ ۴۸۴)

وفي الدرالمختار: ليس للقاضي ان يقرر وظيفة في الوقف بغير شرط الواقف (جلد۶، صفحہ ۲۶۸)

وفي الشامية: ان المدرس ونحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحيث لايمكنه المباشرة لايستحق المعلوم (شامیہ، جلد۶، صفحہ ۶۴۲)...........فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۵/۱۵ھ

مسجد کی آمدنی سے امام مسجد کا مکان مرمت کروانا جائز ہے:

ایک مسجد کی چند دوکانیں ہیں اسی مسجد کے نام ایک مکان ہے امام صاحب اس میں رہائش پذیر ہیں۔ اب کیا اس مکان کی مرمت عطیہ مسجد سے کرا سکتے ہیں؟

سائل ...... حافظ اللہ داد، رحیم یار خاں

الجواب

مسجد کی مجموعی آمدنی سے اس مکان کی مرمت کرانا درست ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

التخريج: (۱)...... لما في البحر الرائق: والذي يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته، شرط الواقف او لا، ثم ماهو اقرب الى العمارة واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف اليهم الى قدر كفايتهم (البحر الرائق، جلد۵، صفحہ ۳۵۶) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد کے فنڈ سے امام مسجد کے مکان کی مرمت کروانا اور بیت الخلاء تعمیر کرانا جائز ہے تاہم علیحدہ چندہ کرنا بہتر ہے:

امام مسجد کا مکان مسجد کے تھوڑے فاصلہ پر ہے جو امام مسجد کے لئے خریدا گیا ہے کہ جو بھی امام مسجد آئے گا اس میں رہے گا۔ آیا اس کی مرمت پر مسجد کا فنڈ لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ فنڈ امام مسجد کے لئے اکٹھا نہیں کیا گیا نیز مسجد کا فنڈ امام مسجد کے مکان میں لیٹرین بنوانے اور بجلی کی فٹنگ کروانے پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... حافظ عبدالستار، سرگودھا

الجواب

گنجائش ہے کیونکہ امام ضروریات مسجد میں سے ہے۔ لما فی الدر المختار: **ویبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو اقرب لعمارته کامام مسجدو مدرس مدرسة،** (جلد ۶، صفحہ ۵۶۲)

وفی الشامیة: فان انتهت عمارته وفضل من الغلة شیٔ یبدأ بما هو اقرب للعمارة وهو عمارته المعنویة التی هی قیام شعائره .... کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیهم الیٰ قدر کفایتهم (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۶۳، ط: رشیدیہ جدید، کذا فی البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۳۵۶ وکذا فی الاشباہ، الفن الثانی، صفحہ ۱۹۸)

لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے لئے الگ چندہ کر لیا جائے۔ ..... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۵/۳/۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

مسجد کے فنڈ سے امام صاحب کو حج کیلئے رقم بطور امداد دینا جائز نہیں:

مرکزی جامع مسجد کے امام صاحب حج پر تشریف لے گئے ہیں انہیں حج پر جاتے ہوئے انجمن اسلامیہ رجسٹرڈ لورالائی (جو جامع مسجد کا کام چلاتی ہے) نے دو ہزار روپے مسجد کے فنڈ میں سے امداد کے طور پر دیئے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ رقم اس طرح دینا جائز ہے کیونکہ یہ مسجد کی ضرورت کے لئے وقف ہوتی ہے؟

سائل ..... محمد صدیق، پاپولر کلاتھ ہاؤس، لورالائی

الجواب

مسجد کے فنڈ میں سے امام صاحب کو یہ رقم دینا جائز نہیں[1] لہٰذا انجمن کے حضرات یہ رقم امام سے لے کر یا اپنی طرف سے مسجد کے فنڈ میں جمع کروائیں اور آئندہ ایسا کرنے سے بچیں۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۱۲/۲۸ھ

سابقہ امام کی خدمات کی وجہ سے اسکی بیوہ یا یتیم بچہ کیلئے مسجد کے مال سے وظیفہ مقرر کرنا کیسا ہے؟

ایک عالم ۳۰/۴۰ سال اوقاف مسجد سے تنخواہ حاصل کرتا رہا اور دینی خدمات انجام دیتا رہا۔

التخریج: (۱)..... انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

وفي الدر المختار: ليس للقاضي ان يقرر وظيفة في الوقف بغير شرط الواقف يعني وظيفة حادثة لم يشرطها الواقف (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۶۸)

وفي الشامية: ان المتولي ليس له ان يزيد للامام (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۷۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کیا اس کی بیوہ کو اوقاف مسجد سے وظیفہ وغیرہ بطور امداد دیا جا سکتا ہے یا نہیں، جبکہ مسجد کے اوقاف کی مالی حالت بہت اچھی ہو۔ سائل ...... محمد احسن، خطیب ریلوے مسجد، بہاولپور

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر واقف نے اس قسم کی کوئی اجازت تحریر کی ہوئی ہے کہ امام مسجد کی وفات کے بعد اس کی بیوہ کو وظیفہ دیا جائے تب تو دینا جائز ہے ورنہ نہیں۔(۱) کیونکہ اس قسم کا کوئی جزئیہ باوجود تلاش کے فقہ کی کتابوں میں نہیں مل سکا، البتہ اہل اسلام چندہ دہندگان اگر مسجد کو چندہ دیتے ہوں تو وہ اپنے چندہ میں سے کچھ سابقہ امام کے حقوق کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی بیوہ کیلئے مخصوص کر دیں یا مستقل نئے سرے سے چندہ مقرر کر کے کچھ خدمت بیوہ کی کر دی جائے۔ ہاں اگر امام مذکور کا یتیم بچہ ہو یا بالغ لیکن دینی مدرسہ کا طالب علم ہو تو اس کا وظیفہ وقف سے مقرر کرنا جائز ہے۔ کما یظهر من الشامية۔(۲) .... فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۸/۳/۲۱ھ

التخریج: (۱) ...... لما فی الدر المختار: شرط الواقف كنص الشارع اى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (الدر المختار، جلد ٦، صفحہ ٦٦٤)

(۲) ...... ففى الشامية: قال الحموى فى رسالته: وقد ذكر علماؤنا انه يفرض لاولادهم تبعاً ولايسقط بموت الاصل ترغيباً اه، وذكر العلامة المقدسى: ان اعطائهم بالاولىٰ لشدة احتياجهم، سيّما اذا كانوا يجتهدون فى سلوك طريق آبائهم .... قال البيرى اقول: هذا مؤيد لما هو عرف الحرمين الشريفين ومصر والروم من غير نكير من ابقاء ابناء الميت ولو كانوا صغاراً على وظائف آبائهم مطلقاً من امامة وخطابة وغير ذالك عرفاً مرضياً لان فيه احياء خلف العلماء ومساعدتهم على بذل الجهد فى الاشتغال بالعلم، وقد افتىٰ بجواز ذالك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يعوّل علىٰ افتائهم (شامیہ، کتاب الجہاد، مصارف بیت المال، جلد ٦، صفحہ ٣٣٧)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

سابقہ امام صاحب کی بیوہ کو مسجد کے فنڈ سے بطور امداد کچھ رقم دینا کیسا ہے؟ اس کے جواز کی کوئی صورت ہے؟

ہماری مسجد میں ماہواری چندہ برائے اخراجاتِ مسجد جمع کیا جاتا ہے اس میں عشر، زکوٰۃ وصدقہ فطر نہیں ہوتا، البتہ مسجد کے فنڈ سے امام مسجد کو ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ اب دو سال ہو گئے سابقہ امام وفات پا چکے ہیں ان کے رشتہ دار حافظ صاحب جو کہ سرکاری محکمہ میں ملازم بھی ہیں ان کی وفات پر اپنے آپ کو پیش کر کے تنخواہ وصول کرتے ہیں امام کے مرنے کے دو تین ماہ بعد اپنی تنخواہ میں اضافہ کرالیا تھا چونکہ مسجد کا رجسٹر بھی حافظ صاحب کے پاس تھا لہٰذا بجائے اپنی تنخواہ کے اس میں ''تنخواہ بیوہ مرحوم'' لکھتا رہا اب وہ رجسٹر دوسرے شخص کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اب دریافت طلب امور درج ذیل ہیں:

(۱)...... کیا صورتِ مسئولہ میں مسجد کے امام کے فوت ہو جانے کے بعد مسجد کے فنڈ سے اس کے پسماندگان کو ماہانہ رقم بطور ''امداد'' دینی چاہیے؟

(۲)...... اگر کسی صورت میں بھی جائز نہیں تو پھر کیا اہل محلّہ کو نجی طور پر چندہ جمع کر کے ہر ماہ اس کی امداد کرنی چاہیے؟

(۳)...... اگر اہل محلّہ اس کو قبول نہ کریں اور از خود کہیں کہ امام تنخواہ لے یا نہ لے ہم اس کو مسجد کے فنڈ سے بیوہ اور اس کے بچوں کو امداد دینے کے حق میں ہیں۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو کیا گنہگار تو نہ ٹھہریں گے؟

(۴)...... اگر منتظم جس کے پاس فنڈ ہوتا ہے ان کے اس ناجائز فیصلہ پر عمل کرنے میں لیت ولعل کرے تو کیا وہ حق بجانب ہوگا؟

سائل ...... ماسٹر عبداللہ، محلّہ خٹک، ڈیرہ اسماعیل خاں

الجواب

(۱)......یہی صورت متعین ہے کہ نئے امام صاحب اپنے لئے تنخواہ مقرر کرا کر وصول کر لیں اور پھر وہ ساری یا جتنی مناسب سمجھیں بیوہ وغیرہ کو دیدیں۔ اس سے امام صاحب کو زیادہ ثواب ہوگا براہ راست بیوہ وغیرہ کو دینا جائز نہیں۔[1]

(۲)......اگر اس طرح امداد کریں گے تو باعث اجر ہوگا۔

(۳)......جدید چندہ میں اگر سب چندہ دہندگان اس پر راضی ہو جائیں تو جائز ہوگا۔[2] قدیم فنڈ سے دینا جائز نہ ہوگا۔............................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۴/۱۰/۷ھ

مسجد کے بیت الخلاء کی فیس مسجد کے فنڈ میں جمع کروانا اور اس سے امام صاحب کو تنخواہ دینا کیسا ہے؟

مسجد کی چند لیٹرینیں ہیں ان کے پانی اور بجلی کا بل مسجد ادا کرتی ہے جیسا کہ عام طور پر یہ ہوتا ہے۔ اب ان لیٹرینوں کے پاس ایک آدمی کو ماہانہ تنخواہ پر بٹھایا ہے وہ ہر پیشاب کرنے والے سے مسجد کے نام (کہ بھئی مسجد کی خدمت کرتے جائیں اور اگر کوئی پیسے نہ دے تو بعض کو سخت سست کہا جاتا ہے اور بعض سے نرمی بھی برتی جاتی ہے) پر پیسے اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ اب دریافت

التخریج: (۱)......لیس للقاضی ان یقرر وظیفة فی الوقف بغیر شرط الواقف (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۶۶۸)

(۲)......شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۶۶۴)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

طلب امور یہ ہیں!

(۱)......آیا یہ رقم مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲)......انہی پیسوں سے امام مسجد اور خادم مسجد کو تنخواہ دینا کیسا ہے؟

(۳)......اگر ان کا استعمال مسجد میں درست نہیں تو کیا امام مسجد اور خدام وغیرہ میں سے کوئی شخص بغیر اجازتِ متولیانِ مسجد استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۴)......اور جو پیسہ اس طریقے سے مسجد کے اکاؤنٹ میں جمع کیا گیا اس کو کہاں خرچ کیا جائے؟

سائل ...... شہزاد فہیم، کوٹ چٹھہ

الجواب

مذکورہ آمدن حرام نہیں لہٰذا امام، مؤذن اور خادمِ مسجد کی تنخواہوں میں اس کا استعمال کرنا درست ہے۔............................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۲/۲ھ

مسجد کی لائٹ کب تک جلتی رہنی چاہیے؟

ایک مسجد میں ایک ہی ٹیوب لائٹ ہے عشاء کے وقت وہ ٹیوب لائٹ بند رکھی جاتی ہے ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ لائٹ جلانی چاہیے کیونکہ اس کے کئی فوائد ہیں، اور دوسرے فریق نے کہا کہ "نہیں، لائٹ نہیں جلانی چاہیے" انہوں نے اپنی بات پر دلائل دیئے اور معاملہ جھگڑے کی صورت اختیار کر گیا۔ اب آپ شرعاً اس مسئلہ میں راہنمائی فرمائیں کہ کون حق پر ہے؟

سائل ...... سید عبدالرحمٰن شاہ، سرگودھا

الجواب

مغرب کے بعد سے لیکر عشاء تک ضرورت کے تحت اگر مسجد میں بجلی کو بند نہ کریں تا کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو تو یہ افضل ہے۔[1] البتہ بلا ضرورت بجلی کو کھلا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

پھر نمازیوں کا اس مسئلہ کے بارے میں جھگڑا کرنا انتہائی بری بات ہے روشنی کرنا صرف راحت کی خاطر ہے ہر ایک مقتدی کا اپنی بات پر اڑنا سخت غلطی ہے..... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۵/۱۵ھ

مسجد میں پوری رات زیرو کا بلب جلانا اسراف نہیں بالخصوص جہاں اس کا معمول ہو:

رات کو نماز کے اوقات کے علاوہ مسجد میں معمولی وولٹ یعنی زیرو وغیرہ کا بلب جلانا تعظیم مسجد کے لئے کیسا ہے آیا جائز ہے یا اسراف میں داخل ہے؟

سائل ...... محمد عبید اللہ خطیب جہانیاں منڈی، ملتان

الجواب

نصف یا ثلث لیل تک اگر نمازیوں کی آمد و رفت رہتی ہے تو بجلی جلانا جائز ہے اس سے زیادہ نہیں ہاں اگر وہاں پہلے سے یہی عادت ہے کہ معمولی روشنی رات بھر رکھی جاتی ہے تو یہ بھی جائز ہے۔

فی الهندية: ولايجوز ان يترک فيه کل الليل الا فی موضع جرت العادة فيه

التخريج: (۱)..... ولاباس بان يترک سراج المسجد فيه من المغرب الى وقت العشاء (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۴۲۰)

وفی العالمگيرية: لو وقف علیٰ دهن السراج للمسجد لايجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين ويجوز الیٰ ثلث الليل او نصفه اذا احتيج اليه للصلاة (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۹) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

بذالک کمسجد بیت المقدس ومسجدالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والمسجد الحرام (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۹)

یہ تفصیل چراغ مسجد کے بارے میں ہے زیرو کا قمقمہ اس کی بظاہر اجازت وگنجائش ہونی چاہیے۔ ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۸/۷/۲۷ھ

مسجد کی حدود میں جو پھل دار درخت ہوں ان کے پھلوں کا مصرف کیا ہے؟

عام طور پر دیہات وغیرہ میں احاطۂ مسجد میں جو پھلدار درخت ہوتے ہیں ان کے پھل مسجد کے نمازیوں کے لئے کھانا جائز ہے یا ان کو بیچ کر رقم مسجد پر خرچ کرنا لازم ہے؟ یا فقراء وغرباء کو دے دیئے جائیں؟ سائل......عبدالشکور، ملتان

الجواب

اگر غارس کی غرض یہ ہے کہ لوگ اس کا پھل کھائیں اس صورت میں نمازیوں کے لئے پھل استعمال کرنے کی گنجائش ہے اور اگر مسجد کی آمدنی کے لئے لگائے ہیں یا نیت معلوم نہیں تو ایسی صورت میں اس پھل کو فروخت کر کے ان کی قیمت ضروریات مسجد میں صرف کی جائیگی۔

درمختار میں ہے: غرس فی المسجد اشجارا تثمر ان غرس للسبیل فلکل مسلم الاکل، والا فتباع لمصالح المسجد (الدرالمختار، جلد ۶، صفحہ ۶۶۴)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۴/۲۰ھ

کیا تعمیر مسجد کیلئے چندہ کرنے والا اپنی خدمت کا معاوضہ وصول کر سکتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں "مسجد حمزہؓ" بوسن روڈ کی نئی تعمیر کے لئے عوام سے چندہ کرتا ہوں کیا میں اپنی ضرورت کے لئے اس چندہ سے کچھ معاوضہ لے سکتا ہوں؟

سائل ...... عبداللہ، بند بوسن ملتان

الجواب

جتنا وقت فراہمی چندہ پر صرف ہوتا ہے اس کی اجرت معروفہ برضامندئ متولیان اور کارکنان لینا درست ہے۔(۱)..............فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۹۸/۱۰/۲۶ھ

مسجد کا پانی ملحقہ مدرسہ میں استعمال کرنے کا حکم:

ہمارے گاؤں میں چھوٹی سی مسجد سے ملحقہ ایک دینی مدرسہ ہے مدرسہ میں اپنا الگ پانی و بجلی کا کوئی بندوبست نہیں ہے مدرسہ میں پانی و بجلی مسجد سے ہی جاتی ہے اور بجلی کے بل کی ادائیگی بھی مسجد کے فنڈ سے ہی ہوتی ہے جبکہ مدرسہ کے ایک مدرس کی رہائش گاہ میں بھی بجلی مسجد سے ہی

التخریج: (۱)......لما فی البحر الرائق: لو وقف علی مصالح المسجد یجوز دفع غلته الی الامام والمؤذن والقیم (الخ) (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۲۵۴)

لیکن یہ اجرت تنخواہ کے طور پر مقرر ہو خواہ چندہ قلیل ہو یا کثیر، چندہ سے کوئی حصہ مشروط نہ ہو ورنہ اجرت کے مجہول ہونے کی وجہ سے اجارہ فاسد شمار ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ پورا مہینہ چندہ مانگتا رہے اور وصول کچھ بھی نہ ہو۔

ہندیہ میں ہے: اما شرائط الصحة (ای صحة الاجارة) فمنها رضاء المتعاقدین......ومنها ان تکون الاجرة معلومة (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۱۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

جاتی ہے۔اور مدرسہ کے قاری صاحب اس مسجد میں بغیر تنخواہ کے امامت بھی کرواتے ہیں۔کیا اس طریقے سے مسجد سے مدرسہ کا پانی وبجلی استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سائل ......ابوطلحہ محمد اشرف، چک نمبر ڈبلیو۔بی/٥٧، وہاڑی

الجواب

انتظامیہ والے چندہ دینے والوں سے عام اعلان کردیں کہ ہم اس چندہ سے ملحقہ مدرسہ میں بھی پانی وبجلی کا استعمال کریں گے تو اس اطلاع کے بعد ایسا کرنا جائز ہوگا۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

١٤٢٥/٦/١٦ھ

شادی وغمی کے موقع پر مسجد کا پانی اور دیگر اشیاء استعمال کرنا:

مسجد کی کوئی چیز دنیاوی کام میں لانا جیسے مسجد سے پانی بھرنا، یا مسجد کی پانی نکالنے والی موٹر کو استعمال کرنا، وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ یا شادی بیاہ کے لئے یا مرگ ہو جاتی ہے اس کے لئے یا نہانے پکانے کیلئے مسجد کا پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... منور، چشتیاں

الجواب

مسجد کا پانی مسجد کے ساتھ مخصوص ہے مخصوص مواقع میں استعمال کر سکتے ہیں، شادی، غمی یا

التخریج: (١)......انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ٦٨٣)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

دوسری کسی تقریب وغیرہ میں مسجد کی ٹینکی سے پانی حاصل کرنا جائز نہیں۔[1] (کذا فی فتاویٰ رحیمیہ، جلد۹، صفحہ۱۰۲)............................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۲/۲/۲۸ھ

غیر نمازیوں کیلئے مسجد کے غسل خانوں میں نہانا اور پیشاب کرنا کیسا ہے؟

ہر نمازی کا الگ الگ پنکھا چلانا کیسا ہے؟

(۱)......ایک شخص مسجد میں آیا نماز وغیرہ پڑھ کر یا ویسے ہی مسجد میں لیٹ گیا، ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲)......ایک شخص ایک پنکھا چلا کر نماز پڑھتا ہے اور دوسرا نمازی دوسرا پنکھا چلا کر نماز پڑھتا ہے جبکہ ایک پنکھے کے نیچے دو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، ایسا کرنا کیا اسراف تو نہیں؟

(۳)......بعض لوگ صرف نہانے یا پیشاب وغیرہ کیلئے مسجد میں آتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

سائل ...... نعیم اللہ تفہیمی، جھنگ

الجواب

(۱)......صورت مسئولہ میں بلاضرورت مسجد میں سونا مکروہ اور احترامِ مسجد کے خلاف ہے۔ ویکرہ

التخریج: (۱) ......لما فی العالمگیریۃ: لایحمل الرجل سراج المسجدالیٰ بیتہ ویحمل من بیتہ الی المسجد، کذا فی الخلاصۃ (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۱۱۰)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

النوم والاكل فيه (اى فى المسجد) لغير المعتكف (عالمگیریہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

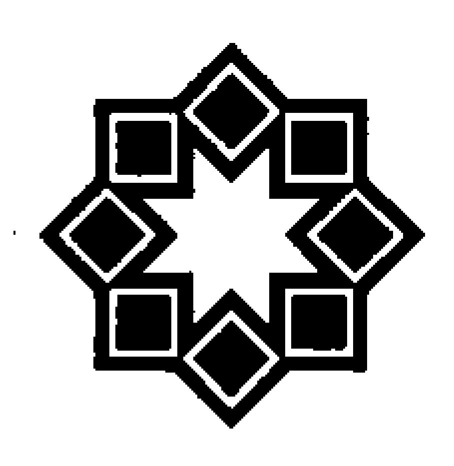
(۲)......اس میں اسراف ہے اور مسجد کے مال کا ضیاع ہے۔

(۳)...... چندہ دہندگان، متولی اور اہل محلہ کی اجازت سے درست ہے۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱/۲/۱۴۱۶ھ



(۱)...... بیت الخلاء اور غسل خانوں کے استعمال پر معاوضہ مقرر کرنے کی بھی گنجائش ہے اس سے بھی استعمال میں معتد بہ کمی آجائے گی۔ (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مایتعلق بتزیین المساجد والکتابة علیها

مسجد کی تعمیر پر سونے چاندی کا پانی پھرانا کیسا ہے؟

ایک شخص نے مسجد کا دروازہ بنایا ہے اور ایک اینٹ پر "اللہ اکبر" لکھ کر سونے کا پتّر چڑھوانا چاہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

سائل ...... عبدالرحمٰن، سمیجہ آباد

الجواب

اس طرح اللہ اکبر پر سونے کا پتّر چڑھانا جائز تو ہے تاہم کارِ ثواب نہیں ہے اس لئے احتراز اولیٰ ہے[1]...................................... فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۴/۷/۱۳۹۴ھ

التخریج: (۱)...... لما فی العالمگیریة: لاباس بان یجعل المصحف ملهبا او مفضضا او مضببا وعن ابی یوسف انه یکره جمیع ذالک (جلد ۵، صفحہ ۳۲۲)

ولما فی الحلبی الکبیر: لاباس بتحلیة المصحف یعنی انه لایأثم بفعله لکن ترکه اولیٰ (صفحہ ۶۱۵)

(مرتب بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد پر لکھی ہوئی قرآنی آیات میں اگر غلطی واقع ہو جائے تو اس کی تصحیح لازمی ہے:

مسجد کے اندر محراب کے اردگرد "آیۃ الکرسی" ٹائلوں پر پختہ طور پر تحریر ہے مگر کاتب کی غلطی سے یا کسی اور وجہ سے ایک جگہ حرف "الف" زائد ہے جبکہ ساتھ ہی دوسری جگہ پر "الف" چھوڑ دیا گیا ہے، چنانچہ اس طرح لکھا ہوا "واھو لعليُّ العظيم" حالانکہ اس طرح ہونا چاہیے "وهو العليّ العظيم" ۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ غلطی ھٰذا کا درست کرنا ضروری ہے یا نہیں جبکہ خوبصورتی متاثر ہو یا فی الحال درست کرنا مشکل ہو۔

سائل ...... بندہ محمد امیر بھٹہ

الجواب

مذکورہ غلطی چونکہ ایک قرآنی آیت میں ہے اس لئے اس کی تصحیح شرعاً ضروری ہے اگر نئی ٹائل بنوانا یا حاصل کرنا مشکل ہو تو کاغذ یا ٹیپ وغیرہ کے ذریعے تصحیح کر لی جائے۔

ہندیہ میں ہے :وينبغي لمن اراد كتابة القرآن ان يكتبه باحسن خط و ابينه على احسن ورقةٍ وابيض قرطاس بافخم قلم وابرق مداد ويفرّج السطور ويفخم الحروف (الخ) (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۳) ......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۵/۲۴ھ

مسجد کے فنڈ سے مسجد کی تزیین کرنے والے متولی پر خرچ کردہ رقم کی ضمان واجب ہے:

اپنے ذاتی اور حلال مال سے اگر کوئی شخص مسجد میں اس کی تزیین وخوبصورتی کے لئے سامان لگائے، مثلاً فانوس وغیرہ اسی طرح دیواروں کی اور میناروں کی تزیین ونقش ونگار بنائے تو شرعاً اس کا کیا

حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد اشرف، اشرف آباد، ملتان

الجواب

ذاتی حلال مال سے مسجد کی زیبائش وتزیین کی شرعاً اجازت ہے، چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی کی خوب تزیین کی اور سارے اخراجات خود برداشت کیے۔

بخاری شریف میں ہے کہ: ثم غيّره عثمان، فزاد فيه زيادةً كثيرةً وبنىٰ جدارهٗ بالحجارة المنقوشة والقصة، وجعل عمدهٗ من حجارةٍ منقوشةٍ وسقفهٗ بالسّاج (بخاری شریف، جلد۱، صفحہ۶۴)

البتہ مسجد کے وقف مال سے مسجد کی تزیین اور زیبائش جائز نہیں۔

لما فی الدر المختار: لاباس بنقشه خلامحرابه .... بجص او ماء ذهب لو بماله ، لامن مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض (الخ) (الدر المختار، جلد۲، صفحہ۵۱۹) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۵/۱۴۲۲ھ

مسجد کی دیواروں پر اشعار لکھنا:

ایک مسجد میں اس کے تیار کنندہ نے اپنی مرضی سے کچھ فارسی واُردو "اشعار" لکھ دیے تھے صفائی میں وہ سب اشعار مٹ گئے تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ مسجد کی صفائی کا بہانہ بنا کر سب تحریریں مٹا دی گئیں لوگوں نے جب دوبارہ لکھنا چاہا تو ان کو دیوبندی حضرات نے کہا کہ اب لکھنا

ضروری نہیں کیونکہ اس کا لکھنا تو پہلے بھی جائز نہ تھا۔ جواب دیں دوبارہ لکھیں یا نہ لکھیں؟

سائل ...... محمد اکرم، خانیوال ضلع ملتان

الجواب

یہ بات درست ہے کہ ان اشعار اور آیات کا دوبارہ لکھنا ضروری نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔

لما فی فتح القدیر: تکرہ کتابۃ القرآن واسماء اللہ تعالیٰ علیٰ الدراھم والمحاریب والجدران ومایفرش (فتح القدیر، جلد۱، صفحہ۱۵۰) کذا فی الشامیۃ [1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۹۰/۱۲/۲۵ھ

مسجد سے "یارسول اللہ" و "یاعلی مدد" مٹانا نہ توہین رسالت ہے اور نہ ہی توہین صحابی ہے لکھنے والا مجرم ہے:

اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی مسلک کی مسجد جس میں شروع سے لے کر آج تک دیوبندی امام وخطیب چلا آرہا ہے اس مسجد میں چند دن پہلے کسی شرپسند نے "یارسول اللہ" اور "یاعلی مدد" لکھ دیا ہے نمازیوں میں سے ایک نمازی نے ان دونوں جملوں کو مٹادیا ہے اور اس نیت سے مٹایا

التخریج: (۱)...... ولاینبغی الکتابۃ علی جدرانہ، (الدر المختار مع الشامیہ، جلد۲، صفحہ۵۱۸)

وفی البحر الرائق: والاولیٰ ان تکون حیطان المسجد ابیض غیر منقوشۃ ولامکتوب علیھا، ویکرہ ان تکون منقوشۃ بصور او کتابۃ (جلد۵، صفحہ۴۲۰)

وفی العالمگیریۃ: ولو کتب القرآن علی الحیطان والجدران بعضھم قالوا یرجیٰ ان یجوز وبعضھم کرھوا ذالک مخافۃ السقوط تحت اقدام الناس (جلد۵، صفحہ۳۲۳) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

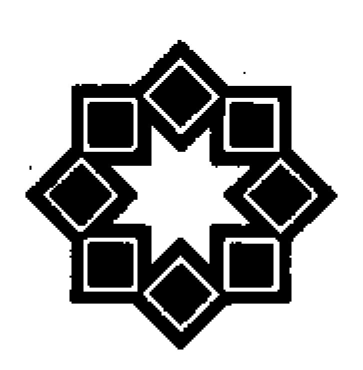
کہ یہ الفاظ اہل سنت والجماعت کے نزدیک شرکیہ ہیں اور اہل تشیع کے مذہب کی ترجمانی کرتے ہیں تو اس پر بعض نے کہا کہ یہ فعل اس کا توہین رسالت اور توہین صحابی کو مستلزم ہے۔ آیا شریعت مطہرہ میں اس بارے میں کیا حکم ہے؟

سائل ...... عبدالغفار، لیہ

الجواب

شخص مذکور نے درست کیا ہے اس کا یہ عمل توہین رسالت اور توہین صحابیؓ کے تحت داخل نہیں ہے۔[1] جن لوگوں نے شخص مذکور کے بارے میں الزام لگایا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۱۱/۲۷ھ



التخریج: (۱)......لما فی العالمگیریۃ- ولو کان فیہ (الکاغذ) اسم اللّٰہ تعالٰی او اسم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یجوز محوہ ......ولو محا لوحا کتب فیہ القرآن واستعملہ فی امر الدنیا یجوز (عالمگیریہ، جلد۵، صفحہ۳۲۲)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مایتعلق بالتدریس فی المساجد واقامة المدرسة فیها

ضرورت کے وقت تنخواہ دار معلم بھی مسجد میں تعلیم دے سکتا ہے:

آج کل دیہی اور شہری سینکڑوں مساجد میں حفظ و ناظرہ اور دینی کتابوں کے درس و تدریس کے مراکز (مدارس) قائم ہو چکے ہیں جہاں ہزاروں بچے قرآن و سنت کے علوم سے بہرہ ور ہوتے ہیں ان مدارس میں پڑھانے والے اکثر حضرات یا تو انتظامیہ سے یا کسی اور مخیر حضرات سے ماہانہ تنخواہ بھی لیتے ہیں بعض مساجد کے اندر ہال کے دائیں اور بائیں جانب گیلریاں بنی ہوتی ہیں ان گیلریوں کو عام دنوں میں بطور درسگاہ جبکہ جمعہ کے دن نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ بعض اوقات ان گیلریوں کو طلباء کی رہائش کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے بعض فقہاء کی کتابوں سے عدم جواز کے حوالے مل جاتے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ دور حاضر میں ملک کو درپیش لادینیت کے طوفان میں ان مساجد والے مدارس کو ممنوع قرار دے کر بند کر دینا کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد نبوی کے حالات سے تو ہمیں جو نظام نظر آتا ہے اس میں مسجد صرف عبادت خانہ ہی نہیں بلکہ بیک وقت وہ مسجد بھی مدرسہ بھی اور خانقاہ بھی اور مجاہدین کے آنے جانے کا مرکز بھی نظر آتی ہے اور باہر سے آئے ہوئے مسلم و غیر مسلم ضیوف کو بھی ٹھہرایا جاتا ہے نیز اگر فقہاء کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے مساجد میں درس و تدریس کا سلسلہ بند کیا جائے تو دور حاضر کی ضروریات کی بناء پر "الضرورات تبیح

المحظورات“ کے قاعدے سے نظامِ مدارس کو مساجد میں باقی رکھنے کی گنجائش نکلتی ہے کہ نہیں؟ امید ہے کہ آپ محترم قرآن وحدیث کے حوالہ جات کے ساتھ حکم سے مطلع فرمائیں گے۔

سائل ...... احمد عمر، کامونکی

الجواب

تنخواہ دار مدرس کا بلاضرورت مسجد میں تعلیم دینا مکروہ ہے، البتہ الگ جگہ مہیا نہ ہونے کی صورت میں مسجد میں تعلیم کی اجازت ہے۔ **لو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسہ فلاباس بہ لانہ قربة وان کان بالاجرة یکرہ الا ان یقع لھما الضرورة کذا فی محیط السرخسی** (عالمگیریہ، جلد۵، صفحہ۳۲۱)

وفیہ ایضاً: واَمّاالمعلِم الذی یعلم الصبیان بأجرِاذا جلس فی المسجد یعلِم الصّبیان لضرورة الحرِّ اوغیرہٖ لایکرہ (جلد۱، صفحہ۱۱۰)

وفیہ ایضاً: یجوز الدرس فی المسجد وان کان فیہ استعمال اللبود والبواری المسبلة لاجل المسجد (عالمگیریہ، جلد۵، صفحہ۳۲۰، کذافی البحر، جلد۵، صفحہ۴۱۹)

مسجد میں عندالضرورت سونے کی بھی اجازت ہے خصوصاً مسافر طلباء کے لئے۔ **لاباس للغریب ولصاحب الدار ان ینام فی المسجد فی الصحیح من المذھب والاحسن ان یتورع فلاینام** (ہندیہ، جلد۵، صفحہ۳۲۱)

وفی الشامیة: ان اھل الصفة کانوا یلازمون المسجد وکانوا ینامون، ویتحدثون (الخ) (شامیہ، جلد۲، صفحہ۵۲۷)

الحاصل: جو مدارس مساجد میں قائم ہیں ان کو ممنوع قرار دے کر بند کرنا ہرگز درست نہیں اگر

ممکن ہو تو ان کے لئے درس و تدریس اور رہائش کے لئے الگ انتظام کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۹/۷/۱۳۹۶ھ

(۱): متبادل جگہ کی موجودگی میں تنخواہ دار معلم مسجد میں تعلیم نہیں دے سکتا:

(۲): مسجد کی حدود میں انگریزی مدرسہ قائم کرنے کا حکم:

(۱)...... مسجد میں تنخواہ دار مولوی یا قاری بچوں کو تعلیم قرآن دے سکتے ہیں؟ جبکہ چھوٹے بچوں کی وجہ سے صفوں اور دریوں کے ناپاک ہونے کا خطرہ ہوتا ہے بچے مسجد میں بغیر پاؤں دھوئے آ جاتے ہیں کودتے ہیں وغیر ذالک۔

(۲)...... مسجد میں انگریزی تعلیم دینا کیسا ہے؟

سائل ...... حافظ محمد رفیق، وزیر آباد

الجواب

(۱)...... بہتر یہ ہے کہ خارج مسجد بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے بلا اجرت قرآن مجید پڑھانے والا مدرس مسجد میں تعلیم دے سکتا ہے البتہ معاوضہ و تنخواہ لینے والا متبادل انتظام نہ ہونے کی صورت میں مسجد میں تعلیم دے سکتا ہے اگر آلودگی کا خطرہ ہو تو تعلیم کے لئے الگ چٹائیاں مہیا کی جائیں۔

قال فی الهندیة: لو جلس المعلم فی المسجد و الوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة و الوراق یکتب لنفسه فلاباس به لانه قربة وان کان بالاجرة یکره الا ان یقع لهما الضرورة کذا فی محیط السرخسی (ہندیہ، آداب المساجد، جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

(۲)...... حدودِ مسجد میں انگریزی مدرسہ جاری کرنے کی اجازت نہیں۔ **قال فی الشامیة: وفی الاسعاف ولایجوز له ان یفعل الا ما شرط وقت العقد.** (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۷۰۴)

وفیه ایضاً: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)
کذا فی عزیز الفتاویٰ (صفحہ ۲۶۹)

واقف نے ارضِ مسجد کو مسجد اور ضروریات مسجد کے لئے وقف کیا ہے، لہٰذا کسی دوسرے مصرف میں لانے کی اجازت نہیں اس کی ضرورت مسلّم ہے لیکن اس کا انتظام حدودِ مسجد سے خارج ہونا چاہیے۔............................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۰۲/۸/۱۰ھ

سکول کی مسجد میں کلاس لگانا کیسا ہے؟

سکول کی مسجد میں کبھی کبھی نماز باجماعت ہوتی ہے اور سردیوں میں نماز ظہر مستقل طور پر باجماعت ہوتی ہے کیا اس مسجد میں سکول کے طلباء کی جماعت بٹھانا اور تعلیم سکول کے متعلق مضامین پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

سائل ...... عمران الحق رشیدی

الجواب

صورت مسئولہ میں چند وجوہ سے مساجد میں اردو کی تعلیم دینا درست نہیں ہے۔

(۱)...... بالکل چھوٹے بچوں کا مسجد جانا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکره (الدر المختار، جلد ۲، صفحہ ۵۱۸)

(۲)...... مسجد، نماز، تلاوت اور ذکر اللہ کے لئے ہے دنیوی تعلیم کے لئے نہیں۔ ان المسجد مابنی لامور الدنیا (ہندیہ، آداب المسجد، جلد ۵، صفحہ ۳۲۱، کذا فی الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۷)

(۴)...... نیز سکول کی کتب میں عام طور پر تصاویر ہوتی ہیں اور تصاویر مسجد میں لانا جائز نہیں۔

...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۶/۴/۱۹ھ

مسجد کی چھت پر بنات کا مدرسہ بنانا:

ہمارے شہر جام پور میں ایک جامع مسجد ہے اور ہم جامع مسجد کی چھت پر بنات کا مدرسہ بنانا چاہتے ہیں جس میں صبح و شام قرآن کی تعلیم دی جائے گی اور ہمارے قرب و جوار میں بنات کا کوئی مدرسہ نہیں ہے، کافی لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی دوسری منزل میں خواتین کا مدرسہ نہیں بنا سکتے۔ مہربانی فرما کر شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ یہ مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... الحبیب ٹریڈرز، جام پور ضلع راجن پور

الجواب

مسجد کی چھت بھی مسجد ہے۔ **لانه مسجد الیٰ عنان السماء** (درمختار، جلد ۲، صفحہ ۵۱۶)

اور مسجد میں حائضہ اور نفاس والی عورت کا داخل ہونا شرعاً حرام ہے جبکہ مذکورہ عارضہ استانیوں اور بچیوں کو یقیناً پیش آتا ہے۔ ہندیہ میں ہے: **منها انه يحرم عليهما وعلى الجنب الدخول في المسجد** (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۸)

نیز عورتوں کا فرض نماز کے لئے مسجد میں آنا شرعاً ممنوع ہے تو غیر فرض کے لئے کیوں ممنوع نہ ہوگا۔ مسجد سے باہر جگہ مہیا ہونے کی صورت میں تنخواہ دار معلم بچوں کو مسجد میں بیٹھ کر تعلیم نہیں دے سکتا۔ **ولو جلس المعلم في المسجد والوراق يكتب فان كان المعلم**

يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلابأس لانه قربة وان كان بالاجرة يكره الا ان يقع لهما الضرورة كذا في محيط السرخسي (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

لہٰذا بچیوں کے لئے مدرسہ کا انتظام مسجد سے باہر کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۹/۶/۱۳ھ

مسجد کی گیلری میں مدرسۃ البنات قائم کرنا:

ہم اپنی مسجد کی گیلری میں بچیوں کے لئے مدرسۃ البنات بنانا چاہتے ہیں۔ راستہ اس کا مسجد کے راستے سے الگ ہوگا۔ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

سائل ...... محمد احمد

الجواب

مسجد کی گیلری یا دوسری منزل پر مدرسۃ البنات کا قیام شرعاً جائز نہیں کیونکہ بعض طالبات ومعلمات ناپاک بھی ہوسکتی ہیں۔ جبکہ حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا شرعاً حرام ہے۔

لما في المراقي: ويحرم بالحيض والنفاس دخول المسجد لقوله عليه السلام: "لااحل المسجد لجنب و لاحائض" (مراقی الفلاح، صفحہ ۱۴۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۰/۱۹ھ

مسجد کو درسگاہ بنانے کا حکم:

ضلع خانیوال میں مسجد کے احاطہ میں بجانب جنوب مسجد تعمیر ہے مگر نمازیوں کی کثرت کے باعث مسجد میں توسیع کرنے کی اشد ضرورت ہے، مگر اس مسجد کے مشرق میں بالکل گنجائش نہیں ہے اس لئے طے پایا ہے کہ اسی احاطہ میں بجانب شمال خالی جگہ پر مسجد تعمیر کی جائے جہاں جگہ کی کافی گنجائش ہے۔ کیا اگر مسجد سابقہ کو بطور مدرسہ استعمال کیا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... عمران الحق رشیدی، L-9/142 ساہیوال

الجواب

جو جگہ ایک مرتبہ مسجد بن چکی ہو وہ تا قیامت مسجد ہی رہے گی اس کی مسجد والی حیثیت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عندالامام والثانی ابداً الی قیام الساعة، وبه یفتی (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۵۰، ط: رشیدیہ جدید)

درسگاہ نہ ہونے کی صورت میں مسجد میں تعلیم دینے کی گنجائش ہے۔

لمافی الهندیة: واَمّاالمعلِم الذی یعلم الصبیان بأجرٍ اذا جلس فی المسجد یعلِم الصّبیان لضرورة الحرِّ اوغیرہٖ لایکرہ (جلد ۱، صفحہ ۱۱۰)

وفیه ایضاً: ویجوز الدرس فی المسجد وان کان فیه استعمال اللبود والبواری المسبلة لاجل المسجد، (عالمگیریہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۰)............ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۷/۱۰/۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

مایتعلق بآداب المساجد

مسجد میں آتے اور جاتے ہوئے سلام کہنے کا حکم:

ایک آدمی مسجد میں آتا ہے اور السلام علیکم بلند آواز سے کہتا ہے اور جب جاتا ہے تو بھی بلند آواز میں کہتا ہے۔ کیا مسجد میں السلام علیکم کہنا بوقت دخول وخروج جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ آدمی مختلف صورتوں میں ہوتے ہیں، کوئی نماز میں ہوتا ہے اور کوئی ذکر وفکر میں مصروف ہوتا ہے۔

سائل ...... مولوی محمود الحسن، خانیوال

الجواب

مسجد میں آتے اور جاتے سلام کرنا شرعاً جائز نہیں۔ السلام تحیة الزائرین والذین جلسوا فی المسجد للقرأة والتسبیح او لانتظار الصلوٰة ما جلسوا فیه لدخول الزائرین علیهم فلیس هذا اوانُ السلام فلایسلم علیهم ولهذا قالوا لو سلم علیهم الداخل وسعهم ان لایجیبوه ، کذا فی القنیة (عالمگیریہ جلد۵ صفحہ ۳۲۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۱۶/۶/۵ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

تبلیغی جماعت کا مسجد میں رہنا اور سونا کیسا ہے؟

اکثر لوگ مسجد میں آ کر راتیں گذارتے ہیں حالانکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود حجرے میں سوتے تھے مسجد میں نہیں سوتے تھے۔ ہم نے کئی علماء سے سنا ہے کہ مسجد میں نہیں سونا چاہیے؛ کیونکہ مسجد پاک جگہ ہے اور انسان کے ذہن میں شیطان ہر طرح کے خیالات پیدا کرتا ہے اور جو لوگ اعتکاف بیٹھتے ہیں وہ تو ٹھیک ہے لیکن جماعت والے اکثر مسجد کے اندر ڈیرہ ڈال لیتے ہیں حالانکہ حجرہ اور رہائش کی جگہ علیحدہ مسجد میں ہوتی ہے اس کے باوجود وہ مسجد کے اندر سوتے ہیں۔ قرآن سنت کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد یوسف، کچا کھوہ، خانیوال

الجواب

معتکف اور مسافر کے لئے مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی گنجائش ہے، لہٰذا تبلیغی جماعت کا یہ دستور جائز ہے اس لئے کہ تبلیغ والے اکثر مسافر ہوتے ہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ اعتکاف کی بھی نیت کر لیا کریں اور اس کا بھی اہتمام کریں کہ مسجد سے ملحق کوئی ایسا حجرہ وغیرہ ہو کہ جس میں تمام ساتھی مع ضروری سامان کے سما سکتے ہوں تو مسجد میں نہ سوئیں۔ **ویکرہ النوم والاکل فیہ (ای فی المسجد) لغیر المعتکف واذا اراد ان یفعل ذالک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیہ ویذکر اللّٰہ تعالیٰ بقدر ما نوی او یصلی ثم یفعل ما شاء ولاباس للغریب ولصاحب الدار ان ینام فی المسجد فی الصحیح من المذھب والاحسن ان یتورع فلاینام** (عالمگیریہ، جلد۵، صفحہ۳۲۱) ...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۷/۱۲/۲۳ھ

مسجد صلوٰۃ کی حدود میں تعمیر کردہ مکان میں بچوں سمیت رہنے کا حکم:

ایک حجرہ نما باپردہ مکان جو کہ لینٹر کی مدد سے مسجد کے صحن پر بنایا گیا ہے اس میں امام مسجد مع اہل وعیال قیام پذیر ہونا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ وہاں مجامعت کی نوبت بھی آئے گی۔ از روئے شریعت اس کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد اشرف، انگلش ٹیچر گورنمنٹ سکول، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحتِ واقعہ اس حجرہ میں بیوی بچوں کے ساتھ رہائش رکھنا جائز نہیں تاہم اس میں مسجد کا سامان رکھنا درست ہوگا[1]۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۷/۴/۱۳۹۴ھ

اتنا حصہ جو مسجد کے صحن کو گھیرے ہوئے ہو استعمال کرنا جائز ہے باقی حصہ احتیاط کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے اور راستہ کسی اور طرف سے بنایا جائے۔ الجواب صحیح

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۷/۴/۱۳۹۴ھ

مسجد کے حصہ کو امام مسجد کا رہائش کیلئے استعمال کرنا:

مسجد کے لئے خریدشدہ زمین جس میں مسجد کے نام پر بلڈنگ بنائی گئی ہو اس مسجد کا ایک

تخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: وکرہ تحریما الوطئ فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان سماء (الخ) الدر المختار، جلد ۲، صفحہ ۵۱۶، احکام المساجد)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

حصہ مسجد کے پیش امام صاحب کے گھر کے ساتھ ملایا جائے اس کی سکونت کے لئے۔ تو کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل ......عبداللہ حیدری

الجواب

جتنا حصہ نماز کے لئے مختص کر دیا گیا ہو خواہ وہ چھتا ہوا ہو یا صحن کی شکل میں ہو اس میں رہائش کے لئے مکان نہیں بنا سکتے اور باقی جگہ میں مکان بنانے کی گنجائش ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۴/۱۸ھ

چودہ سال کے بچے کو مسجد سے روکنا جائز نہیں:

سائل (محمد کاشف) نے اپنی بیٹھک میں درجہ قرآن کا مدرسہ بنایا ہوا ہے نماز کے لئے مسجد میں اسی مدرسہ کے بچے بھی جاتے ہیں جن کی عمر ۱۴/۱۵ سال سے زائد نہیں اب مسجد والوں (متولی) نے بچوں کو مسجد میں آنے سے منع کیا کہ ان بچوں پر نماز فرض نہیں یہ نماز پڑھنے مسجد میں نہ آئیں تم بڑے آدمی ہو تم آ جایا کرو دو چار مرتبہ اسی طرح ہوا بعد میں ہم نے بیٹھک میں جماعت کرانی شروع کر دی ہے اور ہم سب لوگ بیٹھک میں کئی روز سے نماز با جماعت ادا کر رہے ہیں ہمارا یہ بیٹھک میں نماز پڑھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور ہم کیا کریں؟

سائل ...... محمد کاشف، وہاڑی

التخریج: (۱)......شامیہ میں ہے: وکرہ تحریماً الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الیٰ عنان السماء وکذا الیٰ تحت الثریٰ (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۱۷، ۵۱۶) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

۱۴/۱۵ سال کی عمر کے بچوں کو متولی کا مسجد سے روکنا درست نہیں اتنی عمر کے بچے بلا کراہت مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کر سکتے ہیں[1]۔ اسی طرح آپ کا مسجد کی جماعت کو چھوڑ کر بیٹھک میں جماعت کروانا درست نہیں۔ مسجد ہی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔.................. فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۶/۱۰/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

مسجد کے وضوء خانے میں کپڑے دھونے کا حکم:

اگر کوئی مسافر طالب علم کسی مسجد میں جہاں عام طور پر وضوء کرنے کی جگہ بنی ہوتی ہے کپڑے دھوئے اور کپڑے دھونے کے چھینٹے مسجد میں پڑتے ہوں تو اس سے کوئی دینی جرم تو نہ ہوگا؟

سائل ...... محمد قاسم متعلم خیر المدارس، ملتان

الجواب

ناپاک کپڑے ایسی جگہ پر دھونا جہاں ان کے چھینٹے مسجد میں پڑتے ہوں جائز نہیں[2]۔

لتخریج: (۱) ......فاذا کانوا ممیزین ویعظمون المساجد بتعلیم من ولیهم فلاکراهة فی حضورهم (تقریرات الرافعی علی الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۱۸) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

لتخریج: (۱)......لما فی الهندية: والرابع عشر ان ينزهه عن النجاسات (جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

فی الدرالمختار: وکره تحريما الوطئ فوقه والبول والتغوط ......واتخاذه طريقاً بغير عذر...... وادخال نجاسة فيه (جلد ۲، صفحہ ۵۱۶) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

البتہ اگر چھینٹے مسجد میں نہ پڑیں ان کی آواز اگر چہ اندر پہنچے تو کوئی حرج نہیں۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۹/۵/۱۳۸۸ھ

مسجد کے نماز والے حصہ میں جوتوں سمیت جانا جائز نہیں:

ایک مسجد کو شہید کر کے اس کے سامنے نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے دوسری مسجد پہلی سے اتنا دور ہے کہ پہلی مسجد اس کے صحن میں بھی نہیں آتی بالکل الگ ہے اور اب لوگ اس پر سے جوتے سمیت گذرتے ہیں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ پہلی مسجد کی تعمیر والی جگہ اس کا صحن کہلائے گی یا مسجد؟ اور اگر ایسا کرنے پر کوئی وعید ہو تو وہ بھی ضرور تحریر فرمائیں؟

سائل ...... حافظ عبدالرحمٰن، ملتان

الجواب

مسجد کی جگہ کو گزرگاہ کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔لما فی العالمگیریہ: ان ارادوا ان یجعلوا شیأ من المسجد طریقاً للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذالک وانہ صحیح کذا فی المحیط (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۷) ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۷/۱۱/۱۴۲۵ھ

مسجد کے اندر جوتے لے جانے کا حکم:

ہم جس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اس کے صحن میں (جو مسجد میں شامل کیا ہوا ہے) جوتیاں اتارتے ہیں اور پھر جو لوگ باہر سے آتے ہیں وہ اس جگہ پر جہاں جوتے رکھے ہوتے ہیں تھوک دیتے ہیں اور پھر ہم اس جگہ پر مغرب، عشاء اور صبح کی نماز ادا کرتے ہیں۔ واضح فرمائیں کہ یہاں ہمیں مسجد کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ اور یہاں پر جوتے اتارنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

سائل ...... عمران الحق رشیدی، ساہیوال

الجواب

اگر صحن کو مسجد میں شامل کیا گیا ہے تو باہر سے آنے والوں کا اس جگہ جوتے اتارنا اور اس مقام پر بلغم وغیرہ تھوکنا مسجد کے ادب کے خلاف ہے[1] جوتیوں کے لئے اس سے باہر علیحدہ کوئی جگہ مقرر کردیں یا جوتیوں کے لئے لکڑی کے تختوں سے ڈبے بنائے جائیں اور تھوکنے کی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر والے حصے کو استعمال کریں۔ حاصل یہ ہے کہ اس جگہ پر مغرب، عشاء اور صبح کی نماز ادا کرنے سے مسجد کا ثواب ملے گا۔.............................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۲/۴/۲ھ

التخریج: (۱)......لما فی الشامیة: ان دخول المسجد متنعلاً من سوء الادب (جلد۲، صفحہ۵۱۸)

وفیه ایضاً: یجب تنزیهه عن المخاط والبلغم (شامیہ، جلد۲، صفحہ۵۲۵)

وفی العالمگیریة: والثانی عشر ان لایبزق فیه (جلد۵، صفحہ۳۲۱)

وفیه ایضاً: ودخول المسجد متنعلاً مکروه کذا فی السراجیه (جلد۵، صفحہ۳۲۱)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

(۱) مسجد میں تعویذ فروشی کا کیا حکم ہے؟

(۲) نسوار استعمال کر کے مسجد میں جانا:

(۱)...... پیش امام صاحب مسجد میں دن کے تقریباً گیارہ بجے تشریف لاتے ہیں ان کی آمد کے ساتھ ہی ان کا مسجد کے حجرے میں تعویذ وغیرہ دینے کا کاروبار شروع ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ نماز عشاء تک جاری رہتا ہے تعویذ وغیرہ لینے کے لئے زیادہ تر عورتیں مسجد میں آتی ہیں کیونکہ امام صاحب مسجد کے حجرے میں بیٹھتا ہے اور حجرے تک جانے کے لئے مسجد کو راستہ بنانا پڑھتا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ وہ عورتیں پاک ہوتی ہیں یا ایام میں، اور ان کی موجودگی اور باتیں کرنے سے نماز میں خلل آتا ہے کیا مسجد میں تعویذ وغیرہ کا کاروبار درست ہے؟

(۲)...... پیش امام صاحب بیڑا استعمال کرتے ہیں اور اکثر بیڑا ان کے منہ میں ہوتا ہے اور اگر نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو امام صاحب منہ سے بیڑا نکال کر پھینک دیتے ہیں اور کلی کر کے نماز پڑھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں وضوء سے ہوں۔ کیا ایسی حالت میں امام صاحب کے پیچھے ہماری نماز ہو جاتی ہے؟

سائل ...... عبدالخالق، شمس آباد، ملتان

الجواب

تعویذ لکھنے کے لئے مسجد سے باہر انتظام کیا جائے۔ کیونکہ یہ نماز میں خلل کا موجب ہے اور اس میں مسجد کو گزرگاہ بنانا پڑتا ہے اور لوگ مسجد کو انتظار گاہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں جبکہ مسجد کی تعمیر اس مقصد کیلئے نہیں اسی لئے مسجد میں تدریس تنخواہ دار مدرس کے لئے جبکہ دوسری جگہ مہیاً ہو مکروہ ہے۔ ولو جلس المعلم فی المسجد والورّاق یکتب ...... وان کان بالاجرة یکره الا ان تقع لهما الضرورة (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

اسی طرح فقہاء نے مسجد میں تعویذ فروشی کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

رجل یبیع التعویذ فی المسجد الجامع ویکتب فی التعویذ التوراۃ والانجیل والفرقان ویأخذ علیہ المال ویقول ادفع الیّ الھدیۃ لایحل لہ ذالک (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

الحاصل: مسجد میں یہ سلسلہ مناسب نہیں۔ بیڑے میں چونکہ ایک بدبو سی ہوتی ہے اس لئے نماز سے پہلے مسواک وغیرہ کر لینی چاہیے کیونکہ بدبودار چیز استعمال کرنے کے بعد مسجد میں آنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلایقربن مسجدنا فان الملائکۃ تتأذی مما تتأذی منہ الانس، (بخاری ومسلم) (مشکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۶۸)

وفی الشامیۃ: قال الامام العینی فی شرحہ علیٰ صحیح البخاری: قلت: ...... ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ ماکولاً او غیرہ وانما خص الثوم ھنا بالذکر وفی غیرہٖ ایضاً بالبصل والکراث لکثرۃ اکلھم لھا (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۸/۷/۱۴۲۴ھ

مسجد میں پھول اور جھنڈیاں لگانا:

رمضان المبارک میں ختم قرآن کے موقع پر مسجد کو مختلف چیزوں سے سجانا مثلاً چونا وغیرہ کرنا اور کاغذی پھول پتیاں وغیرہ لگانا اور جھنڈیاں لگانا اور چراغاں کرنا کیسا ہے؟

سائل ...... محمد شریف معاویہ

الجواب

جو چیز مسجد کو مستحکم اور پختہ کرنیوالی ہو بحسب ضرورت اسراف سے بچتے ہوئے جائز ہے زائد جھنڈیاں اور پھول پتیاں وغیرہ لگانا میلاد یا ختم قرآن کے موقع پر جائز نہیں۔(١)

لما ورد فی الدر المختار: ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا فی جدار القبلة (الدر المختار، جلد ٢، صفحہ ٥٢٠)..............فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان
١٣٩٨/١٢/٤ھ

ختم قرآن کی رات مسجد میں جھنڈیاں لگانے کا حکم:

رمضان المبارک میں ختم قرآن والی رات مساجد کو جھنڈیوں سے یا مختلف برقی ذرائع سے سجایا جاتا ہے؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

سائل ...... محمد کاشف ملک، ملتان

الجواب

مسجد کو جھنڈیوں سے یا اور دوسری برقی آلات سے سجانا جائز نہیں کیونکہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے اور حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت

التخریج: (١)...... لما فی البحر الرائق: ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذالک اسراف سواء کان ذالک فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بهذه الوصیة.......... واسراج السرج الکثیرة فی السکک والاسواق لیلة البراة بدعة، وکذا فی المساجد، ویضمن القیم، وکذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان ولیلة القدر (جلد ٥، صفحہ ٣٦٠-٣٥٩) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اختیار کرے تو وہ انہیں میں سے شمار ہوگا: من تشبہ بقوم فھو منھم (ابوداؤد، جلد ۲، صفحہ ۲۰۳)

نیز یہ اسراف مال ہے جو شرعاً حرام ہے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عثمان عفی عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	معین مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱/۱۱/۱۴۲۵ھ

معتکف کا حالت اعتکاف میں ڈاکخانے سے متعلق کام کرنا کیسا ہے؟

زید ایک مسجد کا امام ہے اور ساتھ ہی ڈاکخانہ کا کام بھی سرانجام دیتا ہے، ماہ رمضان شریف میں مذکور امام مسجد کا اخیر عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ ہے۔ کیا امام مسجد ڈاکخانہ کا ضروری سامان جو روزمرہ کے کام میں لایا جاتا ہے اعتکاف کی حالت میں اعتکاف کی جگہ پر رکھ کر ڈاکخانے کا کام پندرہ یا بیس منٹ سرانجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس طرح کیا جاوے تو اعتکاف صحیح ہوگا یا نہیں؟

سائل ...... محمد رفیق، چک نمبر ۱۴/خوشاب، سرگودھا

التخریج: (۱)......لما فی البحر الرائق: ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذالک اسراف سواء کان ذالک فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بھذہ الوصیۃ.........واسراج السرج الکثیرۃ فی السکک والاسواق لیلۃ البرأۃ بدعۃ، وکذا فی المساجد، ویضمن القیم، وکذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان ولیلۃ القدر (جلد ۵، صفحہ ۲۶۰، ۲۵۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

مسجد کے اندر بحالت اعتکاف ڈاکخانے کا کام کرنا مکروہ ہے۔[1] لہٰذا اس کے آلات وغیرہ بھی مسجد میں نہ رکھے جائیں احضار مبیع کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے اسی طرح خیاطت، تدریس اور کتابت کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔[2] .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۸/۸/۲۱ھ

مسجد کی چھت بھی مسجد کا ہی حکم رکھتی ہے:

ہمارا گھر مسجد کے اوپر ہے اور ایک کمرہ بھی مسجد کی چھت کے اوپر ہے اور ایک کمرہ ایسی جگہ پر واقع ہے جو مسجد تو نہیں لیکن مسجد کے صحن سے گذر کر جانا پڑتا ہے۔ آیا حائضہ عورت کسی کام کی غرض سے ان کمروں میں جا سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... ایوب صابر، منچن آباد

الجواب

حائضہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی خواہ گذرنے کے ارادہ سے ہی کیوں نہ ہو اور مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے۔ ومنها انه يحرم عليهما وعلى الجنب الدخول فى المسجد

التخريج: (۱)......لمافى الخانية: ويكره ان يخيط فى المسجد لانه اعد للعبادة دون الاكتساب (خانیہ علی ہامش الہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۶۵)

(۲)......ويكره......كل عقد الا لمعتكف بشرطه، وهو ان لايكون للتجارة بل يكون ما يحتاجه لنفسه او عياله بدون احضار السلعة (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۶)

وفيه ايضاً: لان المسجد ما بنى لامور الدنيا (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۷) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

سواء كان للجلوس او للعبور، فی التهذیب لاتدخل الحائض مسجد الجماعة ......
وسطح المسجد له حكم المسجد (ہندیہ،جلد۱،صفحہ۳۸)..........فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۶/۹ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے:

نماز جنازہ پڑھنا مسجد میں کیسا ہے؟ جبکہ میت مسجد کی حدود سے باہر ہو لیکن امام اور مقتدی مسجد کے اندر ہوں۔

سائل ......محمد اقبال، محلہ غریب آباد، حاصل پور

الجواب

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ ابوداؤد شریف میں ہے: من صلیٰ علیٰ جنازة فی المسجد فلاشیٔ له (جلد۲،صفحہ۱۰۱، ط: رحمانیہ لاہور)

ہندیہ میں ہے: وصلاة الجنازة فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مكروهة سواء كان الميت والقوم فی المسجد او كان الميت خارج المسجد والقوم فی المسجد او كان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد او الميت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد هو المختار كذا فی الخلاصة (عالمگیریہ، جلد۱،صفحہ۱۶۵)............................. فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱۲/۲ھ

مسجد کی دیوار پر پڑوسی کا شہتیر رکھنا جائز نہیں:

ایک شخص مسجد کی چار دیواری کے ساتھ مکان بنانا چاہتا ہے اس کا ارادہ ہے کہ مسجد کی دیوار جو کہ پہلے سے تیار کھڑی ہے اس کو مکان کی پچھلی دیوار بنا کر اس کے اوپر چھت کا ملبہ ڈال دے۔ کیا اس طرح کرنے کی شریعت میں رخصت ہے؟ سائل ...... عمر حیات، میانوالی

الجواب

مسجد کی دیوار پر نہ اپنے مکان کا شہتیر ڈال سکتا ہے اور نہ ہی اپنے مکان کی چھت کا دوسرا ملبہ ڈال سکتا ہے۔ ایسا کرنا جائز نہیں۔ لما فی الشامیة: ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه وبه علم حکم ما یصنعه بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جداره فانه لایحل ولو دفع الاجرة (جلد ۶، صفحہ ۵۵۰)........... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ اصغر علی غفرلہ	معین مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۷۸/۱۲/۲ھ

کیا مسجد میں سوال کرنے والے کو خیرات دینا گناہ ہے؟

کوئی شخص مسجد میں سوال کرے تو اس کو خیرات دینی چاہیے یا نہیں؟ سنا ہے کہ مسجد میں سوال کرنے والے کو خیرات دینا گناہ ہے؟

سائل ...... ضیاء الدین، شیخوپورہ

الجواب

مسجد میں بھیک مانگنا اور سوال کرنا مطلقاً حرام ہے اور سائل کو خیرات دینے میں تفصیل ہے کہ اگر وہ لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہے تو منع ہے ورنہ جائز ہے اور بعض کے نزدیک دینا بھی

مطلقاً مکروہ ہے۔لما فی الدر المختار: ویحرم فیه السوال ویکرہ الاعطاء مطلقاً وقیل: ان تخطی (الدر المختار، جلد ۲، صفحہ ۵۲۳، ط: رشیدیہ جدید)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۱۱/۱۳۷۵ھ

گم شدہ چیز کا اعلان مسجد میں جائز نہیں:

مسجد کے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے دنیاوی اعلانات کرنا گاؤں کے لوگوں کی ضرورت کے لئے شرعاً کیسا ہے؟ جبکہ مقابل دوسری مسجد میں ''اٹھارہ آنے'' لے کر اعلان کرتے ہیں اُدھر بھی مجبوراً کیا جاتا ہے، کہ بجلی کا بل ادا ہو جاتا ہے۔

سائل ...... عبدالرشید امام مسجد چک نمبر گ۔ب/۶۴۴، جڑانوالہ

الجواب

اگر اعلان کی ضرورت ہو تو اعلان کی جگہ مسجد کے باہر بنائی جائے وہاں سے اعلان جائز ہو گا، مسجد کے اندر سے اعلان گمشدگی درست نہیں کیونکہ حدیث شریف میں صراحۃً ممانعت آئی ہے۔[1]

التخریج: (۱)......عن ابی هریرة یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا اداها اللہ الیک فان المساجد لم تبن لهذا (ابوداؤد شریف، جلد ۱، صفحہ ۷۹)

واخرجه الترمذی فی سننه ولفظه:" واذا رأیتم من ینشد فیه ضالة فقولوا لارد اللہ علیک" (ترمذی، باب النہی عن البیع فی المسجد، جلد ۱، صفحہ ۳۷۸)

وفی الدر المختار: ویحرم فیه السوال......وانشاد ضالة او شعر (جلد ۲، صفحہ ۵۲۳)

وفی الشامیة: قوله "انشاد ضالة" هی الشی الضائع وانشادها السوال عنها وفی الحدیث: "اذا رأیتم من ینشد ضالة فی المسجد فقولوا لارد اللہ علیک" (الدر المختار مع الشامیہ، کتاب الصلوۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۳)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

البتہ دینی قسم کے اعلانات درست ہیں۔...................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۳/۱۲/۱۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

اجرت لے کر مسجد کے اسپیکر سے دنیاوی اعلانات کرنا:

(۱)......کیا جامع مسجد کے اندر دنیاوی کاروبار کا اعلان کیا جا سکتا ہے؟

(۲)......قاری صاحب (امام مسجد) کاروباری اعلان مبلغ ۱۰ روپے فی اعلان مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر کرتے ہیں۔ کیا یہ رقم کاروباری اعلان والی مسجد کے اخراجات پر جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... جمال الدین، چک نمبر ۶۷ رحیم یار خان

الجواب

(۱)......مسجد کے اندر دنیاوی کاروبار کا اعلان جائز نہیں ہے[1]۔

لقولہ تعالیٰ: وانّ المساجد للّٰہ فلاتدعوا مع اللّٰہ احداً (الآیۃ)

ولقولہ علیہ السلام:من سمع رجلاً ینشد ضالّۃ فی المسجد فلیقل لاردھا اللّٰہ علیک فان المساجد لم تبن لھٰذا (مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۲۱۵)

ویدخل فیہ کل مالم یبن لہ المسجد (مجمع بحار الانوار، جلد ۴، صفحہ ۷۰۱)

(۲)......اگر سپیکر کی مشین، مائیک اور ہارن وغیرہ مسجد کے اندر ہو تو اعلان جائز نہیں۔ نہ پیسوں کے

التخریج: (۱)...... والسابع ان لایتکلم فیہ من احادیث الدنیا (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۲۱)

وفی الخانیۃ: انہٗ اعد للعبادۃ دون الاکتساب (خانیہ علیٰ ہامش الہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۶۵)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

ساتھ اور نہ بغیر پیسوں کے۔اور اگر سپیکر کی مشین وغیرہ مسجد سے باہر ہوں تو اجرت کے ساتھ اعلان کرنا جائز ہے۔.............................. فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۶/۵/۱۹ھ

(۱) گم شدہ چیز کے اعلان کیلئے ایک حیلہ:

(۲) دینی امور کا اعلان مسجد میں جائز ہے:

(۱)......اگر کوئی بچہ یا کوئی بڑا آدمی گم ہو جائے تو کیا مسجد کے سپیکر پر اعلان کیا جائے یا نہیں؟

(۲)......گھریلو کوئی بھی چیز گم ہو جائے تو کیا مسجد میں اعلان کر سکتے ہیں؟

سائل ......محمد صدیق، لیاقت پور

الجواب

گم شدہ چیز کا اعلان یا دوسرے دنیاوی امور کے اعلانات مسجد میں جائز نہیں، اگر عوام کا مطالبہ شدید ہو تو سپیکر اور ہارن خارج مسجد رکھ کر بالمعاوضہ اعلان کرنے کی گنجائش ہے البتہ دینی اعلانات مثلاً جنازہ وعظ وغیرہ کی اجازت ہے۔

ہندیہ میں ہے: والخامس ان لا یطلب الضالة فیه (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۱)

وفی الدر المختار: ویحرم فیه السوال ...... وانشاد ضالة او شعر (جلد ۲، صفحہ ۵۲۳)

وفی الشامیة: قوله "انشاد ضالة" هی الشی الضائع وانشادها السوال عنها

وفی الحدیث: "اذا رأیتم من ینشد ضالة فی المسجد فقولوا لاردّ اللّٰه

علیک" (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۳)................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۹/۱۰/۱۴۰۸ھ

مساجد، مدارس، جہادی یا مذہبی تنظیموں کیلئے مسجد میں اعلان کرنے کا حکم:

عام طور پر مسجد میں سوال کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اسی طرح گمشدگی کا اعلان کرنے سے بھی منع کیا جاتا ہے لیکن یہ جو معمول ہے کہ مسجد میں کسی اسلامی مدرسہ وغیرہ کے لئے اسی طرح کسی تنظیم کے لئے مسجد میں اپیل کی جاتی ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

سائل ......حبیب الرحمٰن، رحیم یار خان

الجواب

یہ بات محقق ہے کہ مسجد میں فقیر کا سوال کرنا منع ہے تخطی رقاب اور ایذا کی صورت میں اسے دینا شرعاً ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے: ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء مطلقاً وقیل: ان تخطی (الدر المختار، جلد ۲، صفحہ ۵۲۳، ط: رشیدیہ جدید)

مسجد، مدارس، جہاد وغیرہ کے لئے مسجد میں چندہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ کسی نمازی کے لیے تشویش کا باعث نہ بنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں چندہ کرنا اور اور حضرات صحابہ کرام کا چندہ دینا ثابت ہے۔ عن المنذر بن جریر عن ابیہ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صدر النھار قال فجاءہ القوم حفاۃ عراۃ مجتابی النمار او العباء متقلدی السیوف عامتھم من مضر، بل کلھم من مضر فتمعر وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما رأی بھم من الفاقۃ فدخل ثم خرج فامر بلالاً فاذن

واقام فصلی ثم خطب.......... تصدق رجل من دیناره، من درهمه، من ثوبه من صاع بره، من صاع تمره حتی قال ولو بشق تمرة قال فجاء رجل من الانصار بصرّة کادت کفه تعجز عنها بل قد عجزت قال ثم تتابع الناس حتی رایت کومین من طعام وثیاب حتی رایت وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتهلل کانه مذهبة (الحدیث) (مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۳۲۷)

عن عبدالرحمن بن خباب قال شهدت النبی صلی اللہ علیہ وهو یحث علیٰ جیش العسرة فقام عثمان فقال علیّ مأة بعیر...... فانا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عن المنبر وهو یقول (الحدیث) (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۶۱)..........فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۱۰/۴/۱۳۷۶ھ

(۱) بلا ضرورت شدیدہ طلباء کو مسجد میں نہ ٹھہرایا جائے:

(۲) مسجد میں مدرسہ کیلئے چندہ کرنا جائز ہے:

(۳) مدرسہ کا چندہ مسجد کے چندہ میں شامل نہ کیا جائے:

(۱)...... مسجد میں کسی قسم کی دنیاوی تعلیم دینا یا سکول کے طور پر اسے استعمال میں لے آنا از روئے شریعت جائز ہے؟ نیز نابالغ چھوٹے بچوں کو مسجد میں قرآن کی تعلیم دینا جائز ہے؟ جبکہ یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ بچے مسجد کے احترام کو ملحوظ نہیں رکھتے اور بلا خوف وخطر آمد ورفت جاری رکھتے ہیں اور پاکی پلیدی کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔

(۲)...... مسجد میں مدرسہ کی صورت ہو اور چوبیس گھنٹے کچھ بیرونی طلباء رہائش کی خاطر سونے اور خورد ونوش وغیرہ سے مسجد کے احترام کو ملحوظ نہ رکھتے ہوں کیا سب کچھ از روئے شریعت جائز ہے

مسجد کی اہمیت، عصمت اور اقدار کو ملحوظ خاطر رکھ کر تحریر فرمائیں؟

(۳)..... کیا مسجد میں مسجد کے ذاتی استعمال سے قطع نظر ایسی امداد بصورت چندہ کی جائے کہ جو مسجد پر تو استعمال نہ ہو لیکن ایک غیر ادارہ پر استعمال ہو اور اسی غیر ادارہ کے لئے مسجد کو استعمال میں لایا جارہا ہو کیا یہ صورت جائز ہے اور مسجد میں مسجد سے لاتعلق ادارے کے لئے چندہ سے مسجد کے حقوق ومفادات کے خلاف کوئی مباحانہ پہلو نکل سکتا ہے جبکہ ایک مسجد کی کوئی چیز دوسری مسجد میں استعمال کرنا منع ہے تو ادارہ غیر اگر چہ دینی ہی کیوں نہ ہو مسجد کی چار دیواری میں اس کے لئے چندہ کرنا از روئے شریعت جائز ہے؟ مثلاً میں ایک مسجد کا صرف پیش امام ہوں، اور میں نے ایک مدرسہ بھی جاری کر رکھا ہے اور اس مدرسہ کے لئے میں ہر جمعہ کو عوام سے چندہ وصول کروں اور اسی چندہ کو مدرسہ پر استعمال کی خاطر رکھ لوں اور چندہ مسجد کے حساب میں جمع نہ ہو اور نہ ہی مسجد کے مفاد کی خاطر خرچ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں کیا فیصلہ ہے اور اس چندہ کی کیا نوعیت ہونی چاہیے اور یہ چندہ مسجد کے ماسوا کسی بھی اور مقصد کے لئے استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

الجواب

(۱)..... طلباء کی رہائش کے لئے الگ کمرہ ہونا چاہیے ایسا انتظام نہ ہو تو مسجد میں رہنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ مسجد کا احترام پورا پورا بجالایا جائے۔[1]

(۲)..... دنیوی تعلیم کے لئے مسجد کو استعمال نہ کیا جائے۔[2]

التخریج: (۱)..... ولاباس للغریب ولصاحب الدار ان ینام فی المسجد فی الصحیح من المذهب والاحسن ان یتورع فلا ینام کذا فی خزانة الفتاوی (عالمگیریہ، جلد۵، صفحہ۳۲۱)

وفی الشامیة: ان اهل الصفة کانوا یلازمون المسجد وکانوا ینامون، ویتحدثون (الخ) (شامیہ، جلد۲، صفحہ۵۲۷)

(۲)..... لان المسجد ما بنی لامور الدنیا (شامیہ، جلد۲، صفحہ۵۲۷)

وفی الهندیة: والسابع ان لایتکلم فیه من احادیث الدنیا (جلد۵، صفحہ۳۲۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفااللہ عنہ)

(۳)......مسجد میں چونکہ قرآن مجید کی تعلیم دینا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے دوسری جگہ مہیا ہو سکتی ہو تو ایسی جگہ تعلیم کا انتظام کرنا لازم ہے یہ اس وقت ہے جبکہ مدرس تنخواہ دار ہو۔[۱] استاد کو چاہیے کہ بچوں کی نگرانی کرتا رہے اور مسجد کے احترام کا حکم دیتا رہے۔

(۴)......مسجد میں مدرسہ کیلئے چندہ کی اپیل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[۲] جو چندہ مدرسہ کے لئے جمع کیا جائے اسے مدرسہ ہی میں خرچ کرنا چاہیے مسجد میں صرف نہ کیا جائے۔[۳]......فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان	بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳۸۴/۳/۲ھ	صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

مساجد میں سحری کے وقت وقفے وقفے سے اعلانات کرنا:

دورمضان گزر گئے میری عادت ہے کہ سحری کے وقت مسجد میں اعلان کرتا ہوں کہ ''بھائی روزہ والو اتنے اتنے منٹ باقی رہ گئے ہیں جلدی سحری کھالو'' دوسرا جب سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو روزہ بند کرلو فوراً ورنہ روزہ نہیں ہوگا، دو سال ہو گئے میری یہی عادت ہے اس سال میں نے ایسا

التخریج:(۱)......لو جلس المعلم فی المسجد......فان کان المعلم یعلم للحسبة ......فلا باس به لانه قربة وان کان بالاجرة یکره الا ان یقع لهما الضرورة (عالمگیریہ، جلد۵، صفحہ۳۲۱)

وفیه ایضاً: وامّا المعلّم الذی یعلم الصبیان بأجرٍ اذا جلس فی المسجد یعلّم الصّبیان لضرورة الحرّ اوغیره لایکره (جلد۱، صفحہ۱۱۰)

(۲)......عن عبدالرحمن بن خباب قال شهدت النبی صلی الله علیه وهو یحث علیٰ جیش العسرة فقام عثمان فقال علیّ ماة بعیر .... فانا رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عن المنبر وهو یقول (التعریض) مشکوٰۃ شریف، جلد۲، صفحہ۵۶۱)

(۳)......انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (شامیہ، جلد۶، صفحہ۶۸۳)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کیا تو ایک تبلیغی ساتھی نے کہا کہ مسجد ہے یا کوئی کلب گھر ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ بزرگ اس سے منع کرتے ہیں میں نے اس دن سے اعلان کرنا چھوڑ دیا ہے کہ واقعی بات تو درست ہے تو کچھ محلے والوں نے کہا کہ یار، تو اعلان کرتا تھا بڑا فائدہ ہوتا تھا کیونکہ بعض جاہل ان پڑھ ہیں گھڑی کا پتہ نہیں چلتا اذان کے انتظار میں رہتے ہیں اور ہم اذان تقریباً سات منٹ سحری کے وقت کے ختم ہونے کے بعد دیتے ہیں اب تو ہم کھاتے رہتے ہیں پتہ نہیں چلتا میں نے کہا بھائی ابھی مجھے شک پڑ گیا ہے کہ جائز بھی ہے کہ نہیں پوچھ کر شروع کرونگا۔ آپ مسئلہ بتائیں۔

سائل ...... صوفی اللہ رکھا، بیسٹ بھٹو

الجواب

مساجد میں سحری کے وقت وقفے وقفے سے اعلانات کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔

عن سالم عن ابیه ان النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتیٰ تسمعوا تاذین ابن ام مکتوم (ترمذی شریف، جلد۱، صفحہ۱۴۹)

اس پر محشی لکھتے ہیں: ان التکرار کان للتسحیر کما فی کتاب الحج وھو المتبادر من الفاظ الصحیحین "لیرجع قائمکم وینبه نائمکم" (ترمذی شریف، جلد۱، صفحہ۱۴۹، ط: رحمانیہ لاہور)

لیکن صرف وقت بتایا جائے تلاوت، نعت خوانی وغیرہ کی بالکل اجازت نہیں کیونکہ اس سے نماز تہجد میں خلل واقع ہوتا ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
(۱۴۲۲/۱۱/۱۰ھ)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

مسجد میں محفل مشاعرہ کا انعقاد کیسا ہے؟

ہم نے اپنی مسجد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں ایک محفل منعقد کی جس میں چند علمائے کرام اور چند شعراء نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا جس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ مسجد میں مشاعرہ منعقد نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔ آپ تفصیل بتائیں کہ کیا ایسا مشاعرہ مسجد میں منعقد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... مولوی سعید احمد سعیدی، میلسی، وہاڑی

الجواب

شعر کا مضمون اگر قواعدِ شرعیہ کے مطابق ہو تو شرعاً ایسے شعر پڑھنے کی اجازت ہے حضرات صحابہ کرامؓ میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مشہور شاعر ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے واقعہ افک کی وجہ سے حضرت حسان بن ثابتؓ کو برا بھلا کہا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ: لا تسبه فانه کان ینافح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم (بخاری شریف، جلد ۲ صفحہ ۹۰۹)

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی ہجو کا جواب دینے کا حکم صادر فرمایا تھا اور ان کے لئے دعا بھی فرمائی: یاحسان: اجب عن رسول الله: اللهم ایده بروح القدس (بخاری شریف، جلد ۲، صفحہ ۹۰۹) وعن البراء ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لحسان: اهجهم او قال: هاجهم وجبرئیل معک (بخاری شریف، جلد ۲، صفحہ ۹۰۹)

سورۂ شعراء کی آخر آیات انہی کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔

مسجد میں مضمونِ صحیح پر مشتمل اشعار پڑھنے کی اجازت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ حاشیہ ترمذی شریف میں ہے: وقد روی عن النبی صلی الله علیه وسلم فی غیر

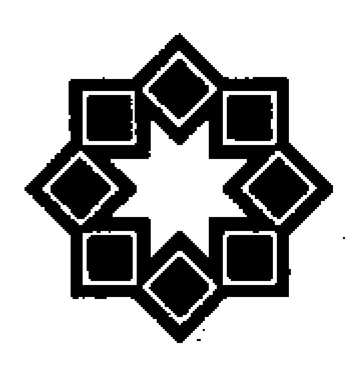
حدیث رخصة فی انشاد الشعر فی المسجد .... وحمل احادیث الرخصة علیٰ شعرحسن مأذون فیه کهجاء حسان الکفرة ومدحهٖ صلی الله علیه وسلم (قوت المغتذی حاشیہ ترمذی شریف، جلد ا، صفحہ ۱۸۲، ط: رحمانیہ لاہور)

جن بعض احادیث سے ممانعت معلوم ہوتی ہے ان کا محمل ایسے اشعار ہیں کہ جن کا مضمون قواعدِ شرعیہ کے مطابق نہ ہو۔ المنع من انشاد الشعر بالمسجد محمول علی ما به هجاء او مدح بغیر حق (قوت المغتذی حاشیہ ترمذی شریف، جلد ا، صفحہ ۱۸۲، ط: رحمانیہ لاہور)

وفی الشامیة: فما کان منه فی الوعظ والحکم وذکر نعم الله تعالیٰ وصفة المتقین فهو حسن (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۴۴، ط: رشیدیہ جدید) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۹/۷/۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان



35

﴿مسائلِ شتّٰی﴾

متولی کسی محلہ دار کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روک سکتا، جبکہ باعث فتنہ نہ ہو:

ایک آدمی کی ایک مسجد کے متولی سے کچھ ذاتی کاوش تھی اس کاوش کی بناء پر اس متولی نے اس آدمی کو اپنے بندوں سے پکڑوا کر باہر نکلوا دیا اور کہا کہ ''آپ مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے کیونکہ مسجد محلہ یا شہر کی نہیں بلکہ میں اس کا مالک ہوں'' تو کیا کسی آدمی کا یہ کہنا جائز ہے؟ اور ایسے شخص کو پیر بنانا جائز ہے؟

سائل ...... عبدالرشید، بہاولپور

الجواب

متولی کو یہ حق نہیں کہ محلہ کے کسی آدمی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دے، البتہ اگر کوئی شخص فتنہ پرداز ہو تو اسے مسجد سے روکا جاسکتا ہے[1]......................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۲/۸/۲۳ھ

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

التخریج: (۱)......لما فی الدر المختار: ویمنع منه وکذا کل موذ ولو بلسانه، وفی الشامیة: والحق بالحدیث کل من آذی الناس بلسانه، وبه افتی ابن عمر وهو اصل فی نفی کل من یتاذی به (شامیہ، جلد۲، صفحہ۵۲۶)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

جو شخص باعث شر و فساد ہو اُسے مسجد سے روکنا:

ہمارے ہاں محلہ میں ایک شخص فتنہ و فساد کی جڑ ہے خصوصاً مسجد کے معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے آنے والے ہر امام صاحب پر اعتراض، اس کے ساتھ بدتمیزی اور بدکلامی کرتا ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی امام زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکتا نمازیوں کے لئے تکلیف اور پریشانی کا باعث ہے بعض اوقات وہ لوگ بھی اس کو بھڑکاتے ہیں جو خود تو مسجد میں نہیں آتے لیکن ان کو وہ امام پسند نہیں ہوتا۔ تو کیا ان حالات میں فتنہ و فساد ختم کرنے کے لئے ایسے شخص کو مسجد اور جماعت سے روکا جا سکتا ہے؟

سائل ...... حبیب، اللہ ایم، ڈی، اے، چوک ملتان

الجواب

جو شخص حفظ و امن میں خلل انداز ہو، باعث شر و فساد ہو اور عام نمازیوں کو ایذا رساں ہو اسے مسجد و جماعت سے روکنا قانونِ شرع کے عین مطابق ہے۔ عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة فلا يقربن مسجدنا ولا يؤذينا بريح الثوم (اخرجہ مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۰۹)۔

حضرات فقہاء کرام نے کوڑھی اور جس شخص کی بغل وغیرہ سے ناقابل برداشت بدبو آتی ہو اسے بھی مسجد سے روکنے کی اجازت دی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں: والحق بعضهم بذالک من بفيه بخر او به جرح لهٗ رائحة ، وزاد بعضهم فالحق اصحاب الصنائع كالسماک والعاهات كالمجذوم ومن يؤذى الناس بلسانه (جلد ۲، صفحہ ۴۳۷، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی)

درمختار میں ہے: واكل نحو ثوم ويمنع منه وكذالک كل موذ ولو بلسانه (الخ)

وفى الشامية: والحق بالحديث كل من آذى الناس بلسانه وبه افتى ابن

عمو (الخ) (درمختار مع الشامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۵)..........................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۵/۳/۱۴۲۷ھ

ایک مسجد میں بیک وقت دو جماعتوں کا حکم:

ایک مسجد میں امام متعین ہے اذان اور جماعت باقاعدہ وقت پر ہوتی ہے جس وقت جماعت ہو رہی ہو چند آدمی اسی وقت اسی مسجد میں اذان ثانی کہہ کر سابقہ جماعت کے ہوتے ہوئے ایک طرف نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا یہ دوسری اذان اور نماز علیحدہ پڑھنا جائز ہے؟

سائل ...... چوہدری رحمت علی، میاں چنوں

الجواب

ایک ہی مسجد میں ایک ہی وقت میں دو اذانیں کہنا اور دو جماعتیں کرنا شرعاً اور اخلاقاً بہت ہی بری بات ہے۔[1] یہ تو ایک قسم کا نماز کے ساتھ تمسخر ہے اگر عقائد کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایک فریق دوسرے فریق کے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہے تو یہ دونوں فریق انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کر کے ایک فریق کے لئے کوئی دوسری علیحدہ جگہ کا انتظام کر دیں یعنی دوسری جگہ کا انتظام کرنا فریقین کے ذمہ ہوگا، اس کی صورت یہ ہوگی کہ جو فریق مسجد میں رہنا چاہے وہ دوسرے فریق کے لئے مسجد بنانے میں امداد کرے تاکہ دوسرا فریق بھی اپنی علیحدہ مسجد بنا سکے، بہر حال جس طرح بھی ہو جھگڑا

التخریج: (۱)......وقد علمت ان تکرارها مکروہ فی ظاہر الروایۃ (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۸۰)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

کی موجودہ صورت اختیار کرنا جائز نہیں اس کا تدارک بہت جلد کیا جائے۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ اصغر علی غفرلہ

عبداللہ غفر اللہ لہ — نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان — ۱۸/۱۱/۱۳۷۵ھ

محلے دار یا دوکان دار مسجد کا پانی استعمال نہ کریں:

مسجد کی موقوفہ اشیاء جیسے گھڑی پنکھے وغیرہ تو اپنے گھر یا دوکان پر ذاتی استعمال میں نہیں لائے جا سکتے ۔ کیا اسی طرح نلکا یا ٹینکی وغیرہ کا پانی اپنے گھر یا ہوٹل میں لے جا کر استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ......محمد عارف، کبیر والہ

الجواب

مسجد کی وقف اشیاء کو مسجد سے باہر لیجا کر ذاتی ضرورت میں استعمال کرنا گناہ ہے اسی طرح پر مسجد کی ٹینکی کا پانی غیر نمازیوں کو استعمال کرنا اور محلہ داروں اور دوکانداروں کو اپنے گھر اور دوکان میں لانا درست نہیں ہے۔[1] البتہ مسجد کا نلکا کو خود چلا کر پانی بھرنا جائز ہے۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۷/۴/۱۴۱۳ھ

التخریج: (۱)......لمافی الھندیة: متولی المسجد لیس له ان یحمل سراج المسجد الیٰ بیته (جلد ۲، صفحہ ۴۶۲)
وفیه ایضاً: واذا وقف للوضوء لایجوز الشرب منه (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۶۵) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اگر مسجد کا محراب درمیان میں نہ ہو تو امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے:

ہم نے مسجد کی لمبائی میں دس فٹ دائیں جانب اضافہ کیا ہے جس کی وجہ سے محراب درمیان میں نہیں رہا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱)..........موجودہ صورت میں محراب میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)..........کیا موجودہ محراب میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

(۳)..........کیا موجودہ محراب میں نماز بالکل نہیں ہوتی؟

(۴)..........کیا موجودہ محراب میں نماز پڑھنا درجاتِ نماز کو گھٹاتا ہے؟

(۵)..........کیا اس محراب کو گرا کر نیا محراب درمیان میں بنانا ضروری ہے؟

سائل ...... محمد اسلم، بھکر

الجواب

اگر یہ محراب آسانی سے درست کیا جا سکتا ہے تو بہتر ہے ورنہ ویسے ہی رہنے دیا جائے البتہ اگر امام محراب چھوڑ کر صف کے درمیان میں کھڑا ہو تو یہی صورت بہتر ہے۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۶/۳۰ھ

التخريج: (۱)......اس لئے کہ محراب صف کے درمیان کو متعین کرنے کے لئے ہی بنایا جاتا ہے تاکہ امام کی دونوں جانب صف برابر ہو جائے۔ السنة ان يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام في احد جانبي الصف يكره .... السنة ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الا ترى ان المحاريب مانصبت الاوسط المساجد وهي قد عينت لمقام الامام (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۷۷، ۳۷۲، کتاب الصلاۃ) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد میں گیس کے ہیٹر دائیں بائیں لگائے جائیں یا انسانی قد سے اوپر لگائے جائیں:

موسم سرما میں ہمارے علاقے ایبٹ آباد کی مساجد میں گیس ہیٹر جلائے جاتے ہیں جن میں سے بعض ہیٹر قبلہ کی دیوار کی جانب ہوتے ہیں اور دوران نماز جل رہے ہوتے ہیں۔اب جواب طلب بات یہ ہے کہ اس صورت میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟اور نماز میں کوئی کراہت لازم آئے گی یا نہیں؟

سائل ...... محمد عبداللہ خان،ایبٹ آباد

الجواب

مسجد میں گیس کے ہیٹر جلانے کی بہتر صورت یہ ہے کہ قبلہ کی جانب ہیٹر جلانے سے احتراز کیا جائے،البتہ بدرجۂ مجبوری ہیٹر جلانے میں ایسی صورت اختیار کی جائے کہ ہیٹر کھڑا ہونے کی حالت میں نمازی کے قد سے بلند ہو۔ **من توجه فی صلاته الیٰ تنور فیه نار تتوقد او کانون فیه نار یکره ولو توجه الیٰ قندیل او الیٰ سراج لم یکره کذا فی محیط السرخسی،وهو الاصح،** (ہندیہ،جلد۱،صفحہ۱۰۸)[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس،ملتان
۱۴۲۷/۳/۱۴ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس،ملتان

محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے:

محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے یا جامع مسجد میں جو دوسرے محلے میں واقع ہے؟

سائل ...... محمد خالد،ملتان

التخریج:(۱)......وفی المراقی: ویکره ان یکون بین یدیه(ای المصلی) تنور او کانون فیه جمر لانه یشبه المجوس فی حال عبادتهم (مراقی الفلاح،صفحہ۳۶۲)(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

محلّہ کی مسجد میں نماز کی ادائیگی شرعاً افضل ہے بشرطیکہ محلّہ کا امام بدعتی، فاسق وغیرہ نہ ہو بصورت دیگر صحیح العقیدہ متقی امام کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ درمختار میں ہے: ومسجد حيّه افضل من الجامع (جلد۲، صفحہ۵۲۳) وفی الشامية: ومسجد حيّه وان قل جمعه افضل من الجامع وان كثر جمعه (شامیہ، جلد۲، صفحہ۵۲۲، ط: رشیدیہ جدید)

بلکہ اگر اپنے محلے والی مسجد ویران ہو اور اس میں جماعت نہ ہوتی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسی ویران مسجد میں جائے اور اذان دے اگر کوئی نمازی نہ آئے تو اکیلے نماز پڑھے۔

لما فی الشامية: لو لم يكن لمسجد منزله مؤذن فانه يذهب اليه ويؤذن فيه ويصلى ولو كان وحده لان له حقاً عليه فيؤديه (شامیہ، جلد۲، صفحہ۵۲۳)...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱۱/۲۵ھ

بدوں کسی وجہ ترجیح کے دور والی مسجد میں نماز کیلئے جانا پسندیدہ نہیں:

ہمارے محلے میں دو مسجدیں ہیں ایک ہمارے گھر کے قریب ہے اور دوسری کچھ فاصلے پر ہے تو کونسی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہوگا بعض کا خیال ہے کہ جو مسجد دور ہے اس میں جانا چاہیے کیونکہ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے قدم زیادہ ہوں گے اور ثواب زیادہ ہوگا۔

سائل ...... محمد احسن، علی پور

الجواب

مسجد بعید میں اگر شرعی وجہ ترجیح نہیں اور قریبی مسجد میں کوئی مانع شرعی نہیں تو ایسی صورت

میں قریبی مسجد میں نماز ادا کی جائے کیونکہ اس مسجد کا اہل محلہ پر حق بھی ہے اور ثواب بھی زیادہ ہے۔

لما فی الشامیة: ثم الاقدم افضل لسبقه حکماً الا اذا کان الحادث اقرب الیٰ بیته فانه الفضل حینئذ لسبقه حقیقة وحکماً .... ومسجد حیه وان قل جمعه افضل من الجامع وان کثر جمعه .... بل فی الخانیة لو لم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یذهب الیه، ویؤذن فیه ویصلی ولو کان وحده لان له حقاً علیه فیؤدیه (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۳، ۵۲۲) .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۵/۱۴۲۸ھ

کیا مسجد کا حجرہ کرایہ پر دینا جائز ہے؟

مسجد کی انتظامیہ نے ایک شخص کو مسجد کا حجرہ کرایہ پر دیا ہے جو کسی پرائیویٹ کوٹھی پر چوکیدار ہے سارا دن کوٹھی پر رہتا ہے کھانا وغیرہ ادھر ہی کھاتا ہے اس نے مسجد انتظامیہ سے بات کی کہ میرا مختصر سا سامان ہے آپ مجھے مسجد کا حجرہ پانچ سو روپے ماہوار کرایہ پر دیدیں مسجد کی انتظامیہ نے حجرہ کرایہ پر دیدیا کہ حجرہ تو ویسے بھی خالی پڑا رہتا ہے، لہٰذا کرایہ پر دینے سے مسجد کی آمدنی کا ایک ذریعہ بن جائے گا لیکن مجھے اس سے اختلاف ہے کہ انتظامیہ نے ایک غلط قدم اٹھایا ہے۔ شرعاً اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد افضل، پل براراں، ملتان

الجواب

بلاضرورت مسجد کا حجرہ کرایہ پر دینا مناسب نہیں کیونکہ مسجد کے احاطہ میں جو حجرے ہوتے ہیں وہ عموماً امام مسجد اور خدام مسجد کے لئے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کو اسی کام میں لایا جائے تاہم

اگر امام ومؤذن وغیرہ کو حجرے کی بالکل ضرورت نہ ہو تو بوقت ضرورت کرایہ پر دینے کی گنجائش ہے بشرطیکہ اس میں مسجد کی بے حرمتی نہ ہوتی ہو، نمازیوں کو حرج اور تشویش نہ ہو اور کرایہ دار کی آمدورفت کا راستہ الگ ہو۔.................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۱۰/۲۴ھ

مسجد کا مکان کرایہ پر دینا جائز ہے:

ہم نے اپنی مسجد سے ملحق، امام مسجد کے لئے مسجد کی آمدنی سے مکان تعمیر کرایا مگر امام مسجد کچھ مجبوریوں کی وجہ سے اس مکان میں بچوں کی رہائش سے گریزاں ہے اس صورت میں انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ مکان کو کرایہ پر لگایا جائے تا کہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کی آمدنی سے بنا ہوا مکان کرایہ پر لگ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں لگ سکتا تو بنے ہوئے مکان کا مصرف کیا ہوگا؟ سائل ...... انتظامیہ مسجد قباء، مسلم کالونی علی پور

الجواب

صورت مسئولہ میں مکان کرایہ پر دینا شرعاً جائز ہے۔ اذا وقف داره علىٰ الفقراء فالقیم یؤاجرها (الخ) (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۱۸، الباب الخامس)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ وقف مکان کا اجارہ جائز ہے لیکن کرایہ مناسب ہونا چاہیے۔..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۲/۲۳ھ

غیر مسلم اگر کرایہ کافی زیادہ دے تو مسلم کرایہ دار سے مسجد کی دوکان لے کر غیر مسلم کو دینے کا حکم:

ایک قطعہ موقوفہ ایک شخص (زید) کو کرایہ پر دیا ہوا ہے جبکہ عمرو کا مطالبہ ہے کہ یہ زمین مجھے کرایہ پر دیدی جائے میں زید کی بنسبت زیادہ کرایہ ادا کروں گا۔ کیا متولی کو یہ حق ہے کہ زید سے اجارہ ختم کر کے عمرو کو دیدے؟ جبکہ ''عمرو'' غیر مسلم ہے اور ''زید'' جسکو پہلے سے زمین کرایہ پر دی ہوئی ہے وہ مسلمان ہے۔

سائل ...... محمد اکرم، جتوئی

الجواب

اگر غیر مسلم اور مسلمان کے کرایہ میں تفاوت فاحش ہو اور مسلمان کرایہ دار اتنا کرایہ دینے کے لئے آمادہ نہیں جتنا غیر مسلم دینا چاہتا ہے تو مسلمان سے اجارہ ختم کر کے غیر مسلم کو دینا ضروری ہے کیونکہ وقف کی رعایت مقدم ہے۔ لما فی الدر المختار: وكذا يفتي بكل ما هو انفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه حتى نقضوا الاجارة عند الزيادة الفاحشة نظراً للوقف وصيانة لحق الله تعالىٰ (درمختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۲۶، ط: رشیدیہ جدید)

وفيه ايضاً: فاذا كانت اجرة دار عشرة مثلاً وزاد اجر مثلها واحداً فانها لاتنقض بخلاف الدرهمين في الطرفين (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۱۸)

البتہ اگر سابقہ کرایہ دار زائد مقدار دینے کے لئے آمادہ ہو جائے تو پھر سابقہ مسلم کرایہ دار اولیٰ ہے۔ المستاجر الاول اولىٰ من غيره اذا قبل الزيادة اى الزيادة المعتبرة عند الكل. (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۱۹)

الحاصل: اگر معمولی فرق ہو یا زیادتی کو مسلم کرایہ دار تسلیم کرلے تو پھر وہ قطعہ زمین یا

دوکان اسی کے پاس رہنے دیں گے۔.................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۰/۵/۱۴۲۶ھ

سردی یا گرمی کی وجہ سے کسی ایک مسجد سے نماز با جماعت کا سلسلہ منقطع کرنا جائز نہیں:

کوہاٹ کے نواح میں پتی نامی گاؤں ہے جس میں محلہ شیخاں میں دو مسجدیں ہیں۔ایک بڑی ہے جو جامع مسجد ہے۔دوسری چھوٹی مسجد ہے چھوٹی مسجد میں پانی گرم کرنے کا انتظام ہے اور چھوٹی مسجد بند ہونے کی وجہ سے گرم بھی ہے۔تو سردیوں میں احباب محلہ چھوٹی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔صرف ظہر کی نماز اور جمعہ بڑی مسجد میں پڑھتے ہیں۔جبکہ موسم گرما میں چھوٹی مسجد کو تالا لگا دیا جاتا ہے۔اور روزمرّہ پانچ نمازیں نیز جمعہ کی نماز بڑی مسجد میں پڑھی جاتی ہیں۔اب لوگوں کی خواہش یہ ہے کہ دونوں مسجدیں سارا سال آباد رہنی چاہئیں۔جبکہ کچھ احباب کا اصرار ہے کہ اس طرح اہل محلہ میں بے اتفاقی ہو جائیگی۔لہٰذا دو جگہ جماعت نہیں ہونی چاہیے۔

سائل ...... عبد الحمید کوہاٹی

الجواب

دونوں مسجدوں کو آباد رکھا جائے کسی بھی مسجد کو تالا لگانا درست نہیں۔جو لوگ بڑی مسجد کے قریب ہیں وہ بڑی مسجد میں نماز پڑھ لیا کریں، اور جو لوگ چھوٹی مسجد کے قریب تر ہیں وہ اس میں نماز پڑھ لیا کریں۔کیونکہ مسجد کا ان پر حق ہے[1] اور جمعہ سب لوگ بڑی مسجد میں ادا کر لیا

التخریج: (۱)......درمختار میں ہے: ومسجد حیہ افضل من الجامع (درمختار، جلد ۲، صفحہ ۵۲۳)

وفی الشامیة: بل فی الخانیة: لو لم یکن لمسجد منزله مئوذن فانه یذھب الیه ویؤذن فیه ویصلی ولو کان وحده، لان له حقا علیه فیؤدیه (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۳) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

کریں، کوئی بھی شخص کسی کو کسی بھی مسجد سے روک نہیں سکتا، نیز لوگوں کے دل اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اگر ہم شریعت کے احکام پورے کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے امید کامل ہے کہ اس کو دلوں کے جوڑنے اور اخوت کا ذریعہ بنائیں گے، اور اگر شریعت کے احکام کی لاپرواہی کریں گے تو خطرہ ہے کہ اتفاق کے اسباب ہوتے ہوئے بھی نااتفاقی ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۸/۱۲/۷ھ

بڑی مسجد میں دو صفوں کی مقدار چھوڑ کر نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے:

مسجد کے صحن اور برآمدہ کا ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ ہے یعنی اگر کوئی نمازی صحن کی پہلی صف میں کھڑا ہوا اور اس سے اگلی صف برآمدہ کی ہو تو برآمدہ کی اس صف میں اس صحن میں کھڑے ہوئے نمازی کے سامنے سے گذرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ......عبدالرحمٰن، سمیجہ آباد، ملتان

الجواب

مسجد کے صحن اور برآمدہ کا حکم ایک ہی ہے، تاہم اگر بڑی مسجد ہو (جس کا کل رقبہ ۶۰ ہاتھ کا ہو)[1] تو نمازی کے سامنے سے دو صف چھوڑ کر گذرنا جائز ہے اور اگر چھوٹی مسجد ہو تو نمازی کے سامنے سے

التخریج: (۱)...... قوله فی المسجد الکبیر، هو ان یکون اربعین فاکثر، وقیل ستین فاکثر، والصغیر بعکسه (الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ ۳۴۲)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

گذرنا مطلقاً ناجائز ہے۔ (کذا فی احسن الفتاوی، جلد ۳، صفحہ ۴۰۹) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۵/۵/۲۴ھ

(۱) بڑی یا چھوٹی مسجد میں کوئی شرعی تحدید نہیں:

(۲) بڑی مسجد میں بھی فصل مانع اقتداء نہیں:

مسئلہ نمبر (۱)...... اگر مسجد بہت بڑی ہو یا مکان بہت بڑا ہو یا جنگل ہو تو امام اور مقتدیوں کے درمیان دو صفوں کے چھوٹنے سے بعد والوں کی اقتداء درست نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر (۲)...... مسجد میں جہاں بھی اقتداء کی جائے نماز ہو جائے گی مندرجہ بالا مسائل کی رو سے دو سوال قابل دریافت ہیں!

(۱)...... جس بڑی مسجد کا ذکر مسئلہ اولیٰ میں کیا گیا ہے اس کی حد کیا ہے اس میں کم از کم کتنی بڑی مسجد کو مسجدِ کبیر کہا گیا ہے اور کتنی بڑی مسجد میں دو صف کا فاصلہ چھوڑنا مفسد نماز نہیں؟

(۲)...... مسئلہ میں مذکورہ مسجد زیادہ سے زیادہ کتنی بڑی ہو کہ اس میں باوجود درمیان میں دو صف کا فاصلہ چھوٹ جانے سے مقتدی کی نماز ہو جائے گی دونوں قسم کی مسجد میں جو فرق ہے اس کی وضاحت مطلوب ہے۔ ''امداد الفتاویٰ'' سے یہ تحقیق نہ ہو سکی۔

سائل ...... اکرام الحق لنڈا بازار، راولپنڈی

الجواب

(۱۔۲)...... فقہائے کرام سے بڑی مسجد کی کوئی مشخص تعریف منقول نہیں، البتہ جس مقام پر انہوں نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے تو بڑی مسجد کی مثال بیت المقدس اور جامع مسجد قدیم خوارزم بتلائی ہے

پھر ان دونوں مسجدوں کی پوری تعریف اور تحدید نہیں کی لیکن ان دونوں مسجدوں کے متعلق علامہ شامیؒ نے مندرجہ ذیل بات نقل کی ہے۔ والمسجد وان کبر لایمنع الفاصل الا فی الجامع القدیم بخوارزم، فان ربعه کان علی اربعة آلاف اسطوانة وجامع القدس الشریف اعنی ما یشتمل علی المساجد الثلاثة: الاقصیٰ، والصخرة، والبیضاء، کذا فی البزازیة (الخ) (شامیہ، جلد۲، صفحہ۴۰۰)

پس مذکورہ تحدید کے موافق پاکستان بھر میں اس قسم کی کوئی مسجد نہیں۔ نیز عالمگیری میں جب یہ جزئیہ مل جاتا ہے کہ مسجد خواہ کتنی ہی بڑی ہو اس میں فاصلہ مانع از اقتداء نہیں[1]۔ اس لئے مسجد میں مطلقاً فاصلہ کو اقتداء سے مانع نہ کہا جائے، خواہ صفیں متصل ہوں یا نہ، لہٰذا اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۰/۶/۲۶ھ

اگر مسجد کا رخ قبلہ سے کافی ہٹا ہوا ہو تو جہت قبلہ پر نماز پڑھی جائے:

ایک مسجد قبلہ کے رخ سے ہٹ کر تعمیر کی گئی ہے کیا اب نماز قبلہ کے رخ کا لحاظ کر کے پڑھی جائے، یا مسجد کی رعایت کی جائے؟

سائل ...... محمد امین، چشتیاں

التخریج: (۱)...... ہندیہ میں ہے: والمسجد وان کبر لایمنع الفاصل فیه کذا فی الوجیز الکردری (جلد۱، صفحہ۸۸)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

نماز جہت کعبہ کی طرف پڑھی جاوے مسجد کی دیواروں کی رعایت کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ رخ کعبہ سے ٹیڑھی تعمیر ہو چکی ہو تو اس صورت میں مسجد کے اندر رخ کے مطابق لکیریں کھینچ کر ان پر نماز پڑھی جاوے مسجد کی تعمیر کو چاہے سیدھا کریں یا ویسے رہنے دیں ان کی مرضی پر ہے لیکن نماز جہت کعبہ ہونی لازم ہے۔ عالمگیریہ میں ہے: ومن كان خارجاً عن مكة فقبلته جهة الكعبة وهو قول عامة المشائخ (ہندیہ، جلد ا، صفحہ ۶۳)۔............ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صواب	عبداللہ غفر اللہ لہ
بندہ خیر محمدؒ	بندہ عبدالرحمٰن کامل پوری	مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم مدرسہ ھذا	مدرس مدرسہ خیر المدارس، ملتان	۱۰/۷/۱۳۶۸ھ

جائے نماز پر بنی ہوئی ''بیت اللہ اور مسجد نبوی کی تصویر'' کا حکم:

جائے نماز یعنی مصلّٰی پر بنائی گئی خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی تصویر کا کیا حکم ہے یعنی اس کی وہی حرمت اور عزت ہوگی جو اصلی کعبہ اور مسجد نبوی کی ہے جبکہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پر بیٹھنا اور پاؤں رکھنا جائز ہے۔

سائل...... محمد یاسین ربانی، چوک اعظم (لیہ)

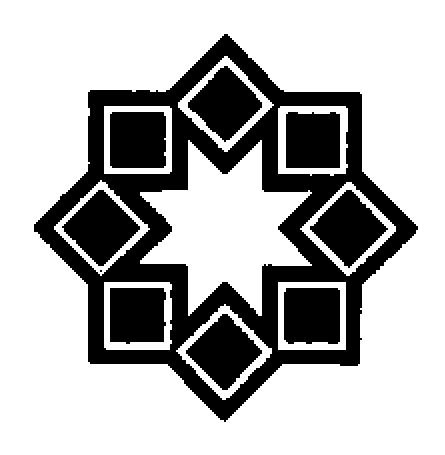
الجواب

تصویر کا حکم اصل والا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تصاویر اور مجسموں کو بھی گرا دیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بتائے جاتے تھے۔ عن ابن عباسؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لمّا قدم مكة ابىٰ ان يدخل البيت وفيه

الآلهة(ای:الاصنام) فامربها،فاخرجت،فاخرج صورة ابراهيمٌ واسماعيلَ فی ايديهمامن الازلام. (بخاری شریف،جلد۲،صفحہ۶۱۴)

تاہم روضہ پاک اور بیت اللہ شریف کی تصویر پر پاؤں نہ رکھیں اور نہ ہی اس پر بیٹھیں ادب کا تقاضا یہی ہے۔...................................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳/۸/۱۴۲۵ھ



احکام مصلّٰی العید والجنازۃ

قبرستان کی وقف زمین میں عیدگاہ بنانا:

''عیدگاہ بکھر'' یہ قبل از ۱۹۶۹ء جنازہ گاہ تھی بعد میں اس پر عیدگاہ بنالی گئی ہے ہر سال دریا چڑھتا رہتا ہے اس لئے عیدگاہ کو خطرہ لاحق ہو چکا ہے اور اس دفعہ بارش کی وجہ سے اس کی شمالی دیوار بالکل تباہ ہو چکی ہے صحن میں بھی کھنڈرات بن گئے ہیں اب اگر اس کو قابل استعمال بنائیں تو ہزاروں روپے کا خرچ ہوگا حالانکہ گنجائش نہیں ہے، نیز نزدیک قبرستان قدیم ہے جس کے ایک حصہ میں ایک قبر کے سواء باقی قبریں منہدم ہیں صرف جگہ ہموار ہے اور لوگوں نے اس میں دفن کرنا ترک کر دیا ہے اب کیا سابقہ عیدگاہ کو ترک کر کے ایک قبر کو عیدگاہ کی چار دیواری سے باہر چھوڑ کر یہاں پر نئی عیدگاہ بنا سکتے ہیں؟

سائل ...... عبدالمجید، مدرسہ صدیقیہ بکھر

الجواب

پرانی عیدگاہ آباد کرنا ضروری ہے قبرستان کی زمین پر نئی عیدگاہ تعمیر کرنا جائز نہیں۔[1]

...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۳/۱۲/۱۴ھ

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

التخریج: (۱)......لما فی الهندية: سئل القاضي الامام شمس الائمة محمود الاوزجندي عن مسجد لم يبق

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مغصوبہ زمین کو عیدگاہ میں شامل کرنے کا حکم:

ایک امام مسجد اوران کے دیگر معاون اشخاص نے عیدگاہ میں کچھ رقبہ کے اضافہ کا فیصلہ کیا ہے اور وہ رقبہ مسماۃ رحموں کا ہے اور مسماۃ رحموں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کا رقبہ عیدگاہ میں ملایا جائے پس اگر فریق اول نے زبردستی مسماۃ رحموں کا رقبہ عیدگاہ میں ملا دیا تو کیا اس میں نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہیں؟ سائل ......محمد شریف، مظفر گڑھ

الجواب

مسماۃ رحموں (مالکہ) کی اجازت کے بغیر یہ زمین عیدگاہ میں ملانا درست نہیں[1] اور ایسی صورت میں اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے[2]................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان ۱۳۹۰/۱۲/۲۴ھ

له قوم وخرب ما حوله واستغنى الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة؟ قال: "لا" وسئل هو ايضاً عن المقبرة فى القرىٰ اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لاالعظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال "لا، ولها حكم المقبرة" (ہندیہ، جلد۲، صفحہ ۴۷۰)

وفيه ايضاً: ولايجوز تغيير الوقف عن هيئته فلايجعل الدار بستاناً و الخان حماماً (الخ) (ہندیہ، جلد۲، صفحہ ۴۹۰)

(۱)......لما فى الهندية: ومنها (اى من شرائط الوقف) الملك وقت الوقف (جلد۲، صفحہ ۳۵۳)

وفيه ايضاً: ولو استحق الوقف بطل (جلد۲، صفحہ ۳۵۴)

وفى الشامية: وشرطه شرط سائر التبرعات افاد ان الواقف لابد ان يكون مالكاً له وقت الوقف ملكاً باتاً ولو بسبب فاسد وان لايكون محجوراً عن التصرف حتىٰ لو وقف الغاصب المغصوب لم يصح (جلد۶، صفحہ ۵۲۴)

(۲):......لما فى الدر المختار: وكذا تكره فى اماكن كفوق كعبة وطريق ...... وارض مغصوبة. (جلد۲، صفحہ ۵۲)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

شاملات میں عیدگاہ یا مدرسہ بنانا کن شرائط کے ساتھ درست ہے؟

ایک شہر کے اردگرد کچھ زمین شہر کے لئے بطور شاملات چھوڑی گئی تھی اس میں مسلم و ہندو دونوں حق دار سمجھے جاتے تھے جس ٹکڑا پر کوئی قابض ہو جائے تو وہ ٹکڑا اس کا ہے خواہ مسلم ہو یا ہندو، گویا یہ وہ شاملات ہیں جس کو وقف کہتے ہیں جو کبھی تقسیم نہ ہوگی صرف مکانات کیلئے ہے۔ آیا اس زمین میں عیدگاہ یا مسجد یا مدرسہ عربی قائم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... حکیم محمد مطیع اللہ، شجاع آباد

الجواب

ایسی شاملات میں اکثریت لوگوں کی رضاء اور حکومت کی اجازت کے ساتھ مسجد اور عیدگاہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ اصغر علی
بندہ عبداللہ غفر اللہ لہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۷۵/۸/۵ھ

بلا ضرورت عیدگاہ کے احاطہ میں مدرسہ قائم کرنے کا حکم:

ایک شخص نے عیدگاہ کے لئے کچھ زمین وقف کی ہے جس پر قبضہ ہو گیا ہے اور عیدگاہ کا احاطہ بن گیا ہے بعد ازاں وقف کنندہ فوت ہو گیا ہے۔ پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اس عیدگاہ کے احاطہ کے اندر شمال کی جانب سے یا جنوب کی جانب سے یا کسی ایک جانب سے دو تین کوٹھے بنا لیے جائیں جو مدرسہ تعلیم القرآن بن جائے اور ان کوٹھوں میں سے ایک کوٹھہ میں معلّم القرآن رہائش کرے باقی میں متعلمین رہائش کریں اور مدرسہ کا سامان و مصاحف وغیرہ رکھے جائیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی وقف کنندہ تو فوت ہو گیا، وہ تو فقط عیدگاہ کے لئے زمین دے گیا تھا

اب اس کے بعد اہل اسلام اس کے وارثوں کی اجازت سے یا بلا اجازت ان کے عیدگاہ کے احاطہ کے اندر کسی جانب میں مدرسِ تعلیم القرآن یا مدرسِ کتب عربیہ کیلئے مکان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... عبدالغفار، موضع بیٹ سیال، مظفر گڑھ

الجواب

ایک وقف کو دوسرے وقف کے لئے بلا ضرورت استعمال کرنا عام حالات میں جائز نہیں یہ تو کتب فقہ میں مصرح ہے۔[1] جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں عیدگاہ میں مدرسہ وغیرہ کے لئے تعمیر کرنا جائز نہیں احسن الفتاویٰ میں مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے بھی ایسے ہی تحریر کیا ہے مناسب سمجھیں تو کراچی میں ہی حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب زید مجدھم سے دریافت کرلیں۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۸/۲/۱۵ھ

عیدگاہ کی زائد از ضرورت زمین میں مدرسہ بنانا:

ایک شہر میں ایک وسیع وعریض قطعہ زمین عیدگاہ کے لئے وقف کیا گیا ہے اور اس میں عرصہ دراز سے عیدین کی نماز ادا ہوتی ہے اس قطعہ زمین کا مشرقی حصہ عیدین کے نمازیوں کی

التخریج: (۱)......لمافی الدر المختار: شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (جلد ۶، صفحہ ۶۶۴، ط: رشیدیہ جدید)

وفی الشامیة: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

وفی العالمگیریة: ولا یجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا. (جلد ۲، صفحہ ۴۹۰)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

ضرورت سے زائد ہے اس لئے اس میں کاشت ہوتی ہے اور متولیوں کی طرف سے وہ جگہ اجارہ پر دی جاتی ہے اس شہر میں ایک ہی جامع مسجد ہے جس کے متولی وہ ہیں جو عیدگاہ کے متولی ہیں جامع مسجد کے ملحقہ مکانات میں عرصہ تیس سال سے ایک مدرسہ عربیہ قائم ہے جس میں درسِ نظامی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اور طلباء کے لئے جگہ کی قلت اور دوسری تکالیف کے پیش نظر اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ یہ مدرسہ جامع مسجد کے ان مکانات سے کہیں اور منتقل کردیا جائے اس لئے متولیوں کا یہ خیال ہے کہ عیدگاہ کا وہ مشرقی حصہ جو، اب تک زیر کاشت رہا ہے ضرورت سے بھی زائد ہے وہاں اس مدرسہ کی عمارت بنادی جائے نیز حالت یہ ہے کہ مدرسہ کیلئے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے مگر کوئی اور جگہ نہیں مل سکی جبکہ عیدگاہ والی جگہ مدرسہ کے لئے موزوں ہے۔ تو کیا عیدگاہ کے زائد حصہ میں مدرسہ کی تعمیر کی جاسکتی ہے؟ مسئلہ کی توضیح فرما کر مطمئن فرمائیں۔

سائل ...... محمد رمضان، مدرسہ اشاعت العلوم، لائل پور

الجواب

عیدگاہ کی موقوفہ زمین میں مدرسہ کی تعمیر جائز نہیں کیونکہ بتصریح فقہاء کرام موقوفہ زمین کو اس جہت پر صرف کرنا لازم ہے جہاں اسے وقف کیا گیا ہو۔[1] اور موقوفہ زمین کو نہ ہی بیچنا اور نہ اس کے بدلے میں اور زمین لینا جائز ہے۔ **ولو کان الوقف مرسلاً لم یذکر فیه شرط الاستبدال لم یکن له ان یبیعها ویستبدل بها وان کانت ارض الوقف سبخة لاینتفع بها کذا فی فتاوی قاضی خان** (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۰۱)

اور طویل مدت کے لئے اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں۔ **فالمختار ان یقضیٰ بالجواز فی**

التخریج: (۱) ...... انهم صرّحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

وفی العالمگیریة: ولایجوز تغییر الوقف عن هیئته فلایجعل الدار بستانا (الخ) (جلد ۲، صفحہ ۴۹۰)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفااللہ عنہ)

الضیاع فی ثلاث سنین الا اذا کانت المصلحۃ فی عدم الجواز وفی غیر الضیاع یقضیٰ بعدم الجواز اذا زاد علیٰ السنۃ الواحدۃ الا اذا کانت المصلحۃ فی الجواز (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ۴۱۹)

مصلحت سے مراد مصلحتِ وقف ہے اور ایسے ہی وقف زمین کو اعارہ اور اسکان کیلئے دینا بھی جائز نہیں ہے۔ عالمگیریہ میں ہے: ولاتجوز اعارۃ الوقف والاسکان فیہ کذا فی محیط السرخسی. (جلد۲، صفحہ۴۲۰)

الحاصل: بلحاظِ قواعدِ فقہاءِ حنفیہ وتصریحات، مسئولہ صورتوں میں جواز کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔.......................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبداللہ غفرلہ

بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ — خادم الافتاء خیر المدارس، ملتان

مہتمم مدرسہ ھذا — ۱۳۷۴/۳/۳ھ

عیدگاہ کی حفاظت کے لئے عیدگاہ میں مدرسہ قائم کرنا:

اراضی وقف برائے عیدگاہ بایں صورت ہے کہ کچھ اراضی (تقریباً دو کنال) قبل ازیں عیدگاہ کے نام تھی اور کچھ اراضی (تقریباً ۱۴ کنال) عیدگاہ کا نظم ونسق چلانے والی انجمن نے عوامی چندے اور عطیات کی رقم سے خرید کر شامل کی ہے اور اس تمام رقبہ کو عیدگاہ کا نام دیا گیا ہے جہاں عیدین کی نماز بھی ہر سال باقاعدگی سے ہوتی ہے اب مذکورہ انجمن عیدگاہ کی حفاظت اور اہلیان محلہ کی سہولت کے لئے عیدگاہ مذکورہ میں برائے تعلیم قرآن مجید درسگاہ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے کیا انجمن از روئے شرع ایسا کرنے کی مجاز ہے؟ مزید برآں یہ کہ درسگاہ کے علاوہ وہاں کوئی مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے جبکہ مسجد کی تعمیر اہل محلہ کی ضرورت بھی ہے۔

سائل ...... محمد نواز، کہروڑپکا

الجواب

عیدگاہ کی حفاظت اور آبادکاری کے لئے مسجد یا درسگاہ بنانے کی گنجائش ہے۔[1] بشرطیکہ عیدگاہ میں تنگی واقع نہ ہو لیکن یہ جگہ عیدگاہ کے لئے وقف رہے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۲/۱۰/۲۳ھ

آبادی سے دور ویران عیدگاہ میں مدرسہ قائم کرنا:

ایک آدمی نے کچھ زمین عیدگاہ کے لئے وقف کی پانچ چھ دفعہ اس میں عید کی نماز پڑھی گئی مگر وہ جگہ آبادی سے چار فرلانگ دور ہے اب وہاں لوگ نماز پڑھنے نہیں جاتے عرصہ پندرہ سال سے بے آباد ہے۔ اب مالک اس جگہ کا کیا کرے؟ سائل ...... محمد عارف، ضلع رحیم یار خان

الجواب

اس جگہ کوئی دینی مدرسہ قائم کردیا جائے۔[2] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

محمد انور
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۱/۳/۲۸ھ

التخریج: (۱)......عن محمدبن سلمة اذا اقعدالرجل فی المسجدخیاطایخیط فیه ویحفظ المسجد عن الصبیان والدواب لاباس به ...... لان فیه ضرورة (خانیہ علی ہامش الہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۶۶)

وفی فتح القدیر: الخیاط اذاجلس فیه (ای: المسجد) لمصلحة من دفع الصبیان وصیانة المسجد لاباس به للضرورة (جلد ۱، صفحہ ۳۶۹)

(۲)......لایجوزتغییر الوقف عن هیئته فلایجعل الدار بستانا ولاالخان حماما .... الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۹۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

عیدگاہ کیلئے وقف پلاٹ میں سکول بنانا جائز نہیں:

(۱)......نعیم ماڈل سکول کو ضلع کونسل میانوالی کی طرف سے ایک قطعہ اراضی برائے تعمیر الاٹ ہوا عمارت تعمیر کی گئی لیکن علاقہ کے ایک بااختیار آدمی کو یہ بات پسند نہ تھی وہی پلاٹ وزیر اعلیٰ سے منسوخ کروا کر ٹاؤن کمیٹی برائے جنازہ گاہ منتقل کروا دیا اور سکول کی عمارت کو گروادیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی سکول کو جبراً گرا کر وہاں جنازہ گاہ کی تعمیر اور میت کا جنازہ پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں جبکہ سکول مذکور میں دینی و دنیاوی تعلیم ہوتی ہے۔

(۲)......پلاٹ مذکورہ ایک گہرے گڑھے پر مشتمل تھا جسے سکول انتظامیہ نے اپنی جیب سے کافی حد تک بھرا، عمارت کی تعمیر اور اینٹوں کا خرچ اس کے علاوہ ہے اور اس بھاری نقصان کی تلافی بھی نہ کی گئی۔

(۳)......جنازہ گاہ مذکورہ ضد، حسد، ہٹ دھرمی اور بدنیتی سے محض سکول کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے بنائی گئی ہے کیونکہ اگر جنازہ گاہ کی تعمیر کا ارادہ ہوتا تو پلاٹ مذکور ایک عرصہ دراز سے خالی پڑا تھا اس پر پہلے کیوں جنازہ گاہ نہیں بنائی گئی سکول بن جانے کے بعد اور پھر سکول کو گرا کر ایسی جگہ جنازہ گاہ تعمیر کرنے کا خیال کیوں آیا، حالانکہ پلاٹ مذکور سے ملحق کافی سرکاری زمین بغیر استعمال کے موجود ہے جہاں یہ جنازہ گاہ بنائی جاسکتی تھی، موجودہ جنازہ گاہ قصبہ کے وسط میں ہے قصبے سے باہر قبرستان میں بھی اس مقصد کے لئے وافر زمین موجود ہے۔

سائل ...... پرنسپل نعیم ماڈل سکول کمر شانی

الجواب

اگر حکومت نے جنازہ گاہ کی تعمیر کیلئے اس جگہ کو وقف کر دیا ہے تو یہ وقف صحیح ہے اس پر جنازگاہ تعمیر کی جائے اور سکول کیلئے دوسری سرکاری زمین کا مطالبہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۳/۴/۱۵ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

عیدگاہ کے اردگرد خالی جگہ موقوفہ ہونے کے باوجود عیدگاہ کی چاردیواری میں نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

سائل ...... حافظ عبدالرحیم، تلہ گنگ کیمل پور

الجواب

اما المتخذ لصلٰوۃ جنازۃ او عید فھو مسجد فی حق جواز الاقتداء...... لا فی حق غیرہ بہ یفتیٰ، نھایۃ، فحل دخولہ لجنب وحائض (درمختار، جلد۲، صفحہ۵۱۹)

عبارت ھذا سے ظاہر ہے کہ عیدگاہ مسجد حقیقی نہیں، اور کراہت مسجد میں ہے پس عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں۔ یہ علیحدہ امر ہے کہ جنازہ گاہ الگ ہونی چاہیے۔

شامیہ میں ہے: ویؤید المسئلۃ ما ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالتہ من انہ روی "ان النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما نعی النجاشی الیٰ اصحابہ خرج فصلی علیہ فی المصلّٰی" (شامیہ، جلد۳، صفحہ۱۵۰) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۲/۶/۲ھ

وقف عیدگاہ میں فٹ بال کھیلنے کا حکم:

عیدگاہ جھنگ میں لوگ انتظامیہ کمیٹی کی سستی کیوجہ سے والی بال اور فٹ بال کھیلتے ہیں اور اس بارے میں کئی دفعہ جھگڑے بھی ہوئی ہیں۔ کیا عیدگاہ میں فٹ بال اور والی بال کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... ممبران عیدگاہ، انتظامیہ، محلہ چنداں والہ، جھنگ صدر

الجواب

موقوفہ عیدگاہ میں فٹ بال وغیرہ کھیلنا جائز نہیں۔ کیونکہ عیدگاہ بعض احکام میں مسجد کا حکم رکھتی ہے۔لما فی الدرالمختار:واما المتخذ لصلاۃ جنازۃ او عید فھو مسجد فی حق جواز الاقتداء (جلد۲،صفحہ۵۱۹،احکام المساجد)

اور جب مسجد میں کھیلنا جائز نہیں تو عیدگاہ میں بھی کسی کھیل کی اجازت نہ ہوگی۔

ففی الشامیۃ:واما مصلّی العید .... یعطی لہ حکم المسجد فی صحۃ الاقتداء بالامام .... ویجنب ھذا المکان عما یجنب عنہ المساجد احتیاطاً، خانیہ واسعاف (جلد۶،صفحہ۵۴۶،ط:رشیدیہ جدید)

وفی البحرالرائق:ویجنب ھذا المکان کما یجنب المسجد احتیاطاً (جلد۵،صفحہ۴۱۷)

واقف نے یہ جگہ جس مقصد کے لئے وقف کی ہے اسی میں اسے صرف ہونا چاہیے اس کی خلاف ورزی شرعاً جائز نہیں۔ شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ (درمختار،جلد۶،صفحہ۶۶۴)

انتظامیہ کو چاہیے کہ کھیل کا میدان بچوں کے لئے الگ مہیا کریں اور عیدگاہ میں کھیل فوری بند کریں۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی خیر المدارس، ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۴۱۴/۶/۲۶ھ	رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

عیدگاہ کی وقف جگہ پر دوکانیں بنانا تاکہ آمدنی حاصل ہو:

ہمارے شہر کی عیدگاہ شہر کے ایک کنارہ پر واقع ہے اور اس کے گرد چاردیواری ہے عیدگاہ

میں سوائے عیدین کے اور کوئی نماز ادا نہیں کی جاتی۔ کیا اس عیدگاہ کی بعض زمین پر عیدگاہ کی آمدنی کیلئے دوکانیں بنا کر کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... انتظامیہ مرکزی عیدگاہ، خیر پور ٹامیوالی

الجواب

عیدگاہ کی جگہ پر دوکانیں بنانا جائز نہیں، کیونکہ یہ شرط واقف کے خلاف ہے اور جہت وقف کا بدلنا جائز نہیں۔[1] فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله ان يجعل ماله حيث شاء مالم يكن معصية وله ان يخص صنفاً من الفقراء ولو كان الوضع فی كلهم قربة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۲۶)

(کذا فی احسن الفتاویٰ جلد ۶) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۵/۱۹ھ

قبرستان کیلئے وقف خالی زمین میں عیدگاہ بنانا:

جو زمین خالص قبرستان کے لئے وقف کی گئی ہو اور قبریں بھی بنائی جا رہی ہوں اس زمین کے خالی کونے میں عیدگاہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... حافظ عبدالرحیم، تلہ گنگ، کیمل پور

التخريج: (۱)...... لايجوز تغيير الوقف عن هيئته فلايجعل الدار بستاناً و لاالخان حماماً (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۹۰)
(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

موقوفہ قبرستان کی زمین میں عیدگاہ تعمیر کرنا درست نہیں، واقف کی شرائط کی رعایت کرنا ضروری ہے[1]۔.........................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۲/۶/۲ھ

آبادی سے دور مسجد کو عیدگاہ کے لئے مقرر کرنے کا حکم:

ہمارے علاقے میں مسجد آبادی سے کچھ فاصلے پر ہے اور اہلِ محلّہ کا نماز عید کیلئے علیحدہ عیدگاہ بنانے کا ارادہ ہے۔ اس لئے خیال ہے کہ مسجد چونکہ کچھ دور ہے اس لئے اس کو عید کی نماز کیلئے مخصوص کر دیا جائے یعنی عیدگاہ بنا دیا جائے شریعت کی روشنی میں کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ مسجد قریب ہو جائیگی اور نمازیوں کیلئے سہولت رہے گی۔

سائل ...... محمد احمد کمالیہ

الجواب

مذکورہ تجویز پر عمل کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ (عزیز الفتاویٰ، صفحہ ۱۵۸)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۲/۲۲ھ

التخریج: (۱) ......لما فی الدرالمختار: قولهم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (جلد ۶، صفحہ ۶۶۴)

وفی الشامیة: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (جلد ۶، صفحہ ۶۸۳) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

عیدگاہ کیلئے وقف زمین کا دوسری زمین سے تبادلہ جائز نہیں:

ایک آدمی نے عیدگاہ کے لئے زمین وقف کی تھی اس وقف شدہ زمین میں تقریباً تیس سال تک نماز عید ہوتی رہی اور ابھی تک اس عیدگاہ کی زمین کا انتقال نہیں ہوا، زمین وقف کرنے والا وفات پا چکا ہے، اب اس کی اولاد مطالبہ کر رہی ہے کہ ہم اس عیدگاہ کی زمین کے بدلے سرکاری روڈ کے اوپر اور بستی کے بالکل قریب زمین دیتے ہیں، ہم سے نئی جگہ لے لو اور سابقہ عیدگاہ کی جگہ ہمیں واپس کر دو ہم اس جگہ کو اپنے استعمال میں لانا چاہتے ہیں، سابقہ عیدگاہ کے متعلق درج ذیل مسائل ہیں:

(۱)..........عیدگاہ بستی سے کافی دور ہے۔

(۲)..........سرکاری راستہ وغیرہ نہیں جاتا۔

(۳)..........چھوٹی سی سڑک ہے اب اس کے بند ہونے کا خطرہ ہے۔

(۴)..........اگر بارش آجائے تو کئی دنوں تک عیدگاہ کی طرف جانے کا مسئلہ ہے۔

(۵)..........لوگ عید کی نماز ادا کرنے کے لئے فصلوں سے گزر کر جاتے ہیں۔

(۶)..........ضعیف العمر لوگوں کا جانا مشکل ہو جاتا ہے۔

(۷)..........سب بستی والوں کی خواہش ہے کہ عیدگاہ بستی کے قریب اور سرکاری سڑک پر ہونی چاہیے۔

(۸)..........سابقہ عیدگاہ کی دیواروں کا نام ونشان باقی نہیں ہے صرف دروازہ باقی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ عیدگاہ ہے۔

(۹)..........عیدگاہ کی زمین ابھی تک مالک کے نام ہے اس کا انتقال نہیں ہوا۔

ان تمام وجوہات کی بناء پر اگر سابقہ عیدگاہ کی زمین مالکِ زمین کو واپس کر دی جائے اور اس کے متبادل زمین بستی کے قریب اور سرکاری سڑک کے پاس لے لیں تو کیا مالکِ زمین سابقہ عیدگاہ کی زمین کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اگر گنجائش ہو، جبکہ اس کی شرط ہے کہ میں نئی عیدگاہ کی

زمین تب دوں گا جب مجھے سابقہ عیدگاہ کی جگہ استعمال کرنے کی اجازت ہو مہربانی فرما کر ہمارا یہ مسئلہ حل فرمائیں۔

سائل ...... اہلیان ہری چند

الجواب

صورت مسئولہ میں چونکہ زمین ایک مرتبہ عیدگاہ کیلئے وقف ہو چکی ہے اس کو دوسری جگہ مثلاً زراعت وغیرہ میں استعمال کرنا شرعاً ناجائز ہے۔قال فی البحر :وما اتخذ لصلوۃ العید لایکون مسجداً مطلقاً وانما یعطی لہ حکم المسجد فی صحۃ الاقتداء بالامام وان کان منفصلاً عن الصفوف واما فیما سویٰ ذالک فلیس لہ حکم المسجد وقال بعضھم: لہ حکم المسجد حال اداء الصلوۃ لاغیر وھو والجبانۃ سواء ویجنب ھذا المکان کما یجنب المسجد احتیاطاً (البحر الرائق،جلد۵،صفحہ۴۱۷)

نیز نماز عید کے علاوہ میں استعمال کرنا غرضِ واقف اور تعظیم وتکریم کے بھی خلاف ہے۔(کذافی امداد المفتین) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱۰/۲۹ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

قبرستان میں جنازگاہ تعمیر کرنا:

کیا حدودِ قبرستان میں جنازہ گاہ کی تعمیر درست ہے اور کیا اس جنازہ گاہ میں جنازہ پڑھنا درست ہوگا؟ ایک قبرستان (جو قدیم زمانے سے قائم شدہ ہے) کی چاروں طرف کی حدود سرکاری کاغذات میں درج ہیں یہ جنازہ گاہ ان حدود کے اندر بن رہی ہے، جس جگہ جنازہ گاہ بن رہی ہے

۱۹۵۸ء میں اس جگہ کی قبروں کے اوپر سے جھیل، سیلاب کا پانی بہتا اور چلتا رہا اور اس قبرستان کی قبروں کی بالائی زمین کو منہدم کر کے ملیا میٹ کرتا رہا حتی کے کوئی نشان ان قبروں کا نہ رہا۔

سائل ...... حافظ عبدالرحمٰن، ملتان

الجواب

جب یہ امر محقق ہے کہ اراضی ھذا قبرستان کے لئے وقف ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اور اس وقت تک اپنی اموات کو اس میں دفن کرتے رہے ہیں تو ایسی صورت میں اس اراضی پر جنازہ گاہ تعمیر کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ تاوقتیکہ کہ کسی وقف کا مصرف باقی ہو اسے کسی دوسرے مصرف میں مشغول کرنا درست نہیں۔ شرط الواقف کنص الشارع مشہور ضابطہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۰/۸/۲۴ھ

جنازگاہ کیلئے وقف جگہ پر بلاضرورت مسجد تعمیر کرنا:

مسماۃ آمنہ بیوہ فتح محمد نے اپنی زندگی میں ایک کنال رقبہ وقف برائے جنازگاہ بذریعہ انتقال نمبر ۲۱۴۲ مورخہ ۱۷/ جنوری ۱۹۹۳ء کو وقف قطعی کر کے موقع پر قبضہ دیدیا اس کے بعد اہل علاقہ چاردیواری کر کے جنازہ پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ اب کچھ لوگ رقبہ مذکورہ پر اپنی مسلکی مسجد بنانا چاہتے ہیں جبکہ مذکورہ جنازہ گاہ سے ڈیڑھ ایکڑ کے فاصلے پر مسجد موجود ہے وہاں لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور جمعہ بھی ہوتا ہے جبکہ اس علاقہ میں کوئی اور جنازہ گاہ نہیں ہے، جو لوگ مسجد بنانا چاہتے ہیں اکثر دور کے رہائشی ہیں اور ان کی رہائش گاہوں پر مسجدیں موجود ہیں، جنازہ گاہ کے لئے وقف شدہ جگہ پر مسجد بنانے سے اہل علاقہ میں اشتعال پایا جاتا ہے، کیونکہ بستی ھذا اور اس

کے اطراف میں دیگر مساجد موجود ہیں اور دوسری جنازہ گاہ چار کلومیٹر دور ہے اور مذکورہ جنازہ گاہ کی اہل علاقہ کو اشد ضرورت ہے اس جنازہ گاہ کے ساتھ ایک چھوٹا قبرستان بھی موجود ہے۔

وقف جنازہ گاہ کے کاغذات منسلک ہیں موجودہ صورت میں اس جنازہ گاہ کو مسجد بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

سائل ...... نذیر احمد، قصبہ مڑل

الجواب

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مذکورہ وقف جنازہ گاہ میں مسجد شرعی بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے جس کی مختلف وجوہ ہیں۔

(۱)......واقف جس مقصد کے لئے وقف کرے اسی میں صرف کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ واقف کی تصریح نص شارع کی طرح واجب العمل ہوتی ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: **فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع** (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۲۶)

وفیه ایضاً: شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۷۶۰)

(۲)......کُل ایک کنال رقبہ ہے یہ نماز جنازہ کے لئے بھی بمشکل کافی ہوتا ہوگا۔

(۳)............اس جگہ مسجد کی چنداں ضرورت بھی نہیں کیونکہ صرف ڈیڑھ ایکڑ کے فاصلے پر مسجد موجود ہے جبکہ قرب وجوار میں کوئی جنازہ گاہ موجود نہیں۔

(۴)............مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا شرعاً مکروہ ہے۔ **وصلاة الجنازة فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مکروهة** (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۶۵)

ایک حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ **عن ابی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلیٰ علی**

جنازۃ فی المسجد فلا شیٔ له. (ابوداؤد شریف، جلد۲، صفحہ۹۸)

الحاصل: یہ جگہ جس مقصد کے لئے واقف نے وقف کی تھی صرف اسی استعمال میں لائی جائے۔انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة. (شامیہ، جلد۶، صفحہ۶۸۳)

....فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۸/۱۲ھ

مسجد کے فنڈ سے جنازگاہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟
وقف جنازگاہ کو شادی وغیرہ کیلئے استعمال کرنا:

مسجد کے پیسوں سے بنی ہوئی جنازہ گاہ میں گاؤں کے لوگ شادی کے موقع پر مہمان ٹھہراتے ہیں یادیگر کاموں کے لئے اس کواستعمال کرتے ہیں (مثلاً دیگیں وغیرہ پکانا) آیا یہ جائز ہے؟

سائل ...... لقمان، ہارون آباد

الجواب

مسجد کی رقم کو جنازہ گاہ پر خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے جن لوگوں نے اس کوخرچ کیا ہے ان پر ضمان لازم ہے کیونکہ انہوں نے اس رقم کو غیر مصرف میں خرچ کیا ہے وہ اتنی رقم مسجد کے فنڈ میں جمع کرائیں واقف نے جس کام کے لئے جنازہ گاہ کووقف کیا وہی کام اس میں ہونا چاہیے۔

درمختار میں ہے: شرط الواقف کنص الشارع (جلد۶، صفحہ۶۸۳)

شادی کے موقع پر مہمان ٹھہرانا یااس کے علاوہ دیگر کاموں کے لئے جنازہ گاہ کا استعمال اس کے مقصد کے خلاف ہے گاؤں کے لوگ مستقل شادی ہال بنائیں۔

المتخذ لصلوة الجنازة حکمه حکم المسجد حتیٰ یجنب ما یجنب المسجد

کذا اختارہ الفقیہ (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۶)........................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ　　　　مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان　　　　۱۴۲۵/۶/۱ھ

عند الضرورت جنازگاہ میں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے:

ایک جنازگاہ جو کہ قبرستان میں واقع ہے اور اس کے علاوہ قریب کوئی مسجد نہیں اور نہ ہی کوئی اور جنازہ ادا کرنے کی جگہ ہے۔ تو کیا مذکورہ حالت میں مذکورہ جنازگاہ میں پانچ وقت نماز ادا کرنے کی از روئے شریعت اجازت ہے یا نہیں؟

(نوٹ) جنازہ گاہ کی چاردیواری ہے اور سامنے سے قبریں دکھائی نہیں دیتی۔

سائل ...... فضل احمد

الجواب

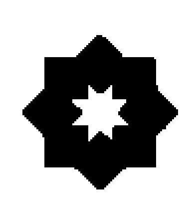
جنازگاہ میں عند الضرورت نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔

لما فی المراقی: وتکرہ الصلاۃ فی المقبرۃ الا ان یکون فیھا موضع اعد للصلاۃ لانجاسۃ فیہ و لا قذر (مراقی الفلاح، صفحہ ۱۹۶)...................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ　　　　مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان　　　　۱۴۱۵/۵/۱۵ھ



احکام المقابر

قبر کی زمین کا ذاتی ملک ہونا ضروری نہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کہا جاتا ہے کہ ''جس جگہ پہ مردہ دفن کیا جائے وہ جگہ اس مردہ کی ملکیت ہونی چاہیے'' یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کسی حوالہ سے نوازیں۔ عین نوازش ہوگی

سائل ...... محمد انور، جہانیاں

الجواب

قبر کی زمین کا مالک ہونا ضروری نہیں ہاں کسی غیر کی ملکیتی زمین نہ ہو بلکہ وقف شدہ قبرستان ہو تو اس میں دفنانا درست ہے۔ ثم لا فرق فی الا نتفاع فی مثل ھذہ الا شیاء بین الغنی و الفقیر حتی جا زللکل النزول فی الخان ...... و الد فن فی المقبرۃ کذا فی التبیین، (ہندیہ جلد ۲، صفحہ نمبر ۴۶۶)

اور افضل یہ ہے کہ صالحین کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ و الا فضل الدفن فی المقبرۃ التی فیھا قبور الصالحین (ہندیہ جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۶۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
بندہ عبدالستار عفی عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۵/۱۰/۲۹ھ

وقف قبرستان میں قبر سے زیادہ جگہ کو مشغول کرنا:

قبر پر چار دیواری بغیر چھت کے بنانا ٹھیک ہے یا نہیں؟

سائل...... بشیر احمد، بلوچستان

الجواب

بناعلی القبر ممنوع ہے لیکن چار دیواری کو بناعلی القبر قرار دینا مشکل ہے۔ لہٰذا گنجائش ہے جبکہ قبرستان موقوفہ نہ ہو، ورنہ زائد جگہ کا مشغول کرنا چار دیواری سے جائز نہ ہوگا۔[1] فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۶/۷/۱۳۹۴ھ

موقوفہ قبرستان میں اپنے خاندان کے افراد کی تدفین کیلئے جگہ مخصوص کرنا صحیح نہیں:

بعض لوگ وقف شدہ قبرستان میں خالی جگہ پر ایک قبر بنا کر دس قبروں کا تھڑا یا چار دیواری بنالیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جگہ صرف ہمارے خاندان کی اموات کیلئے ہے، دوسرا کوئی مردہ اس جگہ میں دفن نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ انکی خواہش ہوتی ہے کہ ہم اس دنیا میں بھی اکھٹے رہے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اکھٹے رہنا چاہتے ہیں۔ کیا شریعت میں اسطرح کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اور اسطرح کرنے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

سائل ...... علی نواز، دہلی گیٹ ملتان

التخریج: (۱)......لما فی العالمگیریہ: ثم لا فرق فی الا نتفا ع فی مثل هذہ الا شیا ء بین الغنی والفقیر حتی جاز للکل النزول فی الخان ...... والدفن فی المقبرة (جلد نمبر ۲، صفحہ ۴۶۶)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

قبرستان کیلئے وقف شدہ زمین کا کچھ حصہ اپنے خاندان کیلئے اس طور پر مختص کر لینا کہ کوئی دوسری میت اس میں دفن نہ ہو سکے ایسا قبضہ شرعاً جائز نہیں۔

لمافی الھندیة : ثم لا فرق فی الانتفا ع فی مثل ھذہ الا شیا ء بین الغنی والفقیر، حتی جا ز للکل النزول فی الخان والرباط والشرب من السقا یة والدفن فی المقبرة (عالمگیریہ، صفحہ نمبر ۴۶۶، جلد نمبر ۲)......................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴۲۸/۴/۲۲ھ

اپنی مخصوص قبور کے اردگرد چار دیواری کرنے کا حکم:

تیس، چالیس قبروں کے اردگرد چار دیواری بنانا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

سائل......محمد عمر فاروق قریشی، جتوئی

الجواب

موقوفہ قبرستان میں ایسا تصرف منع ہے۔[1]......................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۹۹/۲/۱۶ھ

التخریج: (۱)......لما فی العا لمگیر یة : ثم لا فر ق فی الا نتفا ع فی مثل ھذہ الا شیاء بین الغنی والفقیر حتی جاز للکل النزول فی الخان والربا ط والشرب من السقا یة والد فن فی المقبرة کذا فی التبیین (جلد نمبر ۲، صفحہ ۴۶۶)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مسجد کی وقف زمین میں قبرستان بنانے کا حکم:

ایک آدمی کے پاس دس ایکڑ زمین تھی اور اس کے کوئی اصول وفروع نہیں تھے۔ اور اس آدمی نے وفات سے قبل ساری زمین مسجد کے نام کردی۔ اب اہل قریہ اس وقف شدہ زمین میں سے دو ایکڑ زمین قبرستان کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اہل قریہ ایسا کرنے کے مجاز ہیں؟ جبکہ قبرستان کیلئے مطلوبہ زمین کی رقم مسجد کو ادا کردیں۔

سائل ...... محمد عبداللہ یوسف، ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب

مصرفِ وقف میں تبدیلی جائز نہیں۔ لہٰذا اس وقف میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔ ساری زمین کی آمدنی مصارفِ مسجد میں صرف کی جائے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۴/۹/۳ھ

❋❋❋

قبرستان میں اگرچہ تدفین بند ہوجائے تب بھی وہ قبرستان ہی رہے گا:

(۱)...... قبرستان کی زمین کتنے عرصے کے لئے ناقابل استعمال ہوتی ہے؟

(۲)...... کسی کی ملکیت میں بغیر اجازت کے میت کو دفن کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ زمین وقف نہیں کی گئی۔

سائل ...... حافظ عبدالرحمٰن، ملتان

التخریج:(۱)......لما فی الشامیہ: وفی الاسعاف ولا یجوزلہ ان یفعل الا ما شرط وقت العقد ...... وفی فتاوی الشیخ قاسم: وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییرہ ولا تخصیصہ بعد تقررہ ولا سیما بعد الحکم (شامیہ، جلد۶، صفحہ۷۰۴) وفیہ ایضاً: انھم صرحوا بان مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ (شامیہ، جلد۶، صفحہ۶۸۳)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

(۱)......في العالمگيرية: وسئل هو ايضاً عن المقبرة في القرى اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتىٰ لاالعظم ولاغيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال "لا، ولها حكم المقبرة" (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۴۷۰)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ جو زمین قبرستان کیلئے وقف ہوگئی ہے اس میں لوگ اگرچہ اموات دفن نہ کرتے ہوں اور دفن شدہ قبریں مٹ گئی ہوں تب بھی وہ زمین قبرستان کے حکم سے نہیں نکلتی اس کو کاشت کرنا اور کرایہ وغیرہ پر دینا شرعاً جائز نہیں۔

(۲)......دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر دفن کرنا جائز نہیں اگر اجازت کے بغیر دفن کیا گیا تو یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہ راضی ہو جائے تو فبھا ورنہ میت اس جگہ سے نکال دی جائے۔[1] لما في العالمگيرية: ميت دفن في ارض انسان بغير اذن مالكها كان المالك بالخيار ان شاء رضي بذالك وان شاء امر باخراج الميت (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۴۷۲)......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۲/۹/۱۶ھ

قبرستان کی زمین پر قبضہ کر کے رہائشی مکانات بنانے کا حکم:

بستی "گل شاہ" میں ایک رقبہ مسجد کے لئے مخصوص تھا اور عرصہ تقریباً ایک صدی سے زیادہ چلا آ رہا ہے اس میں مسجد اور قبرستان بنے ہوئے ہیں، مگر اب کچھ لوگ اسی رقبہ میں رہائشی

(۱)......میت کو نکالنے کی بجائے مالک زمین کو زراعت وغیرہ میں استعمال کی اجازت دیدی جائے۔ (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مکان تعمیر کر رہے ہیں اور ان میں جانور بھی رکھ رہے ہیں جو کہ مسجد اور قبرستان کی بے حرمتی ہے ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہم اس قبرستان اور مسجد کے حصہ دار ہیں۔ آیا کہ وہ اس مخصوص شدہ رقبہ برائے قبرستان و مسجد میں رہائشی مکان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... محمد اسحاق، بستی خیر شاہ، ملتان

الجواب

مسجد و قبرستان کے لئے وقف شدہ زمین پر قبضہ کرنا ناجائز ہے اہل علاقہ پر لازم ہے کہ اس جگہ کو خالی کرائیں۔ **لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم لایجوز لاحد ان یملکھا** (الخ) (عمدۃ القاری، جلد ۴، صفحہ ۲۶۵، ط: رشیدیہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۶/۱۱/۱۴۲۰ھ

قبرستان کی وقف زمین پر گھر یا مسجد تعمیر کرنا:

کسی سرپرست یا ادارے کی منظوری کے بغیر قبرستان کی زمین پر یا قبریں مسمار کر کے مسجد بنانا یا مدرسہ بنانا یا رہائش کے لئے مکان بنانا جائز ہے؟ فتویٰ عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

سائل ...... رفیق احمد سبحانی

الجواب

قبریں مسمار کر کے گھر بنانا شرعاً جائز نہیں ہے۔[1] اسی طرح قبرستان کی زمین پر مسجد

التخریج: (۱) ...... وکرہ القعود علی القبور .... لقولہ علیہ السلام "لان یجلس احدکم علی جمر فتحترق ثیابہ فتخلص الی جلدتہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر" وکرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام واخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحنفی بانھم یتأذون بخفق النعال (مراقی الفلاح، صفحہ ۶۲۳)

بنانا درست نہیں ہے۔[1] ....فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۷/۸/۲۲ھ

قبرستان کیلئے وقف زمین میں مسجد بنانا درست نہیں:

ایک قبرستان پرانا ہے اور اس میں قبریں بھی موجود ہیں یہ زمین قبرستان کے لئے وقف ہے اور ابھی تک یہاں پر میتوں کو دفن بھی کیا جاتا ہے۔ کیا ان قبروں کو گرا کر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں اور اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد نواز، محلہ ٹبی شیر خان، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ جب یہ زمین قبرستان کے لئے وقف ہے اور ابھی تک لوگ اس میں اموات دفن کرتے ہیں تو ان قبروں کو مسمار کر کے وہاں مسجد بنانا درست نہیں۔[2] (کذا فی فتاویٰ دار العلوم، جلد ا، صفحہ ۱۴۶) ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۸/۱۰/۲۹ھ

التخریج: (۱)......انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ٦٨٣)

(۲)......لما فی الهندیه: وسئل هو ایضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتیٰ لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها؟ قال "لا، ولها حکم المقبرة" (جلد ۲، صفحہ ۴۷۰)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

قبرستان کیلئے وقف زمین میں مسجد و مدرسہ بنانے کا حکم:

ایک شخص نے کچھ رقبہ قبرستان کے لئے وقف کیا تھا جس میں تین یا چار قبریں بھی ہیں وہاں اب آبادی ہوگئی ہے اور وہاں کے لوگ اب مردوں کو دفن نہیں کرنے دیتے، جبکہ واقف زندہ ہے۔ آیا اب وہاں درس یا مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

سائل ......میاں بشیر احمد، عارف والہ، ساہیوال

الجواب

اگر آئندہ بھی اسے بطور مقبرہ استعمال کرنے سے مایوسی ہو تو وہاں مسجد و مدرسہ تعمیر کر سکتے ہیں۔

قال ابن القاسم: لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم ار بذلک باساً، وذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعناهما على هذا واحد (امداد الفتاویٰ جلد ۲، صفحہ ۵۷۹، عن شرح البخاری للعینیؒ، جلد ۴، صفحہ ۲۶۵، ط: رشیدیہ کوئٹہ) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۹/۱۱/۱۲ھ

مسجد و مدرسہ کی جگہ میں واقف کی قبر بنانا:

الحاج فضل حسین اور ان کی بیوہ صاحبہ نے تقریباً دو کنال سے زائد زمین مسجد کے لئے وقف کردی اور کچھ اور زمین لے کر وہ بھی وقف کردی تا کہ ایک مدرسہ، ایک مسجد اور دو میاں بیوی

کی قبریں بن جائیں۔کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... الحاج فضل حسین، راولپنڈی

الجواب

اگر تو پوری زمین مسجد کے لئے وقف کرنے کے بعد قبریں بنانے کا کہا ہے تو اب وقف کے بعد انہیں اس کا حق نہیں۔[1] اور اگر قبروں والا حصہ وقف ہی نہیں کیا اور اس کو اپنی قبروں کے لئے مخصوص رکھا تو وہاں قبریں بنانا درست ہے۔گو عام قبرستان میں تدفین اولیٰ ہے۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر العباد محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۱۴/۲/۴ھ

قبرستان کے درختوں کی قیمت مسجد پر خرچ کرنے کی بعض صورتوں میں گنجائش ہے:

ہمارے گاؤں میں ایک قبرستان ہے اس قبرستان میں بے حد گھنے درخت تھے ان درختوں میں موذی جانوروں نے ڈیرے جمائے ہوئے تھے ان موذی جانوروں نے بعض قبروں میں سے مردوں کے اعضاء نکالنے شروع کر دیئے۔جس پر ہمارے گاؤں کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ یہ درخت کاٹ دیئے جائیں اور گاؤں میں اعلان کیا گیا کہ جو بھی چاہے درخت کاٹ سکتا ہے، لیکن بعد میں فیصلہ ہوا کہ یہ درخت فروخت کر دیئے جائیں اور دو تین بیوپاریوں نے ان درختوں کے ریٹ لگائے اور ایک ریٹ پر درخت فروخت کر دیئے گئے اس رقم سے قبرستان کی چار دیواری بھی نہیں ہو سکتی تھی اور نہ ہی دوسرا کام ہو سکتا تھا اگر ادھر نلکا وغیرہ لگایا جاتا تو وہ بھی چوری ہو جاتا اس

التخریج:(۱)......فاذا تم ولزم لایملک ای لایکون مملوکا لصاحبہ(الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۳۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

دوران مسجد کا کام زوروں پر تھا گاؤں کے معزز لوگوں نے فیصلہ کیا کہ یہ رقم مسجد کے کاموں پر لگا دی جائے تب ہمارے گاؤں کے امام صاحب میلسی گئے اور وہاں کے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مشورہ کریں اگر تمہارے گاؤں کے تمام لوگ راضی ہو جائیں تو یہ رقم مسجد کے کاموں پر لگائی جاسکتی ہے ایک دو جمعہ مشورہ ہوا اور فیصلہ مسجد کے حق میں ہوا اور وہ تمام رقم مسجد کے کاموں پر لگا دی گئی۔

سائل ...... نامعلوم

الجواب

اگر قبرستان میں اس رقم کا کوئی صحیح مصرف موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں درختوں سے حاصل شدہ رقم مسجد پر خرچ کرنے کی گنجائش ہے، بصورت دیگر جائز نہیں۔

ہندیہ میں ہے: **سئل نجم الدین فی مقبرة فیها اشجار هل یجوز صرفها الیٰ عمارة المسجد؟ قال: "نعم ان لم تکن وقفاً علیٰ وجه آخر"** (الخ) (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۴۷۶)

الحاصل: صورت مسئولہ میں مسجد انتظامیہ پر شرعاً اس رقم کی واپسی ضروری نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۷/۷/۱۴۲۸ھ

قبرستان کی زائد از ضرورت آمدنی مسجد میں صرف ہوسکتی ہے:

ایک عورت نے کچھ زمین قبرستان بنانے کے لئے وقف کر دی، مگر اس میں دو چار سال سے قبریں بنانے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ اس لئے اس زمین میں فی الحال کاشت کی جارہی ہے اس کاشت کی آمدنی مسجد پر خرچ کی جاسکتی ہے؟ اگر یہ آمدنی مسجد کے مصارف میں خرچ نہ کی

جا سکے تو اس آمدنی کا کیا کیا جائے؟

سائل ...... منظور احمد، جہلم

الجواب

مذکورہ آمدنی کو قبرستان میں صرف کیا جائے مثلاً اگر دیوار بنانے کی حاجت ہو تو وہ بنادی جائے اور اگر قبرستان میں اس کے خرچ کرنے کی حاجت نہ ہو تو مسجد میں بھی خرچ کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔لما فی العالمگیریة: سئل نجم الدین فی مقبرة فیها اشجار هل یجوز صرفها الی عمارة المسجد؟ قال: "نعم ان لم تکن وقفاً علی وجه آخر" قیل له فان تداعت حیطان المقبرة الی الخراب یصرف الیها او الی المسجد؟ قال" الیٰ ماهی وقف علیه"(عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۷۶)......فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۶/۱/۲۶ھ

قبرستان کے درختوں کو بیچ کر کنواں بنوانا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ھذا کے بارے میں کہ ایک آدمی نے زمین قبرستان کیلئے وقف کر دی اس زمین میں درخت بھی ہیں، اب وقف کرنے کے بعد ان درختوں کو کاٹ کر ،ان کی آمدنی سے گاؤں والوں کی سہولت کیلئے کنواں لگانے کا ارادہ ہے۔کیا وقف کے بعد ان درختوں کی آمدنی کو استعمال کیا جا سکتا ہے؟

سائل ...... عمر فاروق، قاسم بیلہ ملتان

الجواب

اگر یہ درخت وقف کے وقت موجود تھے تو یہ درخت بھی اسی قبرستان کیلئے وقف ہونگے۔[1] قبرستان کی ضرورت کیلئے ان کو خرچ کیا جائے، البتہ اگر قبرستان کی ضرورت سے زائد ہوں تو پھر ان کو فروخت کر کے کنواں بنوایا جاسکتا ہے.................. فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیرالمدارس، ملتان
۱۴۲۰/۱۱/۸ھ

قبرستان سے گھاس وجھاڑیاں وغیرہ کاٹنا کیسا ہے؟

(۱)......موقوفہ قبرستان میں بعض اوقات گھاس وغیرہ اگ آتی ہے اگر اس کو کاٹ کر استعمال میں نہ لایا جائے تو خشک ہو کر گل سڑ جاتی ہے اور ضائع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص گھاس کاٹ کر اپنے جانوروں کو ڈال دے تو کیا شرعاً اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

(۲)......اسی طرح قبرستان میں جو کانٹے دار جھاڑیاں (انگریزی کیکر وغیرہ) اُگ آتے ہیں تو ان کو کوئی شخص اپنے گھریلو ایندھن کے لئے کاٹ سکتا ہے؟

سائل ...... محمد ناصر، چوک منڈا

التخریج: (۱)...... قال فی الاسعاف: ویدخل فی وقف الارض ما فیھا من الشجر والبناء دون الزرع والثمرة کمافی البیع (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۵۴، ط رشیدیہ جدید)

وفی العالمگیریة: ذکر الخصاف فی وقفه اذا وقف الرجل ارضا فی صحته علی وجوه سماھا ...... فانه یدخل فی الوقف البناء والنخیل والاشجار کذا فی المحیط (جلد ۲، صفحہ ۳۶۳)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

(۱)......قبرستان سے خشک گھاس اور خشک شاخیں کاٹنا بلاشبہ درست ہے۔ تر گھاس اور شاخیں کاٹنے سے حضرات فقہاء کرام منع کرتے ہیں اس کی ''علت'' مُردوں کو تر گھاس کی تسبیحات سے جو نفع ہوتا ہے اس سے محرومی ہے۔ لہٰذا اس کی روشنی میں قبور کے درمیان یا راستوں پر موجود گھاس کو کاٹنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے، البتہ قبور کے اوپر جو گھاس ہو اسے کاٹنے سے احتراز کیا جائے الا یہ کہ وہ بہت زیادہ بڑھ جائے تو ایسی صورت میں اوپر سے اس کے کاٹنے کی گنجائش ہے۔

ویکرہ قطع النبات الرطبة من اعلاہ دون الیابس (کبیری، صفحہ ۶۰۷)

وفی العالمگیریة: ویکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرة، فان کان یابسا لاباس به، (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۱۶۷)

وفی المراقی: وکرہ قلع الحشیش الرطب وکذا الشجر من المقبرة لانه ما دام رطبا یسبح اللّٰہ تعالیٰ فیؤنس المیت وتنزل بذکر اللّٰہ تعالیٰ الرحمة (مراقی الفلاح، صفحہ ۶۲۳)

(۲)......صفائی کی نیت سے جھاڑیاں کاٹ کر استعمال کرنے کی اجازت ہے کیونکہ ان کی موجودگی میں قبور تک پہنچنا اور تدفین مشکل ہو جاتی ہے، اس لئے ان کا حکم یابس کا ہونا چاہیے۔

لاباس بقلع الیابس منھا (مراقی الفلاح، صفحہ ۶۲۴)......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۸/۹/۵ھ

قبرستان کیلئے وقف زمین میں کھیلنا شرعاً جائز نہیں:

زید نے دس (۱۰) مرلہ زمین اپنے ذاتی خاندان کے قبرستان کے لئے وقف کی ہے اور اس زمین کے اردگرد رہائش ہے اور اس زمین میں صرف ایک قبر بنی ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس زمین کو

جس پر ابھی قبریں نہیں بنیں کھیل کے لئے یا کسی دینی یا دنیاوی جلسہ کے لئے استعمال کرنا درست ہے یا نہیں ایک مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ اس دس مرلہ زمین جو قبرستان کے لئے وقف ہے اس کو کسی دوسرے کام کے لئے استعمال کرنا قبرستان کے احترام کے منافی ہے لہٰذا اس کو کسی بھی دوسرے مصرف میں استعمال کرنا جائز نہیں۔ سائل ...... سید وجاہت الحسن

الجواب

وقف مال، وقف اشیاء، وقف زمین صرف انہی مصارف میں استعمال کرنا شرعاً ضروری ہے۔ جن مقاصد کے لئے ان کو وقف کیا گیا تھا۔ ان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع (شامیہ، جلد ۶ صفحہ ۵۲۶) مراعاة غرض الواقفین واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

نیز کھیل اور دینی یا دنیاوی جلسہ کرنے کی صورت میں قبور کی بے حرمتی ہوگی، قبور کو روندنا شرعاً ممنوع ہے۔ ویکره الجلوس علیٰ القبر ووطؤه ...... وعن ابی حنیفة لایؤطأ القبر الا لضرورة (شامیہ، جلد ۳، صفحہ ۱۸۳، باب الجنائز)

نیز ایک مرتبہ کھیل شروع ہو جانے کے بعد روکنا مسئلہ بن جائے گا، اس لئے اسے کھیل وغیرہ کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۲/۲۹ھ

عورتوں کا قبرستان میں جانا کیسا ہے؟

عورتوں کو قبروں کی زیارت کے لئے جانا درست ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو پھر اس حدیث یعنی لعن اللّٰہ علیٰ زائرات القبور کا کیا مطلب ہے؟ اس کی مکمل وضاحت قرآن و

حدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

سائل ...... مولانا قاری محمد یعقوب

الجواب

قوله: " ولو للنساء" وقيل تحرم عليهن والاصح ان الرخصة ثابتة لهن.بحر، وجزم في شرح المنية بالكراهة لما مرّ في اتباعهن الجنازة وقال الخيرالرملي: ان كان ذالک لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلاتجوز، وعليه حمل حديث "لعن الله زائرات القبور" وان كان للاعتبار والترحم من غيربكاء والتبرک بزيارة قبور الصالحين فلاباس اذا كن عجائز ويكره اذا كنّ شوابّ كحضور الجماعة في المساجد.وهو توفيق حسن (شامیہ، جلد ۲،صفحہ ۱۷۸)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے زیارت قبور میں علماء کا اختلاف ہے لیکن درست قول یہ ہے کہ اگر زیارت سے مقصود جزع فزع اور نوحہ کرنا ہے تو اس وقت عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا درست نہیں، اور سوال میں ذکر کردہ حدیث اسی کے بارہ میں ہے، لیکن اگر قبور کی زیارت سے مقصود عبرت حاصل کرنا اور نیک لوگوں کی قبور کی زیارت سے برکت حاصل کرنا ہے تو بوڑھیوں کے لئے جائز ہے اور جوان عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۶/۳/۴ھ

مسلمانوں کے قبرستان میں غیر مسلم کو دفن کرنے کی اجازت نہیں:

ایک گاؤں میں قبرستان کا رقبہ دو ایکڑ ہے جس میں مسلمان اور عیسائی مشترکہ طور پر اپنے

مُردوں کو دفناتے ہیں عیسائیوں کیلئے علیحدہ کوئی جگہ نہیں ہے، کیا مسلمانوں کے قبرستان میں عیسائی مُردوں کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پہلے جو عیسائی مُردے مسلمانوں کے ساتھ رکھے جاچکے ہیں، ان کو وہاں سے نکالا جائے یا نہ، آئندہ کیلئے کیا صورت اختیار کی جائے؟

سائل ...... حافظ عبدالستار آزاد، خطیب جامع مسجد، میاں چنوں

الجواب

کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ غیر مسلم کو عذاب، کفر کے سبب یقینی ہے۔ وضغطة القبر حق لکن ان کان کافراً فعذابہٗ یدوم الیٰ یوم القیامة. (شامیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۹، ط: رشیدیہ جدید)

اور یہ مسلمانوں کی اموات کیلئے باعث ایذاء ہے۔ عیسائی اپنے لئے الگ قبرستان حکومت سے الاٹ کرائیں۔ آئندہ کسی غیر مسلم عیسائی یا مرزائی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے.........................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۸/۵/۱۴۰۶ھ

قبرستان میں قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے:

عشرہ محرم میں قبروں کی لپائی کا حکم:

دیکھنے میں آیا ہے کہ عشرہ محرم میں لوگ جوق در جوق قبرستان میں جاتے ہیں اور قبروں کی صرف ماہِ محرم میں لپائی، صفائی اور درستی کرتے ہیں اور بعد میں مسور کی دال قبر پر بکھیرتے ہیں،

قرآن مجید قبرستان میں ساتھ لے جاتے ہیں، اور قبر پر بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں، کیا قرآن پاک کو قبرستان میں لے جا کر پڑھنا صحیح ہے؟

سائل ...... عبدالعزیز، مظفر گڑھ

الجواب

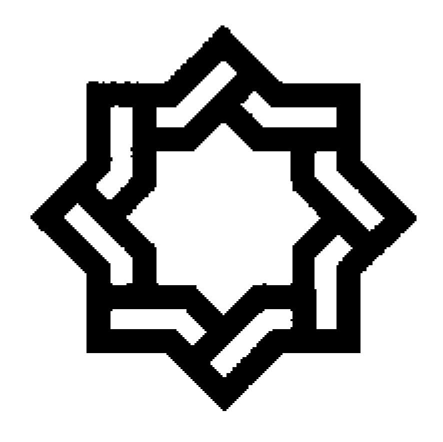
(۱)......قبروں کی لپائی بے حرمتی سے بچانے کیلئے امر مستحسن ہے، لیکن عشرہ محرم کی تخصیص درست نہیں، شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(۲)......قرآن کریم کی تلاوت قبرستان میں جائز ہے۔ ہندیہ میں ہے: **قرأة القرآن عند القبور عند محمدؒ لاتکرہ ومشائخنا اخذوا بقولہ** (ہندیہ، جلد ا، صفحہ ۱۶۶)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۹/۱۱/۱۲ھ



احکام المدارس

مایتعلق بتعمیر المدرسۃ وتوسیعھا

مدرسہ میں سرکاری زمین شامل کرنے کا حکم:

ایک مدرسہ کے ساتھ سرکاری زمین پڑی ہے مدرسہ والوں کو ایک مرلہ زمین درکار ہے مدرسہ والوں نے جب سرکاری ملازمین سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ کو مدرسہ کے لئے ضرورت ہے تو مدرسہ میں ایک مرلہ زمین شامل کرلو۔ آیا یہ زمین مدرسہ والوں کو لینی جائز ہے یا نہیں قیمت سے لے سکتے ہیں یا بلا قیمت بھی؟ گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ ارشاد فرمائیں۔

سائل...... محمد معاویہ مدنی، شالیمار کالونی ملتان

الجواب

مدرسہ ایسی جگہ بنانا چاہیے جو کسی مسلمان کی مِلک ہو اور اس نے وہ جگہ برائے مدرسہ وقف کی ہو یا برائے مدرسہ وہ جگہ خریدی ہو اگر ایسی جگہ میسر نہ ہو اور سرکاری زمین ہو تو اوّلاً وہ جگہ سرکار سے حاصل کرنے کی پوری کوشش کی جائے اگر سرکار سے باقاعدہ اجازت نہ مل سکے تو اس تاویل سے کہ سرکاری جگہ سے عوام کو بھی فائدہ حاصل کرنے کا حق ہوتا ہے اور مدرسہ سے عوام کو فائدہ ہوتا ہے اور سرکار ایسے کاموں میں جس میں عوام کا فائدہ ہوتا ہو مخل نہیں کرتی اکثر منظوری

دے دیتی ہے تو اس امید پر وہاں مدرسہ جاری کریں کہ سرکار اجازت دیدے گی یا قیمتاً مل جائے گی۔ بعدہ اگر سرکار اجازت دیدے یا قیمتاً مل جائے تو وہ جگہ مدرسہ کے لیے وقف کر سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۱۳۵)............ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۱۱/۶ھ

اہل اسلام کی مقبوضہ جگہ میں مدرسہ اور دوکانیں بنانا کیسا ہے؟

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کی طرف سے ایک سوال:

ایک رقبہ زمین جو کہ قدیم عرصہ سے ہندو قوم سے مقدمہ کر کے حاصل کیا گیا ہے اس وقت سے وہ مقبوضۂ اہل اسلام ہے۔ اس کے متولی کھوکھر قوم سے چلے آرہے ہیں، اس کے ایک حصہ میں قبریں تھیں اور ایک حصہ اس کا ویران پڑا تھا جس میں ایک چھوٹی سی مسجد اور حجرہ تھا جس میں ایک عالم دین درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ موجودہ متولی نے ضرورت کی بنا پر مسجد کی توسیع کر دی۔ اور اس ویران جگہ کو آباد کر کے اس میں مزید حجرے بنا دیئے اور اسے باقاعدہ دینی ادارے کی شکل دیدی۔ جو الحمد للہ اس وقت عظیم الشان بلڈنگ میں ایک بہت بڑا دینی ادارہ ہے۔ عرصہ بیس سال سے یوں ہمہ وجوہ خدمت کر رہا ہے۔ متولی مذکور نے اس خالی جگہ کی چار دیواری بنا کر اسے قبروں سے علیحدہ کر لیا۔ قبروں کی شمالی جانب جس طرف شارع عام ہے۔ ایک کچی دیوار تھی۔ جو ۱۹۵۰ء میں سیلاب کی نذر ہوگئی۔ اس کے بعد وہ جگہ خالی ویران پڑی تھی۔ پی، ڈبلیو، ڈی والوں نے اس جگہ پر ناجائز تصرف شروع کر دیا اور سڑک کیساتھ ملحقہ جگہ جو خالی پڑی تھی۔ اس پر کھوکھے اور دکانیں بنوانا شروع کر دیں۔ متولی صاحب نے اس جگہ کی

حفاظت اور حرمت کی خاطر اس شمالی جانب ایک پختہ دیوار بنادی۔ اور جو جگہ خالی پڑی تھی جس پر پی، ڈبلیو، ڈی والوں کا ناجائز تصرف ہو چکا تھا، اس پر پختہ دکانیں بنوانا چاہتے ہیں اس جانب بالکل اس جگہ کے متصل پہلے چند دوکانیں اس مدرسہ کی موجود ہیں۔ جنکی آمدنی اسی دینی مدرسہ پر خرچ ہوتی رہی ہے۔ اب بعض حضرات متولی مذکور اور اس کے ساتھیوں سے ذاتی اور مذہبی عداوت کی بنا پر ان دوکانوں کے بنانے میں مخل ہیں اور انہوں نے عدالت میں اس کے خلاف مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ عدالت کو شرعی اور دینی نقطہ نگاہ سے درج ذیل امور کی وضاحت مطلوب ہے!

(۱)...... متولی مذکور کا خالی جگہ میں تصرف کر کے وہاں دینی ادارہ قائم کرنا اور مسجد کی توسیع کرنا کیسا ہے؟

(۲)...... مدرسہ اور ان کی حدود جو کہ ایک عرصہ سے قائم ہو چکی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۳)...... متنازعہ جگہ میں دیوار اور دوکانیں تعمیر کرنے کا کیا حکم ہے؟ مدرسہ اور دوکانات کی تعمیر کرنے سے کسی قبر کو منہدم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور نہ ہی بلا ضرورت ایسا فعل کیا گیا۔ متولی مذکور اپنے اس اقدام کے جواز میں علامہ عینی کی درج ذیل عبارت پیش کرتا ہے:

فان قلت هل يجوزان تبنى المساجد على قبو ر المسلمين؟قلت: قال: ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابرالمسلمين عفت فبنى قوم عليهامسجداً لم ارَبذٰلک بأساً (عمدة القاری، جلد۴، صفحہ ۲۶۵، ط: رشیدیہ کوئٹہ)

اور اس پر قیاس کرتے ہوئے جبکہ پرانی قبروں کو مسمار کر کے مسجد یا کوئی اور عمارت بنانا جائز ہے، تو جو جگہ خالی اور ویران ہو اگر چہ اسکے ساتھ قبریں ملحق ہوں۔ وہاں پر دینی مفاد کی خاطر ایسی تعمیر بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہیے۔ آپ پوری صورت کو سامنے رکھتے ہوئے از روئے شرع واضح فرمائیں کہ متولی مذکور کے اس اقدام کے لیے کوئی وجہِ جواز ہو سکتی ہے؟

سائل ...... منظور احمد چنیوٹی، پرنسپل جامعہ عربیہ، چنیوٹ

الجواب

(۱)......عینی شرح بخاری میں ہے: قال ابن القاسم :لو ان مقبرة من مقابرالمسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم اربذلک باساً،وذالک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد ان یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیهاجازصرفهاالیٰ المسجدلان المسجدایضاوقف من اوقاف المسلمین لایجوزتملکه لاحد فمعنا ها علیٰ هذا واحد (عمدة القاری، جلد۴، صفحہ۲۶۵، ط:رشیدیہ)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ متولی مذکور کا اس خالی اور ویران جگہ پر دینی ادارہ قائم کرنا جائز ہے۔

(۲)......یہ مدرسہ وقف علی المسلمین ہے اس کا گرانا جائز نہیں ہے۔

(۳)......اس متنازعہ جگہ پر مدرسہ کے مفاد کے لئے دوکانوں کا بنانا جائز ہے، اور دوکانیں بھی وقف علی المدرسہ ہونگی۔..........................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۶/۱/۱ھ

سودی رقم سے مسجد یا مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سود کی رقم سے مدرسہ بنانا یا مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ......خالد محمود طاہر، فورٹ عباس

الجواب

نہیں۔ بلکہ مسجد و مدرسہ کے لیے پاک وطیب مال ہونا چاہیے۔ ان اللّٰہ طیب لایقبل

الاطیباً ، (مشکوٰۃ، جلد ا، صفحہ نمبر ۲۴۱) .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۹/۲/۶ھ

مسجد کی توسیع کے لیے خرید کردہ زمین پر مدرسہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ زید نے عرصہ ایک سال سے ساڑھے چار مرلے زمین مسجد کی توسیع کے لئے ایک شخص سے ادھار خرید کر اس پر قبضہ کر لیا، صحیح طریقہ پر چندہ نہ ملنے کی وجہ سے مسجد کی توسیع روک لی گئی اور اس پر ایک حجرہ برائے قیامِ امام و مدرس تعمیر کیا جس میں مدرس کی رہائش ہے، اب چونکہ اس مسجد میں ۳۵/۴۰ کے قریب بچے زیر تعلیم ہیں، اس لیے انتظامیہ کا ارادہ یہ ہے کہ اس جگہ پر مدرسہ تشکیل دیا جائے، اس طرح زکوٰۃ سے زمین کی رقم کی بھی ادائیگی ہو جائے گی۔ شرعاً حکم صادر فرمائیں۔

سائل ...... محمد ضیاء اللہ، ناظم جامع مسجد کمالیہ

الجواب

یہ زمین مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔[1] اس لئے اس پر تعمیر مدرسہ درست ہے لیکن اس کی قیمت زکوٰۃ کے علاوہ دوسری رقوم سے ادا کی جائے گی، کیونکہ زکوٰۃ کا روپیہ تملیک کے بغیر تعمیر پر

التخریج: (۱)...... ومنها الوقف ولو مسجدالجامع لابد من التلفظ الدال عليه (الاشباه، صفحہ ۲۵۲)

وفيه ايضاً: اشترى المتولى بمال الوقف دارًا للوقف لاتلحق بالمنازل الموقوفه ويجوز بيعها فى الاصح (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۶۳۸)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

صرف کرنا جائز نہیں۔............................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۳/۳/۲۵ھ

مسجد کے حجرہ کو مدرسہ کے لئے استعمال کرنا:

آج سے تقریباً ۸۰/۷۰ سال قبل ایک مسجد تعمیر کی گئی اور دس قدم پر اس کا حجرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ ۴۰ سال تک وہ حجرہ امام مسجد، مسافر طلبہ، مؤذن اور خادم مسجد کی تحویل میں رہا، اور اس کو مسجد کا حجرہ کہا جاتا ہے۔ پھر امام صاحب نے اس حجرہ کے قرب وجوار میں دینی مدرسہ قائم کیا اور حجرہ کو مدرسہ کے تصرف میں لائے، اب وہ حجرہ مدرسہ کی طرف منسوب ہونے لگا۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ شرعاً وہ حجرہ مسجد کا ہے یا مدرسہ کا؟ اگر مدرسہ کا ہو تو وہاں مدرسۃ البنات یا قیام گاہ برائے طلباء بنائی جائے، اور مسجد کا ہو تو مسجد کی دوکانیں بنائی جائیں، اگر شرعی اجازت ہو تو اس حجرہ کو فروخت کر کے اس کی رقم مسجد کی تعمیر پر خرچ کر دی جائے۔

سائل ...... خلیل احمد صدیقی، خادم مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن، موٹڈ کا

الجواب

اگر یہ مدرسہ مستقل نہیں ہے بلکہ مسجد کے تابع ہے، تو اس حجرے کو مدرسہ کی ضروریات میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ مساجد میں محلے کے بچوں کیلئے درسگاہ بنانے کا عرف ہے، اور اگر مدرسہ مسجد سے الگ ہے تو اسے مسجد کے استعمال میں لایا جائے فروخت نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۱/۱۰/۹ھ

مدرسۃ البنات کیلئے وقف زمین پر مدرسۃ البنین بنانا:

ایک آدمی نے ۸ کنال اراضی وقف کی ہے اس میں سے ۴ کنال برائے مسجد، ۲ کنال برائے مدرسہ للبنین اور ۲ کنال مدرسۃ البنات کے لئے مختص کی، لیکن اب مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر مدرسۃ البنات کا بنانا اس مقام پر مناسب نظر نہیں آرہا:

(۱)......شہر کی آبادی سے فی الحال دور ہے۔

(۲) ......مدرسۃ البنات، مدرسۃ البنین اور مسجد کا راستہ ایک ہی ہو جاتا ہے اس لیے بوقتِ آمدورفت ''اختلاط مع النساء بالاژدہام'' نقصان سے خالی نہیں۔

(۳)......مسجد اور مدرسہ للبنین کی عمارت (دارالاقامہ ہو یا دارالتعلیم) کا مدرسۃ البنات سے متصل و ملحق ہونا بھی خطرے سے خالی نہیں۔

کیا ان وجوہ کی بناء پر مدرسۃ البنات کی جگہ فروخت کر کے رقم دوسری جگہ پر زیر تعمیر مدرسۃ البنات کی تعمیر یا توسیع میں لگائی جاسکتی ہے یا زمین کے بدلے میں زمین لے لیں؟

سائل ...... عبدالرحمٰن تونسوی، ڈیرہ غازیخان

الجواب

صورت مسئولہ میں وقف شدہ زمین کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔البتہ اگر مدرسۃ البنات اس جگہ مناسب نہ ہو تو مدرسۃ البنین بنالیں اور مدرسۃ البنات کے لئے دوسری جگہ خرید کر وہاں بنالیں۔خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ کو فروخت کرنا جائز نہیں، کیونکہ وقف ہونے کے بعد یہ زمین بندوں کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلی گئی ہے۔**وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب**

ولا یورث کذا فی الھدایۃ (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۰) ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۶/۲۷ھ

مدرسہ کی وقف زمین میں طلباء کیلئے مسجد تعمیر کرنا:

مدرسہ کیلئے وقف کی گئی زمین پر واقف کے مشورے سے مدرسہ ہی کیلئے مسجد بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد قاسم، متعلم خیر المدارس، ملتان

الجواب

مدرسہ کی وقف زمین پر مدرسہ کے لئے مسجد بنانے کی گنجائش ہے، کیونکہ وہ ضروریات مدرسہ میں داخل ہے۔ والذی یبتدأ بہ من ارتفاع الوقف عمارتہ، شرط الواقف او لا، ثم ما ھو اقرب الیٰ العمارۃ واعم للمصلحۃ کالامام للمسجد، والمدرس للمدرسۃ یصرف الیھم الیٰ قدر کفایتھم، ثم السراج، والبساط ، کذالک الیٰ آخر المصالح. (البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۳۵۶) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۱۱/۷ھ

سوال مثل بالا:

(۱)......ایک دینی درسگاہ کے لئے کسی نے ایک قطعۂ زمین وقف کیا ہے اور ایک قطعہ عوام الناس کے چندہ سے خریدا گیا ہے تا کہ اس جگہ دینی درسگاہ بن جائے چونکہ زمین کافی ہے اس لئے مدرسہ میں طلباء ومدرسین کے لئے مسجد کی ضرورت ہے اور آس پاس کے لوگوں کیلئے بھی ضرورت ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ تم اس جگہ مسجد نہیں بنا سکتے کیونکہ یہ مدرسہ کے لئے وقف کی گئی ہے اگر تم اس جگہ مسجد تعمیر کرو گے تو اس کی قیمت مدرسہ میں داخل کرو، اور بعض حضرات نے کہا کہ چونکہ یہ مسجد مدرسہ کے طلباء اور مدرسین کیلئے ہے اس لئے اس کی قیمت داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا از روئے شریعت اس کا حکم تحریر فرمادیں۔

(۲)......زید نے ایک قطعۂ زمین مدرسہ کے لئے وقف کیا اور زید کی زمین کے ساتھ عوام الناس نے چندہ کر کے دوسرا قطعہ مدرسہ کیلئے خریدا، عوام الناس کے چندہ سے حاصل شدہ زمین مسجد کیلئے موزوں ہے اور زید کی موقوفہ زمین مدرسہ کیلئے، اب زید کہتا ہے کہ ''میری مدرسہ کیلئے موقوفہ زمین مسجد کی زمین کے عوض لے لو اور مسجد بنالو حالانکہ وقف کے وقت زید نے تعمیر مسجد کے بارے میں کوئی نیت نہیں کی تھی، بلکہ وہ صرف مدرسہ کے لئے تھی۔ کیا یہ تبادلہ صحیح ہے؟

سائل ...... محمد احمد

الجواب

(۱)......زمین موقوفہ یا خرید شدہ برائے مدرسہ میں طلباء اور اساتذہ کے نماز پڑھنے کیلئے مسجد بنانا جائز ہے۔ وہ مسجد مدرسہ کی ہوگی مہتمم مدرسہ اس مسجد کا متولی ہوگا اس کیلئے مسلمان اگر الگ چندہ دیں تو بہتر ہوگا تا کہ مدرسہ کو فائدہ ہو جائے اور اگر الگ چندہ نہ مل سکے تو مدرسہ کی اراضی میں ایک قطعہ اس کے لئے مخصوص کر کے مدرسہ کے فنڈ تعمیر سے مسجد بنائی جائے، مگر زکوٰۃ وصدقات واجبہ

کا چندہ تعمیرِ مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں۔

(۲)...... یہ دونوں قطعہ اراضی (خرید شدہ وموقوفہ) مدرسہ کیلئے ہیں ان میں جو جگہ مسجد کے لئے موزوں ہو مشورہ کر کے اس میں مسجد بنالی جائے، باقی جگہ میں درسگاہیں وغیرہ تعمیر کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۳/۹/۱۲ھ

مدرسہ کیلئے وقف کردہ کوارٹر کو فروخت کرنا:

محمد اسلم نے اپنے بنے ہوئے چار کوارٹر جامعہ خیر المدارس کو وقف کر دیئے ہیں۔ کیا جامعہ خیر المدارس ان چار تعمیر شدہ کوارٹروں کو فروخت کر سکتا ہے؟ وقف نامہ منسلک ہے۔

سائل ...... قاری محمد حنیف صاحب جالندھری

(مہتمم خیر المدارس، ملتان)

الجواب

ان وقف شدہ کوارٹرز کو فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ جو جگہ وقف ہو جائے وہ بندہ کی ملک سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملک میں چلی جاتی ہے۔

لما فی العالمگیریة: وعندهما حبس العين على حكم ملكِ الله تعالىٰ على وجه تعود منفعتهٔ الى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث كذا فى الهداية (عالمگیریہ، جلد۲، صفحہ ۳۵۰)...................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۲/۱۰/۲۸ھ

اگر کوئی مدرس اپنی ذاتی ملکیت سے مدرسہ کی جگہ پر رہائشی مکان تعمیر کرائے تو آیا مدرسہ اس تعمیر اور ملبہ کو اس سے خرید سکتا ہے؟

ایک دینی ادارہ جو قیامِ پاکستان کے بعد جالندھر سے ملتان میں آیا اور اس کے لئے متروکہ غیر مسلم اوقاف کی عمارت اور ملحقہ پلاٹ الاٹ ہوئے جس پر مہتمِ ادارہ نے دینی کام شروع کر دیا اور اس کے مکانات رہائشی طور پر قبضہ میں لے لئے اسی دوران ادارہ کے ملازم اور اپنے بیٹے کو الاٹ شدہ مکانات کے قریب رہائش کے لئے مکان تعمیر کرنے کی اجازت دیدی، جو کہ انہوں نے اپنے خرچہ پر تعمیر کیا اور رہائش رکھی بعد ازاں انہوں نے اپنا رہائشی مکان ممتاز آباد میں تعمیر کیا اور وہیں رہائش پذیر ہو گئے، مگر ادارہ میں تعمیر شدہ مکان اپنے قبضہ میں رکھا حضرت مہتمم صاحب کی وفات کے بعد انہوں نے وہ مکان کرایہ پر دیدیا، کرایہ ۲۵ پیسے ماہوار خود وصول کرتے رہے، جب وہ ۱۳۹۱ھ میں خود اللہ کو پیارے ہو گئے، تو مکان کا کرایہ بیوہ ہی وصول کرتی رہی، بعض اہل ادارہ نے اعتراض کیا کہ کرایہ ادارہ وصول کرے، چنانچہ بیوہ نے درخواست پیش کی کہ ادارہ مکان کا قبضہ بھی لے لے اور کرایہ بھی خود وصول کرتا رہے، مگر ملبہ اور تعمیر کے اخراجات بیوہ کو ادا کر دے، جیسا کہ سابقہ باورچی عبدالحق نے اس ملحقہ پلاٹ پر اپنی رہائش کے لئے باجازت مہتمِ ادارہ مکان تعمیر کیا اور کافی عرصہ اس میں رہنے کے بعد اس کا ملبہ ادارہ کو فروخت کر کے قبضہ ادارہ کو دیدیا، اور کرایہ ادارہ وصول کرتا رہا اور اس کے ہم مثل اور بھی کئی اشخاص موجود ہیں جنہوں نے باجازتِ مہتمم صاحب مکانات تعمیر کئے اور اس میں رہائش پذیر ہوئے بعد میں ملبۂ مکان ادارہ کو فروخت کر کے قبضہ دیدیا، اور ادارہ خود کرایہ وصول کرتا رہا۔ کیا ان حوالہ جات کے پیشِ نظر ادارہ ملازم کے تعمیر شدہ مکان کا قبضہ لے کر اور ملبہ خرید کر اس کا کرایہ خود وصول کرے، تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... نامعلوم

الجواب

صورت مذکورہ میں مذکورہ عمارت کی قیمت حافظ رشید احمد مرحوم کے ورثاء کو ملنی چاہیے، جیسا کہ استفتاء میں ذکر کردہ نظائر سے معلوم ہوتا ہے، اور جزئیہ ذیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ **ولاباس ببیع بناء بیوت مکة ویکرہ بیع ارضھا .... بخلاف البناء لانه خالص ملک البانی** (الخ) (ہدایہ، جلد ۴، صفحہ ۴۷۱)

لیکن ملبہ استعمال شدہ کی قیمت موجودہ نرخ کے مطابق لگائی جائے گی ملبہ جدید کی نہیں۔

(۲)......اس قیمت میں سے سفید زمین کا کرایہ از وقت استعمال تا وقت بیع ملبہ منہا کیا جائے گا، کیونکہ کرایہ مکان جو حافظ رشید احمد صاحب اور ان کے ورثاء وصول کرتے رہے وہ دو چیزوں کے مقابلے میں ہے زمین اور ملبہ، ملبہ حافظ صاحب مرحوم کا ہے لہٰذا اس کا کرایہ مرحوم کو ملنا چاہیے اور حصہ زمین کا کرایہ مدرسہ کا حق ہے، لہٰذا یہ مقدار مدرسہ وصول کرے گا۔

(۳)......ملبہ کی قیمت اور زمین کا کرایہ دو تجربہ کار عادل اشخاص سے تجویز کرالیا جائے۔ **یحکم به ذوا عدل منکم** (الآیۃ)

(۴)......ابتداء سے کرایہ کی تشکیل میں اس بات کو مدنظر رکھا جائے جو مدرسہ کے کارکنان اور مدرسین وملازمین کیساتھ یہاں مدرسے کا عرف ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۴/۳/۲۱ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے بعد پہلی جگہ کو کرایہ پر دینا کیسا ہے؟

ہم نے تھوڑی سی جگہ قرآن مجید کا مدرسہ بنانے کے لئے وقف کر کے مدرسہ کی شکل میں

کام شروع کیا، چند سال بعد وہ جگہ طلباء کے لئے ناکافی ہوگئی پھر ہم نے دوسری جگہ ذاتی زمین تقریباً ۴ کنال مدرسہ کو دے کر مدرسہ کی توسیع کی اور کام شروع کر دیا ہے، اب وہ پہلی جگہ مدرسہ ہٰذا کے استعمال میں نہیں آسکتی اس پہلی جگہ کے متعلق سوال یہ ہے کہ اس کو کرایہ پر دیکر کرایہ کی رقم مدرسہ میں استعمال کریں یا کسی استاد یا مہتمم صاحب کی رہائش گاہ بنائیں۔ شرعی لحاظ سے اس کا صحیح استعمال بیان فرمائیں؟

سائل ...... خالد محمود، حافظ کلاتھ ہاؤس سکول بازار، رحیم یار خاں

الجواب

پہلی جگہ بھی ہمیشہ وقف ہی رہے گی۔ ہاں اس کو مدرسہ کی جس ضرورت کے لئے چاہیں استعمال کریں۔[1] .... فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی خیر المدارس، ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۴۱۲/۱۰/۲۳ھ	رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

مدرسہ کی آمدنی کیلئے مارکیٹ بنانا جائز ہے لیکن اسے فحاشی کا اڈا نہ بننے دیا جائے:

''جامعہ اسلامیہ بہاولپور'' کی انتظامیہ نے تھری سٹار، فور سٹار ہوٹلز بنانے کی اجازت دی ہے کیا وہ شرعی طور پر اس کے مجاز تھے کہ وقف اراضی برائے علوم دینیہ کو اس طرح غیر شرعی کاموں کیلئے اجازت دیں عرصہ آٹھ سال سے یہ اڈے چلتے رہے ان کا جو کرایہ کمائی اس ادارے کے

التخریج: (۱)......اذا وقف دارہ علی الفقراء فالقیم یؤاجرھا (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۱۸)
وفی الدر المختار: ویوجر باجر المثل (جلد ۶، صفحہ ۶۱۶) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

طلباء کرام پر اور علماء کرام پر خرچ ہو چکی ہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

آئندہ کے لئے ان ہوٹلز کا کیا مصرف ہونا چاہیے اور موجودہ انتظامیہ اور شوریٰ جامعہ ہذا کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

سائل ...... ڈاکٹر غلام مصطفیٰ، رکن مجلس شوریٰ جامعہ ھٰذا

الجواب

وقف جگہ میں مسجد یا مدرسہ کے لئے دوکانیں وغیرہ بنانا تاکہ اس کی آمدنی سے مدرسہ کے اخراجات پورے کئے جائیں ایسی تعمیر کی شرعاً گنجائش ہے۔

لما فی البحر الرائق: ولو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فی استيجار بيوتها وتكون غلة ذالک فوق غلة الزرع والنخل كان للقيم ان يبنى فيها بيوتا فيؤاجرها لان الاستغلال بهٰذا الوجه يكون انفع للفقراء (الخ) (جلد ۵، صفحہ ۳۶۱)

وفی العالمگيرية: قيم المسجد لايجوز له ان يبنى حوانيت فی حد المسجد او فی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا وسكنا تسقط حرمته (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۴۹)

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ مسجد یا فناء مسجد سے خارج دوکانیں بنانے کی اجازت ہے لیکن ان دوکانوں اور ہوٹلوں کو فحاشی کا مرکز نہ بننے دیا جائے یہ انتظامیہ اور مجلس شوریٰ کا فرض ہے۔ مذکورہ کرایہ سے مدرسہ اور طلباء پر خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔ ...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۲/۴/۱۲ھ

ذاتی رقم سے مدرسہ کیلئے خرید کردہ پلاٹ وقف کے بعد ناقابلِ فروخت ہے:

ایک مولوی صاحب نے مدرسہ کے ساتھ ایک پلاٹ اپنی ذاتی رقم سے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے میں خرید کر مدرسہ کے لئے وقف کر دیا تھا آیا کہ مولوی صاحب اس پلاٹ کو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ محلہ کے چند افراد پلاٹ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں جبکہ پلاٹ پر قبضہ کرنے کی صورت میں یہ لوگ مولوی کی رقم واپس کرنے کے پابند ہونگے یا نہیں؟ جبکہ خرید شدہ پلاٹ خالی پڑا ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں بتلائیں کہ اس کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد عمر، یزمان

الجواب

اگر مولوی صاحب نے یہ پلاٹ خرید کر مدرسہ کیلئے وقف کر دیا تھا تو اب یہ ان کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملک میں چلا گیا ہے۔اب اس پلاٹ کو فروخت کرنا مولوی صاحب کیلئے جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کو اس پر قبضہ کرنا جائز ہے یہ پلاٹ وقف ہی رہے گا۔

چنانچہ ہندیہ میں ہے: وعندهما حبس العين علیٰ حكم ملك الله تعالیٰ علیٰ وجه تعود منفعة الیٰ العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث[1] (جلد۲،صفحہ۳۵۰)۔فقط واللہ اعلم

البتہ اس وقف کا یہی شخص متولی ہوگا۔فقط والجواب صحیح

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۷/۴/۱۴

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

التخريج: (۱)......وفی الدر المختار: فاذا تم ولزم لايملك ولايملك، ای: لايقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه (الخ) (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۴۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مہتمم اگر مدرسہ کو آباد نہ کرے تو کیا واقف زمین واپس لے سکتا ہے؟

امی جان نے ۱۹۹۶ء میں مدرسہ ''سید المرسلین'' کے نام رقبہ ۳۰ مرلہ انتقال کرادیا تھا اس شرط پر کہ اس مدرسہ کو آباد کریگا لیکن آج تک صرف تین ماہ آباد ہوا ہے اور اس مولانا صاحب نے تین مدارس کے رقبہ جات اپنے نام کرا رکھے ہیں جن میں سے صرف ایک آباد ہے۔ اب ہمارے کہنے پر نہ چھوڑتا ہے اور نہ آباد کرتا ہے اور دوسرے بزرگوں کے کہنے پر بھی نہ چھوڑتا ہے نہ واپس کرتا ہے۔ اب آپ صاحبان ہمارا مسئلہ حل فرمائیں:

(۱)......کیا ہم واپس لے سکتے ہیں؟

(۲)......یا یوں ہی غیر آباد رہنے پر خاموش رہیں؟

(۳)......اگر ہم شرعی صورت پر واپس لے سکتے ہیں تو کیا کرنا چاہیے؟

(۴)......اگر وہ مولانا صاحب واپس نہ دے تو واقعی امی جان کو ثواب ملتا رہے گا؟

(۵)......اگر مولانا صاحب واپس دیدے تو کیا اس جگہ کو فروخت کر کے دوسرا مدرسہ چلا سکتے ہیں؟

(۶)......ہم شرعی صورت میں مدرسہ واپس لے کر کسی اور مولانا صاحب کو مہتمم بنا سکتے ہیں؟

سائل ...... حافظ محمد سلیم ولد غلام محمد ارائیں، ڈیرہ غازیخاں

الجواب

یہ اراضی مدرسہ کے نام وقف ہوگئی ہے۔ اب اس کا نہ واپس کرنا جائز ہے اور نہ ہی بیچنا درست ہے۔[1] مہتمم صاحب پر اہل محلہ کی طرف سے دباؤ ڈالا جائے کہ اس کو آباد کرے اور اہل محلہ

التخریج:(۱)...... فاذا تم ولزم لایملک (ای لا یکون مملوکا لصاحبہ) ولایملک ای: لایقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالۃ تملیک الخارج عن ملکہ (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۶ صفحہ ۵۴۰)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

بھی اس کے ساتھ اس کے آباد کرنے اور تعمیرات وغیرہ میں تعاون فرماویں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۲/۵/۹ھ

غیر آباد مدرسہ کی زمین کو فروخت کر کے کسی دوسرے مدرسہ کو وہ رقم دینا:

زید نے اپنی مملوکہ زمین میں سے ایک حصہ ایک دینی عربی مدرسہ کے لئے وقف کیا تھا اور کچھ دیر تک اس جگہ پر تعلیم ہوتی رہی، لیکن اب کافی عرصہ سے نہ تو وہاں قرآن پاک کی تعلیم ہوتی ہے اور نہ ہی عمارت اور درسگاہ باقی رہی ہے بلکہ سب گر کر تباہ ہوگئی ہے اور نہ ہی پھر آئندہ وہاں درسگاہ تعمیر ہونے اور از سر نو مدرسہ قائم ہونے کی امید ہے۔ اگر زید اسی قطعہ زمین کو فروخت کر کے اس کی رقم کسی دوسرے عربی مدرسہ کو دیدے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ کاغذات میں ابھی تک وہ قطعہ زمین اسی زید کی ملکیت ہے۔ سائل ...... عبداللطیف، قصبہ مڑل ملتان

الجواب

موقوفہ زمین کی بیع وشراء کی شرعاً اجازت نہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی ایک زمین وقف کرنے کا ارادہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **تصدق باصلها لايباع ولايورث ولايوهب** (ہدایہ، جلد ۲، صفحہ ۶۱۵)

علاقہ والوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی تعمیر اور آبادکاری کیلئے ہر ممکن کوشش کریں۔
...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۰۶/۴/۱۱ھ

مدرسہ کی زمین میں مدرس کا اپنے لئے سبزی کاشت کرنا:

مدرسہ کے درختوں سے شاخیں کاٹ کر جلانا کیسا ہے؟

کیا مدرس کے لیے مدرسہ کی اشیاء مثلاً درختوں کی لکڑیاں یا اسی طرح مدرسہ میں سبزی اگا کر استعمال کرنا درست ہے؟ جبکہ وہ تنخواہ بھی لیتا ہو اور مہتمم کی طرف سے اجازت ہو۔

سائل ...... محمد نواز، سلطان کھی ملز، ملتان

الجواب

مدرسہ کی انتظامیہ کی اجازت کے ساتھ یہ چیزیں مدرس استعمال کر سکتا ہے۔(1) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفی عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۳/۹/۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

مدرس کیلئے مدرسہ کا کمرہ استعمال کرنے کا حکم:

دیہات میں ایک مدرسہ کے لیے دو کمرے درسگاہ کے طور پر بنائے گئے مقامی بچے دونوں کمروں میں کچھ عرصہ پڑھتے رہے اب بچوں کی تعداد کی کمی کے باعث ایک کمرہ فارغ پڑا ہے۔ مدرسہ کے مدرس جو کہ ناظم مدرسہ بھی ہیں۔ اس فارغ کمرہ کو بطور ذاتی رہائش استعمال کر رہے ہیں اس نیت سے کہ جب بچے زیادہ ہو جائیں گے فارغ کر دونگا۔

یہ رہائش مجبوری کی وجہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ خاندان بڑا ہے مزید انتظام کی قدرت

التخریج: (۱)...... تجوز الزیادہ من القاضی علی معلوم الامام اذاکان لایکفیه وکان عالما تقیا (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۶۶۹) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

نہیں۔ آیا بطور رہائش استعمال کرنا مذکورہ صورت میں جائز ہے یا نہیں۔ جبکہ ایک شخص کہتا ہے کہ یہ جائز نہیں۔

سائل ...... حافظ محمد رمضان، چک نمبر/۴۶ بہاولنگر

الجواب

مدرس عند الضرورت مدرسے کا مکان یا کمرہ رہائش کے لیے استعمال کرسکتا ہے شرعاً اسکی گنجائش ہے۔............................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی خیر المدارس، ملتان	بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہ
۱۸/ ۷/ ۱۴۱۴ھ	مفتی خیر المدارس، ملتان

مدرسہ کی آمدنی کیلئے مدرسہ میں ویگن اسٹینڈ بنانا:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ ایک صاحب نے مدرسہ کے لیے کچھ زمین وقف کردی اور زمین موقوفہ میں مسجد اور مدرسہ تعمیر کیا گیا جو کہ آٹھ کمروں پر مشتمل ہے۔ جس میں سے دو کمرے واقف صاحب نے خود تعمیر کرائے دو کمرے عوام الناس نے اور باقی چار کمرے متولی مدرسہ نے تعمیر کرائے۔ الحمد للہ مدرسہ میں دین متین کی تعلیم عرصہ تیس سال سے جاری ہے جس میں قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ درجہ کتب بھی جاری ہے اب اس مدرسہ کے منتظمین مدرسہ کے کچھ حصہ میں ویگن اسٹینڈ بنانا چاہتے ہیں جس کی آمدنی کا کچھ حصہ مدرسہ کے لیے خرچ ہو گا۔ ویگن اسٹینڈ کے قیام کی وجہ سے مدرسہ میں درج ذیل پریشانیاں عیاں نظر آتی ہیں۔

(۱)...... ویگن اسٹینڈ بنانے کی وجہ سے مسجد میں آنے کے لیے جو متبادل راستہ تجویز کیا گیا ہے اس میں قلت جماعت کا قوی اندیشہ ہے کیونکہ وہ راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے صاف ستھرا نہیں ہے۔

خصوصاً بارش کے دنوں میں وہ راستہ بہت خراب ہوجاتا ہے۔

(۲)......ویگن اسٹینڈ کی وجہ سے مسجد میں آنے والے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور تعلیم میں حرج کا قوی اندیشہ ہے اور نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ میں خلل واقع ہوگا۔ آیا ان حالات میں مدرسہ کی حدود میں ویگن اسٹینڈ بنانے کی گنجائش ہے؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

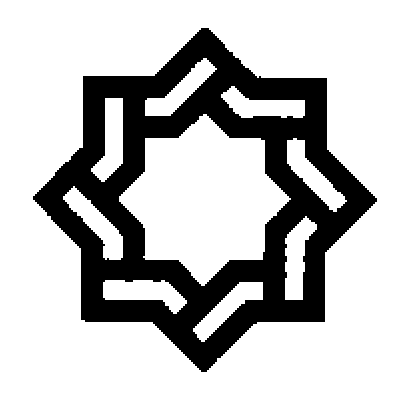
سائل ...... غلام احمد مدرسہ جامعہ محمودیہ عیدگاہ چوٹی زیریں

الجواب

منتظمین کا یہ تصرف (ویگن اسٹینڈ بنانا) جبکہ تعلیم میں خلل کا باعث ہے اور نمازیوں کی قلت کا اندیشہ ہے درست نہیں ہے لہٰذا منتظمین پر لازم ہے کہ اس طرح کے تصرف سے اجتناب فرماویں۔...................................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۶/۳/۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان



ما يتعلق بوظائف المدرسين

عمرہ یا حج کیلئے جانے والا مدرس اِن ایام کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

ایک شخص اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ عمرہ کے لئے جانا چاہتا ہے اور وہ مدرس بھی ہے۔ کیا وہ عمرہ کے دنوں کی تنخواہ مدرسہ سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... حاجی فیض بخش، بوہڑ گیٹ، ملتان

الجواب

نہیں لے سکتا۔[1] البتہ جو رخصتیں دوران سال ملازم کو لینے کا حق ہے ان میں عمرے کیلئے جائے تو استحقاقی رخصت کے ایام کی تنخواہ ملے گی۔[2] اور زائد ایام کی نہیں ملے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
١٣٩٣/٢/١٣ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

التخریج: (١)......لما فی الشامیة: اذا غاب عن المدرسة فاما ان یخرج من المصر او لا فان خرج مسیرة سفر ثم رجع لیس له طلب ما مضی من معلومه بل یسقط وکذا لو سافر لحج او نحوه (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ٦٤١)

وفیه ایضاً: ان المدرس ونحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحیث لایمکنه المباشرة لایستحق المعلوم (شامیہ، جلد ٦، صفحہ ٦٤٢، ط: رشیدیہ جدید)

(٢)......وهل یاخذ ایام البطالة کعید و رمضان؟ لم اره، وینبغی الحاقه ببطالة القاضی واختلفوا فیها،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جو مدرس رمضان میں حج کے لئے چلا جائے وہ سات شوال تک تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

زید کی مدرسہ ھذا سے سالانہ امتحان کے بعد سے افتتاح تعلیم یعنی چھ یا سات شوال تک سالانہ رخصت منظور ہے زید اپنی رخصتوں کے درمیان حج کے لئے چلا گیا اور محرم میں آ کر اپنے کام میں لگ گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شوال کے شروع میں سات دن کے بعد مدرسہ ھذا میں تعلیم شروع ہوئی۔ سات دن جن میں زید بھی تمام مدرسین کے ساتھ تھا جیسے تمام مدرسین ان ایام کی تنخواہ لے رہے ہیں آیا زید بھی ان ایام کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں؟

سائل ...... بندہ رحیم بخش، رئیس شعبۂ تجوید و قرأت خیر المدارس، ملتان

الجواب

صورت مسئولہ میں زید ایام مذکورہ کی تنخواہوں کا مستحق ہے کیونکہ مدرسہ کی جانب سے ان ایام کی عام رخصت ہوتی ہے لہٰذا ان کی تنخواہ وضع کرنا ضابطہ رخصت کے خلاف ہوگا۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۳/۱/۲۴ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

والاصح انه یاخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة "العادة محكمة" (الدر المختار، جلد ۶ صفحہ ۵۷، ط، رشیدیہ جدید)

وفی الشامیة: فحیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثاء والجمعة وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ (شامیہ، جلد ۶ صفحہ ۵۷)

(۱)......وهل یاخذ ایام البطالة کعید و رمضان؟ لم اره، وینبغی الحاقه ببطالة القاضی واختلفوا فیها، والاصح انه یاخذ لانها للاستراحة، اشباه من قاعدة "العادة محكمة" (الدر المختار، جلد ۶ صفحہ ۵۷)

وفی الشامیة: فحیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثاء والجمعة وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ (شامیہ، جلد ۶ صفحہ ۵۷)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

تبلیغ کے چلہ پر جانے والا مدرس تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں؟

ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب مدرسہ کے کسی ایک استاد کو یہ اجازت دیتے ہیں کہ آپ مدرسہ کی جانب سے تبلیغی جماعت میں جاسکتے ہیں یا حکماً کہتے ہیں کہ جائیں آپ کی تنخواہ مدرسہ کی جانب سے بدستور جاری رہے گی۔ اب مہتمم صاحب کی یہ اجازت یا حکم دو حال سے خالی نہیں، مجلس شوریٰ کے مشورہ سے ہوگا یا بدوں مشورہ کے، ہر صورت میں شرعی حکم بیان فرمادیں کہ تنخواہ جائز سمجھی جاوے گی؟ اگر جائز ہے تو کیوں؟ چندہ دینے والے چندہ دیتے ہی اسی لئے ہیں کہ مدرسہ میں تدریسِ قرآن یا کتب کا کام ہورہا ہے نہ کہ تبلیغی جماعت کے لئے، خصوصاً جبکہ چندہ دینے والوں میں سے اکثر افراد تبلیغی جماعت کی ماہیت سے بھی واقف نہیں اور اگر جائز نہیں تو کیوں؟ کیا یہ تبلیغی سلسلہ بقائے دین کا ذریعہ نہیں مثل تدریس کے، نیز لوگوں کی بھلائی اس میں ہے۔ مسئلہ کے ہر پہلو پر محققانہ انداز سے بالتفصیل روشنی ڈالیں۔

سائل ...... خدا بخش، مدرس مدرسہ خدام القرآن، ملتان

الجواب

بہتر تو یہی ہے کہ پڑھائی کے دوران مہتمم صاحب کسی مدرس کو پورے چلے کیلئے نہ بھیجیں لیکن اگر پڑھائی کو حرج نہیں ہوتا تو پھر اس مدرس کی تنخواہ مدرسہ کے فنڈ سے نہیں دینی چاہیے۔[1] مدرس اپنے ذاتی خرچہ پر جائے۔ اگر وہ اس طرح کرنے پر آمادہ نہ ہو تو مہتمم صاحب کسی سے خاص اس کی مدد کے لئے چندہ کریں پھر اس چندہ سے اس مدرس کو بمقدار تنخواہ یا کم وبیش دیدیں اور اگر یہ صورت بھی نہیں ہوسکتی تو اگر شوریٰ کی طرف سے مہتمم کو مدرسہ کے فنڈ میں ایسا تصرف کرنے کی

التخریج: (۱)...... لمافی الشامیة: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة (جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

وفیه ایضاً: ان المدرس ونحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحیث لایمکنه المباشرة لایستحق المعلوم (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۴۲، ط: رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اجازت اور اختیار ملا ہوا ہو اور چندہ دہندگان کو بھی یہ معلوم ہو کہ مہتمم صاحب مدرس کو تبلیغی جماعت میں بھیجا کرتے ہیں اور ان کو تنخواہ بھی دیتے ہیں تو اس صورت میں مدرسہ کی طرف سے تنخواہ دینا درست ہوگا۔(1) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم مدرسہ خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
١٣٨٦/٦/٢ھ

جو معلّمہ بغیر اطلاع حج یا عمرہ پر چلی گئی وہ تنخواہ کی مستحق نہ ہوگی:

ہمارے مدرسہ میں بچیوں کی قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم کے لئے ایک قاریہ صاحبہ رکھی ہوئی ہیں جب کہ ان کی ایک جوان بیٹی بھی ان کے ساتھ رہائش پذیر ہے جو کہ کالج میں پڑھتی ہے، قاریہ صاحبہ خود مطلقہ ہیں، رمضان المبارک سے ایک دو روز قبل قاریہ صاحبہ نے بتلایا کہ وہ کل یا پرسوں عمرہ کے لئے بیٹی کے ساتھ جارہی ہے اور یہ ان کا اچانک پروگرام بن گیا ہے۔ ان کے جانے کے بعد بچیوں سے معلوم ہوا کہ قاریہ صاحبہ حج کر کے آئیں گی ہم نے سمجھا کہ بچیاں عمرہ کو حج سمجھ رہی ہیں لیکن رمضان المبارک کے بعد اطلاع ملی کہ قاریہ صاحبہ وہاں حج کے لئے رک گئی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ قاریہ صاحبہ کا بغیر اجازت عمرہ کے لئے جانا اور وہاں غیر قانونی طور پر حج کے لئے رک جانا جوان بچی کے ساتھ اور بغیر محرم کے اور انتظامیہ کو آخر تک لاعلم رکھنا، سعودی عرب میں غیر محرموں کے ساتھ قیام کرنا اور ان کے ساتھ حج کرنا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سائل ...... محمد انور، ممبر مجلس شوریٰ، وہاڑی

(1)...... والمعروف عرفا کالمشروط شرطا (الاشباہ والنظائر، صفحہ ٩٩) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

مدرسہ والوں کو اطلاع دیئے بغیر اتنی لمبی چھٹی کرنا درست نہیں۔ اسی طرح بغیر محرم کے ان کا سفر پر جانا شرعاً حرام ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر عورت کے ساتھ محرم نہ ہو تو اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا۔ قال فی البدائع فی شرائط فرضیة الحج: فاما الذی یخص النساء فشرطان: احدھما: ان یکون معھا زوجھا او محرم لھا فان لم یوجد احدھما لایجب علیھا الحج (بدائع، جلد ۲، صفحہ ۲۹۹، ط: رشیدیہ کوئٹہ)

وعن النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم: الا لاتحجن امراۃ الا ومعھا محرم (کذا فی البذل، جلد ۳، صفحہ ۷۹)........................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۱۲/۱۸ھ

صورت مسئولہ میں وہ تنخواہ کی شرعاً حقدار نہیں۔

فان خرج مسیرۃ سفر ثم رجع لیس لہ طلب ما مضی من معلومہ بل یسقط، وکذا لو سافر لحج ونحوہ (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۴۱)........... فقط والجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

مدرسین کو شعبان ورمضان کی تنخواہ دینا جبکہ انہوں نے ان دو مہینوں میں کام نہیں کیا: مسلسل بیمار مدرس یا ملازم تنخواہ کا استحقاق رکھتا ہے یا نہیں؟

(۱)...... ہمارے دینی مدارس میں جو مدرسین یا ملازمین کو چھٹیاں ایک ماہ یا کم وبیش ملتی ہیں اور ان کی تنخواہ باقاعدہ دی جاتی ہے۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ ہمارے ہاں اکثر و

بیشتر یہی صدقات وزکوٰۃ کی رقوم ہی استعمال کی جاتی ہیں جبکہ کام نہ کیا ہو تو تنخواہ وغیرہ میں ایسی رقوم خرچ کرنا کس طرح جائز ہے؟

(۲)...... مسلسل بیماری کی حالت میں مدرسین یا ملازم تنخواہ لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟ آپ کے ہاں اس کا ضابطہ کیا ہے؟

(۳)...... شعبان سے لے کر شوال تک جو ہمارے مدارس میں چھٹیاں ملتی ہیں ان کی تنخواہیں باقاعدہ دی جاتی ہیں، حالانکہ اندازاً دو ماہ مسلسل مدرس نے کام نہیں کیا اس کی کیا صورت ہے؟ مفصل جواب سے مطلع فرماویں۔

سائل ...... سراج دین، مدرسہ رحیمیہ کلورکوٹ، میانوالی

الجواب

(۱۔۲۔۳)...... ظاہراً یہ سوال چندہ کے متعلق ہے سو اصل یہ ہے کہ ایسے اموال میں کسی تصرف کا جواز وعدم جواز چندہ دہندگان کے اذن ورضاء پر موقوف ہے اور مدرسہ کا مہتمم ان چندہ دہندگان کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کو جس تصرف کا اذن دیا گیا ہے وہ تصرف اس وکیل کے لئے جائز ہے پس جس مہتمم نے مدرسین کو مقرر کیا ہے اگر اس مہتمم کو چندہ دہندگان نے اس صورت کے متعلق کچھ اختیارات دیدیئے ہیں اور مہتمم نے ان مدرسین وملازمین سے ان اختیارات کے موافق کچھ شرائط طے کر لی ہیں تو ان شرائط کے موافق تنخواہ دینا جائز ہے۔[1] اور اگر صراحۃً اختیارات وشرائط مقرر نہیں ہوئے ہیں لیکن مدرسہ کے قواعد مدوّن ومعروف ہیں تو وہ بھی مثل مشروط کے ہونگے۔[2] اور اگر نہ مصرح ہیں اور نہ معروف ومدوّن تو دوسرے مدارس اسلامیہ میں جو معروف ہیں ان کی

التخریج: (۱)...... فی الدر المختار: شرط الواقف کنص الشارع (جلد ۶، صفحہ ۶۶۴)

(۲)...... المعروف عرفاً کالمشروط شرعاً (الاشباہ صفحہ ۹۹) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اتباع کی جائے گی۔ (کذا فی امداد الفتاویٰ، جلد۳، صفحہ ۳۴۷)

ہمارے مدرسہ ''خیر المدارس'' کا ضابطہ یہ ہے کہ تعطیلات رمضان کی تنخواہ بھی دیتے ہیں اور ایک ماہ کی بیماری بھی باتنخواہ شمار ہوتی ہے۔

اس تفصیل میں آپ کے تمام سوالوں کا جواب آ گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳/ ۷/ ۱۳۸۶ھ

(۱) جمعہ اور رمضان کی تعطیلات کی تنخواہ کا مدرس مستحق ہے:

(۲) اگر جمعرات اور ہفتہ کی غیر حاضری کی ہو تو جمعہ کے دن کی تنخواہ کا کیا حکم ہے؟

(۱)...... مدارسِ اسلامیہ کے مدرسین کو ماہِ رمضان کی تعطیلات کی تنخواہ دینی چاہیے کہ نہیں؟

(۲)...... جمعہ کے روز کی تنخواہ کاٹ سکتے ہیں یا نہیں بالفرض اگر کوئی مدرس جمعرات کو مدرسہ نہ حاضر ہوا اور ہفتہ کو بھی نہ آیا تو پھر جمعہ کے روز کی تنخواہ کاٹ سکتے ہیں؟

سائل ...... عبد المجید ڈاکیا، ڈونگہ بونگہ، بہاولنگر

الجواب

(۱)...... رمضان کی تعطیلات کی تنخواہ مدرسین کو دینی چاہیے، تمام مدارس اسلامیہ کا عرف یہی ہے۔

لما فی الدرالمختار: وهل یاخذ ایام البطالة کعید و رمضان؟ لم ارهٗ، وینبغی الحاقة ببطالة القاضی واختلفوا فیها، والاصح انه یاخذ لانها للاستراحة. اشباه من قاعدة "العادة محکمة" (الدرالمختار، جلد۶، صفحہ ۵۷۰)

وفی الشامیة: قال الفقیه ابو اللیث ومن یاخذ الاجر من طلبة العلم فی یوم

لادرس فيه ارجو ان يكون جائزاً، وفيه ايضاً: قلت هذا ظاهر فيما اذا قدر لكل يوم درس فيه مبلغاً، اما لو قال: يعطى المدرس كل يوم كذا، فينبغي ان يعطى ليوم البطالة المتعارفة بقرينة ما ذكره في مقابله من البناء على العرف، فحيث كانت البطالة معروفة في يوم الثلاثاء والجمعة وفي رمضان والعيدين، يحل الاخذ وكذا لو بطل في يوم غير معتاد لتحرير درس (الخ) (شامیہ، جلد۶، صفحہ ۵۷۱)

ان دونوں روایتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جمعہ کے روز کی تنخواہ بھی کاٹنا جائز نہیں، البتہ اگر مدرس نے رخصت لئے بغیر جمعرات اور ہفتہ کے دن کی غیر حاضری کی ہے تو پھر ان تینوں دنوں کی اجرت کا مستحق نہ ہوگا۔............................ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	معین مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۷۹/۳/۸ھ

استحقاقی چھٹیاں دینے میں مہتممین حضرات بخل نہ کریں:

ایک آدمی دینی ادارہ میں بحیثیت مدرس کام کر رہا ہے اور اس کے کام سے انتظامیہ بھی مطمئن ہے لیکن بامر مجبوری مدارس کے قوانین کے تحت اس مدرس کو رخصت کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ نیز وہ مدرس رخصت لینا چاہتا ہے ایک یا دو دن کی تو اس میں آیا کسی حدیث یا قرآن یا فقہی اقوال سے یا کسی قانون کے تحت اس کو روکا جاسکتا ہے۔ اگر روکا جاسکتا ہو تو وہ حوالہ بصورت قرآن یا حدیث یا فقہ تحریر فرمادیں۔ اور اگر نہیں روکا جاسکتا تو وضاحت فرمادیں۔

سائل ...... احمد حسن، کوٹ چھٹہ

الجواب

مدارس کے عام قانون کے مطابق مدرس بوقتِ ضرورت رخصتِ اتفاقیہ لینے کا حقدار ہے

اس قانون کے تحت مدرس منظور شدہ چھٹیاں لینے کا حقدار ہے۔انتظامیہ کو چاہیے کہ بوقتِ ضرورت مدرس کو چھٹی دیدے۔(۱)..........فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

مفتی خیر المدارس، ملتان ۱۴۲۸/۱/۳ھ

مدرس کی تقرری ۲ شوال کو ہوئی حاضری ۱۰ شوال کو دی اور تدریس ۲۶ شوال کو شروع ہوئی، تو تنخواہ کس تاریخ سے دی جائے؟

ایک شخص کی تقرری ایک مدرسہ میں تدریس کیلئے ۳/۲ شوال المکرم کو ہوئی اور مہتمم صاحب سے وعدہ یہ ہوا کہ مدرس ۱۵ شوال سے قبل آپ کے مدرسہ میں تدریسی فرائض سرانجام دینے کیلئے پہنچ جائے گا، چنانچہ وہ دس شوال کو مدرسہ میں پہنچ گیا، لیکن نہ مدرسہ میں کوئی تعلیمی انتظام اور نہ ہی مہتمم صاحب کی حاضری، مدرس نے ۱۵ تاریخ تک مہتمم صاحب کا انتظار کیا، آخر کار ناامید ہو کر واپس چلے گئے پھر مہتمم صاحب جا کر مدرس کو لے آئے اور ۲۶ شوال کو مدرس نے اپنا تدریسی کام سنبھالا۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا شوال کی مکمل تنخواہ جو کہ ۶۰۰ روپے بنتی ہے از روئے شریعت یہ مدرس مہتمم صاحب سے وصول کر سکتا ہے یا نہیں, اگر مکمل وصول نہیں کر سکتا تو ۱۵ دن کی یا صرف پانچ دن کی (جتنے دن اس نے تعلیمی کام کیا ہے) لے سکتا ہے یا بالکل ہی نہیں لے سکتا؟ مہربانی فرما کر جواب دے کر تسلی فرمادیں۔

سائل ...... محمد حبیب اللہ، مدرس فیض القرآن، ڈیرہ غازیخان

التخریج: (۱)...... فحیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثاء والجمعة وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ وکذا لو بطل فی یوم غیر معتاد (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۷۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

صورت مسئولہ میں ۱۰ شوال سے تنخواہ دی جائے کیونکہ حاضری اسی تاریخ کو ہے۔

وفی الحموی سئل المصنف عمن لم یدرس لعدم وجود الطلبة فھل یستحق المعلوم؟ أجاب: ان فرّغ نفسه للتدریس بأن حضر المدرسة المعینة لتدریسه استحق المعلوم (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۷۰)..............................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۷/۲/۱۴۰۶ھ

مہتمم اگر شعبان ورمضان میں مدرسہ کے کاموں میں مشغول رہے تو کیا دیگر مہینوں میں رخصت لینے کا مستحق ہے؟

مدرسہ کا مہتمم تعلیمی سال کے دوران تبلیغ میں ''چلہ'' لگاتا ہے جبکہ سالانہ تعطیلات بھی ہوتی ہیں ان میں بھی وقت لگایا جا سکتا ہے، مگر مہتمم کی طرف سے یہ عذر ہوتا ہے کہ چھٹیوں میں لوگ مدرسہ کا تعاون کرتے ہیں میرا حاضر رہنا اس عرصہ میں ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ مہتمم کے لئے اس عرصہ میں تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد یٰسین، چوک اعظم

الجواب

اگر مہتمم صاحب سالانہ تعطیلات میں مدرسہ کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں چھٹی نہیں کرتے سالانہ منظور شدہ چھٹیاں لے کر دوران سال چلہ لگاتے ہیں یا اپنی دوسری ضرورت میں وقت صرف کرتے ہیں۔ تو شرعاً اس کی گنجائش ہونی چاہیے بشرطیکہ تعلیمی نظام میں خلل واقع نہ ہو،

جیسے دوسرے مدرسین سالانہ تعطیلات کی تنخواہ لیتے ہیں ایسے ہی مذکورہ مہتمم کے لئے بھی شرعاً تنخواہ لینے کی گنجائش ہوگی۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۹/۶ھ

حج پر جانے والے مدرس کو ذوالحجہ کی چھٹیوں کی تنخواہ ملے گی یا نہیں؟

(۱)...... بندہ نے تین ذوالحجہ سے سات تک پانچ یوم کی رخصت لی اور یہ خیال کر کے کہ اگر حج کی منظوری ہوگئی تو حج پر چلا جاؤں گا اور درخواست دے کر چلا گیا تھا، جس میں ۱۹ ذوالحجہ سے (یعنی جس دن سے عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے بعد تعلیم شروع ہوتی ہے) دس دن کی مزید رخصت لی تھی غرضیکہ درمیان میں جو ۹ یوم کی عام تعطیلات ہوتی ہیں ان ایام کی تنخواہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲)...... اس سے قبل ایک سال رمضان میں حج کے لئے گیا تھا اور محرم میں واپسی ہوئی تھی۔ اس سال کی عیدالاضحیٰ کی رخصتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳)...... اس سے دو سال قبل مسلسل ذوالقعدہ کے آخری ایام تک تعلیم کا کام کر کے چند یوم حج کے لئے گیا تھا، اوران میں ہی عیدالاضحیٰ کی رخصتیں آتی ہیں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ غرض چار سال میں تین طرح جانا ہوا ہر ایک کا حکم بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل ...... حضرت اقدس مولانا قاری رحیم بخش صاحب
صدر شعبہ تجوید القرآن خیر المدارس، ملتان

الجواب

(۱)...... صورت مسئولہ میں پانچ یوم کی رخصت جو لی گئی ہے وہ ختم ہوگئی ہے اور اس کے بعد جو تعطیلات خود مدرسہ سے مل گئیں پھر جب ۱۹ ذوالحجہ کو حاضری دینی تھی، تو دوسری درخواستِ رخصت

کے منظور ہو جانے کی وجہ سے چھٹیوں کی تنخواہ کا استحقاق ثابت ہونا چاہیے۔لہٰذا حسب عرف مدرسہ چھٹیوں کی تنخواہ لینا جائز ہے۔

(۲)......رمضان شریف میں جانے والے مدرس کو جبکہ وہ محرم میں حاضر ہوا تعطیلات عید الاضحیٰ کا استحقاق نہیں ہے۔[1]

(۳)......اس صورت میں تعطیلات کے ایام کا استحقاق نہیں ہے۔[2] ...... فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۸/۱۲/۱۳۹۳ھ

تعطیلات میں کسی دوسری جگہ درس قرآن شروع کرنے سے چھٹیوں کی تنخواہ کا استحقاق ختم نہیں ہوتا:

(۱)......اگر ایک مدرسہ سے ایک مدرس سبکدوش ہو جائے قبل از تعطیلاتِ سالانہ (مثلاً جمادی الاولیٰ یا ثانیہ میں) پھر دوسرے مدرسہ کیساتھ عقد کرے۔آیا اس مدرس کا اس دوسرے مدرسہ پر اس سال کی تعطیلات کا تنخواہ ہوتا ہے یا نہیں؟ دلائل سے واضح کرکے ہم کو ممنون فرماویں۔

(۲)......اگر مدرس اپنی خوشی سے مدرسہ کو استعفیٰ دیدیں تو اس مدرس کا تنخواہِ رجب اس مدرسہ پر واجب ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ جبکہ رجب سے پہلے چلا گیا ہو۔

(۳)......اگر ایک مدرس بدوں اجازتِ مدرسہ ایامِ تعطیلات میں دوسری جگہ بے تنخواہ درس شروع کریں تو کیا اس مدرس کیلئے مدرسہ پر تعطیلات کا تنخواہ لازم ہے؟

سائل ...... مولوی محمد زمان، جامعہ مدینۃ العلوم، میر علی شاہ شمالی وزیرستان

التخریج: (۱،۲)...... ان المدرس ونحوہ اذا اصابہ عذر من مرض او حج بحیث لایمکنہ المباشرۃ لایستحق المعلوم (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۴۲، ط: رشیدیہ جدید) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

(۱)......اگر مدرسہ والے جواب دیں تو عام مدارس کے قاعدہ کے مطابق تنخواہ دی جاتی ہے اور اگر مدرس صاحب خود جواب دیں تو پھر تنخواہ نہیں دی جاتی۔[1]

(۲)......نہیں۔(لفسخ الاجارۃ)

(۳)......تعطیلات ہی میں دوسری جگہ کام کرتے ہیں تو انکو تنخواہ دی جائے۔فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۱۰/۱۹ھ

مدرس کی علیحدگی کی صورت میں شعبان ورمضان کی تنخواہ کا حکم:

(۱)......مروجہ دینی مدارس میں جب کوئی مدرس سال کے اختتام پر یعنی شعبان میں اپنا معاہدہ ختم کردے یعنی استعفیٰ دیدے تو شعبان اور رمضان کی تنخواہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

(۲)......صورت مذکورہ میں اگر مہتمم مدرس کو فارغ کردے تو مہتمم کے ذمہ دو ماہ مذکورہ کی تنخواہ واجب الاداء ہے یا نہیں؟

سائل ......خلیل الرحمٰن، ممتاز آباد ملتان

الجواب

اگر مدرس خود استعفیٰ دیدے تو رمضان المبارک کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہوگا اور اگر مدرسہ والے مدرس کو الگ کردیں تو رمضان المبارک کی تنخواہ دے کر الگ کیا جائے۔شعبان المعظم کی تنخواہ ہر حالت

التخریج:(۱)......والمعروف عرفا کالمشروط شرطا (الاشباہ والنظائر، صفحہ ۹۹)

وکذا فی ''آئینہ آئین وقواعد خیر المدارس ملتان'' (صفحہ ۸۱)

میں مدرس کو ملے گی۔[1] مدرسہ "خیر المدارس" ملتان کا بھی یہی اصول ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۹/۸/۱۳۹۳ھ

مدرس کے مستعفی ہونے یا مدرسہ کی طرف سے فارغ کرنے پر رمضان کی تنخواہ کا استحقاق ہے یا نہیں؟

آج کل مدارس عربیہ میں جو عام اصول جاری ہے کہ مدرس کو اواخرِ رجب یا اوائلِ شعبان مدرسہ سے فارغ کر دیا جاتا ہے اور ان دونوں مہینوں کی تنخواہ نہیں دی جاتی یا مدرس خود مستعفی ہوتا ہے تو دار الاہتمام کی جانب سے ان دو مہینوں کی تنخواہ نہیں ملتی۔ آپ بتائیں کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے کہ ان دو مہینوں کی تنخواہ مدرس لے سکتا ہے یا نہیں؟ خصوصاً ابتدا سال میں یہ بات طے ہوئی ہے، مثلاً مہتمم صاحب نے کہا کہ ہم آپ کو ایک سال کے لئے رکھیں گے اس سال ہم دیکھیں گے اگر مفاد معلوم ہوا تو ہم رکھیں گے ورنہ نہیں۔ اب اگر منجانب اہتمام یا منجانب مدرس فراغت کی صورت پیدا ہو جائے تو بقیہ مہینوں کی تنخواہ لینے کا کیا مسئلہ ہے جبکہ منجانب اہتمام ایسے احوال پیدا کیے جاتے ہیں کہ تنگ آ کر مدرس خود چھوڑ دے۔

سائل ...... محمد اسحاق، حبیب آباد طاہر والی، احمد پور شرقیہ

الجواب

ہمارے مدرسہ اور اکثر مدارس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو مدرس تعلیمی سال پورا کر کے

(۱)...... شاید یہ حکم اس وقت کا ہے جب امتحانات شعبان کے وسط میں ہوتے تھے۔ لہٰذا رجب میں از خود مستعفی ہونے والا مدرس شعبان کی تنخواہ کا حقدار نہ ہوگا۔ فقط بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

از خود مستعفی ہو جائے تو وہ بقیہ سال کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہوگا، البتہ جس مدرس کو کسی خاص مصلحت یا عدم ضرورت کی وجہ سے فارغ کیا جائے تو وہ رمضان المبارک کی تنخواہ کا مستحق ہوگا (آئینہ، آئین وقواعد خیر المدارس ملتان صفحہ ۸۱)

صورت مسئولہ میں جب مدرس نے تعلیمی سال مکمل کرلیا ہے اور علیحدگی مدرسہ کی طرف سے کی جارہی ہے تو ایام تعطیل کی تنخواہ دینی چاہیے بالخصوص جب کہ معاہدہ بھی سال کا ہے، اگر علیحدہ کرنے کا تمام تر ذمہ دار مدرسہ ہے مدرس کا کوئی عمل اس کا سبب نہیں تو دیانۃً رمضان کی تنخواہ لینا دینا جائز ہے۔ گو بظاہر استعفیٰ مدرس کی جانب سے پیش ہو۔ نوٹ واضح رہے کہ ہمارے مدرسہ میں تعلیمی سال وسط شعبان میں ختم ہو جاتا ہے تعلیمی سال کے دوران علیحدگی کی صورت پیش آئے تو اس کیلئے ضابطہ اور ہے۔..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۹/۳/۲۹ھ

(۱) اگر مدرس خود مستعفی ہو تو شعبان ورمضان کی تنخواہ کا مستحق نہیں:

(۲) نئے مدرسہ میں حاضری سے قبل تنخواہ لینا:

(۳) ماہ شوال میں مدرس کا جواب دینا کیسا ہے؟

(۱)......ایک شخص تقریباً بیس سال سے ایک دینی مدرسہ میں عربی مدرس ہے اب تعلیمی سال کے اختتام پر مدرسہ کے مہتمم کو اپنا استعفیٰ پیش کر کے کسی دوسرے مدرسہ میں جانا چاہتا ہے تو کیا اس صورت میں وہ ایام تعطیلات کی تنخواہ وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲)......اگر دوسرے مدرسہ کے مہتمم سے پہلے یہ شرط طے کرلی جائے کہ اگر پہلے مدرسہ سے ایام

تعطیلات کی تنخواہ نہ ملی تو پھر آپ کو یہ ذمہ داری قبول کرنا ہوگی اور وہ مہتمم اس شرط کو قبول کرلے تو کیا شرعاً یہ جائز ہے؟

(۳)......اگر پہلے مدرسہ میں خاموشی سے ایام تعطیلات کی تنخواہ وصول کرلے اور شوال کی ابتدا میں مدرسہ کے مہتمم کو جواب دیدیا جائے کہ تم اپنا انتظام کرلو تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟

سائل ...... مولوی عطاء الرحمٰن، دار العلوم مدنیہ بہاولپور

الجواب

(۱۔۲)......ملازمت ختم کر لینے کے بعد استحقاق اجرت نہیں رہتا۔ **وهل ياخذ ايام البطالة كعيد و رمضان؟ لم اره، وينبغي الحاقة ببطالة القاضي، واختلفوا فيها، والاصح انه ياخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة "العادة محكمة"** (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۷۰)

مستعفی ہونے کی صورت میں اسے استراحت قرار نہیں دے سکتے۔ اور نہ ہی اس استراحت کا سابقہ مدرسہ کو کوئی فائدہ ہے۔ نیز اجارہ ختم ہوجانے کے بعد استحقاق اجرت نہیں ہوتا۔

دوسرے مدرسہ سے بھی بدوں حاضری تنخواہ وصول کرنا درست نہیں۔ اس کی بجائے مشاہرے میں اضافے کی کوئی مناسب صورت ہونی چاہیے۔

(۳)...... یہ ایک قسم کا دھوکا ہے جو اہل علم کے اخلاق سے بعید ہے۔ اس صورت میں دیانۃً شعبان رمضان کی تنخواہ واپس کرنی چاہیے۔...................................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۰/۶/۱۴۰۶ھ

مدرس کو شعبان و رمضان کی پیشگی تنخواہ دینے کے بارے میں حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کے ایک ارسال کردہ استفتاء کا محققانہ جواب:

بعض دینی مدرسوں میں اس کا معمول ہے کہ تعطیلات کی تنخواہ پہلے دیتے ہیں چاہے ملازم و مدرس بعد تعطیلات کام پر آئے یا نہ آئے اس طرز عمل میں کچھ شبہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے سوال ہے کہ اگر مدرس بعد میں نہ آئے تو اس کیلئے وہ تنخواہ حلال ہے یا نہیں یا پہلے سے استعفیٰ دیدے تو مہتمم کا دینا اور اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ شبہ کا مبنیٰ یہ عبارتیں ہیں۔

(۱)...... سوال: عربی مدارس میں رمضان شریف کی تعطیلات ہوتی ہیں تو اس کی تنخواہ کا بلا معاوضہ ہونا تو ظاہر ہے، باقی وقت بھی مدرس اپنا وقت مدرسہ میں محبوس نہیں رکھتا تو اس کی وجہ سے تنخواہ لینا اس کو کیسے درست ہے اگر مدرسہ کا مہتمم کسی مدرس کو شعبان کی ۲۹ تاریخ کو ملازمت سے علیحدہ کر دے تو یہ مدرس رمضان کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں؟ مدرس مدرسہ میں بحال رہتے ہوئے رمضان کی تعطیل میں رمضان کی تنخواہ کا کب مستحق ہوگا؟ جب سب رمضان ختم ہو جائے یا ختم شعبان پر؟

جواب: ''تنخواہ تو ایام عمل ہی کی ہے مگر تعطیل کا زمانہ تبعاً ایام عمل کے ساتھ ملحق ہوتا ہے تا کہ استراحت کر کے ایام عمل میں عمل کر سکے'' اس سے سب اجزاء کا جواب نکل آیا، اول کا یہ کہ ''یہ حکماً بلا معاوضہ کام کے نہیں'' دوسرے کا یہ کہ ''شعبان کے ختم پر معزول ہو جانے سے تنخواہ نہ ملے گی اور عدم عزل میں رمضان کے ختم پر تنخواہ ملے گی بشرطیکہ شوال میں بھی کام کیا ہو۔'' (امداد الفتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۴۸)

۲...... درمختار کتاب الوقف میں ہے: وهل ياخذ ايام البطالة كعيد و رمضان؟ لم اره، وينبغي الحاقة ببطالة القاضي، واختلفوا فيها، والاصح انه ياخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة "العادة محكمة" (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۵۷۰)

شامی میں ہے کہ: قال في الاشباه: وقد اختلفوا في اخذ القاضي ما رتب له في بيت المال في يوم بطالته، فقال في المحيط: انه ياخذ لانه يستريح لليوم الثاني وقيل لا اھ (شامیہ، جلد۵، صفحہ ۵۷)

استراحت للیوم الثانی سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر یوم ثانی کا کام کرنا ہو تو استراحت للیوم الثانی ثابت ہوتی ہے ورنہ نہیں، تو تعطیلات مابعد کے تابع ہیں اور اجیر خاص میں گو عمل کی قید نہیں مگر اجرت تو بعد تسلیم نفس ہوگی اس لئے اس طرح بھی بعد از تسلیم نفس تنخواہ کا مستحق ہوگا، اگر تسلیم حقیقی یا حکمی رہے۔ لیکن علت استراحت للیوم الثانی میں عمل یوم الثانی شرط ہوگا، اور اجیر خاص کے احوال میں عمل لیوم الثانی شرط نہیں، تسلیم نفس کافی ہے، یعنی تیس رمضان کو کوئی اگر استعفیٰ دیدے تو استراحت کی علت پر تنخواہ کا مستحق نہیں ہوگا اور اجیر کے معاملہ پر مستحق معلوم ہوتا ہے۔ العادۃ محکمۃ میں یہ بھی داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کہ مثلاً ان بعض مدارس کا خواہ ایک ہو یا چند یا اس کے نواح کے کل کا معمول بھی یہی ہے کہ تعطیل ماقبل کے تابع ہے تو تنخواہ پہلے دی جائے۔

سائل ...... جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ، لاہور

الجواب

صورت مسئولہ میں جو قواعد ان عبارت سے مستنبط ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱)...... جو مدرس از خود ۲۹ شعبان کو استعفیٰ دیدے وہ رمضان شریف کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔

لعدم العلة وهي الاستراحة للعمل مرة ثانية۔

(۲)...... جو مدرس تیس رمضان کو استعفیٰ دیدے وہ مستحق تنخواہ نہ ہوگا۔ لعدم العلة المذكورة.

(۳)...... مہتمم کو پیشگی تنخواہ دینا از مال وقف جائز نہ ہوگا، کیونکہ جب یہ احتمال ہے کہ مدرس بعد از رمضان شاید حاضر نہ ہو تو پھر پیشگی تنخواہ دی ہوئی واپس لینا مشکل ہوگا۔

(۴)...... مہتمم از خود کسی مدرس کو معزول کرتا ہے تو اس صورت میں رمضان کی تنخواہ دینی چاہیے،

کیونکہ مدرس کا ارادہ اور عزم آئندہ سال تعلیم کا تھا مہتمم نے اپنے مصالح کی بناء پر الگ کر دیا ہے تو اس صورت میں اس کا استحقاق باقی رہے گا۔ .... فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء خیر المدارس، ملتان

۵/۸/۱۳۷۵ھ

اگر مہتمم کسی مدرس کو شعبان کے آخر میں معزول کر دے تو وہ رمضان کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں؟ جامعہ قاسم العلوم ملتان اور جامعہ دار العلوم کراچی کے متضاد فتووں میں محاکمہ:

دو متضاد فتوے مزید تحقیق کیلئے آپ کی خدمت میں ارسال ہیں ان میں سے کونسا صحیح ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مہتمم صاحب نے ایک مدرس کو شعبان کی ۱۹ تاریخ کو مدرسہ سے معزول کر دیا اور رمضان شریف کی سالانہ دستوری تعطیل کی تنخواہ دینے سے انکار کرتا ہے۔ آیا اس صورت میں مہتمم صاحب کو تعطیل رمضان کی تنخواہ دینی لازم ہوگی یا نہیں؟ محمد رحیم، مہتمم ''انوار العلوم'' جیکب آباد

الجواب (از دار الافتاء قاسم العلوم ملتان)

اگر مدرسہ نے مدرس کو فارغ کر دیا ہے تو قاعدہ کے تحت رمضان المبارک کی تنخواہ دیکر فارغ کرنا چاہیے، مدرسہ ''قاسم العلوم'' اور ''خیر المدارس'' کا یہی اصول ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

۱۲/۱۰/۱۴۰۰ھ

الجواب (از دار الافتاء دار العلوم کراچی)

تنخواہ تو ایامِ عمل کی ہونی چاہیے، مگر تعطیل کا زمانہ تبعاً ایامِ عمل کے ساتھ ملحق کر دیا جاتا ہے

تا کہ استراحت کر کے ایام عمل میں عمل کیا جا سکے، لیکن جب شعبان کے ختم پر معزول کر دیا گیا تو ایسی صورت میں ایام تعطیل کا زمانہ ایامِ عمل کے ساتھ ملحق نہ ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں مہتمم صاحب پر رمضان کی تعطیل کی تنخواہ دینی لازم نہیں ہے۔ (مثلہ فی امداد الفتاویٰ جلد ۳، صفحہ ۳۴۸)۔

.... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد عبدالواحد

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ — دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

۱۴۰۰/۱۱/۲۸ — ۱۴۰۰/۱۱/۲۸

الجواب (از دارالافتاء خیر المدارس ملتان)

حضرت اقدس تھانویؒ کی امداد الفتاویٰ میں جو تحریر ہے اسکا خلاصہ یہ ہے "کہ اصل تو اعتبار ان شرائط کا ہے جو بوقت اجارہ باہم طے کر لی جائیں اگر شرائط نہ طے کی جائیں، لیکن مدرسہ کے قواعد مدون و معروف ہیں تو وہ بھی مثل مشروط کے ہیں اور اگر نہ مصرح و نہ معروف ہیں تو دوسرے مدارس اسلامیہ میں جو معروف ہیں ان کی اتباع کی جائے۔" (امداد الفتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۴۷)

بظاہر صورت مسئولہ کا تعلق بھی آخری صورت سے ہے کیونکہ کہ معروف و مشروط ہوتے تو نزاع کی نوبت نہ آتی۔ لہٰذا اس صورت میں مدارس عربیہ کا اتباع کیا جاوے اور معتبر و معروف مدارس عربیہ کا ضابطہ وہی ہے جو قاسم العلوم کے فتویٰ میں درج ہے۔ اسی پر عمل کیا جائے۔.. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — محمد انور عفی عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۴۰۱/۱/۱۴ھ

استعفیٰ دینے کے وقت سے استعفیٰ منظور ہونے تک مدرس تنخواہ کا حقدار ہے جبکہ کام کرنا بند نہ کیا ہو:

ایک مدرس ۲۵ سال سے ایک مدرسہ میں پڑھا رہا تھا اس نے مؤرخہ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۷۳ء بمطابق ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ کو اپنا استعفیٰ مہتمم کو پیش کر دیا اور پھر مہتمم صاحب نے ۵/نومبر ۱۹۷۳ء بمطابق ۹ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ کو اس مدرس کا استعفیٰ منظور کیا اور ۱۵/ اکتوبر سے لے کر ۵/نومبر تک وہ مدرس مدرسہ میں با قاعدہ طور پر اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ تو کیا مذکورہ بالا صورت میں وہ مدرس مدرسہ کے قواعد وضوابط کی رو سے اپنی کارکردگی کی تنخواہ لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد یٰسین، خادم مدرسہ قاسم العلوم، جڑانوالہ

الجواب

صورت مسئولہ میں سائل اس تاریخ تک تنخواہ کا مستحق ہے جس تاریخ کو استعفیٰ منظور کیا گیا قبل ازیں وہ بدستور مدرسہ کا ملازم متصور ہوگا، خصوصاً جبکہ وہ کام بھی کرتا رہا ہو۔[1] فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۳/۱۲/۲۰ھ

بیمار یا معذور مدرس کو مدرسہ کے فنڈ سے وظیفہ یا پنشن دینا:

ایک عالم دین ایک ہی مدرسہ میں ۲۷ سال تک قرآن پاک پڑھاتے رہے ہیں اس دوران وہ سخت بیمار ہوگئے۔ ان کا اس تنخواہ کے علاوہ کوئی بھی ذریعہ آمدن نہیں ہے اور اہل علاقہ بھی

التخریج: (۱)...... یجب الاجر باستیفاء المنافع (عالمگیریہ، جلد ۴، صفحہ ۴۱۳) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

چاہتے ہیں کہ ٹھیک ہو کر یہاں پڑھائیں تو ان کی بیماری کے ایام میں کیا مدرسہ کے چندہ اور فنڈ والی رقم سے ان کا وظیفہ جاری رکھا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲)......دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک عالم یا قاری صاحب اپنی زندگی میں ایک ہی مدرسہ میں پڑھاتے رہے اور پھر بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے پڑھانے کے قابل نہ رہے اور ان کا مستقل کوئی ذریعہ آمدن بھی نہیں تو کیا انہیں بھی مدرسہ کی رقم سے وظیفہ جاری کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن سنت کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل ...... فیاض احمد عثمانی، ناظم ماہنامہ "الخیر" ملتان

الجواب

(۱)......اس میں مدارس کے عرف پر عمل ہوگا مدارس میں جتنے دن کی سال میں رخصت ہوتی ہے اتنے دن کی تنخواہ مدرس مذکور کو چندہ میں سے دینا جائز ہے۔[1] ان ایام سے زائد کی تنخواہ مدرسہ کے عام چندہ سے دینا درست نہیں۔ اس کے لئے ایک الگ فنڈ جمع کیا جائے اہل علاقہ و دیگر مخیر حضرات اس میں عطیات جمع کروائیں پھر اس سے اس مدرس کو تا صحت تنخواہ دی جائے تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے۔

(۲)......ان کے لئے بھی الگ فنڈ جمع کیا جائے مدرسہ کے عام چندہ سے ان کو وظیفہ دینا جائز نہیں۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۴/۱۱ھ

التخریج: (۱)......فی الدرالمختار: امام یترک الامامة لزیارة اقربائه فی الرساتیق اسبوعا او نحوه او لمصیبة او لاستراحة لاباس به ومثله عفو فی العادة والشرع (الدرالمختار، جلد ۶، صفحہ ۶۴۱، ط، رشیدیہ جدید)

مستقل یا لمبی رخصت کا حکم اس سے مختلف ہوگا۔ (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مدرسہ کے معذور ملازم کو پنشن دینے کا حکم:

مدارس کے عمومی چندہ کو بیت المال پر قیاس کرنا محل نظر ہے:

ایک شخص مدرسہ کا ملازم اور خادم ہے وہ بڑھاپے کی وجہ سے عاجز ہو جائے تو کیا اس کو پنشن دینا جائز ہے؟ جبکہ مدرسہ میں زیادہ تر ''عشر، زکوۃ اور صدقات'' ہوتے ہیں نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسے ہوتا تھا یا نہیں؟

سائل ...... دارالافتاء نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

الجواب

موجودہ عمومی چندہ سے پنشن دینا درست نہیں کیونکہ یہ عرفِ مدارسِ دینیہ کے خلاف ہے۔ ہاں اگر اس خاص مد کے لئے چندہ کر لیا جائے تو بلاشبہ جائز ہے۔ مدرسہ ''خیر المدارس'' میں بھی اس کا ضابطہ نہیں ہے۔ امداد کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ معمولی کام جو معذور شخص کر سکتا ہے اس کے ذمہ لگا دیا جائے اور اس کا مناسب معاوضہ مقرر کر دیا جائے۔ حضرات خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں اگر اس کی کچھ نظیریں موجود بھی ہوں پھر بھی یہ عمل غور طلب رہے گا کہ موجودہ عمومی چندہ کو اموالِ بیت المال پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ خراج و اموالِ فیئ وغیرہ کی حیثیت ''مدارس'' کے موجودہ چندہ سے مختلف معلوم ہوتی ہے۔............ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۵/۵/۱۶ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

مدرسہ کے فنڈ سے مدرسہ کے سابق مہتمم کی بیوہ کو کچھ دینا جائز ہے یا نہیں؟

علم طب پڑھنے والا جبکہ اسے دینی کتب بھی پڑھائی جاتی ہوں مدرسہ سے امداد لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۱)......فقیر ایک دینی ادارہ کا با اختیار مہتمم ہے اور صدر مدرس بھی ہے چونکہ میرا مشغلہ

معاشی ''طب'' ہے لہٰذا جولڑکا مجھ سے دینی کتب پڑھنے آتا ہے تو میں اس کو طبی کتب بھی ساتھ پڑھاتا ہوں تاکہ ''فنِ طِب'' سے بھی اس کو مناسبت تامہ حاصل ہو جائے، اور جولڑکا محض ''فن طِب'' پڑھتا ہے اس کو دینی کتابیں اس کی استعداد کے موافق لازمی طور پر پڑھایا کرتا ہوں۔ طلبہ کا قیام وطعام مدرسہ میں ہوتا ہے اور باقی ضروریات ''مطب'' سے پوری کی جاتی ہیں۔ اس میں شرعاً کوئی مضائقہ تو نہیں؟

(۲)...... میرے مدرسہ کے سرپرست اور بانی میرے والد محترم تھے، میں ان کو باقاعدہ ماہانہ مشاہرہ دیا کرتا تھا۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد میں حسب استطاعت ان کی نیابت کر رہا ہوں چونکہ میں صاحب نصاب اور ثروت ہوں مدرسہ سے کچھ نہیں لیتا۔ البتہ اپنی والدہ محترمہ کو مدرسہ کے فنڈ سے کچھ نہ کچھ دیتا رہتا ہوں، والد صاحب کی تنخواہ کا چوتھا حصہ ان پر صرف کرتا ہوں اور مدرسہ کی مالی حیثیت بھی درست ہے۔ یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟

(۳)...... مدرسہ کی رقم بنک یا کسی دیانتدار آدمی کے ہاں رکھ دیتا ہوں نہ اپنی تجارتی ضروریات میں خرچ کرتا ہوں اور نہ ہی کسی کو قرض دیتا ہوں، البتہ بعض اوقات مدرسہ کی ضروریات پر اپنا ذاتی پیسہ صرف کر دیتا ہوں بعد میں مدرسہ کے فنڈ سے نکلوا لیتا ہوں۔ شرعاً یہ کیسا ہے؟

سائل ...... حکیم خلیل احمد صدیقی، مہتمم مدرسہ تعلیم الدین، مظفر گڑھ

الجواب

(۱)...... کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲)...... مدرسہ کے فنڈ سے یہ خدمت درست نہیں، البتہ اگر آپ کی والدہ ماجدہ مدرسہ میں کوئی خدمت انجام دے رہی ہوں، مثلاً بچیوں کو قرآن پاک پڑھاتی ہوں یا طلباء کا کھانا پکاتی ہوں وغیرہ، تو پھر اس کے لئے باقاعدہ تنخواہ مدرسہ سے طے کر سکتے ہیں۔ یا خود اپنی کچھ تنخواہ مقرر کر لیں، وہ خود نہ لیں بلکہ والدہ محترمہ کو دیدیا کریں۔

(۳)...... درست ہے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

مفتی خیر المدارس، ملتان — ۱۳۹۴/۱۰/۱۶ھ

کیا مہتمم صاحب گذشتہ کارکردگی کی بناء پر سفارت واہتمام کا الاؤنس وصول کر سکتا ہے:

مدرسے کی مجلس شوریٰ اہل علم پر مشتمل ہونی چاہیے:

ایک مہتمم صاحب کی عجیب مثال ہے جو قابل غور ہے کہ ''مہتمم نے اراکین مدرسہ کو مغالطہ دے کر ۲۷ سال ۲ ماہ کا الاؤنس ''۳۰ ہزار روپے'' منظور کروالیا چنانچہ اراکین مجلس نے اپنی جہالت اور نادانی سے یہ الاؤنس منظور کر دیا اور مہتمم نے شیر مادر کی طرح مدرسہ کا یہ مال ہضم کر لیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بموجب احکام شریعت اراکین مدرسہ کو یہ حق حاصل تھا کہ گذشتہ مدت بطور الاؤنس منظور کریں کیا یہ رقم بحق مدرسہ واپس لی جائے گی یا نہیں؟ سائل کو بتلایا گیا کہ یہ الاؤنس سفارت اور اہتمام کا تھا۔ آیا یہ مہتمم صاحب اہتمام کے لائق ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ رقم یعنی ہضم شدہ واپس مدرسہ کو دی جائے گی یا نہیں؟

سائل ...... سید عبد الرحمٰن شاہ

الجواب

مذکورہ مجلسِ شوریٰ اتنی کثیر رقم بطور الاؤنس منظور کرنے کی مجاز نہیں کیونکہ یہ مدارسِ عربیہ کے اصولِ متعارفہ کے خلاف ہے اور نہ ہی زید اس تمام عرصہ کا الاؤنس کا مستحق ہے کیونکہ یہی امور تو

التخریج: (۱)...... ان الناظر اذا انفق من مال نفسه علی عمارة الوقف لیرجع فی غلته له الرجوع دیانةً (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۷۵)

وفیه ایضاً: لو کان فی یده شیء فاشتریٰ للوقف من مال نفسه ینبغی ان یرجع ولو بلاامر قاض (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۷۵) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

اغراض ومقاصد اہتمام ہیں ان کے لئے جداگانہ الاؤنس کا کوئی جواز نہیں[1] لہٰذا یہ رقم مدرسہ کے خزانہ میں واپس کرنا ضروری ہے اور یہ ذمہ داری سب اراکین شوریٰ پر ہے ممبرانِ مجلسِ شوریٰ کو دیانتدار ہونے کے ساتھ ساتھ ذوعلم ہونا بھی ضروری ہے۔.................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	برتقدیر صحتِ واقعہ جواب درست ہے	محمد انور عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	مفتی خیر المدارس، ملتان	۲۰/۷/۱۳۹۸ھ

تنخواہ کے رسیدی ٹکٹ کی قیمت کس کے ذمہ ہے مدرسہ کے یا مدرس کے؟

جس وقت مدرس کی تقرری ہو رہی تھی اس وقت اس بات کو نہیں کھولا گیا کہ تنخواہ کے رسیدی ٹکٹ کس کے ذمہ ہونگے۔ اب مدرسہ کے مہتمم صاحب مدرس سے رسیدی ٹکٹ مانگتے ہیں۔ تو شرعاً کس کے ذمہ ہونا چاہیے؟

سائل ...... مولوی محمد الیاس

الجواب

قانون وعرف یہی ہے کہ رسیدی ٹکٹ وصول کنندہ کے ذمہ ہوتا ہے۔

والمعروف کالمشروط (اشباہ، صفحہ۹۹) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان	۲/۳/۱۳۹۷ھ

التخریج: (۱)......لما فی الدرالمختار: لیس للقاضی ان یقرّر وظیفة فی الوقف بغیر شرط الواقف (یعنی وظیفة حادثة لم یشرطها الواقف) ولایحل للمقرر الاخذ (الدرالمختار مع الشامیہ، جلد۶، صفحہ۶۶۸)

وفی الشامیة: ان المتولی لیس له ان یزید للامام (جلد۶، صفحہ۶۷۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

تنخواہ میں مقدار کا عدم تعین عقد کے لئے مفسد بنے گا:

میں ایک دینی مدرسہ کے کتب کے شعبہ میں مدرس ہوں میری تقرری کے وقت مدیر مدرسہ نے میری تنخواہ "۲۴۰۰ روپے" مقرر کی (ظاہر ہے کہ موجودہ حالات کے مطابق یہ وظیفہ بہت قلیل ہے) اور میں نے اسے قبول کر کے تدریس شروع کر دی لیکن عین تقرری کے وقت مدیر مدرسہ نے کہا میری استطاعت تو صرف اتنی تنخواہ دینے کی ہی ہے، البتہ آپ مدرسہ کے نام پر چندہ جمع کریں چاہے وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو وہ چندہ رسید کاٹ کر آپ کو تنخواہ کی مد میں دے دوں گا میں نے کہا کہ درست ہے چنانچہ مجھے ایک ایسا شخص مل گیا جو ہر ماہ مدرسہ کو ایک ہزار روپے چندہ دے گا تو میں نے اس سلسلہ میں مدیر مدرسہ سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے وہ ایک ہزار روپے آپ مدرسہ کی رسید کٹا کر اپنے پاس رکھ لیں۔ ایک مولانا صاحب کہتے ہیں کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرا یہ معاملہ مدیر مدرسہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو فبہا اور اگر جواب نفی میں ہے تو اس کے جواز کا اگر کوئی حیلہ ہو تو اس کو بھی واضح طور پر بیان فرمائیں۔

سائل ...... طارق محمود بن عبدالعزیز کھرل

الجواب

صورت مسئولہ میں آپ کا مذکورہ معاملہ جائز نہیں، البتہ ان پیسوں کو مہتمم صاحب کے حوالہ کر دیں اور وہ آپ کو اس کی تملیک کروا کر آپ کو دیدیں تو شرعاً جائز ہوگا۔

وحیلة التکفین بها التصدق علیٰ الفقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما (الدر المختار، جلد۳، صفحہ ۲۲۷) .... فقط واللہ اعلم

محمد عثمان عفی عنہ
معین مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۱/۱۷ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

اگر رسید والی مقدار متعین ہے تو پھر مذکورہ حیلہ کارگر ہوگا، بصورت دیگر عقد فاسد ہوگا۔

امّا شرائط الصحة (ای صحة الاجارة) فمنها رضاء المتعاقدین ...... ومنها ان تکون الاجرة معلومة (عالمگیریہ، جلد ۴، صفحہ ۴۱۱)

وفیه ایضاً: الفساد قد یکون لجهالة قدرالعمل بان لایعین محل العمل......وقد یکون لجهالة البدل (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۳۹).........................فقط والجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس، ملتان

مدرس کی تنخواہ روکنا شرعاً ظلم ہے، ایام خدمت کی کل تنخواہ کا استحقاق ہے:

ایک مدرس (ہدایت اللہ) ایک مدرسہ ضیاء القرآن میں ایک سال اور چودہ دن تک پڑھاتا رہا جب اس کو مسلسل چار ماہ تک تنخواہ نہ ملی تو اس نے مہتمم ''قاری بشیر احمد'' کو کہا کہ ''اگر آئندہ سال چودہ شوال تک تنخواہ نہ ملی تو میری طرف سے استعفیٰ ہوگا'' جبکہ یہ مہتمم مدرسہ کے پیسوں سے ذاتی پلاٹ خریدتا رہا اور مدرس کو تنخواہ نہیں دی۔ اب مہتمم کا یہ کہنا ہے کہ مدرس نے ہمارے ساتھ آئندہ سال کے معاہدہ میں خلاف ورزی کی ہے میں اس وجہ سے اس کو گذشتہ ۴ ماہ کی تنخواہ نہیں دیتا۔ اب آپ بتائیں کہ یہ مدرس گذشتہ سال کے چار ماہ کی بقیہ تنخواہ اور دوسرے سال کے چودہ دن کی تنخواہ لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟

سائل ...... ہدایت اللہ

الجواب

برتقدیرِ صحتِ واقعہ صورت مسئولہ میں چودہ شوال تک کی تنخواہ کی ادائیگی شرعاً لازم ہے کیونکہ وہ چودہ تاریخ تک مدرسہ میں حاضر رہا اور مفوضہ کام سرانجام دیتا رہا۔

ثم الاجرة تستحق باحد معانٍ ثلاثةٍ :اما بشرط التعجیل او بالتعجیل او باستیفاء

المعقود علیه فاذا وجد احد هذه الاشیاء الثلاثة فانه یملکها...... یجب الاجرة باستیفاء المنافع (الخ) (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۱۳)

مسلسل چار ماہ تک تنخواہ نہ ملنے پر مدرسہ چھوڑنا اور اطلاع کر کے چھوڑنا بظاہر معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ الاجارة تنقض بالاعذار عندنا وذالک علیٰ وجوه: اما ان یکون من قبل احد العاقدین .... واذا تحقق العذر ومست الحاجة الیٰ النقض هل یتفرد صاحب العذر بالنقض او یحتاج الیٰ القضاء اوالرضاء اختلفت الروایات فیه والصحیح ان العذر اذا کان ظاهراً یتفرد (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۵۸)

لہٰذا مدرس کی تنخواہ روکنا شرعاً جائز نہیں۔..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۳/۱۲/۶ھ

مدرس پر تحریری حاضری کی شرط لگائی مدرس مدرسہ میں حاضر رہ کر کام کرتا رہا لیکن تحریراً حاضری نہیں لگوائی اس وجہ سے تنخواہ کاٹنا:

مہتمم صاحب نے مدرس پر شرط عائد کی کہ وہ روزانہ تحریراً اطلاع دے گا۔ مدرس پڑھاتا رہا لیکن تحریری اطلاع نہیں دی۔ جب ماہ شوال ختم ہوا تو اس نے تنخواہ مانگی۔ تو اس نے کہا کہ تم نے "تحریراً" اطلاع نہیں دی۔ اس لیے تنخواہ نہیں۔ اب وہ تنخواہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد دین، اشرفی کتب خانہ، کوہاٹی بازار، روالپنڈی

الجواب

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ مدرس کو اگر باضابطہ الگ نہیں کیا گیا تھا۔ تو محض

حاضری کی تحریری عدم اطلاع کی بنا پر ملازمت سے معزول کرنا درست نہیں ہے۔[1] خصوصاً جبکہ وہ بقول مدرس کے کہ وہ باقاعدہ حاضر ہوتا رہا ہے جبکہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس لیے وہ تنخواہ کا مستحق ہے۔..............................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۸/۱۰/۱۳۹۴ھ

اگر مدرس مستقل ایک وقت ناغہ کرے تو اس کی تنخواہ منہا کرنے کی اجازت ہے:

ایک مدرس کا ایک مدرسہ میں تقرر ہوا مدرس سال بھر اپنی وسعت کے مطابق کام کرتا رہا شعبان کا مہینہ بھی پڑھایا، شعبان کے آخر میں مدرس کو ایسی مجبوری لاحق ہو گئی کہ اگر پہلے وقت کلاس میں ہوتا ہے تو دوسرے وقت نہیں ہوتا یا دوسرے وقت ہوتا ہے تو پہلے وقت نہیں ہوتا، ایسی حالت میں مہتمم نے مدرس کو جواب دے دیا، بایں طور کہ مدرس کا کھانا پینا بند کر دیا، کلاس چھین لی اور مدرسہ سے روک دیا، حالانکہ سالانہ امتحان میں اس مدرس کی کلاس کا نتیجہ بھی اچھا آیا ہے۔ کیا ایسی صورت میں مدرس رمضان المبارک کی تنخواہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد فہیم، بستی خداداد، ملتان

الجواب

اگر آئندہ سال بھی پڑھانا ہو تو حسب معاہدہ رمضان کی تنخواہ دی جائے۔ البتہ مدرس کا یہ معمول بنا لینا کہ مستقل طور پر ایک وقت ناغہ کرنا بلا اجازت و رخصت درست نہیں۔ مہتمم صاحب

التخریج: (۱)......یجب الاجرة باستیفاء المنافع (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۱۳) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اگر اس کی تنخواہ وضع کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے۔(1) .... فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۹/۵/۱۴۲۱ھ

اساتذہ کی تنخواہوں میں تفاوت کی شرعی حیثیت:

اکثر مدارس میں اساتذہ کرام کی تنخواہ میں تفاوت پایا جاتا ہے، مثلاً کوئی استاد بزرگ ہے شیخ الحدیث ہے تو اس کی تنخواہ زیادہ ہوتی ہے بنسبت دوسرے اساتذہ کے، حالانکہ وہ سبق بھی کم پڑھاتا ہے، ایک مدرس چھ چھ سبق پڑھاتا ہے اس کی تنخواہ کم ہوتی ہے، جبکہ ایک مدرس دو یا تین سبق پڑھاتا ہے لیکن اس کی تنخواہ زیادہ ہوتی ہے۔ کیا شرعاً اس تفاوت کا کوئی جواز ہے؟ باوجودیکہ تمام اساتذہ ایک ہی طرح اخلاص کے ساتھ کام کریں اسی طرح بعض اوقات جس مدرس کو تنخواہ زیادہ دی جاتی ہے وہ اتنا ضرورت مند نہیں جتنا کم تنخواہ والا ضرورت مند ہوتا ہے۔

سائل ...... عمران الحق رشیدی

الجواب

علم، تجربہ اور طریقۂ تعلیم کی عمدگی تفاوت کی بنیاد ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطایا کی تقسیم میں بعض وجوہ کی بنا پر تفاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: **ویعطی بقدر الحاجة والفقه والفضل وفی الشامية: وكان عمر رضی الله تعالیٰ عنه يعطيهم علیٰ قدر الحاجة والفقه والفضل، والاخذ بهٰذا فی زماننا احسن فتعتبر الامور الثلاثة اه ای: فله ان يعطی الاحوج اكثر من غير الاحوج، وكذا الافقه والافضل اكثر من**

التخریج: (1)...... ان المدرس ونحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحيث لايمكنه المباشرة لايستحق المعلوم (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۴۲) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

غیرهما، وظاهره انه لاتراعی الحاجة فی الافقه والافضل، والا فلا فائدة فی ذکرهما، ویؤیده ان عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه کان یعطی من له زیادة فضیلة من علم او نسب او نحو ذالک اکثر من غیره (شامیہ، جلد۶، صفحہ۳۴۹)

نیز دنیاوی عہدوں اور کاموں میں علم تجربہ وغیرہ کی وجہ سے تنخواہوں میں تفاوت معروف ہے................................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۸/۸/۱۴۲۸ھ

مدرس یا سفیر کو چندہ کا پانچواں حصہ دینا کیسا ہے؟

حسن کارکردگی پر مدرس کو انعام دینا:

استحقاقی چھٹیاں نہ کرنے پر مدرس کو ان کا اضافی معاوضہ دینا:

(۱)...... ''جامعہ رحیمیہ'' جھنگ صدر کے مہتمم صاحب کسی ایک مدرس کو ان کی چھٹی کے ایام میں چندہ کی وصولی کے لئے ایسی جگہ بھیج دیتے تھے جہاں ان کا اثر ورسوخ ہوتا، اور واپسی پر حاصل شدہ رقم کا پانچواں حصہ جس میں ان کا سفر خرچ بھی تھا دیدیا کرتے تھے۔

(۲)......بعض مدرسین تعلیم قرآن سے استحقاقی چھٹی لیکر چندہ وصول کر کے اس میں سے بھی پانچواں حصہ وصول کرلیا کرتے۔

(۳)......بعض مرتبہ مہتمم صاحب خود بلا کسی شرط کسی مدرس کو بطور انعام دیدیتے۔

(۴)......ایک اصول یہ بھی تھا کہ جن اساتذہ نے استحقاقی چھٹیاں نہ لیں ان کے ان ایام کا تنخواہ کے اعتبار سے معاوضہ دیدیا کرتے جس سے وہ چھٹی کم ازکم لیتے۔

(۵)...... چونکہ جامعہ مہتمم صاحب کی ذاتی نگرانی میں ہے، اس لئے آپ کسی ملازم کو اس کی

کارکردگی پر مشاہرہ سے زیادہ دیدیا کرتے۔ کیا مندرجہ بالا صورتیں درست ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا حیلہ ہے؟ سائل ...... محمد عبدالحلیم، صدر جمعیت علماء اسلام، جھنگ صدر

الجواب

پہلی دونوں صورتیں ناجائز ہیں، یعنی سفارت کا عمل ”علی خمس ما یحصل یا علی الربع والثلث“ ناجائز اور اجارہ فاسد ہے۔[1] اسی طرح بعض مدرسین قرآن کا رخصتِ استحقاقی میں ربع یا خمس پر چندہ وصول کرنا یہ صورت بھی ناجائز ہے کیونکہ قفیز طحان میں داخل ہے۔

(۳)...... البتہ مہتمم کسی مدرس کو اس کی حسن کارکردگی پر جبکہ یہ کارکردگی تعلیمی امور میں ہو یا چندہ کی وصولی کے سلسلہ میں ہو حوصلہ افزائی کے لئے انعام دے اُن اختیارات کے صحیح استعمال کے تحت جو اس کو مجلس عاملہ یا شوریٰ یا سرپرستِ مدرسہ سے حاصل ہیں تو یہ جائز ہوگا۔

(۴)...... مدرسہ کی شوریٰ یا مجلس عاملہ نے کچھ استحقاقی رخصتیں مدرسین کے لئے طے کی ہوئی ہیں، اور کوئی مدرس مہتمم کے ایماء یا منظوری سے مدرسہ کی مصلحت کے لئے اپنی استحقاقی رخصتیں ترک کر دیتا ہے، مثلاً طالبعلموں کے اسباق کی دوہرائی یا کسی مدرسہ کی اعانت یا دیگر مشاغلِ مدرسہ کے ہجوم کی وجہ سے مہتمم اس کی استحقاقی رخصتیں کلیۃً یا بعضاً مدرسہ کے استعمال میں لے آتا ہے، تو ایسی صورتوں میں مدرس ایامِ تعطیل کی زائد تنخواہ کا مستحق ہوگا اور بغیر مہتمم کی منظوری کے از خود استحقاقی رخصتوں کے ترک پر زائد تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔[2] .... فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۰/۵/۱۸ھ

التخریج: (۱)...... فی الدر المختار: فکل ما افسد البیع یفسدھا (الاجارۃ) کجھالۃ مأجور او اجرۃ او مدۃ او عمل (الخ) (جلد ۹، صفحہ ۷۷)

(۲)...... فی الشامیۃ: فعلم انہ تجوز الزیادۃ اذا کان یتعطل المسجد بدونھا (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۶۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اگر مہتمم تبدیل ہو جائے تو تنخواہ وغیرہ کا مطالبہ نئے مہتمم سے ہوگا:

ایک شخص ایک مدرسہ عربیہ کا مہتمم ہے، اس نے ابتداء سال سے ایک مدرس مقرر کیا ہے جس کی تنخواہ ماہانہ تیس روپے قرار پائی۔ اور مدرس مذکور کو ماہ گذرنے پر تنخواہ دیدی جاتی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن دس (۱۰) شعبان المعظم کو مہتمم صاحب کو برطرف کردیا گیا اور مدرس مذکور کو شعبان کے پندرہ ایام اور رمضان المبارک کی تنخواہ بھی نہیں دی گئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مدرس صاحب جو کہ شوریٰ کے مشورے کے ساتھ مدرسہ میں مقرر کئے گئے تھے، سابقہ مہتمم سے شعبان المعظم کے پندرہ یوم اور رمضان المبارک کی تنخواہ کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا جدید مہتمم صاحب سے مطالبہ کریں۔ اسکی شرعی حیثیت واضح فرمائیں۔

سائل ...... محمد احمد ملتان

الجواب

نئے مہتمم صاحب سے تنخواہ کا مطالبہ کریں۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۰/۷/ ۱۳۹۳ھ

بدوں کسی شرعی وجہ یا خیانت کے ناظم کو معزول کرنا خلاف شرع ہے:

ہم نے ایک مدرسہ شروع کیا اس عزم سے کہ شوریٰ ہمارے مسلک کے مرکزی اراکین پر مبنی ہوگی۔ خالد کو متوجہ کیا گیا کہ سر دست استاد، تعلیم وطلبہ وغیرہ کا انتظام زید کرے گا صرف کرایہ مکان "پچیس روپے" کا انتظام خالد کے ذمہ ہوگا۔ یہ معاہدہ ہوا کہ یہ مدرسہ اشرفی مسلک کا ہوگا قوانین وہی ہوں گے جو "خیر المدارس" اور "جامعہ اشرفیہ" کے ہیں مہتمم ایک ثالث کو بنائیں گے جو کہ زید کا شاگرد ہو وہ پھر خواہ زید ہی کو مہتمم بنا دے، چنانچہ عارضی طور پر ثالث کے آنے تک خالد کو مہتمم بنایا گیا،

اور زید کو ناظم مگر ثالث کے آنے پر خالد نے اپنا معاہدہ پورا نہیں کیا، بلکہ اراکین میں سے ایک صاحب سے رابطہ قائم کر کے اندرونی طور پر بغیر مشورہ اراکین مدرسہ کیلئے زمین خرید کر اپنے نام کرالی اور کاغذات میں از خود متولی واحد بن گیا۔ یہ دسے کسی ذاتی رنجش کی بناء پر بلا جرم بلا اصول بلا نوٹس زید کی تنخواہ بند کر دی اٹھارہ ذیقعدہ کو جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ زید کو برطرف کر دیا گیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ برطرفی شرعی طور پر کیا حیثیت رکھتی ہے، زید کتنے ماہ کی تنخواہ کا مستحق ہے؟ اگر زید کوئی جدید مدرسہ بنائے تو اسی میں سابقہ مدرسہ کی کچھ اشیاء جو اس کے پاس ہوں وہ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد صادق، خطیب جامع مسجد عبدالعزیز، راولپنڈی

الجواب

صورت مسئولہ میں بقول سائل جبکہ بلا جرم، بلا اصول، بلا نوٹس، زید کی تنخواہ خالد نے بند کر دی ہے اور سابقہ معاہدات کی خلاف ورزی کی ہے تو اس صورت میں زید شوال و ذیقعدہ کے اٹھارہ ایام کی تنخواہ کا مستحق ہے۔[1] اور خالد کی برطرفی بھی غلط قرار دی جائے گی۔[2] باقی رہا، نیا مدرسہ قائم کرنا تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں جبکہ کام کرنے والوں کا مقصد صرف اخلاص کے ساتھ خدمتِ دین ہو اور کسی مدرسہ کا اضرار یا لڑائی و جھگڑا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود نہ

التخریج: (۱)...... یجب الاجر باستیفاء المنافع (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۱۳)

(۲)...... قال فی البحر: واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم اهلیة، واستدل علی ذالک بمسالة غیبة المتعلم، من انه لا تؤخذ حجرته ووظیفته علی حالها اذا کانت غیبته ثلاثة اشهر، فهذا مع الغیبة، فکیف مع الحضرة والمباشرة؟ (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۸۶)

وفیه ایضاً: وقدمنا عن البحر حکم عزل القاضی لمدرس ونحوه وهو انه لایجوز الا بجنحة وعدم اهلیة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۵۴) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

ہو اور سابقہ مدرسہ کی چیزوں کا استعمال اس تنقیح کے بعد عرض کیا جائے گا جبکہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ مدرسہ کے سابقہ ممبروں کی اکثریت زید کے ساتھ ہے یا خالد کے ساتھ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۹۴/۱/۲ھ

مدرسہ کے باورچی کے متعلق مختلف سوالوں کے جوابات:

(۱)...... باورچی اجیر خاص ہے یا مشترک؟ بصورت اجیر خاص بلحاظ عرف مدارس کتنے گھنٹے کام کا ملازم ہے؟ اور کیا وقت کی تعیین یعنی آمد و رفت کا وقت متعین کرنا ضروری ہے یا باورچی کی صوابدید پر ہے کہ مقررہ وقت پر طعام کے لحاظ سے خود دیکھ لے۔

(۲)...... یہ صبح آ کر کام کر کے چلا جاتا ہے اور پھر دوپہر کو پھر شام کو اسی طرح اس آمد و رفت کی وجہ سے ہم نے دن کی تین اوقات میں تفصیل کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ تینوں میں سے ہر وقت مستقل حاضر ہوگا یا پورے دن کی حاضری کیلئے صرف صبح کو آنا کافی ہے کیونکہ اجیر خاص میں تو صرف تسلیم نفس سے استحقاق اجرت ہو جاتا ہے، اور وہ صبح ہو گیا بقیہ دو اوقات نہ آئے۔ تو پھر اسی کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ ہم نے کسی دن ایک وقت کی غیر حاضری پر نصف یوم اور دو وقت کی غیر حاضری پر پورے دن کی اجرت وضع کرنے کی جو شرط رکھی ہے وہ درست ہے یا نہیں؟

(۳)...... کسی دن دو غیر حاضریاں اور ایک حاضری ہو تو یہ کسی شمار میں آتی ہے یا نہیں؟

(۴)...... اجیر خاص ہونے کی صورت میں کھانا پکے یا نہ پکے مقررہ وقت پر اس کا موجود ہونا ضروری ہے یا نہیں مثلاً جمعہ کے روز دن کو چاول پکتے ہیں جو دونوں وقت کے لئے کافی ہوتے ہیں رات کو پکانے کا کام نہیں صرف چند تھالیاں دھونا ہے تو باورچی پر لازم ہے کہ رات کو بھی رہے یا نہیں؟ اسی طرح مثلاً

دعوت کا تیار کھانا آ جائے تب بھی کھانے کا کام نہیں ہوتا وقت پر موجودگی ضروری ہے یا نہیں؟

(۵)......رخصت اتفاقی واستحقاقی کی تقسیم درست ہے یا نہیں۔ نیز عرف مدارس میں اتفاقی رخصت کی حد کیا ہے؟

سائل ...... محمد بدر عالم، جامع مسجد ''نور'' محلہ مہر پورہ اٹک

الجواب

(۱)......مذکورہ باورچی اجیر خاص ہے اگر یہ ذمہ داری سے ہر وقت حاضر ہو کر کام کرے تو وقت کا تعین ضروری نہیں بصورتِ دیگر تعیین کر لینی ضروری ہے۔

(۲)......ایک دن کی اجرت کو تین حصوں پر تقسیم کیا جائے گا اور یہ مجموعہ ایک دن کی حاضری شمار ہوگی اگر کسی ایک وقت حاضر نہ ہو تو ایک دن کی تنخواہ کا تہائی حصہ وضع کر لیا جائیگا۔

(۳)......ایک دن میں دو وقت کی غیر حاضری کی صورت میں ایک دن کی تنخواہ کا دو تہائی حصہ وضع کر لیا جائے۔

(۴)......اگر مدرسہ والوں کی اجازت سے اس نے اس دن چھٹی کر لی تو کوئی حرج نہیں اگر برتن صاف کرنا اس کی ذمہ داری ہو تو اس وقت میں بھی اس کو پابند کیا جا سکتا ہے۔

(۵)......مذکورہ تقسیم درست ہے تاہم اتفاقی رخصتیں استحقاقی رخصتوں سے منہا ہونگی۔ اس سلسلہ میں کوئی مستقل حد متعین نہیں۔ اس بارے میں مدارس کا معمول مختلف ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۸/۵/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

مایتعلق باوقاف المدرسة

ایک مدرسہ کے فنڈ سے دوسرے مدرسہ کا تعاون کرنا:

ایک شخص مسمّٰی عبدالرحمٰن دینی ادارہ میں بحیثیت ناظم و نائب مہتمم کافی عرصہ سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اب وہ کسی مجبوری کی بناء پر اس ادارہ سے مستعفی ہو گئے ہیں۔

(۱)...... آیا مذکورہ شخص کو اس دینی مدرسہ کے فنڈ سے مالی تعاون لینے کا یا ثالثین کے کہنے پر مہتمم صاحب کو دینے کا شرعی حق ہے یا نہیں جبکہ مذکورہ مستعفی ناظم و مہتمم صاحب دورانِ خدمت اپنا ماہانہ مشاہرہ بھی وصول کرتے رہے ہیں۔

(۲)...... مذکورہ مستعفی نائب مہتمم و ناظم صاحب اپنا دوسرا ادارہ (دینی) قائم کرنے کیلئے موجودہ مدرسہ کے فنڈ سے کسی قسم کے مالی مطالبہ کے حقدار ہیں یا نہیں؟

(۳)...... کیا ثالثوں کو مصلحۃً یہ اختیار ہے کہ وہ مہتمم صاحب کو مذکورہ شخص کے ساتھ اپنے ادارے کے فنڈ سے مالی تعاون کرنے پر مجبور کریں۔

سائل ...... شہزاد، ملتان

الجواب

مہتمم صاحب مدرسہ کے فنڈ سے نہ مسمّٰی عبدالرحمٰن سابقہ ناظم کی مالی امداد کرنے کے شرعاً مجاز ہیں۔[1] اور نہ ہی اس مدرسہ کے فنڈ سے سابق ناظم عبدالرحمٰن کے نئے مدرسہ کا تعاون کر سکتے

التخریج: (۱)...... لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف، ولا یحل للمقرر الاخذ (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۶۶۸) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

ہیں اس لئے کہ ایک مدرسہ کی وقف رقوم دوسرے مدرسہ پر صرف کرنا شرعاً جائز نہیں [٢]۔ ایسے ہی مال وقف سے تبرعاً بدوں کسی خدمت کے مہتمم دینے کا مجاز نہیں، ثالثوں کو بھی خلاف شرع سفارش نہیں کرنی چاہیے۔..................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
١٤٢٦/١/١٩ھ

ایک مدرسہ کا چندہ دوسرے مدرسہ پر خرچ کرنا باجازت چندہ دہندگان درست ہے:

ہمارے گاؤں کے مولوی صاحب نے گاؤں سے چند ایکڑ کے فاصلے پر ایک پرانی خستہ حال مسجد (جس کے متولی صاحبزادگان، عبدالحکیم میں ہیں) کو آباد کیا، اور اس کی تعمیر کی کوشش کی، جمعہ کو جاری کیا، اور ایک دینی درسگاہ قائم کی۔ عرصہ ڈیڑھ سال تک اکیلے بغیر کسی معاوضے کے سب کام سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازیں اس مولوی صاحب نے ایک دوسرے شخص ''عمرو'' کو بھی اپنے ساتھ بطور ''معاون'' ملا لیا دونوں اِدھر اُدھر سے چندہ لاتے رہے اور مدرسہ کے اخراجات پورے کرتے رہے۔ بدقسمتی سے ان دونوں کے درمیان نااتفاقی ہوگئی۔ مولوی صاحب دوسرا مدرس رکھنا چاہتے تھے اور ''عمرو'' پہلے کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ نوبت بایں جارسید کہ مولوی صاحب نے دوسرے مدرس کو مقرر کر لیا اور ''عمرو'' صاحب مخالفت کی آگ کو تیز کرتے ہوئے متولیان کے پاس عبدالحکیم پہنچے اور گاؤں والوں کی اور مولوی صاحب کی شکایت کی اور کہا کہ گاؤں کے مہاجر تمہاری مسجد پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور مسجد کے مالک آپ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے عمرو کے ساتھ اتفاق کیا۔ مولوی صاحب نے مسجد کو چھوڑ دیا اور اپنے مقتدی اور مدرس کو اور طلباء کو لے کر گاؤں کی مسجد میں کام شروع کر دیا اور جو رقم مولوی صاحب کے پاس مدرسہ کی تھی انہوں نے اس

جگہ آ کر مدرسہ کے اخراجات (عمارت، مدرس اور طلباء) پر خرچ کر دی اور کہا کہ "میں نے اپنا مدرسہ منتقل کر لیا ہے اور وہ رقم مجھے یہاں خرچ کرنا جائز ہے" دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولوی صاحب کا یہ خیال عندالشرع کہاں تک جائز ہے؟

سائل...... مولوی عطاء اللہ، کوٹ اسلام کبیر والا

الجواب

مولوی صاحب کے پاس جو رقم مدرسہ کی تھی اس کا استعمال چندہ دہندگان کی اجازت سے دوسرے مدرسہ کے طلباء اور مدرسین پر خرچ کرنا جائز ہے۔...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۸/۲/۲۲ھ

مختلف ناموں سے بننے والے مدارس کی جمع شدہ رقم اسی جگہ پر بننے والے نئے مدرسہ میں دی جاسکتی ہے:

ایک آدمی نے اپنے اہل محلہ کے مشورہ سے "تعلیم القرآن" کے نام پر ایک دینی ادارہ مورخہ ۱۹/ ۷/ ۱۹۸۹ء میں قائم کیا اور اسی نام سے رسیدی کاپیاں بھی چھپوالیں، اور احباب سے چندہ کے سلسلے میں ملنا شروع کر دیا اس کے بعد اس مدرسہ میں بچوں کی تعلیم کی خاطر ایک حافظ صاحب کو مقرر کیا۔ اس مدرسہ کے فنڈ میں مبلغ ۱۳۶۳۱/۰۰ روپے جمع ہو گئے پھر یہ ادارہ دیوبندی بریلوی مسلک کی وجہ سے فساد کا شکار ہو گیا جس کی وجہ سے جمع کیا ہوا چندہ کچھ عرصہ کے لئے روک لیا گیا پھر اس کے بعد ایک آدمی کو اہل محلہ نے اپنی طرف سے مکمل اختیار دے دیا کہ آپ کسی طریقہ سے اس مدرسہ کو آباد کریں۔ چنانچہ وہ آدمی اس مدرسہ میں آ گیا اور باقاعدہ کاپیاں بھی نئی

چھپوالیں اور مدرسہ کا نام بھی تبدیل کر کے ”ترتیل القرآن“ رکھ دیا۔ اور ایک رسید کی کاپی مورخہ ۱/ ۸/ ۱۹۹۵ء سے میرے پاس بھیج دی تھی چنانچہ اس نے دوبارہ احباب سے ایک دینی جذبہ کے تحت ملنا ملانا شروع کر دیا حتی کہ مبلغ ۱۵۷۵۵/۰۰ روپے جمع کر لئے اور جمع شدہ رقم میں سے ۷۴۳۵۱/۰۰ روپے مدرسہ پر خرچ بھی کر دیئے اس کے بعد پتہ چلا کہ یہ تو سارا کام ہی غلط چلتا رہا، کیونکہ مسجد کے ساتھ ملحقہ زمین جس پر مدرسہ قائم تھا وہ ساری کی ساری مسجد کے نام پر وقف ہے چنانچہ ہم نے سوچا کہ جمع شدہ رقم کا کیا کیا جائے؟ طے یہ ہوا کہ مدرسہ کے نام سے زمین خرید لیں آخر کار ہم نے مورخہ ۱۴/ ۸/ ۱۹۹۶ء کو اڑھائی کنال کی زمین کا ٹکڑا بالکل مسجد کے قریب خرید لیا، اور اس مدرسہ کا نام ”مدرسہ سیدنا امیر معاویہؓ “ رکھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدرسہ ”تعلیم القرآن“ اور مدرسہ ”ترتیل القرآن“ کا جمع کیا ہوا روپیہ اس نئی جگہ پر خرچ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جو کہ مسجد کے ملحقہ مدرسہ سیدنا معاویہؓ کے نام سے خریدی گئی ہے۔

سائل ...... مولانا قاری خالد محمود صاحب، عربی مدرس مڈل سکول، جہلم

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر واقعی مدرسہ ”تعلیم القرآن“ اور ”ترتیل القرآن“ ختم ہو گئے ہیں۔ تو ایسی حالت میں ان مدرسوں کی جمع شدہ رقم مدرسہ سیدنا امیر معاویہؓ پر لگانے کی گنجائش ہے۔

لما فی الدرالمختار: وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بھما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الیٰ اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض الیہ (الدرالمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۵۱) .... فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۲/ ۸/ ۱۴۱۷ھ

جو مدرسہ مکمل طور پر ختم ہو جائے اور آئندہ بھی چلنے کی امید نہ ہو اس کے جمع شدہ چندہ کا حکم:

ہماری بستی میں قرآن کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے اور کچھ عرصہ تک وہ چلتا رہا اور اسی دوران مدرسہ کے لئے مختلف افراد سے چندہ بھی کیا جاتا رہا۔ اب کچھ عرصہ سے مدرسہ ختم ہو چکا ہے نہ تو درسگاہ باقی رہی اور نہ ہی آئندہ از سر نو جاری ہونے کی امید ہے اور اس کے جمع شدہ چندہ میں سے کچھ رقم باقی ہے۔ کیا وہ رقم کسی دوسرے قرآنی مکتب اور دینی عربی مدرسہ میں دی جا سکتی ہے؟

سائل ...... محمد شفیق، ملتان

الجواب

دی جا سکتی ہے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۰۶/۴/۱۰ھ

اگر مدرسہ اور اس کی شاخ کا انتظام الگ الگ کر دیا جائے تو مدرسہ کی اشیاء ان میں کیسے تقسیم ہوں گی؟

زید نے دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور آمدنی مدرسہ اور مسجد کی مشترکہ رکھی اور زید فوت ہو چکا ہے اس کے دو بیٹے ہیں انہوں نے اپنے والد کے مزار پر اس مدرسہ کی شاخ کھولی، اور دونوں مدرسہ کی آمدنی تقریباً پانچ سال مشترکہ رہی۔ اب ان دونوں بھائیوں نے مدرسہ علیحدہ علیحدہ کیا ہے۔ اب کیا سابقہ مشترکہ مدرسہ و مسجد کی جائیداد نقدی و اسباب مثلاً مسجد کے سپیکر، تپائیاں،

التخریج: (۱)......وكذا الرباط والبئر اذالم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الى اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض اليه (درمختار، جلد ۶، صفحہ ۵۵۱) (مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

بسترے، چار پائیاں جو پہلے مدرسہ میں طلبہ کی ضرورت کیلئے تھے اور غیر منقولہ جائیداد بھی مسجد کی ہے عمرو اور بکر دونوں بھائی اپنے اپنے مدرسہ کیلئے تقسیم کر سکتے ہیں؟

سائل ...... حافظ گل محمد، جلال پور پیر والہ

الجواب

جو جائیداد اور اسباب مسجد اور سابقہ مدرسہ کا نئے مدرسہ کے بنانے سے پہلے کا ہے وہ قابل تقسیم نہیں۔ وہ اشیاء اور جائیداد سابقہ مسجد اور مدرسہ کی ہے، البتہ جدید مدرسہ کو جب سے سابقہ مدرسے کی شاخ بنالیا گیا اور ان دونوں کی آمدنی مشترک کر دی گئی، پھر جو جائیداد و اشیاء مشترکہ آمدنی سے تیار ہوئی ہے ان میں تقسیم جاری ہوگی۔.................. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۵/۸/۱۳۹۴ھ

مدرسہ کا پیسہ بینک میں رکھنا کیسا ہے؟

مدرسہ کی رقم بینک میں داخل کی جاتی ہے اور بینک اس رقم سے اپنا سودی کاروبار چلاتا ہے، حسبِ طلب مدرسہ کو اصل رقم واپس کی جاتی ہے اگر کوئی شخص بطور قرضِ حسنہ مدرسہ کی رقم لیلے اور اس سے تجارت کرے اور منافع خود رکھے اور حسب طلب اصل رقم مدرسہ کو واپس کر دے۔ یہ شرعاً کیسا ہے؟

سائل ...... نیاز محمد، نائب مہتمم مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر

الجواب

في العالمگيرية: اراد المتولي ان يقرض ما فضل من غلة الوقف ذكر في وصايا فتاویٰ ابی اللیث رجوت ان یکون ذالک واسعاً اذا کان ذالک اصلح واجریٰ

للغلة من امساک الغلة (عالمگیریہ، جلد ۲، صفحہ ۴۹۰)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کا روپیہ بطور قرضِ حسنہ دینا جائز ہے جبکہ قرض لینے والا دیندار اور امین ہو۔.................................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۸/۱/۳۰ھ

بینک میں گو مخطور ہے مگر رقم محفوظ ہے، قرض گو امین کے پاس ہو مگر موت و زندگی ساتھ ہیں اس لئے اندیشہ ضیاع کا ہے۔[1] والجواب صحیح

بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

مدرسہ کی رقم میں سے کچھ رقم کسی غریب کو دینا کیسا ہے؟

ایک شخص نے انگلینڈ سے کچھ رقم بھیجی کہ یہ مدرسہ کو دیدیں، اس رقم سے میں نے نصف رقم مدرسہ کو بھیج دی اور نصف رقم ایک ایسے فرد کو دیدی جو کہ انتہائی غریب ہے، اور نہ کبھی کسی سے سوال کرتا ہے بلکہ بھوکا رہ کر گزر بسر کر لیتا ہے۔ کیا میں نے یہ ٹھیک کیا یا غلط؟ اگر غلط کیا تو مجھے اب کیا کرنا ہوگا؟ اس کے بارے میں فرمادیں۔

سائل ...... عبدالرشید

الجواب

آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، بلکہ مدرسہ میں ہی کل رقم دینی چاہیے تھی، تاہم آدھی رقم جو غریب اور مستحق کو دی گئی ہے وہ دینے والے کی طرف سے ادا ہو جائے گی، بشرطیکہ معلوم ہونے پر

التخریج: (۱)......وان اقرض الوصیّ ضمن لانہ لایقدر علی الاستخراج. ای: لیس للوصی ان یقرض ......لان الحفظ والضمان وان کانا موجودین بالاقراض لکن مخافۃ التوی مانعۃ لعدم قدرتہ علی الاستخراج لانہ لیس کل قاض یعدل ولا کل بینۃ تعدل (ہدایہ مع حاشیتہا، جلد ۳، صفحہ ۱۴۳) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اس نے اجازت دیدی ہو۔.......................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۵/۲۳ھ

مدرسہ کیلئے وقف زمین کی آمدنی سے مدرسہ کی مسجد بھی تعمیر نہیں ہوسکتی:

ایک شخص نے مدرسہ بنانے کیلئے دو ایکڑ زمین وقف کی اس کے کچھ حصہ پر طلباء کیلئے رہائشی کمرے اور مدرس کیلئے مکان بنایا گیا، بعد از اں واقف کے مشورے سے ہی اس وقف شدہ زمین کے ایک حصہ پر مسجد بنانے کیلئے بنیاد ڈالی گئی اور بقیہ زمین پر فصل کاشت کی گئی۔ آیا اس وقف شدہ زمین کی آمدنی مدرسہ کے لئے بنائی جانے والی مسجد پر خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ کاشت کے لئے پانی کا انتظام زکوٰۃ، عشر وغیرہ کی رقوم سے کیا گیا ہے۔

سائل ...... محمد قاسم بھکروی، متعلم خیر المدارس، ملتان

الجواب

واقف نے جس نوع کی تعیین کی ہے زمین کی آمدنی اسی نوع پر خرچ کی جائے، مسجد اس سے تعمیر نہ کی جائے۔ لما فی الدرالمختار: شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به، (جلد۶، صفحہ۶۶۴، ط: رشیدیہ جدید)

وفی الشامية: انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة، (جلد۶، صفحہ۶۸۳)

زکوٰۃ وعشر کی رقم مدرسہ کی زمین کی آبادکاری پر بھی خرچ نہیں ہوسکتی۔

كما فی الهندية: ولايجوز ان يبنی بالزكوة المسجد وكذا القناطر والسقايات

واصلاح الطرقات...... وکل مالا تملیک فیہ، (جلد ا، صفحہ ۱۸۸)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۴۲۲/۱۱/۷ھ

کیا صدقہ کا گوشت مہتمم یا ناظم لے سکتا ہے؟ جبکہ وہ مستحق بھی ہوں:

کیا شہری بچے مدرسہ میں آنے والا صدقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں؟

(۱)...... مہتمم مدرسہ اگر مستحق زکوۃ ہے تو وہ مدرسہ میں آنے والے صدقہ کے گوشت سے اپنے لئے لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں لے سکتا تو اب تک یعنی ایک دو سال جو لیتے رہے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

(۲)...... باہر سے آنے والا صدقہ کا گوشت مسافر طلباء کے لئے ہوتا ہے تو کیا شہری طلباء جن کی روٹی مدرسہ سے جاری نہیں، کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل ...... محمد عدیل، ساہیوال

الجواب

(۱)...... مہتمم صرف ان سہولیات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جو تقرری کے وقت مدرسہ کی طرف سے طے شدہ ہیں، مثلاً تنخواہ، رہائش وغیرہ اور جن کی شوریٰ نے اجازت دی ہے ان کے علاوہ نہ وہ صدقات واجبہ سے لے سکتا ہے اور نہ ہی گوشت وغیرہ سے لے سکتا ہے۔[1] اگر لے گا تو اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی اور جواب تک لیا ہے اس کی قیمت ادا کرے۔

(۲)...... باہر سے آنے والا صدقہ کا گوشت مسافر طلباء کے لئے ہوتا ہے البتہ شہری طلباء میں سے جو

التخریج: (۱)...... وللوکیل بدفع الزکاۃ ان یدفعھا الیٰ ولد نفسہ کبیرا کان او صغیرا والیٰ امرأتہ اذا کانوا محاویج ولا یجوز ان یمسک لنفسہ شیئاً (البحر الرائق جلد ۲، صفحہ ۳۶۹) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

فقیر ہیں وہ مدرسہ کے قانون کے مطابق لے سکتے ہیں۔اولیٰ یہ ہے کہ مدارس والے ان صدقات کو تملیک کے بعد استعمال کریں۔ ایسی صورت میں تمام طلباء اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں خواہ فقیر ہوں یا غنی، مسافر ہوں یا شہری۔.......................... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۳/۶/۱۵ھ

مدرسین اور ملازمین کو قیمتاً گوشت فروخت کرنا:

مسئلہ یہ ہے کہ مدرسہ کے اندر جو صدقے کے بکرے آتے ہیں بازار کے اندر گوشت کی قیمت ۱۵۰ روپے ہے اور مدرسہ والے آپس میں مشورہ کر کے ساٹھ روپے کلو استادوں کو دیتے ہیں۔اس کی شرعی صورت بیان کریں اور اس کی کتنی مقدار کم کی جا سکتی ہے تحریر فرماویں؟

سائل ...... محمد امجد ڈیرہ غازی خان

الجواب

جو بکرے زندہ مدرسہ میں آئیں اور طلباء تعطیلات کی وجہ سے موجود نہ ہوں تو ان کی حفاظت کی جائے یہاں تک کہ طلباء آ جائیں۔

اور اگر ذبح شدہ بکرے مدرسے میں آئیں اور سنبھالنے کا انتظام نہ ہو اور گوشت خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر ایسی صورت میں شرعی طریقے پر تملیک کے بعد کم نرخ پر مدرسین و ملازمین کو دینے کی گنجائش ہے کیونکہ بہت سے ادارے اپنے ملازمین کو سارا سال کم نرخ پر اشیائے خورد ونوش مہیا کرتے ہیں اس عرف کی وجہ سے مدارس کے ملازمین کے لئے بھی اس کی گنجائش ہونی چاہیے بالخصوص جبکہ مدرسہ میں آنے والا گوشت اتنا عمدہ اور معیاری بھی نہیں ہوتا۔

الحاصل: طلبہ کی ضرورت کے باوجود کم قیمت پر گوشت کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۱/۱۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

(۱) مدرسہ کے مطبخ سے قیمتاً کھانا لینا جبکہ مقررہ قیمت کم ہو:

(۲) مدرسہ میں آنے والا پھل اساتذہ کرام کو کھلانا:

(۳) مدرسہ کے فنڈ سے طلباء یا اساتذہ کے مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا:

(۴) مدرسہ کیلئے وقف کی گئی اشیاء ذاتی ضرورت کیلئے استعمال کرنا:

(۵) مدرسہ کا گوشت کم قیمت پر اساتذہ کو فروخت کرنا:

(۱)......میں ایک دینی مدرسہ میں شعبہ کتب کا مدرس ہوں اور مدرسہ ہی سے قیمتاً کھانا کھاتا ہوں اور مہینے کے اختتام پر ۱۵۰/روپے طعام کی قیمت مدرسہ میں مہتمم صاحب کی اجازت سے جمع کرواتا ہوں، جبکہ کھانا ۱۵۰روپے سے زیادہ قیمت کا بنتا ہے نیز اس کھانے میں صدقے کی سریاں، بکروں وغیرہ کا گوشت بھی شامل ہوتا ہے۔ تو کیا وہ صدقے کا گوشت وغیرہ قیمتاً کھانا درست ہے؟ نیز اساتذہ کے لئے جو سالن طلباء ہی کے سالن سے آتا ہے وہ طلباء کے حصے (فی کس کے حساب سے) زیادہ ہوتا ہے۔ آیا یہ تمام باتیں ہمارے لئے جائز ہیں؟

(۲)......جو کھانا اور پھل وغیرہ باہر کے لوگ بھیجتے ہیں تو اس میں سے جو اساتذہ مدرسہ سے کھانا نہیں کھاتے اور جو کھاتے ہیں سب کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ کھانا اور پھل وغیرہ بھیجنے والے کی نیت کا علم نہیں ہوتا کہ وہ کھانا صرف طلباء کیلئے ہے یا عملہ کیلئے بھی۔ نیز بسا اوقات باہر سے آئی ہوئی چیز اتنی تھوڑی ہوتی ہے کہ تمام طلباء میں تقسیم نہیں ہوسکتی تو مہتمم صاحب وہ چیز اساتذہ کو

کھلا دیتے ہیں۔کیا یہ درست ہے؟

(۳)......مدرسہ میں کوئی مہمان آتا ہے خواہ طالب علم کا یا اساتذہ کا ہو یا دونوں کا مشترک ہو اور پھر معاونِ مدرسہ ہو یا نہ ہو تو اس کی ضیافت مدرسہ کے فنڈ سے ہوتی ہے۔تو یہ درست ہے یا نہیں؟ نیز اس ضیافت میں کوئی دوسرا استاد بھی شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۴)......مدرسہ کی موٹر سائیکل یا گاڑی کوئی استاد یا طالبعلم اپنے ذاتی استعمال میں بھی لاسکتا ہے؟

(۵)......مدرسہ میں آیا ہوا گوشت طلباء کے لئے کافی مقدار میں ہو یا کم ہو یا درمیانی حالت میں ہو اساتذہ کے لئے وہ گوشت بازار سے کم قیمت پر یا برابر قیمت پر خریدنا کیسا ہے؟

سائل ...... افتخار احمد، مدرس جامعہ محمودیہ، اوکاڑہ

الجواب

(۱-۲-۳) مدرسہ کا کھانا اور پھل وغیرہ بدوں تملیک کے مدرسین اور ملازمین کے لئے جائز نہیں ہے۔کیونکہ مدارس کا عمومی چندہ اور کھانے کی اشیاء عموماً زکوٰۃ کی مد سے ہوتی ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیکِ فقیر ضروری ہے۔ لما فی العالمگيرية: ولايجوز ان يكفن بها ميت ولايقضى بها دين الميت (ہندیہ، جلد۱، صفحہ۱۸۸)

البتہ تملیکِ شرعی کے بعد مہتمم اور متولی کی اجازت سے معاوضہ کے ساتھ لینا درست ہے۔

لما فی الدر المختار: وحيلة التكفين بها التصدق علىٰ الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا فی تعمير المسجد، وتمامه فی حيل الاشباه (الدر المختار، جلد۳، صفحہ۲۱۷)

(۴)......مجلس شوریٰ یا مہتمم اگر یہ ضابطہ بنا دیں کہ مدرسہ کا تمام عملہ اپنا پیٹرول ڈال کر گاڑی ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں تو اس وقت اس کی اجازت ہوگی لیکن بہتر یہ ہے کہ گاڑی زکوٰۃ کی بجائے عطیات سے خریدی جائے اور طریق بالا پر عمل کیا جائے۔

(۵)......ایام تعطیلات میں مدرسہ میں اگر گوشت زیادہ ہو اور بازار میں فروخت کرنا مدرسہ کی

مصلحت کے خلاف ہو تو جامعہ کی انتظامیہ کے مشورہ پر مدرسہ کے ملازمین کو کم قیمت پر گوشت دینے کی گنجائش ہے تاکہ ضائع نہ ہو۔..................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۹/۴/۱۵ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

کیا مدرسہ کی گاڑی مہتمم ذاتی ضروریات میں استعمال کرسکتا ہے؟

ایک مدرسہ کا مہتمم ہونے کے ناطے سے اس کو مدرسہ کی گاڑی کہاں تک استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ آیا اپنی ذات کے لئے کس حد تک استعمال کی اجازت ہے؟ اگر اجازت نہیں ہے تو یہ صورت کہ مدرسہ کے معاونین کی فوتگی یا خوشی پر مدرسہ کی گاڑی لے جائے اور شریک خوشی یا غمی ہو تو یہ ذاتی استعمال ہوگا یا نہیں، پھر اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

سائل ...... قاری محمد زبیر صاحب

الجواب

مدرسہ کی گاڑی ہر ایسی جگہ شرعاً استعمال کرنا جائز ہے جس میں مدرسہ کا مفاد ہو لہٰذا اہم معاونین کی تعزیت اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے گاڑی استعمال کرنے کی گنجائش ہے، البتہ خوشی وغیرہ کی تقریب میں پٹرول مہتمم صاحب اپنا خرچ کریں یہی حکم ذاتی ضروریات کا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۴/۸ھ

(۱) مدرسہ کے مطبخ سے اساتذہ کا روٹیاں پکوانا:

(۲) طلباء سے بھینس وغیرہ کی خدمت لینا:

(۳) مدرسہ کے فنڈ سے اخبار جاری کرانا:

(۱)...... ہمارے ہاں ایک مدرسہ ہے جس میں مقیم طلباء کی تعداد ۷۰/۵۰ ہے مدرسہ کی انتظامیہ نے ان کے ناشتے اور دو وقت کے کھانے کے لئے باورچی رکھا ہوا ہے اور ہمارے مدرسہ کے تین استاد اس باورچی سے اپنے گھر کی روٹیاں دوپہر اور رات کو پکواتے ہیں حالانکہ باورچی بھی مدرسہ کا ملازم ہے اور ایندھن بھی مدرسہ کا ہوتا ہے اور تندور بھی مدرسہ کا ہے۔ آیا اساتذہ کا روٹی پکوانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)...... مدرسہ کے دو اساتذہ نے اپنی بھینسیں رکھی ہوئی ہیں اور ان کا چارہ اور بھوسہ وغیرہ تمام کام طلباء سے کرواتے ہیں۔ کیا یہ ان کیلئے جائز ہے؟

(۳)...... کیا مدرسہ کے فنڈ سے روزانہ اخبار کا اجراء جائز ہے؟ جبکہ مدرسہ اکثر مقروض رہتا ہے۔

سائل ...... ظہور احمد

الجواب

(۱)...... مدرسہ کے تندور سے اساتذہ کرام کا گھریلو روٹیاں پکوانا انتظامیہ کی اجازت سے بلا معاوضہ جائز ہے۔ فی الدر المختار: **وتجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام اذا کان لایکفیہ و کان عالماً تقیاً** (الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۶۶۹)

(۲)...... تعلیمی اوقات میں بھینسوں کی خدمت جائز نہیں اور خارجی اوقات میں اگر کوئی طالب علم بخوشی اساتذہ کی خدمت کرے اس پر اہل مدرسہ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے البتہ استاد کو چاہیے کہ ایسے طالب علم کی کچھ خدمت کر دیا کریں تاکہ قرآن کا معاوضہ نہ بن جائے۔

(۳)...... مقروض مدرسہ میں اخبار جاری نہ کیا جائے۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۸/۱۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

اگر شہری بچوں کو مدرسہ سے امداد نہیں دی جاتی تو مہتمم صاحب کے جو بچے مدرسہ میں پڑھتے ہیں ان کو بھی امداد نہ دی جائے:

زید کا اپنا مدرسہ ہے اس میں مسافر طلباء اور زید کے اپنے بچے پڑھتے ہیں جس طرح عام طالب علموں کی ضروریات کا مدرسہ کفیل ہوتا ہے کیا زید کے لڑکوں کو بھی مراعات وضروریات مدرسہ سے دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ حالانکہ زید مسکین وغریب بھی نہیں۔

سائل ...... محمد عامر

الجواب

ضرورت نہ ہونے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ نہ لیں اور اگر لینا چاہیں تو جتنا ایک مقامی طالب علم کو مدرسہ کی طرف سے دیا جاتا ہے اتنا لینے کی گنجائش ہے مہتمم مال مدرسہ کا امین ہوتا ہے مالک نہیں محض اہتمام کی بناء پر اس کے بیٹے مال لینے کے مجاز نہیں اور اجازت صرف ان بچوں کیلئے ہے جو باقاعدہ طالب علم ہوں۔ نیز غنی کے نابالغ بچوں کو صدقات واجبہ دینا جائز نہیں۔[1] دیتے وقت اس مسئلہ کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ نیز اگر مقامی طلبہ کو امداد نہیں دی جاتی تو مہتمم کے لڑکوں کو بھی نہ دی جائے۔.................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۸/۱۱/۲۸ھ

التخریج: (۱)......والمانع ان الطفل یعد غنیاً بغنی ابیہ (شامیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۵۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مہتمم کے بچے جو باضابطہ طالب علم ہوں مدرسہ سے کھانا لے سکتے ہیں:

مہمان نوازی عطیات کی رقم سے ہونی چاہیے:

مہتمم یا اس کے بچے جو مدرسہ میں پڑھتے ہیں یا جو مہمان مدرسہ میں آئے وہ مدرسہ کا کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

سائل ...... محمد انور شاہ ولد شاہ نواز، چک ۲۳۲ وہاڑی

الجواب

مہتمم کے بچے اگر باضابطہ طالب علم ہوں تو دوسرے طلباء کی بقدر کھا سکتے ہیں۔[1]

مہمانوں کے لئے الگ فنڈ جمع کیا جائے جو کہ عطیات وغیرہ سے ہو۔...... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۳/۱۱/۱۴۲۵ھ

مدرسہ کے عمومی چندہ سے عوام الناس کی دعوت کرنا:

مدرسہ کے مہتمم صاحب نے ایک بزرگ عالم دین پیر طریقت سے ماہانہ ایک دوروزہ پروگرام محفل ذکر وفکر موسوم فرما کر رکھا ہے جبکہ اسی مدرسہ کے فنڈ سے اسی بزرگ کو اور اس روز آئے ہوئے لوگوں کو اجتماعی کھانا کھلایا جاتا ہے جبکہ اس پروگرام کے متعلق چند افراد کچھ رقم جو کہ اسی مجلس کا خرچہ پورا نہیں کرتی اس فنڈ میں شامل کرا دیتے ہیں۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

سائل ...... محمد احمد

التخریج: (۱)...... ان طالب العلم (الشرعی) یجوز له اخذ الزکاة ولو غنیا اذا فرّغ نفسه لافادة العلم واستفادته لعجزه عن الکسب (الدر المختار، جلد ۳، صفحہ ۳۳۵) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

مدرسہ کے پیسوں سے عوام الناس کی دعوت کرنا جائز نہیں ہے۔[1] حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ عام چندہ دینے والے زیادہ تر یہ سمجھ کر مدارس کو چندہ دیتے ہیں کہ ہماری رقم تعلیم کے کام میں صرف ہوگی، اس سے طلبہ کو کھانا دیا جائے گا وغیرہ، اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ اس سے جلسہ کے مہمانوں کو کھانا کھلایا جائیگا جن میں سے بہت سارے امراء اور خوشحال بھی ہوتے ہیں تو شاید بعض لوگ اس اطلاع کے بعد چندہ نہ دیں۔ اس لئے میرے نزدیک عام رقوم سے جلسہ کے اخراجات میں صرف کرنا شبہ سے خالی نہیں اور شبہ بھی قوی ہے۔ (وعظ المسمّٰی بالھدیٰ والمغفرۃ، صفحہ ۳۹)................................ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۵/۱۴ھ

مدرسہ کے مال سے اساتذۂ کرام کی دعوت کرنا:

کیا مہتمم صاحب کی اجازت سے مدرسہ کے مال سے اساتذہ کرام کی دعوت کرنا جائز ہے؟

سائل ...... عمران الحق رشیدی، ساہیوال

الجواب

اگر کبھی کبھار اساتذہ کے لئے دعوت کر دی جائے اور زکوۃ کے مال سے نہ ہو بلکہ دوسرے

التخریج: (۱)......انھم صرحوا بان مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مال یعنی عطیہ وغیرہ سے ہوتو اس کی گنجائش ہے۔[1] ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۱۴۲۲/۲/۱۳ھ

---

(۱) عمومی چندہ سے مہمان نوازی کرنا اور مہتمم کا مہمانوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا:

(۲) سفیر کیلئے اجرت کے طور پر چندہ کا حصہ مقرر کرنا:

(۱).....مدرسہ کے مہتمم اور مدرسین جو مختلف شہروں سے مدرسہ کے لئے چندہ کر کے لے آتے ہیں پھر ان کو مدرسہ سے دس فیصد یا آٹھ فیصد حق الخدمت دیا جاتا ہے اور مدرسہ کا مفاد بھی اسی صورت میں زیادہ ہے کیونکہ چندہ کرنے والے حق الخدمت کی وجہ سے زیادہ محنت کرتے ہیں، بخلاف اس صورت کے کہ ان کی تنخواہ بڑھا دی جائے تو وہ اتنی محنت نہیں کریں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ چندہ کرنے والوں کے لئے یہ حق الخدمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲).....مدرسہ میں جو مہمان آتے ہیں ان کی خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ تو کیا مدرسہ کا مہتمم مہمانوں کے ساتھ کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہ کھائے گا تو مہمانوں کو ناگواری ہوگی۔ اگر دونوں سوالوں کا جواب عدم جواز ہو تو متبادل صورت کیا ہوگی؟

سائل ...... محمد زبیر، خادم طلبہ مدرسہ اشرف المدارس، کبیر والہ

التخریج: (۱).....عالمگیریہ میں ہے: فاما التطوع فیجوز الصرف الیهم کذا فی الکافی (عالمگیریہ، جلد ۱، صفحہ ۱۸۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

الجواب

(۱)......اس کے لئے علیحدہ فنڈ قائم کیا جائے، مدرسہ کے عمومی چندہ سے اکرام نہ کیا جائے[1]۔ اور پھر مہتمم صاحب بھی ساتھ کھالیں تو اس کی گنجائش ہے۔

(۲)......کمیشن پر چندہ کرنا شرعاً جائز نہیں۔ یہ اجارہ دو وجہ سے جائز نہیں۔

پہلی وجہ: اجرت من العمل ہونے کی وجہ سے یعنی اسی چندہ میں سے اجرت دی جارہی ہے اور یہ قفیز الطحان کی طرح ناجائز ہے[2]۔

دوسری وجہ: عجز عن العمل: یعنی اجیر کو چندہ وصول کرنے پر قدرت نہیں، جب تک کوئی دے گا نہیں یہ وصول نہیں کرسکتا[3]۔ لہٰذا یہ صورت جائز نہیں۔ (کذا فی احسن الفتاویٰ، جلد ۷، صفحہ ۲۷۷)

اس کی جائز صورت یہ ہے کہ سفیر کی تنخواہ مقرر کرلی جاوے۔ اگر وہ زیادہ محنت کرے تو اس کو بلا تعیین کچھ انعام دیدیا جائے۔............ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۵/۲۳ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

التخریج: (۱)......انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۶۸۳)

(۲)......صورة قفيز الطحان ان يستأجر الرجل من آخر ثورا ليطحن به الحنطة على ان يكون لصاحبها قفيز من دقيقها او يستأجر انسانا ليطحن له الحنطة بنصف دقيقها او ثلثه او ما اشبه ذالك فذالك فاسد (ہندیہ، اجارہ، فصل ثالث، جلد ۴، صفحہ ۴۴۴)

(۳)...... تیسری وجہ: جہالت فی الاجرۃ، یعنی اجرت مجہول ہے کبھی چندہ وصول ہوسکے گا کبھی نہیں کبھی کم ہوگا کبھی زیادہ ہوگا۔ لہٰذا اجرت کے مجہول ہونے کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے۔ ففی العالمگیریة: واما شرائط الصحة (ای صحة الاجارة) فمنها رضا المتعاقدين......... ومنها ان تكون الاجرة معلومة (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۱۱) وفيه ايضاً: الفساد قد تكون لجهالة قدر العمل بان لايعين محل العمل .... وقد يكون لجهالة البدل (الخ) (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۳۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مدرس کا مدرسہ میں آنے والی تمام چیزوں سے اپنا حصہ نکالنا:

مدرس کا اپنے مہمانوں کے کھانے وغیرہ کا خرچ مدرسہ سے لینا:

ایک مدرس جبکہ وہ تنخواہ مدرسہ سے لیتا ہے پھر اپنا کھانا اور بچوں کا کھانا مکمل طور پر نمک مرچ تک اور آٹے کی پسائی تک مدرسہ سے لیتا ہے جبکہ مکان اور بجلی کا بل بھی مدرسہ کے ذمہ ہے۔ علاوہ ازیں مدرس کے مہمانوں کا مکمل خرچ مدرسہ کے ذمہ ہے اگر صدقہ کا مال یا کوئی اور چیز مثلاً گوشت وغیرہ یا دودھ وغیرہ طلباء کے لئے آجائے تو ان میں سے اپنے بیوی بچوں کا حصہ بھی نکالتا ہے نہ ملنے پر ناراض بھی ہوتا ہے۔ کیا از روئے شریعت یہ سب کچھ جائز ہے کہ مدرس کو تنخواہ اور مکان کے علاوہ ہمہ سہولیاتِ زندگی میسر کی جائیں یا نہیں؟ نیز مہتمم صاحب تنخواہ اور مکان کے علاوہ مذکورہ بالا تمام سہولیات مدرسہ کی طرف سے مدرس کو میسر کریں تو عنداللہ ماجور ہوں گے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سائل ......حافظ محمد عمر، فاضل پور ضلع راجن پور

الجواب

زکوٰۃ، عشر وصدقاتِ واجبہ سے مدرس کو براہِ راست تنخواہ دینا شرعاً جائز نہیں، اور اس مد میں آنے والی اشیاء سے مدرس کا اپنا بیوی بچوں کے لئے حصہ نکالنا جائز نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کی تعریف میں یہ شرط ہے کہ وہ کسی منفعت کے بدلے میں نہ ہو۔ مع قطع المنفعة عن الملک من کل وجه (الدر المختار، جلد ۳، صفحہ ۲۰۶)

اسی طرح کھانے اور مہمانوں کے اخراجات وغیرہ کو تنخواہ کا حصہ بنانا شرعاً جائز نہیں اس صورت میں اجارہ فاسد ہے۔ و کل اجارة فیها رزق او علف فهی فاسدة (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۴۴۴)

الحاصل: حضرت مہتمم صاحب کی اس قدر فیاضی مدرسہ کے وقف مال کے شرعی اصول کے

خلاف ہے۔.. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۵/۱۲/۳۰ھ

مدرسہ کی تعمیر، اساتذہ کی تنخواہیں اور بجلی کے بل زکوۃ وعشر کی رقم سے ادا کرنا جائز ہے:

عشر کی رقم مدرسہ کے تعمیراتی کاموں میں خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

سائل ...... عبدالحکیم ساجد، روہیلانوالی، مظفر گڑھ

الجواب

بدوں تملیکِ شرعی زکوۃ وعشر کی رقم تعمیرات، بجلی کا بل، اساتذہ کی تنخواہ وغیرہ پر خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔ **لایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد ...... والحج والجهاد و کل مالاتملیک فیه**(الخ)(ہندیہ، جلد۱، صفحہ۱۸۸)

البتہ تملیک شرعی کے بعد مذکورہ مصارف پر خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔

لما فی المراقی: حیلة التکفین بها التصدق علیٰ فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما(الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، صفحہ۷۲۱)................ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۸/۸/۱۳ھ

B

(۱) تملیک کی شرعی حیثیت:

(۲) تملیکِ شرعی کی ایک عمدہ صورت:

(۳) بائی پاس رقم اور اس کے استعمال کا حکم:

(۴) مدرس کو اضافی خدمت پر معاوضہ دینا:

(۱)......زکوٰۃ کی تملیک کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲)......تملیک کی کون کون سی صورتیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟ تاکہ ان سے بچا جا سکے۔ ابھی تک ہم تملیک دو طرح سے کروا رہے تھے، پہلی یہ کہ ایک غریب ساتھی غیر طالب علم غیر مالکِ نصاب کو زکوٰۃ کی رقم دیتے تھے پھر وہ خود ہی کہے بغیر وہ رقم ہبہ کر دیتا تھا، پھر وہ رقم ہم ضروریات مدرسہ میں خرچ کر دیتے تھے، اور دوسرا تملیک کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ کسی مستحق طالب علم کو زکوٰۃ کی رقم دیدیتے پھر کسی دوسرے وقت میں وہ اپنی مرضی سے وہ رقم ہدیہ کر دیتا کہ آپ طلباء کی جس ضرورت میں چاہیں خرچ کر دیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ ان دو صورتوں میں سے کونسی صحیح ہے اگر کوئی بھی صحیح نہیں ہے تو ماضی کی تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

(۳)......مسئلہ سے پہلے بطور تمہید کے آپ کو کچھ باتیں بتا دوں پہلی یہ کہ میں نے اور میرے والد صاحب نے بازار میں ایک مختصر سی شوریٰ بنائی ہوئی ہے میں مہتمم ہوں اور والد صاحب شوریٰ کے امیر ہیں ایک ساتھی صدر ہیں اور ایک سیکرٹری ہیں شوریٰ میں یہ بات طے ہے کہ ہر ماہ کے شروع میں مشورہ کریں گے، لیکن بعض ساتھیوں کی عدم التفات اور دنیوی مصروفیات کی وجہ سے مشورہ اکثر پانچ یا چھ ماہ تک موقوف رہتا ہے۔ اب بعض امور فوری طے کرنے کے ہوتے ہیں اگر مشورے کا انتظار کیا جائے تو کافی خلل واقع ہوتا ہے اس لئے میں نے کچھ تملیکِ شرعی زکوٰۃ، صدقات، عطیات کی اپنے پاس رکھی ہوئی ہے۔ جب کہ اکثر رقم بینک میں موجود ہے جس کا اکاؤنٹ نمبر میرے اور صدر صاحب کے نام ہے۔ جو چیز مدرسہ کیلئے خریدنی ہو پہلے مشورہ ہوتا ہے پھر بینک سے رقم نکلوائی جاتی ہے جو رقم بینک کے

علاوہ میرے پاس ہے اس کا نام بائی پاس رقم ہے یہ رقم اس لئے الگ رکھی ہے کہ شوریٰ میں بعض رفقاء کو مدرسہ کی بعض ضروریات کا علم نہیں کہ واقعی مدرسہ کی ضروریات ہیں مثلاً جنریٹر اگر نہ ہو تو شام کی پڑھائی میں خلل ہوگا یا وظائف میں بقدر ضرورت اضافہ وغیرہ امور ہیں تو اس بائی پاس رقم سے ہم اپنی یعنی مدرسہ کی ضرورت پوری کر لیتے ہیں اور شوریٰ والوں کو نہیں بتاتے۔ کیونکہ اگر مشورے کا انتظار کریں تو بہت نقصان ہوتا ہے، اسی طرح تعمیراتی کام چل رہا ہے، اینٹ، بجری، ریت وغیرہ کی ضروریات وقتی طور پر پوری کر لیتے ہیں پھر اس کو حساب کے رجسٹر میں لکھ لیتے ہیں تا کہ شک وشبہ سے بچا جائے جن ضروریات کا ان کو شعور نہیں اور وہ واقعۃً ضرورت ہیں تو وہ لکھتے نہیں ہیں بلکہ ایسے ہی بائی پاس رقم سے ضرورت پوری کر لیتے ہیں اور اس رقم کو پوری امانت داری سے صرف ضروریات مدرسہ میں ہی لگایا جاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ رقم شوریٰ والوں سے چھپا کر مدرسے کی ضروریات میں خلل سے بچنے کے لئے صرف امیر صاحب (والد صاحب) کی اجازت سے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس خرابی اور خلل اور بے انتظامی سے بچنے کا کیا حل ہے؟

(۴)......ایک مدرس جس کو میں نے ناظمِ مطبخ و ناظم دار الاقامہ مقرر کیا ہوا ہے اس کو شوریٰ کی طرف سے طے شدہ وظیفہ کے علاوہ بائی پاس رقم میں سے نظامت کا وظیفہ دینا صحیح ہے یا نہیں؟ جبکہ شوریٰ والے اس کو ضروری نہ سمجھیں۔

سائل ...... محمد احسان شاکر، خادم مدرسہ عربیہ صداقت الاسلام، گوجرانوالہ

الجواب

(۱)......عند الضرورت حیلۂ تملیک اختیار کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔

ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء. قوله: " ثم يامره" ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۳، صفحہ ۳۴۳)

(۲)......مذکورہ دونوں صورتوں میں تملیک ہو جائے گی بشرطیکہ فقیر بھی یہ سمجھتا ہو کہ یہ رقم میری ملک

ہے اور میں واپس کرنے یا نہ کرنے میں مختار ہوں۔ حیلۂ تملیک کی بہترین صورت یہ ہے کہ مثلاً ناظم صاحب ذاتی رقم دس ہزار کسی فقیر کو بطور قرض دیدیں فقیر قبضہ کرنے کے بعد وہ رقم اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے اس کے بعد ناظم صاحب زکوۃ کی رقم فقیر کو دیدیں جب فقیر قبضہ کرلے تو اس سے قرضے کی واپسی کا مطالبہ کیا جائے فقیر زکوۃ کی رقم سے اپنا قرضہ ادا کرے، ناظم کی رقم بھی ان کو مل گئی فقیر کو تصدق کا ثواب بھی مل گیا اور مدرسہ میں بھی دس ہزار پہنچ گئے۔

(۳)......آپ کا مذکورہ طریق کار اصولی طور پر درست نہیں کیونکہ اگر بائی پاس والی رقم کا علم اہل شوریٰ کو ہو گیا تو وہ آپ کو خائن قرار دیں گے۔ اس کا حل یہ ہے کہ آپ شوریٰ میں ایسے علماء کو شامل کریں جو مدارس کے نظام اور ضروریات کو سمجھنے والے ہوں اور علماء کی اکثریت ہو تا کہ کسی جائز خرچ یا منصوبہ میں وہ لوگ رکاوٹ نہ بن سکیں۔ سال میں ایک یا دو مرتبہ شوریٰ کا خوب بھرپور انداز میں اجلاس ہو سابقہ سال کی کارکردگی پیش کی جائے اور آئندہ سال کے منصوبوں کی شوریٰ سے منظوری لی جائے، اور مناسب مقدار رقم مدرسہ کے دفتر میں اپنے استعمال کے لئے منظور کرالیں۔ اس صورت میں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔ آنے والی ہر نئی رقم تملیک کے بعد پہلے مدرسہ کے اکاؤنٹ میں جمع ہونی چاہیے اور پھر عند الضرورت بینک سے نکلوالی جائے۔

(۴)......اگر ناظمِ مطبخ، ناظمِ دارالاقامہ کا وظیفہ کم محسوس ہو تو مہتمم صاحب کو اضافے کی شرعاً گنجائش ہے۔ اہل مدارس کا عرف یہی ہے۔ والعرف فی الشرع له اعتبار، ولذا علیه الحکم قد یدار (عقود رسم المفتی صفحہ ۳۹)......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۰/۷/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

کیا حیلۂ تملیک کے ذریعے معطین کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

محلے کے کچھ آدمیوں نے مل کر مسجد و مدرسہ کا انتظام چلانے کے لئے ایک کمیٹی بنا رکھی ہے اس مدرسہ میں علاقے کے بچے اور بچیاں کثیر تعداد میں پڑھتے ہیں ان بچوں کو قرآن پاک پڑھانے کے لئے کمیٹی والوں نے دو (۲) قاری صاحبان اور ایک قاریہ صاحبہ کا انتظام کر رکھا ہے مدرسہ و مسجد کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے مدرسہ کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ایک غریب آدمی جو کہ مزدوری کما کر اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے اور دنیاوی عیش و عشرت سے نفرت کرنے والا ہے وہ مدرسہ کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے کسی دوست احباب سے قرض کی رقم لے کر مدرسہ کی کمیٹی کے سپرد کرتا ہے۔اب مدرسہ کی کمیٹی کے حضرات مل جل کر مخیر حضرات سے زکوٰۃ کی رقم، قربانی کی کھالوں کی رقم اکٹھی کر کے موجودہ مقروض آدمی کی ملکیت کر دیتے ہیں اور یہ آدمی دوست احباب سے لیا ہوا قرض واپس کرتا ہے۔ یا یہ کہ یہی رقم مسافر طلباء کی ملکیت کر دیتے ہیں طلباء کمیٹی کے حضرات کو وکیل بنا کر رقم مدرسہ کے اخراجات کو پوار کرنے کے لئے کمیٹی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ کیا اس طرح کرنے سے مخیر حضرات کی زکوٰۃ اداء ہو جائے گی؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں؟

سائل ...... قاری محمد ظفر اقبال

الجواب

پہلا طریقہ درست ہے۔ حضرت تھانویؒ نے ''امداد الفتاویٰ'' میں اسی حیلہ کو بہتر قرار دیا ہے۔اس طرح کرنے سے مخیر حضرات کی زکوٰۃ اداء ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۷/۸/۲۵

(۱) مدرسہ کے لئے علماء کی مختصر کمیٹی ضروری ہے:

(۲) صدقہ وغیرہ کے گوشت سے کچھ حصہ گھر میں استعمال کرنے کا حکم:

(۱)......احقر نے بچیوں کا ایک دینی مدرسہ ''جامعہ عائشہ صدیقہ'' چند سالوں سے شروع کر رکھا ہے جامعہ کی آمدن زیادہ تر بچیوں کی داخلہ فیس اور ماہانہ فیس ہوتی ہے۔فیس اور زکوٰۃ وصدقات کی جو رقم جمع ہوتی ہے اس سے بچیوں کی خورد ونوش کا انتظام معلّمات کے اخراجات، سوئی گیس وبجلی کے بل اور کچھ رقم فاضل ہو تو بچیوں کے علاج معالجہ پر خرچ ہو جاتی ہے۔اگر جمع شدہ رقم فاضل ہو تو جامعہ ہی کے لئے محفوظ رکھی جاتی ہے اور کمی کی صورت میں اپنے وسائل سے کمی پوری کی جاتی ہے۔ ہم دونوں میاں بیوی ہر طرح کے انتظامات اور نگرانی کی خدمت دن رات انجام دیتے ہیں، جامعہ اور بچیوں کی جملہ ضروریات فراہم کرتے ہیں لیکن لوگ جو گوشت دیتے ہیں ہم اس میں سے گھر میں بھی پکا لیتے ہیں جبکہ مالی اعتبار سے کبھی احقر صاحب نصاب ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچیوں کی فیس والی رقم سے جو فاضل ہو ہم اپنی ضرریات پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲)......طالبات کے لئے آنے والا گوشت ہم گھر میں پکا سکتے ہیں یا نہیں؟ جامعہ کے مکمل انتظامات احقر کے سپرد ہیں کوئی منتظم کمیٹی نہیں ہے۔

سائل ...... عبدالمعبود، راولپنڈی

الجواب

(۱)......چند علماء کی مختصر سی کمیٹی ہونی چاہیے۔حق الخدمت کے طور پر معاوضہ لینے کی شرعاً اجازت ہے۔ **ومشائخ بلخ جوز و الاستیجار علیٰ تعلیم القرآن** (ہندیہ، جلد۴، صفحہ۴۴۸)

وفی الشامیة: والفتیٰ المتأخرون بجوازہ (الاجرة) علی التعلیم والاذان والامامة. (جلد۶، صفحہ۶۳۹)

(۲)......گوشت وغیرہ جو چیز مدرسہ میں آئے اُسے مدرسہ میں بھی تملیک کے بغیر استعمال نہ کیا

جائے، کیونکہ سب بچیاں مستحق اور مصرف نہیں ہوتیں اور دینے والا نذر وغیرہ کی نیت سے بھی دیتا ہے۔ گھر کے لئے جتنا گوشت لیا جائے وہ تنخواہ سے منہا کرا دیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۰/۴/۱۸ھ

مہتمم صاحب مقروض اور مستحق زکوٰۃ ہوں تو کیا وہ خود کو تملیک کر سکتے ہیں؟

کیا مہتمم مدرسہ کے لئے زکوٰۃ کی بذاتِ خود تملیک کر کے اپنا قرض ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ مہتمم کا خود تملیک کرنا اور اپنا قرض ادا کرنا دونوں کی وضاحت فرمائیں، نیز صورت مذکورہ میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ از روئے شریعت وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

سائل ...... عبدالصمد، ملتان

الجواب

مہتمم مالک کی طرف سے وکیل ہوتا ہے اور وکیل اپنی ذات پر رقم خرچ نہیں کر سکتا الا یہ کہ اسے ہر جگہ خرچ کرنے کی مکمل اجازت دیدی جائے۔

درمختار میں ہے: **وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لالنفسہ الا اذا قال ربُّھا ضعھا حیث شئت (الخ)** (الدرالمختار، جلد۳، صفحہ۲۲۴)

لہٰذا مہتمم صاحب کا اپنا قرض اتارنا جائز نہیں اگر مہتمم صاحب کو غریب طلباء کا وکیل قرار دیا جائے تو اس صورت میں معطین کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ چنانچہ شامی میں ہے: **لانہ کلما قبض شیأ ملکوہ وصار خالطا ما لھم بعضھم ببعض ووقع الزکوٰۃ عن الدافع** (شامیہ، جلد۳، صفحہ۲۲۳)

البتہ مہتمم صاحب پر مذکورہ رقم کی ضمان واجب ہے۔.....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس، ملتان

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان — ۲۴/۸/۱۴۲۴ھ

(۱) اگر مہتمم، صاحبِ نصاب نہ ہو تو اس کی وصولی تملیک بن جائے گی یا نہیں؟

(۲) مدرسہ کے سفیر کی وصولی سے تملیک متحقق ہوتی ہے یا نہیں؟

(۳) زکوٰۃ میں ملنے والے نوٹوں کی تبدیلی کا حکم:

(۱).....مدرسہ کا مہتمم جو صاحب نصاب نہیں بلکہ اکثر مقروض رہتا ہے مدرسہ کے چندہ میں زکوٰۃ، عشر و چرم قربانی کی مدات سے آنے والی رقوم وصول کرنے کے بعد تملیک کی نیت سے اپنی مِلک میں لے کر پھر مدرسہ کو عطیہ دیدے تو یہ تملیک ہو جائیگی یا نہیں؟ اور زکوٰۃ وغیرہ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(۲).....مدرسہ کا سفیر جو کہ مدرسہ کی طرف سے چندہ وغیرہ جمع کرنے پر مأمور ہے، مگر ہے صاحبِ نصاب، وہ دوران سفر عوام الناس سے زکوٰۃ اور عشر کی مدات سے چندہ لے کر اپنی مِلک کر کے دورانِ سفر ہی (جبکہ وہ شرعی مسافت پر غریب الوطن ہے) مدرسہ کو عطیہ و خیرات و ہدیہ کر دے تو کیا اس طرح سے ان رقوم کی تملیک ہو جائے گی؟ پھر انہی رقوم سے وہ سفیر سفری اخراجات پورے کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۳).....مدرسہ کے چندہ میں زکوٰۃ و عشر کی مدات میں سے وصول ہونے والے مخصوص نوٹوں ہی کی تملیک ضروری ہے؟ نوٹ اگر تبدیل ہو جائیں اور دوسرے نوٹ تملیک میں دیئے جائیں تو شرعاً کیسا ہے؟

(۴).....اگر مخصوص نوٹوں کی ہی تملیک ضروری ہے تو مدرسہ میں بذریعہ ڈاک یا بینک آنے والے نوٹوں کی کیا صورت ہوگی؟

سائل ......غلام قادر

الجواب

(١۔٢)......مہتمم اور سفیر بظاہر مالک کے وکیل ہیں اور وکیل اپنی ذات پر اسے خرچ نہیں کرسکتا البتہ اپنے بیوی بچوں سے تملیک کرواسکتا ہے جبکہ وہ فقیر ہوں۔ وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لالنفسہ الا اذا قال ربّھا ضعھا حیث شئت (الدرالمختار، جلد٣، صفحہ٢٢٤)

اس لئے خود تملیک کرنے کی بجائے کسی دوسرے فقیر سے تملیک کے بعد مدرسہ کی ضروریات پر خرچ کیا جائے۔ البتہ بعض حضرات نے مہتمم صاحب کو طلباء کا وکیل قرار دیکر مہتمم کے قبضہ ہی کو تملیک تسلیم کیا ہے، لیکن احتیاط پہلی صورت میں ہے۔

(٣۔٤)......چھوٹے نوٹوں کو سنبھالنا مشکل ہو تو عندالضرورت بڑے نوٹوں میں تبدیلی کی گنجائش ہے۔ البتہ بہتر صورت یہ ہے کہ اسی رقم کی تملیک کرائی جائے۔..........فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

١٤٢٤/١١/١٩ھ

غریب شخص کے قریب البلوغ لڑکے کی تملیک سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی:

مالِ زکوٰۃ سے مدرسہ کا قرض بھی بدوں تملیکِ فقیر ادا کرنا جائز نہیں:

(١)......زکوٰۃ اور عشر مدرسہ کی کونسی مد میں استعمال ہو سکتے ہیں۔

(٢)......مدرسہ کے تعمیراتی کام میں اگر زکوٰۃ اور عشر کا فنڈ خرچ کرنا ہو تو اس کی کیا صورت ہے؟

(٣)......وہ طلباء جو نابالغ ہیں، ان پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(٤)......مدرسہ کے مقروض ہونے کی صورت میں زکوٰۃ یا عشر کے فنڈ سے قرضہ ادا کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

سائل ...... محمد عمر بھٹی

الجواب

(۱)......زکوٰۃ اور عشر کا فنڈ حیلۂ تملیک کے بعد مدرسہ کے جس کام میں چاہیں صرف کر سکتے ہیں۔

(۲)......اسی طرح مدرسہ کے تعمیراتی کاموں میں بھی حیلۂ تملیک کے ساتھ زکوٰۃ اور عشر کا فنڈ خرچ کر سکتے ہیں چنانچہ درمختار میں ہے: **وحیلة التکفین بها التصدق علی الفقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد** (جلد ۲، صفحہ ۲۷۲)

(۳)......قریب البلوغ نابالغ طلباء کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ ہندیہ میں ہے: **ولو قبض الصغیر وهو مراهق جاز وکذا لو کان یعقل القبض بان کان لایرمی ولایخدع عنه** (ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۹۰)

(۴)......مدرسہ کے مقروض ہونیکی صورت میں زکوٰۃ اور عشر کے فنڈ سے حیلۂ تملیک کے بعد ادائیگی قرض ہو سکتی ہے۔ (فتاوی محمودیہ، جلد ۱۳، صفحہ ۱۰۶)............فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۱۲/۲۷ھ

(۱) بغیر حیلۂ تملیک خرچ کی گئی زکوٰۃ کی رقم شرعاً زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

(۲) تملیک شرعی کے بعد زکوٰۃ والی رقم سے تنخواہ لینا جائز ہے:

(۳) چرم قربانی اور صدقات واجبہ کا ایک ہی حکم ہے:

(۱)......(الف) کیا مدارس میں جمع ہونے والے فنڈ میں زکوٰۃ، عشر و فطرانہ دینے والے لوگوں کا وجوب ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور فنڈ کی رقم خواہ کتنی ہو جائے درست ہے یا اس کو کوئی مقدار متعین ہے؟

(ب)......کیا یہ فنڈ بغیر کسی حیلۂ تملیک کے تنخواہ، تعمیرات، اخراجات مطبخ پر خرچ کرنے سے

یا مہتمم صاحبان جو اپنی صوابدید پر کرتے ہیں از جانب ادا کنندگان زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا کسی حیلہ کی ضرورت ہے اگر حیلہ کی ضرورت ہے تو کیسے کیا جاوے؟

(۲)......اگر کوئی مدرس اس رقم سے تنخواہ وصول نہ کرے اور بلا تنخواہ بھی تعلیم دینے کی طاقت نہ ہو تو کیا یہ تعلیم کا سلسلہ چھوڑ کر دوسرا مشغلہ اختیار کرے تو عند اللہ مجرم تو نہ ہوگا؟

(۳)...... چرم قربانی سے حاصل ہونے والے فنڈ کا حکم بھی زکوٰۃ وعشر والا ہے یا نہیں؟

سائل ...... احسن امین

الجواب

(۱)......(الف) صدقات واجبہ سے جمع ہونے والا چندہ جب تک کسی مستحق کی مِلک میں نہیں پہنچے گا معطی سے وجوب ساقط نہ ہوگا۔

(ب)...... بلا تملیکِ شرعی ان کا استعمال عمارات میں درست نہیں، مطبخ میں پکنے والا کھانا اگر صرف فقیر طلباء کو دیا جاتا ہو تو وہاں مذکورہ صدقات کا استعمال درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ یہاں بھی بعد از تملیک استعمال کیا جائے۔

(۲)...... بعد از تملیک تو اس رقم کو تنخواہ میں لینے میں کوئی اشکال نہیں اور خالی عن الشبہات معاوضہ تو شاید ہی کہیں میسّر ہو، اگر مدرسہ والے ایسے مدرس کے لئے عام عطیات سے تنخواہ کا بندوبست کر دیں تو بہتر ہے محض اس وجہ سے دینی خدمت کو ترک کرنا درست نہیں۔

(۳)...... چرم ہائے قربانی کو فروخت کرنے کے بعد ان کی قیمت واجب التصدق ہے۔[1] لہٰذا وہ

التخریج:(۱)......فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه (درمختار، جلد ۹، صفحہ ۵۴۳)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

دیگر صدقات واجبہ کے حکم میں ہے۔

فاذا تمولته بالبیع وجب التصدق (امداد الفتاویٰ، جلد ۲، صفحہ ۴۷۳)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

مفتی خیر المدارس، ملتان — ۱۳۹۸/۱۲/۲۴ھ

نذر کا جانور معطی کی اجازت سے فروخت کرنے کی اجازت ہے جبکہ وہ رقم طلباء کے کھانے پر خرچ ہو:

ہمارے ہاں گاؤں میں چھوٹے چھوٹے مدرسے ہوتے ہیں کسی مدرسہ میں بیس طلباء، کسی میں پچیس اور کسی میں تیس طلباء ہوتے ہیں، یہ مدارس زکوٰۃ اور صدقات سے چلتے ہیں، بعض عورتیں ایسا کرتی ہیں کہ کوئی بیمار ہو گیا یا کوئی مصیبت آ گئی تو وہ جانور مان لیتی ہیں اگر ٹھیک ہو گئے تو یہ جانور صدقہ دیں گی۔ اب اگر صدقہ کا جانور مدرسہ میں دیدیتی ہیں اور مدرسہ میں تقریباً بیس بچے ہیں جو کہ مدرسہ سے کھانا کھاتے ہیں، اب اس جانور کو ذبح کیا جائے تو بیس بچے ایک مہینہ بھی نہیں کھا سکتے، تو مدرسہ کے منتظم یہ خیال کرتے ہیں کہ اس جانور کو بیچ دیتے ہیں اور اس سے جو روپے ملیں گے وہ بچوں کے کھانے پر لگا دیں گے اس طرح ایک ہفتے کی بجائے ایک مہینے کے کھانے کا انتظام ہو جائے گا۔ تا کہ گوشت ضائع ہونے سے بچ جائے تو اس صورت میں کیا اس جانور کو بیچنا جائز ہے؟ کیونکہ آدھا گوشت ضائع ہونے کا احتمال ہے۔

سائل ...... مولوی حفیظ الرحمٰن، مدرسہ اشاعت العلوم، آزاد کشمیر

الجواب

معطی کی اجازت سے اگر جانور کھلانے کی بجائے بیچ دیا جائے تو جائز ہوگا، جس طرح کہ کوئی چیز آدمی متعین کر دے کہ میں صدقہ میں فلاں چیز دوں گا، مگر اس نے وہ متعین چیز تبدیل کر

دی تو جائز ہے۔ نذر ان یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہٖ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہٖ بثمنہٖ (الدرالمختار، جلد۵، صفحہ۵۴۶) ...... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۰/۴/۱۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

مدرسہ کی گندم ادھار فروخت نہ کی جائے:

ایک مدرسہ ہے اس کا چندہ کچھ گندم اور کچھ نقدی لیا گیا ہے اور گندم مدرسہ کے خرچ سے زائد ہے اور اس کو مدرسہ کا خادم بیچنا چاہتا ہے اور لینے والا غریب آدمی ہے اور اس کے پاس پیسے فی الحال موجود نہیں ہیں اور وہ کچھ دنوں کی مہلت لینا چاہتا ہے نیز یہ کہ مدرسہ کے پیسے بھی کئی دنوں کیلئے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق شرعی فتویٰ کیا ہے؟

سائل ...... غلام قادر، مظفر گڑھ

الجواب

گندم اگر مدرسہ کے خرچ سے زائد ہے تو اس کو بیچنا جائز ہے بشرطیکہ وہ رقم مدرسہ پر ہی خرچ ہو، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس کو ادھار فروخت نہ کیا جائے بلکہ نقد پیسوں پر بیچا جائے، کیونکہ اس میں ضائع ہونے کا احتمال ہے اسی طرح مدرسہ کی رقم قرض پر دینا یا خود استعمال کرنا بھی جائز نہیں۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۷۵/۱۰/۴ھ

الجواب صحیح
بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس، ملتان

---

(۱) لما فی البحر الرائق: لیس للمتولی ایداع مال الوقف.........ولا اقراضہ فلو اقرضہ ضمن۔ (جلد۵، صفحہ۲۰۱)
(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مدرسہ کی جمع شدہ گندم فلور ملز والوں کو بطور قرض دینا:

ایک مدرسہ کی انتظامیہ مسافر طلباء کیلئے عوام الناس سے گندم اکٹھی کر کے فلور مل کی انتظامیہ کے ہاں بطور قرض جمع کرا دیتی ہے جبکہ وقت کا تعین نہیں ہوتا، جتنا وزن گندم کا ہوتا ہے اتنا وزن آٹا ضرورت کے وقت ادارہ اٹھاتا رہتا ہے، اس گندم سے سوجی اور میدہ بھی نہیں نکالا جاتا، آٹا کی پسائی گندم کی صفائی وغیرہ کی اجرت بھی دینی مدرسہ سمجھ کر نہیں لی جاتی۔ کیا مذکورہ بالا صورت میں کوئی اشکال تو نہیں؟

سائل ...... عمر صدیق

الجواب

بہتر صورت یہ ہے کہ گندم اکٹھی کر کے فلور مل کی انتظامیہ پر فروخت کر لی جائے اور پھر قیمتاً آٹا لیتے رہیں۔.................................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۹/۵/۳ھ

حاشیہ کی وجہ سے مدرسہ کی کتاب کو اپنی کتاب سے تبدیل کرنا:

ایک کتاب جو کہ میری مملوکہ ہے لیکن اس پر کوئی حاشیہ وغیرہ نہیں ہے۔ اب میں اس کتاب کو مدرسہ کی ایک کتاب کے بدلے میں تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... گل نواز، مدرسہ عربیہ

الجواب

صورت مسئولہ میں مدرسہ کی کتاب لینا جائز نہیں۔ کسی کتب خانہ سے اس مطبع کی

کتاب خرید لی جاوے۔[1] ....فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۳/۶/۲۲ھ

مدرس کا جمع شدہ روٹیاں بکری کو ڈالنا:

ایک گاؤں میں ایک مدرسہ بنا ہوا ہے جہاں طالب علم حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور تینوں وقت روٹیاں، دودھ اور دیگر چیزیں گھروں سے مانگ کر لاتے ہیں اساتذہ کرام بھی کھاتے ہیں بچے بھی اور قاری صاحب کی بکریاں بھی یہی روٹیاں کھاتی ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

سائل ...... محمد عمران

الجواب

اگر قاری صاحب ضرورت سے زائد بچے کھچے ٹکڑے بکریوں کو کھلا دیتا ہے تو اس کی گنجائش ہے لیکن بکریوں کو کھلانے کے لئے روٹیاں اس طرح جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۷/۱/۲۴ھ

التخریج: (۱)......الذی تحصل من کلامہ انہ اذا وقف کتباً وعیّن موضعها فان وقفها علیٰ اهل ذالک الموضع لم یجز نقلها منہ لالهم ولا لغیرهم (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۵۶۱)

وفی الهندیة: لیس للقیم ولایة الاستبدال الا ان ینص له ذالک (جلد ۲، صفحہ ۴۰۰) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مدرسہ کی خورد برد کی ہوئی رقم کا شرعی حل:

زید تقریباً اٹھارہ سال قبل ایک دینی مدرسہ میں مدرس تھا، جہاں مسافر طلباء زیر تعلیم تھے، اکثر و بیشتر مخیر حضرات زید کو کبھی نفلی اور کبھی زکوٰۃ کی رقم بغرض تقسیم طلباء لا کر دیتے تھے، مگر زید اس میں سے کچھ رقم تو طلباء پر تقسیم کر دیتا تھا اور کچھ رقم اپنے ذاتی مصرف میں لگا دیتا، اب زید کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کتنی رقم طلباء کی کھا چکا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ کتنی رقم زکوٰۃ کی تھی، اور کتنی خیرات کی۔ اس کام کی اسے مہتمم مدرسہ کی طرف سے قطعاً اجازت نہ تھی، اور مذکورہ رقم کا خود مختار بھی نہ تھا۔ اب زید فرضی اور نفلی رقم کا مشترکہ کچھ اندازہ کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں تقریباً یہ رقم پانچ ہزار کے قریب ہو گی۔ اب یہ رقم ان طلباء کو لوٹانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ اٹھارہ بیس سال پہلے کی بات ہے وہ مسافر طلباء بھی گھروں کو جا چکے ہیں۔ اب اُتنی رقم دینی ہوگی یا اس سے زائد، پھر اس رقم کا مصرف کیا ہوگا کیا اسی مدرسہ کے طلباء کو یہ رقم واپس کرنی ضروری ہے یا کسی دوسرے مدرسہ کے طلباء کو دیدی جائے یا مسجد میں دیدی جائے۔ اگر اسی مدرسہ کے طلباء کو دینی ہو تو وہاں کے مہتمم کو مذکورہ رقم ادا کرنے کے بعد یہ کہہ دیا جائے کہ آپ طلباء کو تقسیم کر دیں۔ اس طرح وہ عند اللہ بریٔ الذمہ ہو سکتا ہے؟

سائل ...... حافظ عبدالرؤف، ڈیرہ غازیخاں

الجواب

مذکورہ رقم کا اندازہ کر کے فقیر طلباء پر صدقہ کر دی جائے فقیر طلباء کی تعیین جناب مہتمم صاحب کے ذریعے ہو جائے، رقم خود اپنے ہاتھ سے دی جائے۔ اندازہ کرتے وقت یہ خیال کیا جائے کہ میری طرف سے کچھ زائد رقم اگرچہ چلی جائے لیکن میرے ذمہ میں باقی نہ رہے، کسی دوسرے مدرسہ کے طلباء کو دینے کی بھی گنجائش ہے۔ **والسبیل فی المعاصی ردّھا وذالک ھنا برد المأخوذ ان تمکن من ردّہ بأن عرف صاحبہ وبالتصدق بہ ان لم یعرفہ** (ہندیہ، جلد۵، صفحہ۳۴۹)

الحاصل: اندازہ کر کے رقم طلباء پر صدقہ کر دی جائے جبکہ معطی حضرات کا علم نہ ہو۔ فان لم یعرفوا اربابہ تصدقوا بہ (ہندیہ، جلد۵، صفحہ ۳۴۹) .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۰/۷/۱۴۲۴ھ

مسجد یا مدرسہ کی رقم بغیر تعدی کے اگر ضائع ہو جائے تو ناظم وغیرہ پر ضمان نہیں:

زید ایک مدرسہ کا محاسب ہے یومیہ خرچ کیلئے اس کے پاس دو اڑھائی سو روپیہ بھی رہتا ہے "کارِ قضاء" ایک دن مقفل کمرہ اور ڈیکس سے پونے دوسو یا اس سے کم وبیش روپیہ چوری ہو گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مدرسہ کا روپیہ محاسب کے پاس امانت رہتا ہے یا قرض؟ اور اب یہ مسروقہ روپیہ شرعاً کس کا گم ہوا، اور کس کو دینا ہوگا، محاسب، مہتمم یا مجلس شوریٰ کو دینا ہوگا یا مدرسہ ہی کا گم ہوا؟ شرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

تنقیح:

(۱)...... کیا ڈیکس کو بھی قفل لگایا گیا تھا؟ اگر نہیں تو کیا اس بناء پر کہ کمرہ کو مقفل کرنا کافی ہے یا ڈیکس کو مقفل کرنا بھول گئے تھے؟

(۲)...... عام طور پر ڈیکس میں رقم نہیں رکھی جاتی محرر نے اپنی رقم ڈیکس میں کس وجہ سے رکھی۔ کیا اس سے پہلے بھی آپ کے ہاں ڈیکس میں رقم رکھنے کا طریقہ ہے یا صرف وقتی ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک دو مرتبہ ڈیکس میں رقم رکھ کر کمرہ کو مقفل کیا جاتا ہے؟ بہر حال آپ کے ہاں رقم کی حفاظت کرنے کا کیا اصول ہے؟ اس کا جواب پہنچنے پر فتویٰ تحریر کیا جائے گا۔

(از دارالافتاء خیر المدارس، ملتان)

جواب تنقیح از سائل:

(۱)...... کمرہ دارالاہتمام اور ڈیکس کو ہمیشہ قفل لگا رہتا ہے اور محاسب نائب مہتمم بھی ہے محاسب و محرر جب تک کام کی وجہ سے بیٹھا رہتا ہے کمرہ کھلا رہتا ہے جب چلا جاتا ہے تو کمرہ اور ڈیکس دونوں مقفل رہتے ہیں صرف اسی دن ڈیکس کو تالا لگانا بھول گیا، مگر کمرہ اس وقت بھی مقفل تھا۔

(۲)...... یہ تھوڑی رقم عموماً عارضی اور ہنگامی ضرورت کی وجہ سے رکھی رہتی تھی کہ چھوٹی ضرورت کے واسطے بار بار خزانچی سے مانگنے میں دقت ہوتی ہے زیادہ اور اصل رقم تو مہتمم کے پاس ہے یہ تھوڑی رقم عموماً وہی ہے جو دو چار رسیدوں وغیرہ سے آ گئی اور محاسب کے پاس عارضی اور وقتی ضرورت کے لئے اس کے پاس رہے گی، اس محاسب و نائب مہتمم کے پاس حفاظت رقم کا یہی دستور ہے کہ مدرسہ کا سب سرمایہ تو مہتمم صاحب کے پاس ہے اور وہ بذریعہ بینک یا ڈاکخانہ کے محفوظ رہتی تھی، اور یہ ڈیکس محاسب کی تحویل میں رہتا ہے اور اس ڈیکس میں بجز اشیاء و کاغذات مدرسہ کے کسی اور کی کوئی چیز نہیں۔ سائل .... نامعلوم

الجواب

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ محرر نے جب کمرہ مقفل کر دیا ہے تو اب اس کی طرف سے کوئی تعدی نہیں ہوئی اس لئے اس رقم کی چوری ہو جانے سے اس پر ضمان نہیں آئیگا۔

کمایفهم من العالمگیریة: سئل عن مودع وضع الودیعة فی حجرته فی خان وفیه صحن لاقوام فربط سلسلة بابها بحبلها ولم یقفله ولم یغلقه وخرج فسرقت الودیعة هل یضمن؟ قال ان عدّ شدّ هذا الربط فی مثل هذا الموضع توثیقاً لم یضمن وان عد اغفا لا ضمن، کذا فی فتاویٰ النسفی (جلد۴، صفحہ ۳۴۶)...... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۴/۳/۱۰ھ

مدرسہ کی کتب پر طلباء کا لکھنا خلاف ادب ہے:

مدرسہ کی کتب پر لکھنے والے طلباء سے ضمان کی وصولی کرنا:

مدرسہ کے کتب خانہ سے طلباء کو پڑھنے کیلئے عاریۃً کتب دی جاتی ہیں اور ان پر تاکیدی چٹ لگی ہوتی ہے کہ ان کو خراب نہیں کرنا لیکن بعض طلباء ان کتب پر حاشیہ، نوٹ اور مثالیں وغیرہ نقل کرتے رہتے ہیں اس نیت سے کہ آخر سال میں مدرسہ کو نئی کتب خرید کر دیدیں گے یا اس کی قیمت دیدیں گے اور یہ کتب اپنے لکھے ہوئے حاشیوں کی وجہ سے دوسرے طلباء کے لئے ناقابل استعمال ہو جاتی ہیں۔ تو کیا اس صورت میں طلباء پر کوئی ضمان ہے یا نہیں، نیز ان کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان کی کتب سے مدرسہ کی وقف کردہ کتب کو بدلنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد امجد

الجواب

صورت مسئولہ میں لڑکوں کو کتابوں پر لکھنے سے منع کیا جائے کیونکہ یہ ادب کے خلاف ہے، نیز موقوفہ کتابوں کو نئی کتابوں سے بدلنا جائز نہیں اور نہ ہی ان کتب کا ضمان طلباء سے لیا جائے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۲۳/۷/۱۴۱۷ھ

التخریج: (۱)......لما فی الهندية: ولو كان الوقف مرسلا لم يذكر فيه شرط الاستبدال لم يكن له ان يبيعها ويستبدل بها (جلد۲، صفحہ۴۰۱)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

جس مدرسہ میں مسافر طلباء یا طالبات نہ ہوں اس مدرسہ والوں کا زکوٰۃ، عشر و چرم قربانی جمع کرنا کیسا ہے؟

ہمارے مدرسہ کی زمین کسی شخص نے وقف کی تھی جس پر ہم نے اپنے عزیز واقارب سے پیسے اکٹھے کر کے مدرسہ تعمیر کیا جس میں لڑکیاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم مفت حاصل کرتی ہیں کسی لڑکی سے کوئی پیسہ وغیرہ نہیں لیتے، ان بچیوں کو پڑھانے کیلئے دو حافظ لڑکیاں بھی رکھی ہوئی ہیں جن کو ہم مبلغ پچیس سو روپے ماہوار بطور خدمت ادا کرتے ہیں اور لڑکیاں بھی ڈیری فارم، فاروق پور، قاسم بیلہ، چوک شہیداں وغیرہ دور دور سے آتی ہیں بچیوں کو سپارے اور قرآن پاک کو ہاتھ لگانے کے لئے صابن وغیرہ بھی مدرسہ کے فنڈ سے لا کر دیتے ہیں اس کے علاوہ بجلی کا بل، سوئی گیس کا بل بھی مدرسہ ادا کرتا ہے، کچھ چندہ اکٹھا کرتے ہیں اس کے علاوہ کچھ پانچ یا چھ ہزار کی کھالیں بیچ کر مدرسے کا خرچہ پورا کرتے ہیں، پھر بھی اخراجات پورے نہیں ہوتے کوئی آمدن کا سلسلہ نہیں ہے کیا ہم کھالیں یا زکوٰۃ سے مدرسہ کو چلا سکتے ہیں؟

سائل ...... محمد انور خان، خادم مسجد و مدرسہ، ریلوے روڈ ملتان

الجواب

مذکورہ ادارے کی ضرورت کیلئے کھالیں، زکوٰۃ، عشر وصول کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ لیکن تملیک شرعی کے بغیر مذکورہ رقوم خرچ نہ کی جائیں۔ لایجوز ان یبنیٰ بالزکوٰۃ المسجد......والجهاد و کل مالا تملیک فیه (ہندیہ، جلد۱، صفحہ۱۸۸)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۱۲/۱۰ھ

جن مدارس میں مسافر بچے موجود نہیں ان کو زکوٰۃ وعشر دینا جائز ہے:

(۱)......عشر کی گندم اور رقم کس کس پر خرچ کرنی چاہیے۔ کیا مدارس عربیہ کے اندر عشر کی گندم خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲)......مدارس عربیہ کے مہتمم صاحب بعض اوقات عشر کی گندم اور رقم مسجد اور مدرسہ کی عمارت اور اساتذہ کی تنخواہ پر خرچ کر دیتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳)......تملیکی صورت گندم عشر میں جائز ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیسے ہے؟

(۴)......جن مدارسِ عربیہ میں مسافر طلباء نہیں ہیں ان کے اندر عشر کی گندم دینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس دور میں لوگ عطیات نہیں دیتے بشکل عشر، زکوٰۃ وغیرہ دیتے ہیں اس کی صورت بتائیں کہ اس کو مدارس عربیہ میں کس طرح خرچ کیا جائے؟

سائل ...... اللہ بخش، موضع امیر پور میلسی (وہاڑی)

الجواب

زکوٰۃ وعشر کا بہترین مصرف مدارس کے غریب الدیار طلباء ہیں ان پر خرچ کرنے میں ادائیگی فرض کے ساتھ اشاعت دین بھی ہے۔ لیکن اربابِ انتظام پر لازم ہے کہ تملیکِ شرعی کے بغیر زکوٰۃ وعشر کو استعمال نہ کریں، کیونکہ بعض طلباء خود صاحبِ نصاب ہوتے ہیں اور بعض طلباء (نابالغ) والد کے تابع ہونے کی وجہ سے غنی شمار ہوتے ہیں۔ بدوں تملیکِ شرعی زکوٰۃ وعشر کی رقم تعمیر یا تنخواہ کی مد میں استعمال نہیں ہو سکتی۔ ہندیہ میں ہے: لایجوز ان یبنیٰ بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطر ....والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه (ہندیہ، جلد۱، صفحہ۱۸۸)

جن مدارس میں مسافر طلباء نہیں ہیں لیکن انہوں نے تعلیم وتربیت کا عمدہ انتظام کر رکھا ہے۔ اور مدرسہ چلانے کے لئے کوئی اور ذریعہ آمدنی نہیں ہے تو ان کو بھی زکوٰۃ وعشر تملیکِ شرعی کے بعد خرچ کرنی

چاہیے۔تملیک بھی شرعی ہو محض حیلہ نہ ہو۔اس کا طریقہ بالمشافہ معلوم کریں۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۲/۲۵ھ

مدرسہ کے سفیر کیلئے چندہ میں حصہ مقرر کرنا:

ایک مدرسہ کا سفیر ہے جو مہتمم مدرسہ کے ساتھ یہ ایگریمنٹ (معاہدہ) کر کے کام کرتا ہے کہ وہ جتنا بھی چندہ اکٹھا کرے گا اس کا نصف لے گا۔آیا شرعاً اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اسی طرح چوتھا حصہ یا دسواں حصہ طے کرنا کیسا ہے؟

سائل ...... محمد غ۔ع۔ق

الجواب

صورت مسؤلہ میں بیاجرت کی جہالت کی بناء پر اجارہ فاسدہ ہے اس لئے یہ عقد ناجائز ہے، ہاں اگر سفیر کی تنخواہ مقرر کر دی جائے خواہ چندہ ہو یا نہ ہو تو یہ صورت جائز ہوگی۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۶/۱/۲۶ھ

التخریج:(۱)......شرائط الصحة (ای صحة الاجارة) فمنها رضاء المتعاقدین .... ومنها ان تکون الاجرة معلومة (عالمگیریہ، جلد۴، صفحہ۴۱۱) وفیه ایضاً: الفساد قد یکون لجهالة قدر العمل بان لایعین محل العمل ...... وقد یکون لجهالة البدل (ہندیہ، جلد۴، صفحہ۴۳۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

لاؤڈ اسپیکر پر مدرسہ کیلئے چندہ کرنا:

(۱)......مدرسہ عربیہ حفظ القرآن بستی جلیل گاؤں کی آبادی سے تقریباً دوکلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اس لئے علاقہ کے لوگوں کا تعاون بہت کم ہے چنانچہ اب کئی دنوں سے مدرسہ طذا والوں نے مدرسہ کے گیٹ پر جو شارع عام پر ہے اسپیکر رکھ دیا ہے اور طلباء تلاوت وغیرہ کرتے رہتے ہیں اس طرح کچھ نہ کچھ چندہ ہو جاتا ہے۔ آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......اگر یہ صورت ناجائز ہے تو پھر علاقہ کے لوگوں سے تعاون حاصل کرنے کی کیا صورت اختیار کی جائے کیسے ان کو راغب کیا جائے؟ کیونکہ مدرسہ غریب ہے۔

سائل ...... محمد صدیق، قادر پور راداں

الجواب

چندہ کی مذکورہ صورت ہرگز جائز نہیں۔ اسے فوری بند کیا جائے، نیز حسب استطاعت کام کیا جائے کام کو زیادہ بڑھایا نہ جائے۔ اگر مناسب ہو تو پرائمری کا شعبہ ساتھ جاری کرلیں اور ہر بچے کی ماہانہ فیس مقرر کردیں۔..........................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۱/۵/۲۸ھ

پسماندہ علاقہ میں چندہ کے لئے اسپیکر پر مسلسل اعلانات کرنا کیسا ہے؟

ایک نہایت ہی پسماندہ علاقہ ہے اور آج کل عوام الناس خصوصاً صاحب ثروت لوگوں کی نظر میں دین کی وقعت ومحبت ختم ہو چکی ہے کوشش بسیار کے باوجود کامیابی حاصل نہیں ہو سکی کہ پسماندہ علاقے کے بچے اور بچیاں زیور تعلیم قرآن سے آراستہ ہو سکیں۔ جس کیلئے جامع مسجد ''نمرۃ'' و مدرسہ ہذا (تعلیم القرآن) کا منصوبہ عمل میں لایا گیا ہے لیکن مالی وسائل اور مہنگائی کی

شدت کی وجہ سے مایوس کن حالات ہیں اور ادارہ و مسجد کیلئے سخت ضرورت ہے۔ بایں صورت منتظمین جامع مسجد و مدرسہ لاؤڈ اسپیکر بازار میں لگا کر اور بینر وغیرہ لگا کر مروجہ چندہ از روئے شریعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل ...... عبدالرؤف، خادم مدرسہ تعلیم القرآن، تونسہ شریف

الجواب

''بینر'' اور ''اشتہار'' کی حد تک تو کوئی حرج نہیں، اسپیکر لگا کر مستقل مانگنا شروع کر دینا درست نہیں۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

١٦/١٢/١٤٢١ھ

اگر کوئی شاملاتِ دِہ پر ناجائز قبضہ کر کے اس کی قیمت مدرسہ میں جمع کروائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

کسی شخص نے شاملات دہ (اجتماعی زمین) پر ناجائز قبضہ کیا، اور وہ شخص اس زمین کو فروخت کر کے کچھ رقم دینی مدرسہ کو دینا چاہتا ہے، کیا شرعاً مدرسہ والوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... فریدالحق

الجواب

اگر اس شخص نے یہ زمین ناجائز فروخت کی ہے تو اس کی قیمت کو مدرسہ کے لئے قبول نہ کیا جائے۔[1]

لقولہٖ تعالیٰ: یاایها الذین آمنوا لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

٢٣/٥/١٤٢١ھ

التخریج: (١) مسجد بنی علی سور المدینة قالوا لایصلیٰ فیه لان السور حق العامة (خانیہ علی ہامش الہندیہ، جلد ١، صفحہ ٢٦)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

اگر مہتمم کا خائن ہونا محقق ہو جائے تو اسے چندہ نہ دیا جائے:

(۱)...... زید نے ایک سفیرِ مدرسہ مقرر کیا چندہ کے واسطے، اور اسے یہ یقین دلایا گیا کہ مدرسہ بڑی کوشش سے جاری کیا گیا ہے، تم اس کا چندہ کرو، جب اس سے چندہ کرانا شروع کیا تو رقم فراہم شدہ اس سفیر نے زید کو دیدی اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ مدرسہ وغیرہ کوئی نہیں اب کچھ رقم اس سفیر کے پاس ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب وہ رقم جو باقی ہے اس کا کیا کیا جائے کیونکہ مدرسہ تو اب ہے نہیں۔ کیا یہ رقم اسی مہتمم کو دی جائے یا دوسری جگہ پر خرچ کی جائے یا وہ سفیر خرچ کرے؟

(۲)...... ایک مہتمم نے ایک طالب علم کو کاپی دیکر چندہ کے لئے روانہ کیا اس نے چندہ کر کے کچھ رقم خود لے لی اور باقی مہتمم صاحب کو دیدی، لیکن وہ مہتمم صحیح طریقہ سے طلباء پر خرچ نہیں کرتا اگر بیس خرچ کرے تو ایک سو کا حساب کر کے لوگوں کو دکھا دیتا ہے۔ تو اس رقم کے متعلق کیا کیا جائے؟

سائل ...... عبدالرحمٰن، خانپور ضلع بہاولپور

الجواب

(۱)...... جب مدرسہ قائم نہیں رہا تو سفیر صاحب کو چاہیے کہ موجودہ رقم چندہ دہندگان کو واپس کردے، اگر یہ اشکال ہے کہ کیا معلوم یہ رقم کس کی ہے تو اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخر میں چندہ دہندہ سے پیچھے کو واپس کرنا شروع کردے تو جہاں تک پہنچ جائے پہنچ جائے، کیونکہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ بقیہ رقم ہے تو آخر والوں کی ہوگی باقی آخر والوں کا پتہ چل سکتا ہے اور اگر واپس کرنے کی کوئی صورت نہ بن سکتی ہو تو رقم کسی دوسرے مدرسہ میں دیدی جائے۔ (۱)

(۲)...... جب مہتمم خائن ہے تو طالب علم مذکور وصول شدہ چندہ اس مہتمم کو نہ دے بلکہ اس رقم کا بھی وہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ .... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	بندہ اصغر علی غفرلہ
بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ	عبداللہ عفا اللہ عنہ	معین مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	مفتی خیر المدارس، ملتان	۲۵/ ۷/ ۱۳۷۶ھ

التخریج: (۱)...... فان لم یعرفوا اربابہٗ تصدقوا بہٖ (ہندیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۴۹) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

شرمسار کر کے چندہ وصول کرنا:

(۱)......مسجد یا دینی مدرسہ کے لئے زور دیکر اور شرمسار کر کے چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......اور اگر کوئی زور دینے کی وجہ سے اور شرمسار ہونے کی وجہ سے با دلِ نخواستہ مسجد یا دینی مدرسہ کے لئے چندہ دیتا ہے تو کیا اس کو اس چندہ دینے پر اجر و ثواب ملے گا یا نہیں؟

سائل ...... محمد اشرف، وہاڑی

الجواب

(۱)......مسجد یا کسی دینی مدرسہ کے لئے شرمسار کر کے چندہ وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔ صرف ترغیب دی جائے۔ کیونکہ طیب خاطر (خوش دلی) کے بغیر کسی کا مال لینا شرعاً حلال نہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "الا لایحل مال امرءٍ الا بطیب نفس منہ" (مشکوۃ شریف، جلد ۱، صفحہ ۲۵۵)

(۲)......معطی کو نفس اجر تو ملے گا تاہم خوش دلی والا درجہ حاصل نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان	۲۵/۵/۱۴۱۹ھ

مشترکہ کاروبار میں یتیم اور بالغوں کا بھی حصہ ہو تو مدارس کی خدمت کرنے کا حکم:

تین بھائیوں کا ایک ساتھ کاروبار ہے ان میں ایک درمیانہ بھائی ذمہ دار تھا، تمام لین دین وہی کرتا تھا، اس نے اپنی زندگی میں دارالعلوم الحسینیہ کے مہتمم صاحب کو پانچ سو روپے بطور خیرات دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن ادائیگی سے قبل اس کی وفات ہوگئی پھر ان کا کاروبار اسی طرح

مشترک رہا، تو ان کا دوسرا بھائی ذمہ دار بن گیا اس نے دارالعلوم کو وہ پانچ سو روپے بھی اور تین سو زکوٰۃ کی مد سے جو پہلے بھی دیا کرتے تھے ادا کیے اور اس وفات پانے والے شخص کا ایک لڑکا بالغ ہے وہ اپنے چچوں کے ساتھ کاروبار میں حصہ لیتا ہے اس شخص کے ایک یا دو لڑکے نابالغ بھی ہیں کیا یہ رقم جو دارالعلوم کو ادا کی گئی یہ جائز تھی یا نہیں؟ اگر ناجائز تھی تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ کیا دارالعلوم کو یہ رقم واپس کرنا ہوگی؟

سائل ...... احمد حسن، مدرس دارالعلوم حسنیہ شہداد پور، سانگڑھ

الجواب

اگر یہ رقم مشترکہ کھاتہ میں سے اداء کی گئی تو اس کا دو ثلث تو درست ہے اور باقی ایک ثلث چونکہ ترکہ بن چکا ہے لہٰذا بشرطِ اجازت بالغ وارثوں کا حصہ دارالعلوم قبول کرسکتا ہے اور نابالغوں کا حصہ واپس کیا جائے۔[1] یا بالغ وارث (متوفی کا بھائی یا لڑکا) اپنے ذمہ ڈال کر اتنی رقم نابالغوں کے کھاتہ میں جمع کردیں۔ زکوٰۃ بھی نابالغ بچوں کے مال میں واجب نہیں ہوگی۔[2] صرف بالغ حصہ دار اپنے حساب میں زکوٰۃ کی رقم کو محسوب کریں.................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۲/۱۲/۱۵ھ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

التخریج: (۱)......واما شرائطہٗ فمنها العقل والبلوغ فلایصح الوقف من الصبی (ہندیہ، جلد۲، صفحہ۳۵۲)

(۲)......واما شرائط وجوبها......ومنها العقل والبلوغ فلیس الزکوٰۃ علی صبی (عالمگیریہ، جلد۱، صفحہ۱۷۲-۱۷۱)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

مدرسہ کا حساب مکمل ہو جانے کے بعد جو رقم بچ جائے اس کا کیا کریں؟

زید کے پاس مسجد و مدرسہ کا حساب کتاب تھا، حساب مکمل طور پر بے باک کر دیتا ہے مگر کچھ رقم زید کے پاس باقی رہ جاتی ہے زید کچھ عرصہ تک سوچتا رہا کہ مجھ سے آمد خرچ میں شاید کوئی بھول چوک نہ ہو گئی ہو۔ آخر کار زید یہ سمجھتا ہے کہ آمد خرچ میں کوئی کمی نظر نہیں آتی، البتہ شبہ ضرور ہو جاتا ہے۔ آیا اب باقی ماندہ رقم کو کس مصرف میں استعمال کیا جائے؟

سائل...... ماسٹر محمد علی، تحصیل شورکوٹ جھنگ

الجواب

یہ رقم اس مسجد اور مدرسہ میں دیدی جائے اس سے دل کی کھٹک جاتی رہیگی اور نیت کرے کہ اگر یہ مسجد اور مدرسہ کی نہ بھی ہو تو بھی میں بطور امداد اتنی رقم مسجد کو اور اتنی رقم مدرسہ کو دیتا ہوں۔..................فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۸۴/۱/۲۴ھ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

مدرسہ کے پیسوں کو اپنے پیسوں کے ساتھ مخلوط کرنا کیسا ہے؟

ایک آدمی کے پاس مدرسہ کی رقم جمع رہتی ہے جتنی مقدار ہو وہ اپنی کاپی میں درج کر کے رکھتا ہے آمد خرچ دونوں لکھتا ہے لیکن مدرسہ کے نوٹوں کو جدا نہیں رکھتا اپنے خرچ کے نوٹوں میں ملا دیتا ہے لیکن مدرسہ کو بوقتِ ضرورت اپنی جیب سے دیتا ہے۔ آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... عبدالباسط

الجواب

اصل یہ ہے کہ مدرسہ کی رقم الگ تھیلی میں رکھی جائے اسی میں جمع کرے اور خرچ کرے اپنے مال کے ساتھ نہ ملائے۔[1] .... فقط واللہ اعلم

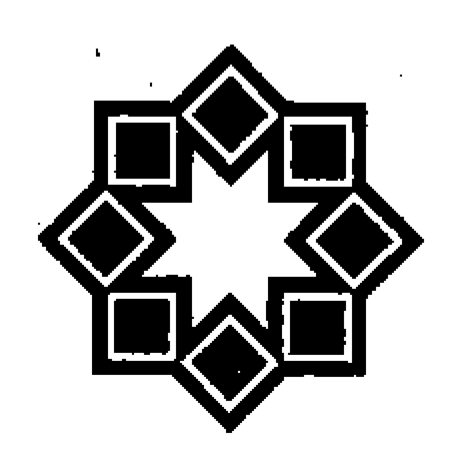
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۰۴/۳/۲ھ

التخريج: (۱)......رجل جمع مالاً من الناس لينفقه في بناء المسجد فانفق من تلك الدراهم في حاجته ثم رد بدلها في نفقة المسجد لايسعه ان يفعل ذالك. (ہندیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۰)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)



مسائل شتّٰی

دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء وطالبات سے فیس وصول کرنا کیسا ہے؟

اگر مدرسہ کی ضروریات زکوٰۃ وصدقات اور چرم ہائے قربانی سے پوری نہ ہوتی ہوں تو بچوں پر ان کے والدین کے مشورے سے اور ان کی رضامندی سے ماہانہ چندہ کی صورت میں فیس وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد یٰسین، خادم مدرسہ نعمانیہ تعلیم القرآن، ملتان کینٹ

الجواب

بچوں سے ماہانہ چندہ وصول کرنا یا ماہوار فیس وصول کرنا جائز ہے کیونکہ ہمارے ہاں مدارس میں لغت، صرف، نحو، بلاغت اور منطق بھی پڑھائی جاتی ہے ان پر معاوضہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے۔

لما فی الهندية: ويجوز الاستيجار علیٰ تعليم اللغة والادب بالاجماع (جلد۴، صفحہ ۴۴۸)

بلکہ حضرات مشائخِ بلخ رحمہم اللہ نے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ اور فقہ کی تعلیم پر اجارہ کو جائز قرار دیا ہے۔ ومشائخ بلخ رحمهم الله جوّزوا الاستيجار علیٰ تعليم القرآن...... وكذا جواز الاستيجار على تعليم الفقه ونحوه، والمختار للفتویٰ فی زماننا قول هؤلاء (ہندیہ، جلد۴، صفحہ ۴۴۸)

وفی الشامية: وافتیٰ المتأخرون بجوازه على التعليم والاذان والامامة. (جلد۶، صفحہ ۲۳۹)

لہٰذا چندہ یا فیس لینے کی شرعاً گنجائش ہے بلکہ لوگ چونکہ سوال کو اگرچہ دین کی خاطر ہو

معیوب سمجھتے ہیں اس لئے شاید فیس والی صورت مستحسن ہو............فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۴/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے استاد تادیب کا شرعاً مجاز ہے:

اکثر مدارس میں جہاں طلباء کرام کو قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے، وہاں بچوں کو قرآن مجید درست نہ پڑھنے پر مارا جاتا ہے احادیث میں جہاں مارنے کا حکم ہے وہ فرائض ادا نہ کرنے پر ہے اور قرآن مجید کا حفظ یاد کرنا فرض نہیں ہے بندہ کو بعض احباب نے کہا ہے کہ ہم نے علماء سے سنا ہے کہ بچے کو مارنے والا شخص ظالم ہے۔ آیا ظالم کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سائل ...... محمد عابد

الجواب

صورت مسئولہ میں نماز درست ہے باقی حدود شرع کی پابندی کرتے ہوئے بچوں کو معمولی مارنے کی گنجائش ہے، حضرت عکرمہ (مولیٰ ابن عباسؓ) کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیڑیاں پہنا دیا کرتے تھے۔ عن عکرمة قال: کان ابن عباس یضع فی رجلی الکبل علی تعلیم القرآن والفقه (میزان الاعتدال، جلد۲، صفحہ۲۰۹)

البتہ حد سے زیادہ مارنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

لما فی الشامیة: والمعلم یضربه بحکم الملک بتملیک ابیه لمصلحة الولد هذا اذا لم یکن الضرب فاحشا (الخ) (جلد۶، صفحہ۱۲۵)......فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۲/۴/۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

ہفتہ وار چھٹی جمعہ کو ہونی چاہیے یا اتوار کو؟

ایک مدرس مدرسہ میں اتوار کو چھٹی کرتا ہے اور جمعہ کو پڑھاتا ہے۔ آیا جمعہ کی چھٹی شریعت میں ہے؟ اگر جمعہ کی چھٹی شریعت میں ہے تو قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں تاکہ مسئلہ کھل کر سامنے آئے۔

(نوٹ) واضح رہے کہ مدرس کی نیت صرف بچوں کا فائدہ ہے کیونکہ حکومت کی طرف سے اتوار کی چھٹی ہے اور بچے بھی اتوار کو مدرسہ میں پڑھنے کے لئے نہیں آتے صرف اس لئے جمعہ کو پڑھائی ہوتی ہے اور اتوار کی چھٹی ہوتی ہے، اگر اتوار کی چھٹی جائز نہیں تو قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

سائل ...... حافظ محمد ایوب عابد، مدرسہ تعلیم القرآن بھکر

الجواب

اللہ جل شانہ نے انسانوں کو عبادت کے لئے ایک دن مختص کرنے کا ارشاد فرمایا، اور اس دن کی تعیین خود نہیں فرمائی، یہودیوں نے ہفتہ کا دن مقرر کیا اور نصاریٰ نے اتوار کا دن مقرر کیا، جبکہ منشأ خداوندی جمعۃ المبارک کے بارے میں تھی۔ چنانچہ حدیث ابو ہریرہؓ جو بخاری ومسلم میں ہے اس میں بھی اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے: **ثم هذا يومهم الذى فرض عليهم يعنى يوم الجمعة فاختلوا فيه فهدانا الله له والناس لنا فيه تبع، اليهود غداً والنصارىٰ بعد غدٍ** (مشکوۃ شریف، جلد ۱، صفحہ ۱۱۹)

اس پر محشی لکھتے ہیں کہ: **قال بعض المحققين من ائمتنا اى فرض الله علىٰ عباده ان يجتمعوا يوماً ويعظموا فيه خالقهم بالطاعة لكن لم يبين لهم بل امرهم ان يستخرجوه بافكارهم ويعيّنوه باجتهادهم** (حاشیہ مشکوۃ شریف، جلد ۱، صفحہ ۱۱۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے اس میں اپنے کاموں سے فراغت حاصل کر کے اسے عبادت میں گزارا جائے اور کچھ وقت اجتماعی عبادت کے لئے بھی ہونا

چاہیے اور یہ معاملہ اپنے کاروبار و اشتغال کے ساتھ نہیں ہو سکتا، اس لئے جمعہ کی رخصت کا کہا جاتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جمعہ کے روز ایسی تعلیم مشکل ہے جیسی عام دنوں میں ہوتی ہے۔ نیز جمعہ کے کچھ خاص معمولات بھی ہیں۔

الحاصل: اصل تو یہی ہے کہ جمعہ کے روز کو عبادت کے لئے فارغ کیا جائے اور خوب اہتمام کے ساتھ عبادت کی جائے، تاہم کسی عذر کی بناء پر اگر کوئی شخص اتوار کو چھٹی کر دے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔.. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۲/۶/۱۴ھ

مدارس میں نو اور دس محرم کی چھٹی کا حکم:

بعض مدارس میں نو اور دس محرم کو تعطیل کر دی جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں چونکہ روزہ مسنون ہے اس لئے ان دنوں میں چھٹی مناسب ہے جبکہ بعض مدارس والے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں چھٹی کرنے سے اہل تشیع اور اہل بدعت کی موافقت اور ان سے مشابہت لازم آتی ہے اس لئے چھٹی نہیں کرتے۔ ان میں سے کون سی رائے درست ہے؟

سائل ...... عطاء اللہ، بستی کھوکھراں ملتان

الجواب

دس محرم کا روزہ اور اس کی فضیلت حدیث پاک سے ثابت ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے: عن ابن عباسؓ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ الا ھذا الیوم یوم عاشوراء وھذا الشھر یعنی شھر رمضان (جلد ا، صفحہ ۱۷۸)

لیکن اس دن میں تعطیل کر کے کاروبار یا مدارس کو بند کرنا روافض کا شعار ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔ لقوله علیه السلام: من تشبه بقوم فهو منهم (ابوداؤد شریف، جلد ۲، صفحہ ۲۰۳) ولقوله علیه السلام: من کثر سواد قوم فهو منهم (کنز العمال، جلد ۹، صفحہ ۲۲ حدیث نمبر ۲۴۷۳۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "ماثبت بالسنة" میں اس تاریخ کی بہت سی خصوصیات اور بدعات کو جمع فرمایا ہے منجملہ ان کے یہ ہے کہ فی نفسہ حضرت حسینؓ کی شہادت کا ذکر مباح ہے ممنوع نہیں لیکن یوم عاشوراء میں خصوصیت سے ذکر کرنا تشبہ بالروافض کی وجہ سے ممنوع ہے۔ سئل عن ذکر مقتل الحسینؓ فی یوم عاشوراء یجوز ام لا؟ قال "لا"، لان ذالک من شعار الروافض. باقی نو اور دس تاریخ کو روزہ رکھ کر تعطیل کرنا اور اس کا سبب روزہ کو قرار دینا محض حیلہ ہے، ذوالحجہ کے نو دنوں میں بھی روزے کا ثبوت ہے، پندرہ شعبان کو بھی روزہ رکھنے کا حکم ہے اور شوال کے چھ روزوں کا ثبوت بھی ہے اور ہر ماہ میں ایام بیض کے روزوں کا ثبوت بھی ہے، اور پیر اور جمعرات کے روزوں کا ثبوت بھی ہے۔ کہاں کہاں تک چھٹی کرو گے؟

الحاصل: اگر مدرسہ والے بچوں کی نگرانی ان تاریخوں میں اچھے انداز میں کر سکیں تو ہرگز چھٹی نہ کریں .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۷/۱۱/۱۰ھ

(۱) تعلیم کے اوقات میں مدرس کا مطالعہ کرنا:

(۲) دوسرے بچوں سے منزل یا سبقی سنوانا:

(۳) بچوں سے ذاتی خدمت لینے کے بارے میں حکم شرعی:

(۴) بچوں کی درسگاہ میں بیوی کو بٹھانا مناسب نہیں:

بندہ نے ایک مدرسہ جو مدرسہ سیدنا زید بن ثابتؓ کے نام سے موسوم ہے قرآن کی تعلیم کا

آغاز کیا ہے اس کی مکمل صورت حال عرض کرتا ہے۔ بندہ طلباء اور طالبات سے حسب حیثیت فیس لیتا ہے یعنی کچھ بچوں کی فیس بالکل نہیں اور کچھ کی تقریباً ۳۵ روپے سے لیکر ۲۵۰ روپے تک ہے، اس کا ٹائم صبح آٹھ بجے سے لیکر دو پہر ساڑھے بارہ بجے تک اور پھر دو بجے سے لے کر نماز عصر تک ہے لیکن سختی کرنے کے باوجود بلکہ والدین کو بار بار کہنے کے باوجود آٹھ بجے ایک یا دو بچوں کے علاوہ کوئی بچہ بھی نہیں پہنچتا بلکہ تقریباً دس بجے تک تمام بچے پہنچتے ہیں پھر آنے کے بعد سبق وغیرہ گھر سے یاد کر کے نہیں آتے اِلاّ قلیل سبق یاد کر کے آتے ہیں، سبق یاد کرتے کرتے تقریباً گیارہ بج جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات بارہ بھی بج جاتے ہیں پھر سبقی منزل یاد کرتے ہیں جبکہ بندہ نے سوا ایک ظہر کی نماز کے لئے جانا ہوتا ہے اور بچے بھی کھانا کھانے گھر چلے جاتے ہیں اگر کچھ دیر بچوں کو چھٹی نہ دیں تو بچوں کے والدین خود کہتے ہیں کہ چھٹی ٹائم پر دیا کریں وغیرہ۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں!

(۱)......جس وقت طلباء اپنا سبق یاد کرتے ہیں بندہ اپنا ذاتی کام مثلاً مطالعہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲)......طلباء سبقی اور منزل کے لئے دیر سے آتے ہیں ظاہر ہے کہ بندہ سب کا سبق نہیں سن سکتا کیونکہ بعد میں ٹائم بالکل نہیں ہوتا اس لئے کسی ایک بچے کا سبق سن کر اس کے ذمہ دوسرے طالب علم کا سبق لگانا یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

(۳)......طلباء اور طالبات سے ذاتی کام کرواسکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ والدین کو بھی علم ہوتا ہے کہ استاد کام کرواتے ہیں۔

(۴)......دورانِ تعلیم بندہ کسی مجبوری کی حالت میں یا کسی اور کام کے سلسلے میں مدرسہ سے باہر ایک وقت کے لئے یا ایک دن کیلئے یا اس سے کم وزیادہ وقت کیلئے جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ بندہ کی عدم موجودگی میں کلاس میں بندہ کی اہلیہ بیٹھتی ہے اور طلباء وطالبات کا سبق سنتی ہے۔

مذکورہ تمام سوالات کا جواب تسلی بخش عنایت فرمائیں۔

سائل ...... قاری محمد امیر غفر اللہ لہ

الجواب

(۱)......بچوں کی تعلیمی حالت آپ نے خود بتادی تعلیمی اوقات میں اگر آپ نے مطالعہ شروع کر دیا تو تعلیمی حالت مزید بگڑ جائے گی درجہ قرآن میں استاد بچوں پر ہر وقت مسلط رہے تو کچھ کام ہوتا ہے۔

(۲)......بچوں سے منزل وغیرہ سنوانے کی اجازت ہے لیکن یہ معمول نہ بنایا جائے بچوں کے کام میں ایک ترتیب ہونی چاہیے کبھی سبقی سورۃ خود سن لی اور کبھی سبقی پارہ خود سن لیا کبھی منزل خود سن لی، نیز کبھی دوسروں سے سنانے کے بعد اس میں سے خود بھی سن لیا۔

(۳)......اصل یہ ہے کہ ذاتی کام بچوں سے نہ لیا جائے تاہم بچے کا کام مکمل کرانے کے بعد اپنا ذاتی کام تھوڑا بہت کرانے کی گنجائش ہے کام بھی ہوشیار بچوں سے لیا جائے اور یہ خدمت تعلیم پر بھی اثر انداز نہیں ہونی چاہیے۔

(۴)...... مدرسہ کی طے شدہ رخصتوں کی حد تک رخصت لینے کی اجازت ہے، لیکن بعد میں تعلیم کا معقول انتظام ہونا چاہیے، بچوں کی درسگاہ میں بیوی کا بیٹھنا مناسب نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۱۱/۱۱ھ

خارجی اوقات میں دوسرے ادارہ میں تدریس کرنا:

ایک شخص ایک دینی مدرسہ میں ۶ گھنٹے کام کرنے کا ملازم ہے وہ ان چھ گھنٹوں کے علاوہ دو گھنٹے کسی دوسرے مدرسہ میں ملازمت کر لیتا ہے تو مدرسہ والے اس کو برخواست کر دیتے ہیں۔ دونوں میں کون مجرم یا ظالم ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

سائل ......ج، کوٹھی نمبر ۵ گولڈنگ روڈ لاہور

الجواب

اگر نوکری کے اوقات معیّن ہیں تو دوسرے اوقات میں مدرس کو اپنا کام یا دوسرے ادارہ میں ملازمت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس سے پہلے مدرسہ کے فرائضِ منصبی میں خلل واقع نہ ہوتا ہو، اور اگر نوکری کے اوقات متعین نہیں ہیں تو بلا اجازتِ مہتمم اپنا کام یا دوسرے کا کام کرنا جائز نہیں۔[1] (کذا فی امداد الفتاویٰ، جلد۳، صفحہ۳۵۶)

صورت مسئولہ میں مہتمم کا مجرم اور ظالم ہونا ان تفصیلات کے معلوم ہونے پر موقوف ہے جو فریقین کے مابین ابتداء ملازمت میں طے ہوئی تھیں نیز اس میں قواعد وضوابط مدرسہ اور اختیارات مہتمم کو بھی دخل ہے، لہٰذا جب تک یہ تفصیلات سامنے نہ ہوں مہتمم کے ظالم ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔..................فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
مہتمم خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۶/۲/۱۷ھ

مہتمم صاحب کی وفات کے بعد ان کی اہلیہ کو مہتممہ بنانا:

کیا دینی ادارہ کی مہتممہ عورت محض مرحوم کی اہلیہ ہونے کی حیثیت سے بن سکتی ہے؟

سائل ...... حافظ محمد صادق، کوٹ فرید، سرگودھا

الجواب

اہتمام سپرد کرنے کا مدار لیاقت واستعداد پر ہونا چاہیے، قرابت کو مدار بنانا شرعاً غلط ہے۔فی الشامیة: وکذا تولیة العاجز لان المقصود لایحصل به ویستوی فیه

التخریج: (۱)......ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرته بقدر ما عمل (الدر المختار، جلد۹، صفحہ۱۱۸)

(مرتب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ)

الذکر و الانثیٰ (جلد ۶، صفحہ ۵۸۴)

لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت مہتممہ نہیں بن سکتی۔.................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۰۶/۲/۳۰ھ

خائن مہتمم کو علیحدہ کرنا شرعاً واجب ہے:

(۱)......ایک شخص جو تقریباً بیس سال سے مدرسہ کا مہتمم کہلواتا ہے مہتمم بھی باضابطہ کسی شوریٰ کے بنانے سے نہیں بلکہ اپنی مرضی سے۔

(۲)......اس پورے عرصے میں کسی بھی شوریٰ یا ذمہ دار جماعت کو مدرسہ کی آمدن اور اخراجات کے بارے میں کبھی حساب نہیں دیتا، دو چار مرتبہ کے علاوہ شوریٰ کا اجلاس نہیں بلایا۔

(۳)...... بینک اکاؤنٹ بھی اس کے اپنے نام پر ہے باوجود پوچھنے کے بھی یہ نہیں بتلایا کہ کتنی رقم اکاؤنٹ میں جمع ہے۔

(۴)......مدرسہ کی ضروریات تعمیر، مدرسین وعملہ کی تنخواہیں، بل وغیرہ، طلباء کے قیام وطعام، علاج معالجہ، رمضان المبارک یا ہنگامی صورت حال میں تحصیلِ چندہ طلباء کے ورثاء اور آنے والے علماء کی ضیافت، تکمیلِ حفظِ قرآن کی تقریب سے متعلق دعوت ناموں کی اشاعت، حضرات علماء کرام کے حق الخدمت، باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کا قیام و طعام، تقریباً ایک سو اسّی طلباء کی دیگر ضروریات سے اسے عملاً کوئی سروکار نہیں ٹیلی فون کے بل بھی مدرسین اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں سارے کام صدر مدرس اور ان کے ماتحت مدرسین کو سرانجام دینے پڑتے ہیں ایسے شخص کے متعلق دریافت طلب امور یہ ہیں!

(۱)......کیا بہی خواہانِ مدرسہ اس کو معزول کرنے کے حقدار ہیں؟

(۲)...... مدرسہ کے مقیم طلباء کی شدید ضرورت کے باوجود مدرسہ کی عمارت کے کسی حصہ کو اپنی ذاتی یا تجارتی کتب سے بلا معاوضہ مشغول رکھنا ایسے شخص پر اس کا معاوضہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳)...... کیا اپنے ذاتی ملازمین کو مدرسہ میں قیام وطعام کی بلا معاوضہ اجازت دینا اسے شرعاً روا ہے؟

(۴)...... مدرسہ کے بہی خواہان، مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر اگر دیانتدار لوگوں پر مشتمل کمیٹی بنا لیں تو وہ شرعاً گنہگار تو نہ ہونگے؟

سائل ...... مفتی فقیر اللہ، سرگودھا

الجواب

جس متولی یا مہتمم کی خیانت ثابت ہو جائے وہ مستحق عزل ہو جاتا ہے تاہم عزل کا اختیار مجلس شوریٰ یا قاضی کو ہوگا، مدرسین یا دیگر عملے کو یہ اختیار نہیں: وینزع وجوباً، بزازیة لو الواقف ، درر، فغیرہ اولیٰ غیر مأمون او عاجزاً او ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه، فتح......وان شرط عدم نزعه (الدر المختار، جلد ۶ صفحہ ۵۸۳۔۵۸۴)

وفي الشامية: اذا كان للوقف متول من جهة الواقف او من جهة غيره من القضاة لايملك القاضي نصب متول آخر بلاسبب موجب لذالك وهو ظهور خيانة الاول او شيء آخر (شامیہ، جلد ۶ صفحہ ۵۸۶)...................... فقط واللہ اعلم

عزل واجب ہے۔ والجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
رئیس دار الافتاء خیر المدارس، ملتان	۱۴۲۳/۴/۱۳ھ

(۱) مدرسہ کی زمین حکومت یا اوقاف کے قبضہ کے خوف سے کسی معتمد شخص کے نام کروانا:

(۲) مدرسۃ البنات میں مرد سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۱)...... مدرسہ کے پیسوں سے مدرسہ کیلئے زمین خرید کر کسی آدمی کے نام کرادی جائے تا کہ اوقاف

والے اس پر قبضہ نہ کرلیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

(۲)...... مدرسۃ البنات میں اگر کوئی طالبہ استانیوں کے ڈرانے اور دھمکانے کے باوجود شرارتوں سے باز نہ آئے تو کیا مدرسہ کا ذمہ دار پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... محمد نعیم اقبال

الجواب

(۱)...... جائز تو ہے لیکن کسی ایسے آدمی کے نام کرانی چاہیے جس پر مکمل اعتماد ہو اور اس سے لکھوالیا جائے کہ میرے مرنے کے بعد میراث شمار نہ ہوگی، بلکہ یہ مدرسہ کی مملوک ہے میری مملوک نہیں۔

(۲)...... مدرسہ کا ذمہ دار خود سزا نہیں دے سکتا بلکہ عورتوں کے ذریعے سے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے وہ شرارتوں سے باز آجائے .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۶/۶/۱۹ھ

جامعات للبنات میں طالبات کی آمدورفت:

مستورات کے تبلیغی جماعت میں جانے کے بارے میں دارالعلوم دیوبند اور سہارنپور کے مفتی محمود حسنؒ کے فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۴ میں جواز بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۸/ میں جواز کا فتویٰ ہے بلکہ اس فعل کی تحسین کی ہے، اور جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے اس کے جواز پر ایک مستقل کتاب طبع ہوئی ہے، جس پر مولانا سمیع الحق صاحب سمیت کئی اہم علماء کے علاوہ مفتی فرید صاحب کا فتویٰ اور تصدیق بھی ہے، اس کے علاوہ دیگر علماء کرام نے بھی اس کام کی تحسین فرمائی ہے، اس کے باوجود بعض حضرات عدم جواز کی بات کرتے ہیں حالانکہ ان کے اشکالات کا جواب اکوڑہ خٹک والی کتاب میں

تفصیل سے آچکا ہے جبکہ عورتوں کیلئے سفرِ حج، سفرِ عمرہ، سفرِ علاج، سفرِ ملاقات، سفرِ شادی اور سفرِ غمی محرم کے ساتھ با پردہ پر سب متفق ہیں، اور نیز کالج یونیورسٹیوں اور موجودہ جامعات للبنات میں آمدورفت سب اسی میں داخل ہیں، اور جبکہ ایک ادارہ بنات کا اہتمام میرے سپرد ہے۔ کیا بنات کا روزانہ آنا جانا ممنوع ہے جبکہ ان کے ساتھ محارم بھی نہیں ہوتے صرف مدرسہ کی گاڑی اور ڈرائیور ہوتا ہے۔ کیا مدرسے بند کردیئے جائیں؟

سائل ...... عبدالغنی طارق

الجواب

پردے کی انتہائی سخت پابندی کرتے ہوئے تعلیم نسواں کو جاری رکھا جائے۔ اصل یہ ہے کہ معلمات بھی خواتین ہوں، یا کہ عمر رسیدہ علماء یہ صرف درجہ مجبوری کیلئے ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴۱۹/۲/۱۰ھ

لڑکیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا:

کیا عورتوں کا دینی مدارس میں پڑھنا جائز ہے جبکہ روزمرّہ کے بے شمار اردگرد کے واقعات سامنے ہیں کہ سکول و کالج تو درکنار مدارس دینیہ کی طالبات کے بھی وہ وہ کارنامے سامنے آتے ہیں کہ اللہ کی پناہ سارا دن گھر کی چاردیواری میں محصور۔ واللہ اعلم کیا کیا مشغولیات رکھتی ہیں۔

سائل ......عبدالرحمٰن سمیجہ آباد ملتان

الجواب

مولانا اشرف علی تھانویؒ ''اصلاح معاملہ بہ تعلیم نسواں'' میں فرماتے ہیں کہ ''یہ بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی ضروریاتِ دینیہ کیلئے کافی و وافی

نہیں۔ تو ان کی (عورتوں کی) عام (دینی) احتیاج رفع کرنے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں اور عام مستورات ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کرلیا کریں، پس کچھ عورتوں کو بطریق متعارف دین کی تعلیم دینا واجب ہوا'' (بہشتی زیور، ضمیمہ حصہ اوّل، صفحہ ۸۱)

مذکورہ بالا عبارت سے عورتوں اور لڑکیوں کی دینی تعلیم کی اہمیت ثابت ہوتی ہے لہٰذا ان کی تعلیم کی طرف توجہ دینا اور اس کا انتظام کرنا بھی ضروری ہے لیکن مستورات کی تعلیم و تعلم کے انتظام میں اور ان کے مدارس بنانے میں ان تمام قیود و احتیاطوں کو مدنظر رکھا جائے جن کو ہمارے اکابر علماء نے موجودہ زمانے کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مستورات کے مدارس کو ضروری قرار دیا ہے مثلاً پردہ کا پورا انتظام، اولیاء کا ان کی تعلیم و آمد و رفت کی پوری نگرانی کرنا، معلمات کا صحیح العقیدہ و قابل اعتماد ہونا وغیرہ اگر ان قیود و شرائط کی پابندی کی جائے گی تو ان شاء اللہ ہر قسم کے فتنہ سے حفاظت ہوگی اور یہ مدارس عورتوں میں دینی بیداری آنے کا انقلابی ذریعہ بنیں گے، کتنی ایسی لڑکیاں ہیں جو پہلے کالج میں پڑھتی تھیں پھر انہوں نے کالج چھوڑ کر مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور مدرسہ کی دینی تربیت کی برکت سے سادہ برقعہ اوڑھنے لگیں۔ آپ نے جن کارناموں کی طرف اشارہ کیا مدارس میں ان کارناموں کی تعلیم نہیں ہوتی بلکہ بعض کارنامے سیکھی ہوئی طالبات کا روپ دھار کر مدرسہ میں داخل ہو جاتی ہیں، یا اس کی وجہ داخلہ لیتے وقت قابل اعتماد ادارے کا انتخاب نہ کرنا ہے.................. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۳/۱۲/۶ھ

لڑکیوں کو سکول و کالج کی تعلیم دلانا کیسا ہے؟

عورتوں کو سکول و کالج کا علم کم از کم کتنا حاصل کرنا چاہیے؟

سائل ...... عبدالرحمٰن، سمیجہ آباد ملتان

الجواب

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں ''بہر حال یہ علوم جن کا لقب تعلیم جدیدہ ہے عورتوں کیلئے ہرگز زیبا نہیں۔'' (بہشتی زیور، ضمیمہ حصہ اول صفحہ ۸۳)..................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۱۲/۶ھ

قرآن کریم کی تعلیم غلط دلوانے سے نہ دلوانا بہتر ہے:

ہمارے گھر میں چک والوں کی چھوٹی چھوٹی بچیاں قرآن مجید کی تعلیم کیلئے آتی ہیں، اور یہ سلسلہ کافی عرصہ سے جاری ہے، مگر بدقسمتی سے پڑھانے والوں کا اپنا قرآن مجید صحیح نہیں، ایسی ایسی غلطیاں ہیں کہ جن کی وجہ سے معنوں میں تبدیلی آجاتی ہے قرأت کے قواعد سے بالکل واقفیت نہیں قرآن کی غلط تعلیم سے بھی ڈر لگتا ہے اور بند کرنے سے بھی، دریں صورت مطلع فرما کر ممنون فرماویں کہ یہ سلسلہ بند کرادیا جائے یا جاری رہے، کافی کوشش کے باوجود ابھی تک غلطیاں دور نہیں ہوسکیں۔

سائل ...... محمد انور، چک/34، چشتیاں

الجواب

قرآن پاک کا غلط پڑھانا جائز نہیں۔ اگر ان غلطیوں کے ازالے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی تو غلط تعلیم دینے سے بند کرنا بہتر رہے گا..................... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳۹۳/۹/۸ھ

(۱) مدرسہ کی دکانوں کا ایڈوانس (سکیورٹی) لینے کا حکم:

(۲) گذشتہ مدت کے کرایہ میں اضافہ درست نہیں:

(۳) عدالتی اخراجات مدعیٰ علیہ سے وصول کرنا:

ایک دینی مدرسہ کی کچھ دوکانیں ہیں جو کرایہ پر دے رکھی ہیں۔کرایہ بڑھانے کی بابت کچھ دوکانداروں نے جھگڑا کیا اور کرایہ بڑھانے سے انکار کر دیا، مدرسہ مذکورہ نے بے دخلی کا دعویٰ دائر کیا تقریباً ڈیڑھ سال تک مقدمہ چلتا رہا ابھی عدالت سے کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ مدعیٰ علیہ نے صلح کی پیش کش کی تو مدرسہ کی طرف سے مندرجہ ذیل شرائط عائد کی گئیں!

(۱)......ایک ہزار روپیہ ایڈوانس مدرسہ کے پاس جمع کروایا جائے۔

(۲)......کرایہ میں زیادتی یکم جنوری ۱۹۷۹ء میں دی جاوے، جبکہ فیصلۂ صلح مئی ۷۹ء میں ہو رہا ہے کیونکہ دیگر کرایہ داروں کا کرایہ یکم جنوری ۷۹ء کو (شروع سال سے) بڑھایا گیا ہے۔

(۳)......مقدمہ پر جو خرچہ ہوا ہے وہ مدعیٰ علیہ ادا کرے۔

مندرجہ بالا شرائط شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

سائل ...... مولانا محمد شریف صاحب دامت برکاتھم
مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان

الجواب

(۱)......صلح کیلئے ادارہ کی طرف سے مذکورہ شرائط عائد کرنا درست نہیں ہے۔پہلی شرط میں (یعنی ایک ہزار روپے جمع کروائیں) صفقتین فی صفقة لازم آتا ہے۔اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً منع فرمایا ہے۔[1]

التخریج: (۱)......فی حاشیة الهدایة: روراه احمد فی مسنده عن عبدالله بن مسعودؓ قال نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن صفقتین فی صفقة (ہدایہ، جلد ۳، صفحہ ۶۳) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

امداد الفتاویٰ میں بھی اس قسم کی شرط عائد کرنے کو ناجائز لکھا ہے فرماتے ہیں کہ ”اگر اس پیشگی روپیہ میں قرض کی تاویل کی جائے اول تو شرط قرض باطل ہے“ (الخ)

(۲)......کرایہ کی زیادتی یکم جنوری سے جبراً لازم کرنا بھی درست نہیں۔ متولی کو یہ اختیار ہے کہ اگر کرایہ بہت ہی کم ہو تو اس اجارہ کو فسخ کر دے اگر کرایہ دار مناسب کرایہ دینے پر رضامند نہ ہوں لیکن باقاعدہ فسخ سے پہلے وہی اجرت لازم ہوگی جو طے شدہ ہے۔ کرایہ دار اخلاقاً اس زیادتی کو قبول کر لے تو درست ہے اور انہیں مناسب بھی یہی ہے۔ وَمَن تَطَوَّعَ خَيراً فَهُوَ خَيرٌ لَّهُ (الآیۃ)

والدليل علىٰ ماقلنا مافى الشامية: وان كانت الزيادة اجر المثل...... فيفسخها المتولى، فان امتنع فالقاضى، لم يؤجرها ممن زاد: فان كانت داراً او حانوتاً او ارضاً فارغة عرضها المستأجر فان قبلها فهو احق ولزمه الزيادةمن وقت قبولها فقط قوله فقط اى لامن اول المدة اشباه بل الواجب من اولها الى وقت الفسخ الاجر المسمّٰى (الدر المختار مع الشامیہ، جلد ۹، صفحہ ۳۹، ۴۰، ط: رشیدیہ جدید)

(۳) .... واجر هذه الصحيفة اللتى يكتب فيها دعوىٰ المدعى وشهادة الشهود ان رأى القاضى ان يطلب ذالك من المدعى فله ذالك والا جعله فى بيت المال، وسئل بعضهم اجرة السجل على من؟ فقال على المدعى وقال برهان الدين: ”على المدعىٰ عليه“ وقال قاضيخان: ”على من استاجر الكاتب، وان لم يستأجره احد فعلى الذى اخذ السجل“ .... واما الذى يسمى صاحب المجلس والجلواز وهو الذى نصبه القاضى حتىٰ يقعد الناس بين يديه .... فانه ياخذ من المدعى شيئاً لانه يعمل له (ہندیہ، جلد ۴، صفحہ ۵۲۹)

مذکورہ جزئیات سے ظاہر ہے کہ عدالت کے ابتدائی ضروری اخراجات اور کاغذات کی تحریر وخرید کے اخراجات مدعی کے ذمہ ہیں۔ باقی ماندہ اخراجات کے بارے میں کوئی صریح جزئیہ

نہیں ملا، لہٰذا بلا ثبوت مدعیٰ علیہ پر ڈال دینا درست نہیں۔ بعض اکابر کے فتاویٰ میں مدعیٰ علیہ متمرد سے ضمان لینے کا جو جواز مذکور ہے اگر تو اس سے مراد ماذکرناہ بالدلیل کے علاوہ ہے تو گنجائش ہے ورنہ بظاہر ترجیح اکابر کے اکابر کو ہونی چاہیے، جبکہ ان کا قول موافق قیاس بھی ہے۔

شامیہ میں ہے: والحاصل: ان الصحیح ان اجرۃ المشخص بمعنی الملازم علی المدعی وبمعنی الرسول المحضر علی المدعیٰ علیه لو تمرد بمعنی امتنع عن الحضور، والا فعلی المدعی (شامیہ، جلد ۸، صفحہ ۵۶)۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۱۸/۷/۱۳۹۹ھ	مفتی خیر المدارس، ملتان

مدرسہ کی طرف سے طلباء کے مہمانوں کی تین دن میزبانی میں شرعی، انتظامی اور تعلیمی قباحتیں:

مدت سے مدرسہ عربیہ "مفتاح العلوم" دین کی ہر قسم کی ضروریات کی کفالت کر رہا ہے۔ اگر طلباء کے مہمان آئیں تو تین یوم تک طلباء کے طعام کی مد سے ان کو بھی طعام دیا جاتا ہے تاکہ طلباء کو مہمان نوازی میں تکلیف نہ ہو۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ مدرسہ کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم، حیدر آباد

الجواب

طلباء کا کھانا اگر مدِ زکوٰۃ سے دیا جاتا ہے تو مہمانوں کا کھانا دینے میں یہ قباحت ہے کہ ہر مہمان کا مستحقِ زکوٰۃ ہونا ضروری نہیں بلکہ غیر مستحق ہونا ظاہر ہے اور مالِ زکوٰۃ غیر مستحقین پر خرچ کرنے میں خیانت کے علاوہ یہ خرابی بھی ہے کہ اصل مالکان کی زکوٰۃ کی ادائیگی مشکل ہوگی، اور

اہل مدرسہ اس کے ذمہ دار ہونگے۔[1] اور اگر طعامِ مذکور مدِ عطیہ سے ہو تو معطیین کو اس کا علم اور اس پر رضامند ہونا ضروری ہے بدوں ان کی رضامندی کے یہ تصرف درست نہ ہوگا۔[2]

یہ تو شرعی نقطۂ نگاہ سے تھا انتظامی اور تعلیمی لحاظ سے بھی یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ امر مہمانوں کی کثرت کا باعث ہوگا اور طلباء کی تعلیم میں نقصان کا موجب ہوگا۔ نیز مدرسہ کی مالیات پر ایک بے فائدہ بار ہوگا، مصلحت اس میں ہے کہ اسے قانون نہ بنایا جائے ہاں اگر کھانا بچ جائے اور ناظم مدرسہ کی وقتی اجازت سے کبھی کسی مہمان کو کھلایا جائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔.......................... فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۸۲/۱/۱۴ھ

زبانی مسئلہ بتانے کی اجرت لینا شرعاً جائز نہیں، البتہ جو فتویٰ تحریری دیا جائے اس کی فیس لینے کی اجازت ہے:

ایک بہت بڑی دینی درسگاہ ہے جس میں بیسیوں ملازم دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اور ایک مدرس کو مہتمم ادارہ نے افتاء کا کام سپرد کیا ہوا ہے اور جب تعلیمی سال کی ابتداء ہوئی تو تقسیم اسباق کے وقت اس مدرس کو چھ گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ فتویٰ نویسی کیلئے دیا گیا ہے، اور افتاء کا ماہانہ الاؤنس بھی مدرسہ کی جانب سے دیا جاتا ہے۔ چند سال سے جناب مفتی صاحب فی

التخریج: (۱)......فی الدر المختار: ای مصرف الزکوٰۃ والعشر .... ھو فقیر وھو من لہ ادنیٰ شئی وفی الشامیۃ: ولان الفقر شرط فی جمیع الاصناف الا العامل والمکاتب وابن السبیل (جلد ۳، صفحہ ۳۳۳)

(۲)......فی الشامیۃ: "ان شرائط الواقف معتبرۃ اذالم تخالف الشرع" وھو مالک فلہ ان یجعل مالہ حیث شاء مالم یکن معصیۃ ولہ ان یخص صنفا من الفقراء (جلد ۶، صفحہ ۵۶۱) (مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

فتویٰ ۲۰ روپے فیس بھی مستفتی صاحب سے وصول فرمار ہے ہیں۔ (بلا اجازت مہتمم صاحب)

اب امر مسئول یہ ہے کہ مفتی کیلئے الاؤنس فتویٰ نویسی و مذکورہ فیس کل یا نصف لینا جائز ہے یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے تو مفتی صاحب نے جو زرِ کثیر اپنی ذات کیلئے جمع کیا ہوا ہے مدرسہ کو واپس لینا چاہیے یا نہیں؟ نیز عدم جواز کی شکل میں مہتمم مدرسہ اس کام کو بدستور سابقہ نہج پر مستقبل میں چند مہینوں کیلئے جاری رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

سائل ...... مولوی محمد اسماعیل، امام مسجد محلہ کچی ڈگی، بہاولنگر

الجواب

مفتی کیلئے فتویٰ لکھنے پر فیس حاصل کرنا جائز ہے۔ لیکن صورت مسئولہ میں شخص مذکور کو جبکہ مدرسہ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے تو اب اس کیلئے یہ حاصل کردہ فیس اپنے مفاد میں استعمال کرنا جائز نہیں۔ مفتی صاحب پر لازم ہے کہ یہ وصول کردہ فیس مدرسہ میں جمع فرمادیں، اور آئندہ کیلئے بھی اگر فیس وصول کریں تو اہل مدرسہ کو دے دیا کریں۔..................فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۰/۷/۹ھ

واضح رہے کہ زبانی مسئلہ بتانے پر فیس لینا جائز نہیں البتہ تحریر کرنے پر جواز ہے، لیکن اولیٰ نہ لینا ہے۔ درمختار میں ہے: **کالمفتی فانہ یستحق الاجر المثل علی کتابۃ الفتویٰ لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ھذا الکف اولیٰ** (الدر المختار، جلد ۹، صفحہ ۱۵۵)..................والجواب صحیح

بندہ عبد اللہ عفا اللہ عنہ

صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۳۸۰/۷/۲۳ھ

4

مدرسہ کے طلباء کا مسجد کی بجائے مدرسہ میں باجماعت نماز ادا کرنا:

(۱)......ایک مدرسہ ہے جس میں مسجد نہیں ہے طلباء حفظ قرآن و ناظرہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں کیا اس مدرسہ میں بغیر اذان دیئے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

(۲)......مسجد کا مؤذن چار نمازیں باجماعت پڑھتا ہے مگر صبح کی نماز گھر میں پڑھتا ہے اور عذر یہ پیش کرتا ہے کہ میں نے گھر کے افراد کو اٹھانا ہوتا ہے۔کیا ایسے شخص کو مؤذن مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل ...... علی نواز

الجواب

(۱)......محلّہ کی مسجد میں اذان ہونے کے بعد اگر یہ لوگ جماعت کرواتے ہیں تو اذان دیئے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں البتہ اذان دینا افضل ہے۔**ولایکرہ ترکھما لمن یصلی فی المصر اذا وجد فی المحلۃ ولافرق بین الواحد والجماعۃ ھکذا فی التبیین، والافضل ان یصلی بالاذان والاقامۃ کذا فی التمر تاشی.** (ہندیہ، جلد۱، صفحہ۵۴)

(۲)......جب مؤذن صاحب کو اذان کیلئے رکھا گیا ہے تو ان پر شرعاً لازم ہے کہ ہر اذان کے وقت اذان بھی دیں اور جماعت کے ساتھ نماز بھی پڑھیں۔**وینبغی ان یکون مواظباً علی الاذان ھکذا فی البدائع والتتار خانیہ** (ہندیہ، جلد۱، صفحہ۵۳)

اور مؤذن صاحب کا یہ عذر شرعاً قبول نہیں ہے اس کو چاہیے کہ گھر والوں کو نماز سے قبل اٹھایا کرے بلا عذر شرعی جماعت چھوڑنے والا گنہگار ہے۔**قالوا انما یأثم اذا اعتاد الترک** (مراقی، صفحہ۲۸۶)... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۸/۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

درسگاہوں میں بچوں کا قرآن پاک کی طرف پشت کرنا:

(۱)......قرآن مجید کی درسگاہوں میں اکثر تعداد کثیر ہوتی ہے سبق، سبقی اور منزل سناتے وقت طلبہ ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھے ہوتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے پاس قرآن مجید بھی ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں قرآن کو پشت ہو جاتی ہے۔

(۲)......کثیر تعداد کے پیش نظر کئی صفوں میں طلباء کو آگے پیچھے بٹھایا جاتا ہے جہاں لازماً پشت ہوتی ہے کیا یہ بات بالکل ناجائز ہے یا مجبوراً گنجائش ہے؟

سائل ...... مولوی ابوبکر صدیق، جامعہ نعمانیہ، کمالیہ

الجواب

طلباء کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں تپائی کی اگلی جانب تختیاں لگائی جائیں جو آڑ بن جائیں اور قرآن مجید کو براہ راست پیٹھ نہ ہو۔ (خیر الفتاویٰ جلد ۱، صفحہ ۲۶۱)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس، ملتان

۱۴۲۴/۱۲/۲۴ھ

مدارس کے بارے میں مختلف سوالات کا حکم شرعی:

(۱)......اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم اور احسان کے ساتھ ایک مدرسہ میں خدمت کا موقع عنایت فرمایا ہے جس میں قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا انتظام بھی ہے۔ پرائمری تا میٹرک وغیرہ جن کی ایک فیس مقرر کی ہوئی ہے۔ اس کی آمدنی وخرچ اور مدرسہ کی آمدنی وخرچ، کیا مشترکہ ہونا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ؟ یعنی سکول کی حاصل کردہ آمدنی سے سکول کا خرچ کر کے باقی ماندہ رقم مدرسہ کو دیدی جائے؟

(۲)......اسی مدرسہ کے نظم کے تحت کسی اور جگہ دوسرے نام سے اس مدرسہ کی شاخ بنائی جارہی

ہے۔کیا اس کی آمدنی وخرچ بھی مشترکہ ہوگا یا علیحدہ علیحدہ؟

(۳)......مدرسہ کے مال کے خرچ کرنے کی جس قدر احتیاط ہونی چاہیے کیا سکول کی آمدنی کے خرچ کی احتیاط بھی اسی قدر ہونی چاہیے؟ واضح رہے کہ سکول کا یہ نظام پہلے میرا ذاتی تھا پھر میں نے مدرسہ کو دیدیا۔

(۴)......کیا یہ حاصل کردہ آمدنی میری اپنی ہوگی جو میں نے مدرسہ کو دی یا کہ مدرسہ کی ملکیت ہوگی؟

(۵)......کیا اس مشترکہ آمدنی سے مدرسہ وسکول کیلئے کمپیوٹر خریدا جاسکتا ہے؟

(۶)......کیا کسی استاد، استانی یا کسی اور کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنا کمپیوٹر لا کر یہاں رکھے اور اس کی آمدنی وہ خود رکھے اور مدرسہ کو بجلی کا خرچ، اندازاً طے شدہ ماہانہ دیدیا کرے۔

(۷)......کیا کسی استاد یا استانی کو اس شرط پر رکھا جاسکتا ہے کہ ''وہ فلاں کلاس کو پڑھائے اور اس کلاس کی آمدنی جتنی بھی ہوگی وہ اس کی تنخواہ ہوگی، جب کلاس کی معتدبہ تعداد ہوجائے تو وہ اپنی مرضی سے مدرسہ کو ماہانہ کچھ دیدے۔''

(۸)......مدرسہ کی کسی استانی یا استاد کو مدرسہ کا مکان بطور رہائش دیا جاسکتا ہے؟ یا مدرسہ میں رہائش دی جاسکتی ہے؟

(۹)......کیا کسی استاد یا استانی کو بجلی، گیس وغیرہ کی سہولت مدرسہ کی طرف سے دی جاسکتی ہے؟

(۱۰)......کوئی معلّم یا معلّمہ جو بغیر تنخواہ کے پڑھاتے ہوں اگر کبھی ان پر مشکل وقت آئے یا شادی، عید وغیرہ کے موقع پر ان کی مالی امداد بصورت تحفہ یا نقدی کی جاسکتی ہے؟

(۱۱)......معلّمین کو بوقتِ فراغت تنخواہ کے علاوہ اضافی ''امداد'' دی جاسکتی ہے؟

(۱۲)......ایک معلّم یا معلّمہ نے بغیر تنخواہ کے پڑھانا شروع کیا بعد میں انہوں نے تنخواہ کا مطالبہ کیا کہ اب ان کے مالی حالات اچھے نہیں ہیں لہٰذا اب انہیں تنخواہ دی جائے، نیز پچھلی مدت کی تنخواہ بھی دی جائے تو کیا اب پچھلی مدت کی تنخواہ کا بھی ان کا حق بنتا ہے؟

(۱۳)......معلّمین، معلّمات، منتظمین اور منتظمات کا تنخواہ لینا جائز ہے یا محض گنجائش ہے؟

(١٤)...... مدرسہ اور سکول کیلئے ایک مکان کچھ فاصلے پر کرایہ پر لیا ہوا ہے اس مدرسہ کے ہمسائے اپنا مکان اس شرط پر کرایہ پر دینے کیلئے تیار ہیں کہ تعمیر کیلئے بطور ایڈوانس رقم دیں اس میں ان کو یہ فائدہ ہے کہ سارا کام اکٹھا ہو جائے گا آیا ایڈوانس دینا جائز ہے یا نہیں؟

(١٥)...... ہم میاں بیوی کو اللہ پاک نے مدرسہ کی خدمت کیلئے قبول کیا ہوا ہے ہم مدرسہ سے کچھ نہیں لیتے بعض اوقات ہمیں مدرسہ میں رہائش اختیار کرنی پڑتی ہے تو مدرسہ کو استعمال کرتے ہیں (غسل خانہ، عمارت، بجلی، گیس وغیرہ) تو کیا شرعاً ہمارا ایسا کرنا جائز ہے جبکہ مدرسہ کا مکان ہمارا اپنا وقف کیا ہوا ہے اور اس کی تعمیر میں لوگوں کے عطیات بھی شامل ہیں گھر والوں کے زیور اور پلاٹ وغیرہ بیچ کر بھی اس میں شامل کیا گیا ہے اور میں نے اپنی ذاتی آمدنی اور جمع پونجی بھی شامل کی ہے۔

(١٦)...... مدرسہ سے تنخواہ دیتے وقت معلّمین کے مقرر کردہ چھٹیوں سے زیادہ چھٹیاں کرنے پر تنخواہ کاٹنی چاہیے یا نہیں، جن دنوں میں انہوں نے کام نہیں کیا ان دنوں کی تنخواہ دینی چاہیے یا نہیں؟

(١٧)...... مدرسہ کے مال سے رسائل، جرائد، اخبارات، پروگرام اور تحائف وغیرہ کا خرچہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور اسی طرح سکول کی آمدنی سے؟

(١٨)...... بعض جگہوں پر تنخواہ کا نظام نہیں بلکہ وہاں اساتذہ کرام کو ایک مدت کے بعد کچھ رقم دیدی جاتی ہے۔ تو شرعاً کون سا نظام زیادہ بہتر ہے؟ نیز اس دور میں کیا تنخواہ پر کام کرنا مناسب ہے یا بغیر تنخواہ کے؟

سائل ...... قیصر شہزاد، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، بیرون دہلی گیٹ، ملتان

الجواب

(١)...... سکول اور مدرسہ کی آمدنی الگ الگ رکھی جائے عند الضرورت زائد از ضرورت سکول کی آمدنی کو مدرسہ میں خرچ کرلیا جائے۔

(۲)......اس شاخ کا حساب کتاب الگ رکھا جائے۔

(۳)......جب سکول مدرسہ کا بن گیا تو وہی احتیاط رکھنی چاہیے، البتہ تملیک وغیرہ کا فرق رہے گا۔

(۴)......بظاہر یہ آمدنی مدرسہ کی ملک ہے۔

(۵)......سکول کی آمدنی سے عندالضرورت کمپیوٹر خریدنے کی گنجائش ہے۔

(۶)......مدرسہ یا سکول کو اس کا کیا مفاد ہوگا؟

(۷)......اجرت کے مجہول ہونے کی بناء پر مذکورہ اجارہ فاسد ہے۔

(۸)......بلا معاوضہ یا کم اجرت پر مدرسہ کی طرف سے معلّم یا معلّمہ کو رہائش دینے کی گنجائش ہے۔

(۹)...... ایک حد مقرر کر دینا درست ہے۔

(۱۰)......شرعی ضابطہ کے اعتبار سے جائز نہیں۔

(۱۱)......اگر مدرسہ کسی ملازم کو فارغ کرے تو ایک تنخواہ ساتھ دینے کا اہلِ مدارس کے ہاں عرف ہے۔

(۱۲)......سابقہ تنخواہ کا مطالبہ کرنا یا اسے دینا جائز نہیں، کیونکہ حصول اجر مقصود تھا وہ حاصل ہو چکا آئندہ کیلئے تنخواہ مقرر کر دی جائے۔

(۱۳)......حضرات متاخرین نے درس وتدریس وغیرہ پر عندالضرورت اجرت لینے کی اجازت دی ہے جبکہ متقدمین نے منع کیا ہے۔ ومشائخ بلخ جوّزوا الاستیجار علی تعلیم القرآن (ہندیہ، جلد۴، صفحہ ۴۴۸، کتاب الاجارہ)

وفی الشامیة: ثم ان المتقدمين منعوا اخذ الاجرة على الطاعات. وافتى المتأخرون بجوازه على التعليم والاذان والامامة. (شامیہ، جلد۶، صفحہ ۶۳۹)

(۱۴)...... یہ ایک قسم کا اقراض ہے، جبکہ متولی، مہتمم مدرسہ کی رقم کسی کو بطور قرض کے نہیں دے سکتا۔ ليس للمتولي ايداع مال الوقف والمسجد......فلو اقرضه ضمن (البحر الرائق، جلد۵، صفحہ ۴۰۱)

(۱۵)......صورت مسئولہ میں مدرسہ کی اشیاء سے انتفاع کی اجازت ہے۔

(۱۶)......مدارس کے عرف کے مطابق معتد بہ چھٹیاں ہونی چاہییں ان چھٹیوں کے علاوہ (بلا مرض) جو چھٹیاں ہوں ان پر کٹوتی ہونی چاہیے۔ بخلاف غيرهما (اى غير يوم الجمعة ويوم الثلاثاء) من ايام الاسبوع حيث لايحل له اخذ الاجر عن يوم لم

يدرس فيه مطلقاً سواءٌ قدر له اجر كل يوم او لا (شامیہ، جلد ۶، صفحہ ۱۵۷)

(۱۷)...... سکول کی آمدنی سے دفتر کی ضرورت کیلئے ایک آدھ اخبار خریدنے کی گنجائش ہے۔

(۱۸)...... تنخواہ والا نظام بہتر ہے۔ اس دور میں خدمت کا معاوضہ اداء کرنا ہی بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۲۳/۱/۲۴ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بلا میٹر مسجد و مدرسہ میں بجلی کا استعمال کرنا:

ایک مولوی صاحب جو کہ کسی مدرسہ کے مہتمم ہیں انہوں نے مدرسہ کا میٹر نہیں لگوایا اور حکومت کی بجلی بلا میٹر اور بلا اجازتِ حکومت استعمال کرتے ہیں اور موٹر بھی لگوائی ہوئی ہے جس کے ذریعے سے پانی نکالتے ہیں اور اسی پانی سے مدرسہ کے طلباء اور نمازی وضوء کرتے ہیں اور اسی طرح پنکھے وغیرہ بھی لگوائے ہوئے ہیں جو نمازی اور طلباء استعمال کرتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ سائل ...... خادم حسین

الجواب

مہتمم صاحب پر لازم ہے کہ مدرسہ میں بجلی استعمال کرنے کیلئے فوراً میٹر حاصل کرے اور حکومت سے اجازت حاصل کئے بغیر بجلی کا استعمال حرام اور ناجائز ہے۔[1] فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۴۱۹/۲/۴ھ

طے شدہ شرط کے برخلاف مدرس کو معزول کرنا درست نہیں:

ایک مدرسہ کا قانون ہے کہ جب کسی مدرس کو علیحدہ کرنا ہو یا مدرس خود علیحدہ ہونا چاہے تو

ملازمت سے علیحدہ ہونے سے پیشتر ایک ماہ اطلاع دینی ہوگی۔ اس کے بعد عرض ہے کہ ایک مدرسہ کا معلمِ شعبۂ قرآن، ۲۱ رمضان المبارک کو تعطیل کرتا ہے، آگے اس کے ایام تعطیل تھے اس لئے جب وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا یکم شوال کو تو مدرسہ والوں کو کہہ کر نہیں گیا، البتہ اس کا کہنا ہے کہ میں دو دفعہ مدرسہ میں حاضر ہوا لیکن مدرسہ میں نہ تو مجھے ناظم صاحب ملے اور نہ ہی صدر مدرس ملے، مجبوراً گھر جانا پڑا، گھر کی مجبوریوں کی وجہ سے معذرت نامہ میں بھی دیر ہوگئی، اور وہ پندرہ شوال کو موصول ہوا اور سترہ شوال کو خود معلم پہنچا، لیکن مدرسہ والوں نے اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کو معزول کر کے دوسرے مدرس کی تقرری کر دی۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ اس طرح کی

التخریج: (۱)...... مشکوٰۃ شریف میں ہے: عن ابی هريرةؓ قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فذكر الغلول فعظّمه وعظّم امره ثم قال لاالفينّ احدكم يجئ يو م القيامة على رقبته بعير له رغاءٌ يقول يا رسول الله اغثنی فاقول لا املک لک شيئاً قد ابلغتک ...... لاالفينّ احدكم يجئى يوم القيامة على رقبته صامت فيقول يا رسول الله اغثنی فاقول لا املک لک شيئاً قد ابلغتک (مشکوٰۃ شریف، جلد۲، صفحہ ۳۴۹)

(مرتب مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)

معزولی مدرسہ والوں کی جائز ہے جس میں نہ تو اپنی شرائط کی پابندی ہے اور نہ ہی دینی معلم کی عزت سمجھی جاتی ہے۔

سائل ...... مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم، حیدرآباد

الجواب

مدرس مذکور کی معزولی طے شدہ شرائط کے مطابق درست نہیں، اور شرعاً بھی اس کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۳/۱/۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان

ٹیلی فون اور بجلی کے محکموں کی ملی بھگت سے میٹر بند کرانا یا محکمہ ٹیلی فون کا وقت کم لکھنا کیسا

ہے؟ جبکہ یہ معاملہ مدرسہ کا ہو:

ہمارے مدرسہ میں ٹیلیفون لگ چکا ہے اب جب کہیں فون کرتے ہیں اور کال کرتے ہیں تو آپریٹر صاحب ہمارے ساتھ بایں صورت تعاون کرتے ہیں کہ کال کا بل بہت کم بنا لیتے ہیں یعنی وقت کم درج کر دیتے ہیں۔ کیا ایسا تعاون مدرسہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

(۲)...... اسی طرح بجلی کا معاملہ ہے، مگر اس میں یہ ہوتا ہے کہ میٹر کو بند کر لیتے ہیں کچھ وقت کیلئے چھوڑ کر چلا لیتے ہیں تا کہ کچھ خرچہ ہو جائے باقی مہینہ بجلی مفت میں آ جائے اس طرح بجلی کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ سائل ...... محمد عمر

الجواب

صورت مسئولہ میں یہ دونوں فعل خیانت اور بددیانتی پر مبنی ہیں ہرگز ہرگز جائز نہیں ہیں۔ اہل مدرسہ اور کلرک وغیرہ دونوں مجرم ہیں اس خیانت سے محکمہ کا جتنا نقصان کیا گیا، اس کی ضمان واجب ہے، اور اس کے ساتھ توبہ، استغفار بھی لازم ہے۔............فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	مفتی خیر المدارس، ملتان
صدر مفتی خیر المدارس، ملتان	۱۳۹۳/۶/۱۲ھ

تمت بالخیر